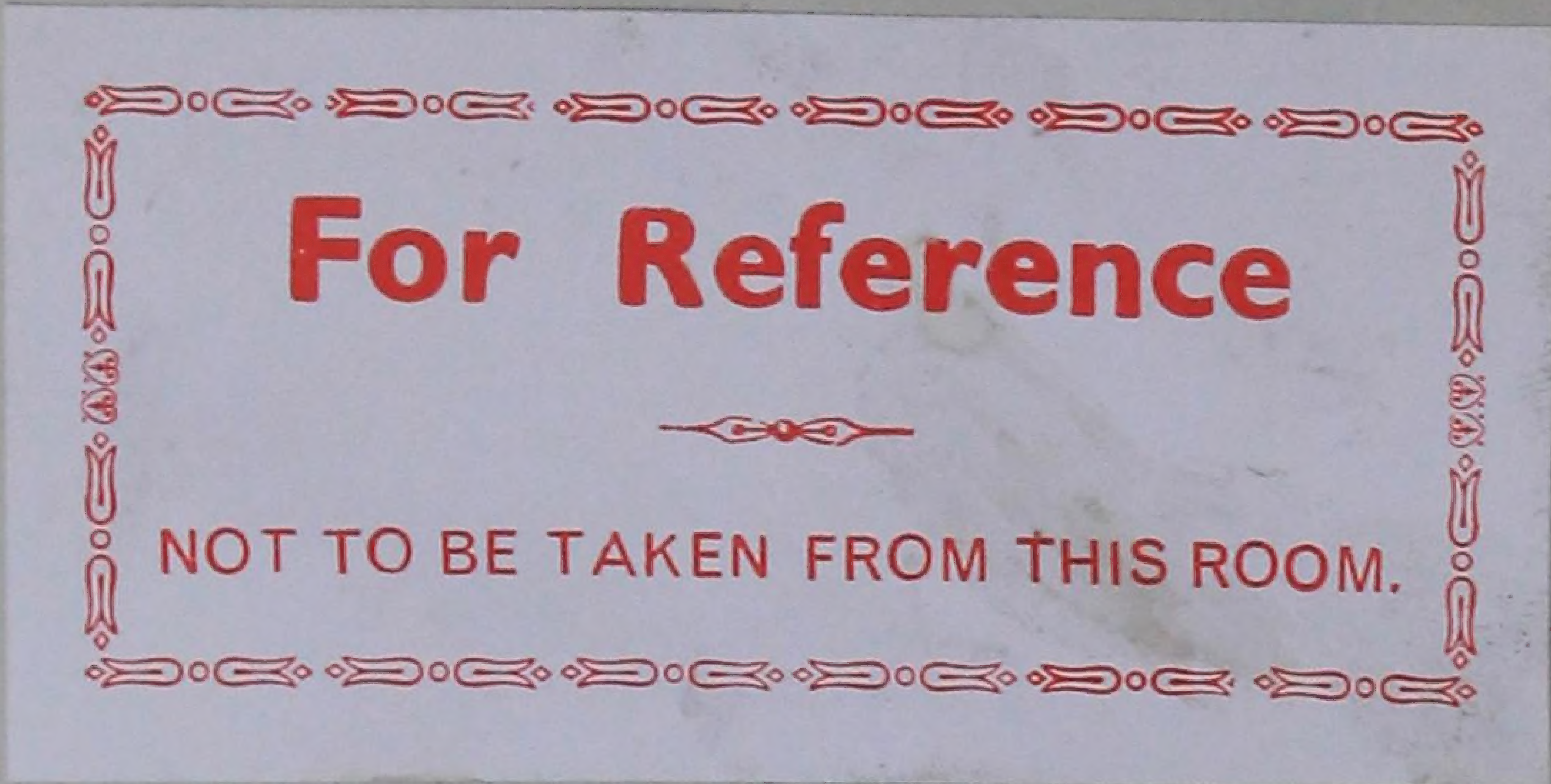
اُردوئے معلیٰ

(اُردوئے معلیٰ)


For Reference
NOT TO BE TAKEN FROM THIS ROOM.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ مِن تصنیف شاعرِ شیرین مقال ناثرِ عدیم المثال جناب میر مہدی صاحب المتخلص بہ مجروحؔ شاگردِ رشید جناب مرزا اسد اللہ خان غالبؔ مرحوم

ستایشِ داورِ جہان آفرین آسان نہیں کیونکر بیان ہو۔ اور نعتِ حضرتِ سید المرسلین مشکل ہی۔ زبان کیا مردِ میدان ہو وہ دریائے ذخار ہے یہ محیطِ ناپیدا کنار ہے وہان ذہن نارسا اور فہم بے سروپا یہان عقل معترف بعجز وقصور وخرد ناچار ومجبور پھر اس صورت مین قلم مقطوع اللسان کیا نگارش کرے سوائے اس کے کہ اصل مطلب گزارش کرے اور وہ یہ ہے کہ سخنورانِ خرد پیشہ اور خردمندانِ درست اندیشہ خوب جانتے ہین کہ ہمیشہ سے کلامِ عرب کی شیرینی اور زبانِ عجم کی نمکینی گوش زدِ خاص وعام ہے اور ہر عقیل وفہیم اسی بات پر متفق الکلام ہے مگر یہ جو زبانِ اُردو نے ہندوستان مین رواج پایا ہے یہ بھی ترکیب کی خوبی اور حُسن کی اسلوبی مین انہین زبانون کے ہم پایہ ہے اگر فصحائے عرب وعجم کما حقہ اس زبان کی ماہیت پر عبور پائین تو اپنی زبان سے زیادہ اسکی تحسین فرمائین ہر چند ابتدائے رواج سے ہر عہد مین کاملانِ عصر اس معشوقۂ خرد فریب کی آراستگی وپیراستگی مین سعیِ فراوان اور کوششِ بے پایان کرتے آئے ہین مگر بالفعل اس زمانہ مین اس زبان کی خوبی کا یہ مرتبہ پہنچا ہے کہ بیان سے باہر ہو گیا ہے اب یہ بدرِ انور بدرجۂ کمال ہو آگے بیمِ زوال ہے خصوصًا زبانِ اہلِ دہلی کہ اردوئے معلّٰی بولنا ان کا

حصہ ہی ہر چند بعض حضرات کو اس بات کا غصہ ہو مگر جو صاحب کہ فہم سلیم و ذہن مستقیم و طبع رسا و مزاج انصاف آشنا رکھتے ہیں وہ اس امر کو مان جاتے ہیں معوج الذہن و کج رائے یون ہی باتیں بناتے ہیں بھلا دہلی کا اس قدر کیونکر نہ مرتبہ ہو جب اس عدیم النظیر کا یہ شہر مینو بہر مسکن و ماوا ہو جس کی طبع وقاد نے عقدہائے معانی کو وا کیا ہے جس کے ذہن نقاد نے پست و بلند شاہ راہ سخن کو ہموار و مصفا کیا ہے فصاحت اگر لعل ناب ہے تو وہ اُسکی آب و تاب ہے اور بلاغت اگر گوہر بے بہا ہے تو وہ اُس کی آبروئے جوہر فزا ہے معنی اگر گل ہی تو وہ اُسکی شمیم روح فزا ہی اور سخن اگر آئینہ ہے تو وہ اُسکی صیقل جلوہ نما ہی۔ اُسکا سینۂ بے کینہ نکات حکمیہ کا گنجینہ اُسکا قلب باصفا اسرار علمیہ کا دفینہ شعر و شاعری کی اوس کی ذات سے رونق بڑہائی ہی اُردو نے اُس کی زبان سے گذر کر عزت پائی ہی جس قدر تعریف کہ بر فرمایا ہی یہ جناب نجم الدولہ دبیر الملک نواب اَسَدُ اللہ خانصاحب غالب تخلص کی ذات بابرکات کی خوبیوں کا ایک ادنیٰ شمہ ہی ؎

ہے ظہوری کا ظہور اور نظیری کا نظیر	میرا اُستاد کہ ہے جس کا سخن عالم گیر

حضرت کا جو سخن ہی وہ دُر عدن جو بات ہی از رہ معنی کرامات ہی یہ نثر کی رنگینی یہ نظم کی شیرینی یہ غزل کی فصاحت یہ قصیدہ کی متانت یہ لفظوں کی محبوبی یہ ترکیب کی خوش اسلوبی یہ جدت معانی یہ طاقت لسانی یہ سلاست عبارت یہ روانی مطالب دیکھی نہ سُنی سطرین ہیں کہ موتی کی لڑیاں ہیں باتین ہیں کہ مصری کی ڈلیان ہین. نثر نثرہ نثار ہر نظم انجم قربان حسن تقریر پر تحریر شعاع سے نثار کرنے کو آفتاب زر بداماں. گفتار شکر بار کو جادو کہون سحر کہون حیران ہوں کیا کہوں۔ لاحول ولاقوۃ کیا سودائیوں کی باتیں کرتا ہوں کیا جادو ہی کیا سحر کا اثر ہے گفتار اعجاز طراز کے رشک سے ہندوستان میں نہ جادو ہی نہ سحر ہے ہاں بابل کے کسی کنوئیں میں چھپا ہو تو کیا خبر ہے بھلا اُس عبارت فصاحت نشان کا کیا وصف بیان ہو جس کی صفائی استعارات کی خجلت سے دُر شاہوار ریانی پانی جس کی رنگینی فقرات سے جگر خون لعل رمانی نہیں نہیں یہ ستایش کچھ سرمایہ نازش نہیں. کیا موتی کیا لعل انکی وجہ قدر و مقدار یعنی آب و تاب

اندک تغیر میں نایاب ہے۔ اور یہ قیامت تک یکسان۔ تہیدستان سرمایۂ سخن کو فیض رسان عبارت متین کی کیفیت دیکھ کر جامی تو کیا فلاطون خم نشین کے نشے ہرن ہوتے ہیں اور اُس کے ادراک غوامض میں اپنی عقل و خرد کھوتے ہیں۔ جہان ایسے ایسے سرخوشان خمستان معنی جرعہ خوار بادہ گفتار اور نشۂ حسن بیان سے سرشار ہون پھر ہمسے نارسیدہ اُس پختگی مطالب کو کیا پائیں کہاں سے ایسی قوت متخیلہ لائیں سوائے اس کے کہ یہ راہ باریک دیکھ کر قدم لڑکھڑائیں اور اپنی نافہمی پر عرق انفعال میں غوطہ کھائیں۔ مگر افسوس کہ اس جنس گران ارز کا کوئی خریدار نہ ہوا اور اس یوسف مصر سخندانی کا کوئی طالب دیدار نہ ہوا۔ حضرت کا ظہور حضرت اکبر شاہ کے عہد میں ہوتا یا شاہ عباس دارائے ایران کے عصر میں ہوتا۔ نظیری اپنا نظیر دیکھ لیتا ظہوری کو فن شعر میں اپنا حریف غالب نظر آجاتا۔ خیر اب ہم یون دل خوش کرتے ہیں کہ اگر حضرت اُسوقت میں زینت بخش جہان ہوتے تو ہم کہان ہوتے یہ ہمارے طالع کی خوبی ہماری خوش نصیبی کہ ایسے منتخب روزگار کے جمال باکمال سے مقتبس انوار فیض ہوئے اور شرف قدمبوسی سے بہرہ اندوز۔ جب حضرت کو دیکھ لیا گویا سب سخندانان پیشینیہ کو دیکھ لیا۔ جب حضرت کا کلام سُن لیا سب کا کلام سُن لیا۔ مبیّن میرے قول کی یہ اُردو کی تحریر ہے کہ سہل الممتنع کیا بلکہ ممتنع النظیر ہے۔ اس اُردو کا نیا انداز ہے کہ جس کے دیکھنے سے روح کو اہتزاز ہے جو کہ بعد تکمیل ہو جانے کلیات نظم و نثر فارسی کہ وہ ہر ایک آویزۂ گوش فصاحت و پیرایۂ گلوئے بلاغت ہے اور ہندوستان سے ایران تک ہر ایک نکتہ سنج کے ورد زبان ہے۔ مدت سے حضرت کو اس طرز نو ایجاد اُردو سے لگاؤ ہے اور خط و کتابت میں اسی کا برتاؤ ہے جب شایقین ہندوستان نے اس نمک ہندی کا مزہ چکھا ہر ایک سرمایۂ لذت اور مائدہ سخن سمجھکر طلبگار و خواستگار ہوا اس واسطے منشی جواہر سنگھ صاحب جوہر کہ یہ صاحب خلاق و مروت میں یکتا اور علم دوست و ہنر آشنا ملازمین معززین سرکار سے ہیں اور اب پنشندار ہیں علم فارسی کو خوب جانتے ہیں اشعار بھی اُسی زبان میں فرماتے ہیں منشی صاحب کے اشعار

قابل دید ہیں جناب مرزا صاحب قبلہ کے شاگرد رشید ہیں چنانچہ جناب مرزا صاحب فرماتے ہیں
مصرعہ کہ تیغیم کہ جوہر داریم + اُن کی طبع والا نے یہ اقتضا کیا۔ کہ یہ
گہرہائے شب افروز سلک تحریر میں منسلک ہو کر زینت بخش عروس سخن ہوں اور
یہ گلہائے پراگندہ جمع ہو کر ایک جا گلدستہ ہوں تا اُس کے رواح روح پرور سے دماغ نکتہ
سرایان غیرت چمن ہو اس واسطے میر فخر الدین صاحب مہتمم اکمل المطابع دہلی نے
سعی بے پایاں اور لالہ بہاری لال صاحب منشی مطبع مذکور نے کوشش فراوان سے اکثر
خطوط جمع کئے اور قصد انطباع کیا۔ اور اردوئے معلیٰ نام رکھا گیا اور اُن خطوں کو دو
حصوں پر منقسم کیا پہلے حصہ میں صاف صاف عبارت کے خط تحریر کئے تاکہ طلبائے مدرسہ
فائدہ اُٹھائیں۔ دوسرے حصہ میں مطالب مشکلہ کی تحریر اور تقریظ وغیرہ لکھی تا سخنوران
معنی یاب اُس کے دیکھنے سے مزا پائیں اور منشی صاحب موصوف نے اِس
ہیچمدان خاکسار یعنی مجروح دل افگار سے اس کا دیباچہ لکھنے کو فرمایا۔ بندہ یہ سُن کر
حیران ہوا کہ یارب دُر شاہوار کے سامنے خزف ریزوں کا کیا اعتبار اور لعل و زمرد میں
پتھروں کے ٹکڑوں کا کیا وقار مگر الامر فوق الادب سمجھ کر اور اپنے کو اسی خوان نعمت
کا زلہ چین جان کر یہ چند سطریں لکھیں۔ بقول عرفی

چو ذرہ گرچہ حقیریم نسبتم ایں بس	کہ آفتاب بود نقطۂ مقابلِ ما

حصہ اول

رقعہ بنام نواب میر غلام بابا خان بہادر

نواب صاحب جمیل المناقب عمیم الاحسان سلامت۔ بعد تسلیم اسد اللہ عرض کرتا ہے۔ کہ آپ
کے خط کے آنے نے میری آبرو بڑھائی حق تعالیٰ تمھیں سلامت رکھے ۲۶ ورق کا دیوانی
کی رسید پہنچی بموجب ارشاد کے اب اور نہ بھیجونگا قبلہ غرض شہرت ہے اس قلمرو میں میں نے
جلدیں تقسیم کی ہیں اس ملک میں آپ بانٹ دیں اتنی میری غرض قبول ہو کہ بڑ دوہ۔

گجرات میں سید احمد حسن صاحب مودودی اور میر ابراہیم علی خان صاحب کو ایک ایک جلد بھجوا دیجئے گا۔ اور چھ جلدین مولانا سیف الحق کو عطا کیجئے گا کہ وہ اپنے دوستوں کو بھجوا دیں۔ خواجہ بدر الدین خان میرے بھتیجے نے بوستانِ خیال کو اُردو میں لکھا ہی اُس کا ایک اشتہار اور یہاں ایک اخبار نیا جاری ہونے والا ہے اُس کے دو اشتہار اس خط کے ساتھ بھیجتا ہوں آپ یا آپکے احباب میں سے کوئی صاحب کتاب کے یا اخبار کے خریدار ہوں تو اشتہار کے مضمون کے مطابق عمل میں لائیں۔ والسلام مع الاکرام +

میان سیف الحق سیاح کو سلام ۲۲ مارچ سنہ ۱۹۶۶ء

ایضاً۔ سبحان اللہ تعالیٰ شانہ ما اعظم بُرہانہ۔ جناب مستطاب نواب میر غلام بابا خان بہادر سے بتوسط میان داد خان صاحب شناسائی بہم پہنچی لیکن واہ اول ساغر و دُردی کیا جگر خون کن اتفاق ہے۔ پہلا عنایت نامہ جو حضرت کا مجھ کو آیا۔ اُس میں خبر مرگ اب میں جو اُسکا جواب لکھوں اور یہ میرا پہلا خط ہوگا لامحالہ مضامین اندوہ انگیز ہونگے نہ نامہ شوق نہ محبت نامہ صرف تعزیت نامہ صریر قلم ماتمیوں کے شیون کا خروش ہی جو لفظ نکلا وہ سیاہ پوش ہی۔ ہے ہے نواب میر جعفر علیخان جیسا امیر روشن گہر نام آور روشناس اعیان ہند و انگلنڈ وسط جوانی یعنی ۴۶ برس کی عمر میں یوں مرجائے ؎ نخل چمن سروری افتاد زپا ہائے + سچ تو یوں ہی کہ یہ دہر آشوب غم ہے مجموع اہل ہند ماتم دار و سوگوار ہوں تو بھی کم ہے۔ اگرچہ مَیں کیا اور میری دعا کیا۔ مگر اس کے سوا کہ مغفرت کی دعا کروں اور کیا کروں قطعہ سال رحلت نواب غفران مآب جب بدل خار خار غم سے پرخون ہوا ہی یوں موزوں ہوا ہے ؎

گر دید نہان مہر جہانتاب دریغ	شد تیرہ جہان بچشم احباب دریغ
این واقعہ را ز روے زاری غالب	تاریخ رقم کرد کہ نواب دریغ

از روئے زاری زاے ہوز کے عدد بڑھائے جائیں تو سنہ ۱۲۸۰ پیدا ہوتے ہیں۔ فہذا المطلوب شریک بزم ماتم منشی میان داد خان صاحب کو سلام یکشنبہ بست و یکم ربیع الاول سنہ ۱۲۸۰ھ مطابق ششم ستمبر سنہ ۱۸۶۳ء

ایضاً۔ نواب صاحب جمیل المناقب عمیم الاحسان عنایت فرمائے مخلصان زاد مجدہ بشکر یاد آوری و رُوان پروری بجا لاتا ہوں پہلے اس سے آپ کا مودت نامہ پہنچا ہے وہ میرے خط کے جواب میں تھا۔ اُسکا جواب نہیں لکھا گیا پرسوں میاں سیف الحق کا خط پہنچا خط کیا تھا خوانِ دعوت تھا میں نے کھانے بھی کھائے میوے بھی کھائے ناچ بھی دیکھا گانا بھی سُنا خدا تم کو سلامت رکھے کہ اس نالایق درویش گوشہ نشین پر اپنی عنایت کرتے ہو صاحبِ ریاست و امارت میں ایسے جھگڑے بہت رہتے ہیں میں بسببِ فرطِ محبت اخبار میں تمھاری افزایش عز و جاہ دیکھ کر خوش ہوا اور تم کو تہنیت دی ظفر نامہ بدبہت مبارک لفظ ہے انشاء اللہ العلی العظیم ہمیشہ مظفر و منصور ہو گے ۶ع کا رت بجہان جملہ چنان باد کہ خواہی + نجات کا طالب غالب پنجشنبہ ۳ اپریل سنہ ۱۸۶۶ع

ایضاً۔ جناب سید صاحب قبلہ بعد بندگی عرض کرتا ہوں کہ عنایت نامہ آپ کا پہنچا۔ آپ جو فرماتے ہیں کہ تو اپنی خیر و عافیت کبھی کبھی لکھا کر آگے اتنی طاقت باقی تھی کہ لیٹے لیٹے کچھ لکھتا تھا اب وہ طاقت بھی زائل ہو گئی ہاتھ میں رعشہ پیدا ہو گیا بینائی ضعیف ہو گئی متصدی نوکر رکھنے کا مقدور نہیں عزیزوں اور دوستوں میں سے کوئی صاحب وقت پر آ گئے تو میں مطلب کہتا گیا وہ لکھتے گئے یہ حُسنِ اتفاق ہے کہ کل آپکا خط آیا آج ہی ایک دوست میرا آ گیا کہ یہ سطریں لکھوا دیں اور یہ آپ کبھی نہ فرمائیں کہ منشی میاں داد خان سے مجھے قطع محبت ہو گیا ہے منشی صاحب کی محبت اور اُن کے توسط سے آپ کی محبت دل و جان میں اسقدر سما گئی ہے جیسا اہل اسلام میں ملکہ ایمان کا بس ایسی محبت کا موقوف ہونا کبھی ممکن نہیں امراض جسمانی کا بیان اور اعلام ہمدگر کی شرح کے بعد ہجوم غمہائے نہانی کا ذکر کیا کروں جیسا ابر سیاہ چھا جاتا ہے یا ٹڈی دل آتا ہے بس اللہ ہی اللہ ہے۔ سیف الحق منشی میاں داد خان کو سلام کہیے گا اور یہ خط پڑھا دیجئیگا نجات کا طالب غالب۔ روز چہار شنبہ ۲۰۔ اپریل سنہ ۱۸۶۶ع۔ فقط۔

ایضاً۔ نواب صاحب جمیل المناقب عمیم الاحسان نواب میر غلام بابا خان صاحب بہادر زاد مجدہ عرض کیا جاتا ہے کہ آپکا عنایت نامہ اور مولانا سیف الحق کا مہربانی نامہ دو نو نے ایک دن

پہنچے سیف الحق کے خط سے معلوم ہوا کہ رجب کے مہینے میں شادیاں قرار پائی ہیں. مبارک ہو اور مبارک ہو نظارہ بزم جمشیدی سے محروم رہونگا مگر میرا حصہ مجھ کو پہنچ رہے گا خاطر جمع ہے کیوں حضرت صاحبزادہ کا اسم تاریخی پسند آگیا یا نہیں. نام تاریخی اور پھر سید بھی اور خان بھی سید وجاہت علیخان. عجب ہے اگر پسند نہ آئے اور بہت عجب ہے کہ اس امر کی نہ آپکے خط میں توضیح نہ میاں داؤد خان کے خط میں خیر. یہ میں نہیں کہتا کہ خواہی نہ خواہی یہی نام رکھیے پسند آنے نہ آنے کی تو فقیر کو اطلاع ہو جائے. جواب کا طالب غالب. ۹. ماہ. اگست سنہ ۱۸۶۶ عیسوی

ایضاً. ستودہ بہر زبان و نامور بہر دیار نواب صاحب شفیق کرم گستر مرتضوی تبار نواب میر غلام باباخان بہادر کو مسرت بعد مسرت و جشن مبارک و ہمایون ہو رقعۂ گلگون نے بہار کی سیر دکھلائی. بسواری ریل روانہ ہونے کی لہر دل میں آئی. پاؤں سے اپاہج کانوں سے بہرا ضعف بصارت. ضعف دماغ. ضعف دل. ضعف معدہ. ان سب ضعفوں پر ضعف طالع. کیونکر قصد سفر کروں. تین چار شبانہ روز قفس میں کس طرح بسر کروں گھنٹہ بھر میں دو بار پیشاب کی حاجت ہوتی ہے. ایک ہفتہ دو ہفتہ کے بعد ناگاہ قولنج کے دورے کی شدت ہوتی ہے. طاقت جسم میں. حالت جان میں نہیں. آنا میرا سورت تک کسی صورت حیز امکان میں نہیں. خط لکھتے لکھتے خیال میں آیا کہ سید صاحب کی ولادت کی تاریخ لکھی سیدانی صاحب کی بسم اللہ کی بھی تاریخ لکھا چاہیئے. مادہ خجستہ بہار. ذہن میں آیا سات عدد کم پائے. خجستہ بہار پر ادب کے اعداد بڑھائے شمار میں ۱۲۸۳ نظر آئے. دوسرے ورق پر وہ قطعہ مرقوم ہے. بوڑھوں کی فکر کی طاقت معلوم ہے. صرف جوش محبت سے چار مصرع موزون ہوئے ہیں. گر قبول افتد زہے عز و شرف ✤ راقم اسد اللہ خان غالب. ۱۴. نومبر ۱۸۶۶ء سیف الحق صاحب کو سلام. ایک میرے دوست مصور خاکسار کا خاکہ اُتار کر دربار کا نقشہ اُتارنے کو اکبرآباد گئے ہیں وہ آجائیں تو شغل تصویر تمام ہو کر آپکے پاس پہنچ جائے. خط از راہ احتیاط بیرنگ بھیجا ہے. قطعہ

خجستہ جشن و بستاں نشینی بیگم	بفیض ہمت نواب ویمن واقبالش
چو از پئے ادب آموزیست خوش باشد	اگر خجستہ بہار ادب بود سالش

ایضاً۔ نواب صاحب جمیل المناقب عمیم الاحسان عالی شان والا دودمان زاد مجدکم۔
سلام مسنون الاسلام و دعائے دوام دولت واقبال کے بعد عرض کیا جاتا ہے کہ ان
ایام میمنت فرجام میں جو از روئے اخبار مبنیٔ آپ کی افزائش عز وجاہ کے حالات معلوم ہوئے
متواتر شکر آلہی بجالایا اور اس ترقی کو اپنی دعا کا نتیجہ جان کر اور زیادہ خوش ہوا خصوصاً
عدالت العالیہ میں فتح پانا اور حق حقیقی کا ظہور میں آنا کیا کہوں کیا مسرت و شادمانی کا موجب
اور کس طرح کی نشاط وانبساط کا سبب ہوا ہی حق تعالیٰ یہ فتح مبارک وہمایون کرے قطعہ

فتح تسید غلام با باخان	خود نشانِ دوام اقبال ست
ہم ازین رو بود کہ غالب گفت	کہ ظفر نامۂ ابد سال ست

بہار باغ جاہ و جلال جاودان باد۔ اسد اللہ خان۔ غالب۔ فقط
ایضاً جناب نواب صاحب میں آپکے اخلاق کا شاکر اور آپ کی یاد آوری کا ممنون اور آپکے
دوام دولت کا دعا گو ہوں اگر بوڑھا اور اپاہج نہ ہوتا تو ریل کی سواری میں مقر آپ تک پہنچتا اور
آپکے دیدار سے مسرت اندوز ہوتا۔ آپ میرے شفیق اور میرے محسن ہیں خدا آپ کو ہمیشہ سلامت
باکرامت رکھے۔ خط کے دیر دیر لکھنے کا سبب ضعف ونقاہت ہی اگر میری اوقات شبا روزی اور
میرے حالات آپ دیکھیں تو تعجب کریں گے کہ یہ شخص جیتا کیونکر ہے صبح سے شام تک پلنگ پر
پڑا رہنا اور پھر دمبدم پیشاب کو اٹھنا ان مجموع مصائب میں سے ایک ادنیٰ مصیبت یہ ہی کہ ۱۲۸۲ھ
شروع ہوئے ۱۲۱۲ھ کی ولادت ہے۔ اب کے رجب کے مہینے سے ستروان سال شروع ہو گا سترا
بہترا بہرا بوڑھا اپاہج آدمی ہوں۔ جو عنایت تم میرے حال پر فرماتے ہو صرف تمھاری خوبی
ہے میں کسی لایق نہیں۔ نجات کا طالب غالب۔ چہارشنبہ ۳۱ مئی ۱۸۶۷ء عیسوی۔
ایضاً بجناب نواب صاحب جمیل المناقب عمیم الاحسان سلمہ اللہ تعالیٰ۔ بعد سلام مسنون الاسلام

و دعائے دوامِ دولت و اقبال کہ ہمیشہ ورد زبان ہے. گھڑی کے عطیہ کا شکر ہر گھڑی اور ہر ساعت بجالاتا ہون پہلے تو آپ دوست اور پھر امیر۔ اور پھر سید. نظر ان تین امور پر اس ارمغان کو مین نے بہت عزیز سمجھا اور اپنے سر اور آنکھون پر رکھا خدائے عالم آرائے آپ کو سلامت رکھے اور ہر گھڑی آپکا ممد و مددگار رہے ظاہراً بوقت روانگی کنجی کا رکھنا سہو ہو گیا خیر یہان بن جائے گی والسلام مالوف الاحترام. خوشنودی احباب کا طالب غالب. شنبہ سوم دسمبر ۱۸۶۴ء

ایضاً. نواب صاحب جمیل المناقب عمیم الاحسان امید گاہ درویشان زاد افضالکم. آپکا بندہ سنت پذیر غالب خونین صفیر یون نوا سنج ہوتا ہے کہ عنایت نامہ عز ورود لایا اور مژدہ قبول سے میرا رتبہ بڑھایا جو کچھ میرے حق میں ارشاد ہوا ہے اگر اُس کو قدر دانی کہون تو لازم آتا ہے کہ اپنے کو ایک طرح کے کمال کا مالک سمجھ لون بالبتہ آپنے از راہ حق پسندی سخن کی قدر دانی اور میری قدر افزائی کی ہے جو اغلاط فارسی دانان ہند کے ذہن میں راسخ ہو گئے تھے ان کو دفع کیا ہے تو کیا بُرائی کی ہے. بات یہ ہے کہ اوچھی پونجی والے گمنام اپنی شہرت کے لیے مجھ سے لڑتے ہیں واہ واہ اپنے نامور بنانے کو ناحق احمق بگڑتے ہیں. عطیہ حضرت بتوسط جناب سیف الحق پہنچا اور میں نے اُسکو بے تکلف عطیہ مرتضوی سمجھا. علی مرتضی علیہ التحیۃ والثنا آپکا دادا اور میرا آقا خدا کا احسان ہے کہ یہ احسان مند بھی ہوا تو اپنے خداوند کے پوتے کا آج سے کاپی لکھی جانے لگی اور تصحیح کو میرے پاس آنے لگی چھاپے کے واسطے برسات کا موسم اچھا ہی بس اب اس کے چھپ جانے میں دیر کیا ہے. نجات کا طالب غالب. صبح یکشنبہ ۱۷ دسمبر ۱۸۶۴ء

بنام منشی میان داد خان المخاطب بہ سیف الحق المتخلص بسیّاح

سعادت و اقبال نشان منشی میان داد خان سے میں بہت شرمندہ ہون کہ اُن کے خطوط کا جواب نہیں لکھا. غزلون کے مسودے گم ہو گئے اس شرمندگی سے پاسخ نگار نہ ہوا اب یہ سطرین جو لکھتا ہون اُس خط کے جواب میں ہیں جو بنارس سے آیا ہے. بھائی بنارس خوب شہر ہے اور میرے پسند ہے ایک مثنوی میں نے اُس کی تعریف میں لکھی ہے

اور چراغ دیر اُسکا نام رکھا ہے وہ فارسی دیوان میں موجود ہے اُس کو دیکھنا۔ اشرف حسین خان صاحب میرے دوست ہیں فتنہ و فساد کے زمانہ سے بہت پہلے اُن کا خط اور کچھ اُن کا کلام میرے پاس آیا ہے تم اُن کو میرا سلام کہنا اور میں تم سے یہ توقع رکھتا ہون کہ جس طرح تم نے لکھنؤ سے بنارس تک کے سفر کی سرگذشت لکھی ہے۔ اسی طرح آیندہ بھی لکھتے رہوگے۔ میں سیر و سیاحت کو بہت دوست رکھتا ہوں ؎

اگر بہ دل نہ خلد ہر چہ در نظر گزرد	زہے روانی عمرے کہ در سفر گزرد

خیر اگر سیر و سیاحت میسر نہیں نہ سہی ذکر العیش نصف العیش پر قناعت کی میان داد خان سیاح کی سرگذشت سیر و سفر ہی نہ سُنی۔ غزل تمھاری رہنے دیتا ہون اسکے دیکھنے کی بھی فرصت نہین ہے جیسا تم نے وعدہ کیا ہے جب اور غزلین بھیجوگے انکے ساتھ اسکو بھی دیکھ لونگا بلکہ احتیاط مقتضی اسکا ہے کہ اُن غزلون کے ساتھ اس غزل کو بھی لکھ بھیجنا۔ ناتوانی زور پر ہے بڑھاپے نے نکما کر دیا ہے ضعف۔ سُستی۔ کاہلی۔ گرانجانی۔ گرانی۔ رکاب میں پانون ہے باگ پر ہاتھ ہے بڑا سفر دور دراز درپیش ہے زاد راہ موجود نہیں۔ خالی ہاتھ جاتا ہون۔ اگر ناپرسیدہ بخش دیا تو خیر۔ اگر باز پرس ہوئی تو سقر مقر ہے اور ہاویہ زاویہ ہے دوزخ جاوید ہے اور ہم ہیں ہائے کسی کا کیا اچھا شعر ہے ؎

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائیں گے	مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے

اللہ اللہ اللہ۔ نجات کا طالب غالب۔ صبح دوشنبہ ۱۲۔ دسمبر سنہ ۱۸۶۶ء

ایضاً۔ صاحب یہ سر پیٹنے کی جگہ ہے کہ تمھارا کوئی خط ڈاک میں ضائع نہیں ہوتا اور میرا کوئی خط تم کو نہیں پہنچتا۔ سنو چھوٹے صاحب کا خط آیا اس میں قطعہ کا شکر اور اجزائے کتاب کے بھیجنے کی تاکید تھی میں نے اُس کے جواب میں لکھا کہ اس کتاب کا چھاپا یہان ہی شروع ہو گیا۔ انشاء اللہ تعالیٰ بعد انطباع ایک مجلد آپکے واسطے اور ایک مجلد منشی میان داد خان کے واسطے بسبیل ڈاک پارسل بھیجونگا۔ اب تم نواب صاحب سے میرا سلام کہو اور یہ اپنے نام کا خط اُن کو پڑھا دو اور ایک پتہ تم کو دیتا ہون نواب صاحب کا جو خط طلب کتاب کے باب میں آیا تھا

اُس میں مندرج تھا کہ اب میں سورت کو جاتا ہوں تم اجزائے کتاب کا پارسل اس پتہ سے سورت کو بھیجنا بھائی میں نے اُسی پتہ سے خط بھیجا تھا نہ پہنچے تو میرا کیا گناہ۔ ہنڈی خط گاہ گاہ تلف بھی ہو جاتا ہی نظر اس بات پر یہ خط تم کو بیرنگ بھیجتا ہوں تاکہ ضائع نہونے کا احتمال قوی ہی۔ فقط

صبح دوشنبہ ۱۴۔ ربیع الثانی مطابق ۱۷۔ ستمبر سال حال۔ غالب

ایضاً منشی صاحب سعادت و اقبال نشان سیف الحق میاں داد خان سلمکم اللہ تعالےٰ فقیر کی طرف سے سلام و دعا قبول کریں چھوٹے صاحب کی تصویر کی رسید میں بھائی محمد حسین خان سے کہا گیا تھا کہ تم تصویر کے پہنچنے کی اطلاع دے دینا سو اب تمھاری تحریر سے معلوم ہوا کہ اُنھوں نے اطلاع دی ہے حال تصویر کا یہ کہ میں نے اُسے سر پر رکھا آنکھوں سے لگایا گویا چھوٹے صاحب کو دیکھا لیکن اسکا سبب نہ معلوم ہوا کہ نواب صاحب نے ہم سے بات نہ کی خیر دیدار تو میسر ہوا گفتار بھی اگر خدا چاہے گا تو سُن لیں گے۔ دیکھو منشی صاحب آئینہ کی تصویر کی صنعت کو سب پسند کرتے ہیں مگر فقیر اسکا معتقد نہیں اب دیکھو حضرت کی تصویر میں کہنیوں تک ہاتھ کی تصویر ہی آگے پہنچے اور پنجے کا پتہ نہیں۔ مکالمہ ایک طرف مصافحہ کی بھی حسرت رہ گئی اسوقت جدا گانہ خط لکھنے کی فرصت نہیں۔ نواب صاحب سے میرا بہت بہت سلام اور اشتیاق کہنا بلکہ یہ خط اُن کو ضرور دینا کہ وہ پڑھ لیں میں سادات کا نیازمند اور علی کا غلام ہوں۔ ع بندۂ شاہ شمائیم و ثنا خوانِ شما +

نجات کا طالب۔ غالب۔ ۱۷۔ ذیقعدہ ۱۲۷۵ہجری

ایضاً۔ برخوردار کامگار سعادت نشان منشی میاں داد خان سیاح طال عمرہٗ۔ درویش گوشہ نشین **غالب** حزین کی دعائے درویشانہ سے کامیاب بہرہ مند ہوں لکھنؤ کی ویرانی پر دل جلتا ہے مگر تم کو یاد رہے کہ وہاں بعد اس فساد کے ایک کون ہو گا یعنی راہیں وسیع ہو جائینگی بازار اچھے نکل آئیں گے جو دیکھے گا وہ داد دے گا۔ اور دلی کے فساد کے بعد کون نہیں ہے یہاں فساد در فساد چلا جائے گا شہر کی صورت سوائے اس بازار کے جو قلعہ کے لاہوری دروازہ سے شہر کے لاہوری دروازہ تک ہی سراسر بگڑ گئی اور بگڑتی جاتی ہے

دیوان کا چھاپا کیسا وہ شخص ناآشنا موسوم بہ عظیم الدین جس نے مجھ سے دیوان منگا بھیجا آدمی نہیں ہے بھوت ہے پلید ہے غول ہے قصہ مختصر سخت نامعقول ہے مجکو اُس کے طور پر انطباع دیوان نامطبوع ہے اب مین اُس سے دیوان مانگ رہا ہون اور وہ نہیں دیتا خدا کرے ہاتھ آجائے تم بھی دعا مانگو زیادہ کیا لکھون۔ دوشنبہ ۱۱ جون ۱۸۶۱ء۔ غالب۔

ایضاً۔ صاحب مہربانی نامہ کہ گویا الفاظ اس کے سراسر نواب میر غلام بابا خان صاحب کی زبانی تھے پہنچا جواب لکھتا ہون اور پرسش کا شکر بجالاتا ہون ایک قرن بارہ برس ہی فردوس مکان نواب یوسف علیخان والی رام پور اپنے اشعار میرے پاس بھیجتے تھے۔ اور سُو روپیہ مہینہ ماہ بماہ بسبیل ہنڈوی بھجواتے تھے اُس مغفور کی اندازہ دانی دیکھیے کہ مجھ سے کبھی اُس روپے کی رسید نہیں لی اپنے خط میں ہنڈوی بھیجا کرتے۔ مین خط کا جواب لکھ بھیجتا۔ اس ماہانہ کے علاوہ کبھی دو سو کبھی ڈھائی سو بھیجتے رہتے۔ فتنہ و فساد کے دنون مین قلعہ کی آمد مفقود۔ انگریزی پنشن مسدود۔ یہ بزرگوار وجہ مقرری ماہ بماہ اور فتوح گاہ گاہ بھیجتا رہا تب میری اور میرے متوسلون کی زیست ہوئی۔ رئیس حال کو خدا بدولت و اقبال ابداً موبدًا سلامت رکھے وجہ مقرری کی ہنڈوی ہر مہینے بحسب دستور قدیم اپنے خط مین بھیجے جاتا ہے فتوح کی رسم دیکھیے جاری رہے یا نہیں میرے پاس روپیہ کہان جو قاطع برہان کو دوبارہ چھپواؤن پہلے بھی نواب مغفور نے دو سو روپئے بھیجدیئے تھے تب پہلا مسودہ صاف ہو کر چھپوایا گیا تھا۔ اب بھی وعدہ کیا تھا کہ اپریل کی وجہ مقرری کے ساتھ دو سو پہنچیں گے۔ وہ آخر اپریل ۱۸۶۵ء حال مین مرگئے۔ اپریل کا روپیہ رئیس حال سے مین نے پایا مصرف کتاب کا روپیہ نہ آیا یاد دلاؤن گا مگر اُس مرحوم کا وعدہ ہر شتہ دفتر مین نہ تھا جو از روئے دفتر اُس کی تصدیق ہو۔ بہرحال فکر مین ہون۔ اگر اسباب نے مساعدت کی فہو المراد ورنہ ع انچہ ما در کار داریم اکثرے درکار نیست ⁂ منشی صاحب اس خط کو ضروری جان کر بیرنگ بھیجتا ہون۔ نجات کا طالب غالب ۳۰۔ جولائی ۱۸۶۵ء

ایضاً۔ منشی صاحبِ شفیق بدل مہربان عزیز تر از جان سیف الحق میان داد خان کو فقیر غالب علیشاہ کی دعا پہنچے۔ پرسون نواب صاحب کا خط اور کل تمھارا خط آیا۔ صاحب ٹوپیونکی حقیقت یہ ہے کہ تم نے لطائف غیبی کی ۵ اجلدین سات روپے آٹھ آنے دام بھیج کر منگوائین پھر دو روپے کے ٹکٹ بھیج کر ٹوپیان منگوائین۔ مَین نے تمھارے بھیجے ہوئے روپیونکی ٹوپیان خرید کر تم کو بھیجدین۔ چاہو تم پہنو چاہو چھوٹے صاحب کی نذر کرو۔ یہ جو مین نے سیف الحق خطاب دیا ہے اپنی فوج کا سپہ سالار مقرر کیا ہے۔ تم میرے ہاتھ ہو۔ تم میرے بازو ہو۔ میرے نطق کی تلوار تمھارے ہاتھ سے چلتی رہے گی۔ لطائف غیبی نے اعدا کی دھجیان اُڑا دین ایک نئی بات سُنو۔ محمد مرزا خان میرے سببی بھائی کا نواسہ ہے اُس نے ایک اخبار نکالا ہی۔ مسمے بہ اشرف الاخبار اُس کا ایک لفافہ تم کو بھیجتا ہون اس کو پڑھ کر معلوم کر لوگے کہ تمھارا ایک اعتراض قتیل کے کلام پر چھاپا گیا ہے۔ اس ارسال و اعلام سے صرف اطلاع منظور ہے ہان ایک بات یہ بھی ہے کہ چھوٹے صاحب کی بھی نظر سے گزر جائے اور اُس سرکار مین یہ اخبار خرید کیا جائے اور تم اُن کی طرف سے حکم خریداری ابتدا جنوری ۱۸۶۷ء سی بنام محمد مرزا خان لکھوا ور وہ خط اُس پتہ سے دلی کو روانہ کرو جو اُن کے اخبار کے آخر مین لکھا ہے حیران ہون کہ چھوٹے صاحب کے خط کا کیا جواب لکھون۔ اُنھون نے مجھے شرمندہ کیا اپنے کو چھوٹا اور مجھ کو بزرگ لکھا۔ سید تو سب مسلمانون کے بزرگ ہوتے ہیں مین تو مسلمانون مین بھی ایک ذلیل علیل۔ فقیر۔ حقیر آدمی ہون۔ یہ اُن کی بزرگی اُن کی خوبی اُن کی مہربانی ہے۔ حق تعالے اُن کو سلامت رکھے اور اُن مقدمات مین من کل الوجوہ اُن کو فتح و ظفر نصیب ہو میرا سلام کہنا اور یہ عبارت پڑھا دینا۔ ہان صاحب برادر بجان برابر میرزا معین الدین حسین خان بہادر کو میرا سلام کہنا اور کہنا کہ بھائی میرا جی دیکھنے کو بہت چاہتا ہے پہلے برخوردار شہاب الدین خان سے پوچھو وہ اجازت دے تو فوراً ریل ہیل کرتے چلے آؤ۔ فقط

دیدار کا طالب۔ غالب پنجشنبہ ۷۔ شوال ۱۲۸۳ھ مطابق ۱۲ فروری ۱۸۶۷ء

ایضاً صاحب کل آپ کا خط آیا میرا دھیان لگا ہوا تھا کہ آیا میاں سیاح کہاں ہیں اور مجھ کو کیوں بھول گئے ہیں۔ پہلا خط تمہارا جس کا حوالہ اس خط میں دیتے ہو میں نے نہیں پایا ورنہ کیا امکان تھا کہ جواب نہ لکھتا۔ جناب منشی میر امیر علی صاحب سے مجھ سے ملاقات نہیں لیکن اُن کے محامد و مکارم سنتا ہوں۔ جناب مولوی اظہار حسین صاحب سے البتہ اسی شہر میں دو ملاقاتیں ہوئی ہیں لیکن میں نے اُن کو فقیر دوست اور درویش نواز نہ پایا۔ اغنیا کے واسطے اچھے ہیں۔ ہائے مولوی محمد محسن اور مولوی عبدالکریم اس عہد میں اگر اُن بزرگوں میں سے ایک ہوتا تو میں کیوں اپنی قسمت کو روتا وقت گزر جاتا ہے بات رہ جاتی ہے۔ ہاں خانصاحب آپ جو کلکتہ پہنچے ہو اور سب صاحبوں سے ملے ہو تو مولوی فضل حق کا حال اچھی طرح دریافت کرکے مجھ کو لکھو کہ اس نے رہائی کیوں نہ پائی۔ اور وہاں جزیرہ میں اسکا کیا حال ہے۔ گزارا کس طرح ہوتا ہے۔ غالب جمعہ ۴۔ ماہ اکتوبر ۱۸۶۱ء

ایضاً۔ آیئے بیٹھئے مولانا سیاح سلام علیکم۔ مزاج مبارک۔ سورت کا پہنچنا بہر صورت مبارک ہو بھائی میرا دل بہت خوش ہوا کہ تم اپنے وطن پہنچے لیکن تم کو چین کہاں خدا جانے کئے ہفتہ یا کئے مہینے ٹھہروگے اور پھر سیاحت کو نکلوگے جی میں کہو گے آؤ اب دکن کی سیر کریں حیدرآباد۔ اورنگ آباد دونوں شہر اچھے ہیں اُنکو دیکھیں میرزا معین الدین حسین خان اور میرزا محمد حسین خان یہ دونو بیٹے ہیں نواب قدرت اللہ بیگ خان کے اور قدرت اللہ بیگ خان ابن عم تھے نواب احمد بخش خان کے اور معین الدین حسین خان کی بہن منسوب ہے بھائی ضیاءالدین خان سے یہاں کوئی امر نیا نہیں واقع ہوا وہی حالات و اطوار ہیں جو دیکھ گئے ہو مسجد جامع کے باب میں کچھ پرسشیں لاہور سے آئی تھیں۔ یہاں سے اُن کے جواب گئے ہیں یقین ہے کہ واگزار کا حکم آئے اور وہ مسلمانوں کو ملجائے ہنوز بدستور بہرا بیٹھا ہوا ہے اور کوئی جانے نہیں پاتا۔ والسلام مع الاکرام۔ صبح شنبہ ۲۰ ذیقعدہ و مئی معاً۔ غالب

ایضاً۔ نور چشم اقبال نشان سیف الحق میاں داد خان سیاح کو غالب نیم جان کی دعا پہنچے واقعی تمہارے دو خط آئے ہیں۔ آگے میں لیٹے لیٹے کچھ لکھتا تھا اب وہ بھی نہیں ہو سکتا

ہاتھ میں رعشہ۔ آنکھوں میں ضعف بصر۔ کوئی متصدی میرا نوکر نہیں۔ دوست آشنا کوئی آجاتا ہے تو اُس سے جواب لکھوا دیتا ہوں۔ بھائی مین تو کوئی دن کا مہمان ہون اور اخبار والے میرا حال کیا جانیں۔ ہاں اکمل الاخبار اور اشرف الاخبار والے کہ یہ یہان کے رہنے والے ہیں اور مجھسے ملتے رہتے ہیں سو اُن کے اخبار مین مین نے اپنا حال مفصل چھپوا دیا ہے اور اُسمیں میں نے عذر چاہا خطوں کے جواب اور اشعار کی اصلاح سے اُسپر کسی نے عمل نہ کیا اب تک ہر طرف سے خطون کے جواب کا تقاضا اور اشعار واسطے اصلاحون کے چلے آتے ہیں اور مین شرمندہ ہوتا ہون۔ بوڑھا۔ اپاہج پورا بہرا۔ آدھا اندھا دن رات پڑا رہتا ہوں۔ حاجتی پلنگ کے تلے دھری رہتی ہے۔ تشت چوکی پلنگ کے پاس لگا رہتا ہے سو تشت چوکی پر تیسرے چوتھے دن اتفاق جانے کا ہوتا ہے اور حاجتی کی حاجت بسبب سرعت بول کے گھنٹہ بھر میں پانچ چھ بار ہوتی ہے تصویر کھینچنے والا جو ہندوستانی ایک دوست تھا وہ شہر سے چلا گیا ایک انگریز ہے وہ کھینچتا ہے۔ مجھمیں اتنا دم کہاں کہ کوٹھے پر سے اُتروں پالکی میں بیٹھوں اور اُسکے گھر جاؤن اور گھنٹہ دو گھنٹہ کرسی پر بیٹھوں اور تصویر کھچوا کر جیتا جاگتا اپنے گھر پھر آؤں۔ اب تم ازراہ مہربانی میر ابراہیم علیخان بہادر اور حکیم سید احمد حسن صاحب کو اور جب بمبئی سے آجائیں تو نواب غلام بابا خان کو یہ خط پڑھوا دینا۔ تمھارے ہان لڑکے کا پیدا ہونا اور اُسکا مرجانا معلوم ہوکر مجکو بڑا غم ہوا۔ بھائی اس داغ کی حقیقت مجھسے پوچھو کہ ہ۷ برس کی عمر میں سات بچے پیدا ہوئے لڑکے بھی اور لڑکیاں بھی اور کسی کی عمر پندرہ مہینے سے زیادہ نہ ہوئی۔ تم ابھی جوان ہو حق تعالےٰ تمہیں صبر اور نعم البدل دے والسلام۔ ۲۵- اگست ۱۸۶۷ء۔ غالب۔

ایضاً۔ خانصاحب سعادت و اقبال نشان میان داد خان سیاح کو فقیر گوشہ نشین کا سلام پہنچے تمھارا کوئی خط سوائے اس خط کے جسکا میں جواب لکھتا ہون ہرگز نہیں پہنچا بہت دن سے مجکو خیال تھا کہ مولانا سیاح نے مجکو یاد نہیں کیا کل ناگاہ تمھارا خط پہنچا آج اسکا جواب لکھتا ہون بھر میں تو کھونے کا نہیں جو اس قدر عذر چاہتے ہو کھد دادینے میں کیا تکلیف اور کیا زحمت

احباب کا خادم ہون میر غلام بابا خان صاحب سے میرا سلام کہیئے اور وہ نگین معہ نقشہ بے تکلف بھیجدیجئے آپکے حکم کی تعمیل اور اُس نگین کی درستی ہوجاوے گی۔ خاطر عاطر جمع رہے زیادہ کیا لکھون اجی سیاح صاحب ہمارا دھیان تم مین لگا رہتا ہی کبھی کبھی خط لکھتے رہا کرو مین ایسا گمان کرتا ہون کہ اگر میر غلام بابا خانصاحب کو مہر کُھدوانی نہ ہوتی اور وہ تم سے نہ کہتے تو تم ہرگز مجکو خط نہ لکھتے یہ تمہارا خط گویا میر غلام بابا خان کے حسب الحکم تھا۔ جی مین آیا تھا کہ انہیں کو اسکا جواب لکھون اور اُن کے نام کا خط بھیجون مگر پھر سونچا کہ تم آزردہ ہوجاؤ گے تمہیں کو خط لکھا بھائی یہ طریقہ فراموش کاری کا اچھا نہیں۔ گاہ گاہ خط لکھا کرو۔ والسلام نجات کا طالب غالب۔ سہ شنبہ یکم مارچ ۱۸۶۶ء

ایضاً منشی صاحب یہ کیا اتفاق ہے کہ میری بات کوئی نہیں سمجھتا ہے

کس زبان مرا نمے فہمد — بہ عزیزان چہ التماس کنم

یاد کرو اصل مقدمہ یہ تھا کہ مین قاطع برہان کو دوبارہ چھپوایا چاہتا ہون۔ نواب صاحب مدوین یعنی سو دو سو جلدین خرید لین۔ حضرت نے ایک گھڑی عنایت فرمائی بھلا یہ میرے کس کام کی چاروں سونچا کیا کہ پھیر دون پھر سونچا کہ بُرا مانین گے آخر کو گھڑی رکھ لی اور یہ خیال کیا کہ کتاب کے انطباع کے بعد سو ڈیڑھ سو جلدین بھیجدونگا۔ اسی خط کے ساتھ نواب صاحب کے نام کا خط گھڑی کی رسید کا پہنچتا ہے اور یہ بھی تم کو معلوم ہے کہ گھڑی کی کنجی نہیں آئی ظاہرا سہو سے وہین رہ گئی ہوگی ہان صاحب تیس جلدین لطائف غیبی کی دو پارسلون مین آگے بھیجی ہین جس کی قیمت دس روپیہ مجکو پہنچے فی الحال ایک جلد اور اپنی طرف سے بھیجی ہے رسید جلد لکھو۔ غالب۔ ۳۔ دسمبر ۱۸۶۴ء

ایضاً۔ سعادت و اقبال نشان سیف الحق منشی میان داد خان سیّاح کو فقیر غالب کی دعا پہنچے خط مین آپنے بہت سے مطالب لکھے ہین مگر تیس کتابون کی دو پارسلونکی رسید نہیں لکھی یہ ایک پارسل جو بعد دو پارسلون کے بھیجا گیا ہے اسمین وہ ہی لطائف غیبی ہے جسکو مین نے اپنے مطالعہ مین رکھ کر صحیح کیا ہے اس کے بھیجنے سے یہ مدعا کہ تم اُن تیس رسالون کو اسکے مطابق صحیح کرلو اگر چھوٹے صاحب نے رکھ لیا ہو تو اُن سے مستعار لیکر اپنی سب کتابین صحیح کرلو اور وہ نسخہ اُن کے نذر کردو

صاحب میں نے اپنے صرف زر سے لطائف غیبی کی جلدین نہیں چھپوائیں مالک مطبع نے اپنی بکری کو چھاپین بیس ہیں نے مول لین تین تم کو دلوا دین بیس بھائی ضیاء الدین نے لین دس مصطفے خان صاحب نے لین باقی کا حال مجھے نہیں معلوم۔ دیکھو سیف الحق شیخ سعدی کا قول کیا سچا ہی ؎

اگر دنیا نباشد دردمندم ۔ وگر باشد بمہرش پاے بندم
بلاے زین جہان آشوب تر نیست ۔ کہ رنج خاطرست ار ہست ور نیست

جہان دولت نہیں وہان مصیبت ہی۔ جہان دولت ہے وہان خصومت ہے بین تو میر غلام بابا خان کا دوست ہون۔ اُنکی دعا مانگتا ہون۔ آپ اتنی مہربانی کرین کہ یہ حالات جو واقع ہوا کرین وہ مجکو لکھا کرین غربیلہ کی ہندی نخرہ ہے فارسی میں غربیلہ بولتے ہیں نجات کا طالب غالب پنجم شعبان ۱۲۸۱ھ

ایضاً بھائی سیف الحق تمھارا خط پہنچا۔ قاضی صاحب بڑودہ کو معاف رکھو۔ اگر کوئی وجہ اپنے پر اُن کے عتاب کی پاتا تو اُن سے عذر کرتا اور اپنا گناہ معاف کروا تا۔ جب سبب ملال کا ظاہر نہین تو مین کیا کرون تم بُرا نہ مانو کس واسطے کہ اگر مین بُرا ہون تو اُس نے سچ کہا اور اگر مین اچھا ہون اور اُس نے بُرا کہا تو اُس کو خدا کے حوالے کرو ؎

غالب بُرا نہ مان جو دشمن بُرا کہیں ۔ ایسا بھی کوئی ہے کہ سب اچھا کہیں جسے

صاحب اس بڑھاپے میں تصویر کے پردے میں کھچا کھچا پھرون۔ گوشہ نشین آدمی عکس کی تصویر اُتارنے والے کو کہان ڈھونڈون دیکھو ایک جگہ میری تصویر بادشاہ کے دربار میں کھچی ہوئی ہی۔ اگر ہاتھ آجاوے گی تو وہ ورق بھیج دونگا۔ اجی وہ تو میں نے نواب صاحب کو ہنسی سے ایک بات لکھی تھی دوستانہ اختلاط تھا کہ بھئی مین بہرا ہون گانا کیا سنونگا۔ بوڑھا ہون ناچ کیا دیکھون۔ غذا چھ ماشہ آٹا کھانا کیا کھاؤن ہمیشہ سے رات مین انگریزی شراب پیتا ہون اگر وہان آتا اور شریک محفل ہوتا تو پی لیتا۔ نجات کا طالب غالب ۵ ستمبر ۱۸۶۶ء

ایضاً صاحب تمھارے خط کے پہنچنے سے کمال خوشی ہوئی ٹوپیان اگرچہ تمھارے سر پر ٹھیک نہ آئیں۔ لیکن ضائع نہ گئین میرے شفیق اور تمھارے مربی کے صرف مین آئین۔ تم کو اور ٹوپیان بھیجون گا مصور سے سخت عاجز ہون۔ وعدہ ہی وعدہ ہے وفا کا نام نہیں۔ کلیات میر تقی کا انتخاب تمھارے

خط کے پہنچنے سے دو دن پہلے میر فخر الدین نے ارسال کر دیا ٹکٹ اُن کے حوالے کر دیے حضرت بہتان لگانے کی خو کس سے سیکھے ہو میرے پاس کوئی غزل تمہاری نہیں ہے۔ نواب صاحب کو سلام کہنا اور میری زبانی کہنا کہ ٹوپیون کو میرا ارمغان سمجھنا۔ سیف الحق کی نذر تصویر نہ کرنا۔ نجات کا طالب غالب۔ ۲۵ جنوری ۱۸۶۶ء

ایضاً اقبال نشان سیف الحق کو دعا پہنچے۔ پانچ اشتہار اخبار کی خریداری کے اور تین اشتہار کتاب کی خریداری کے آپ کے پاس پہنچتے ہیں۔ چھوٹے صاحب کے ملاحظہ کرائیے اور اطراف و جوانب دور و نزدیک بھیجئے جو صاحب کتاب و اخبار دونون کے خریدار ہون وہ دونوں کی خریداری کی اطلاع کا خط میر فخر الدین مہتمم اکمل المطابع کے نام لکھیں اور وہ خط میرے پاس بھیجدین جو صاحب فقط اخبار کے خریدار ہون وہ اسکے خریدنے کی اطلاع کا خط جو صاحب فقط کتاب کے خریدار ہون وہ اُس کی اطلاع کا خط لکھیں۔ غالب۔ ۲۲۔ مارچ ۱۸۶۶ء

ایضاً مولانا سیف الحق اب تو کوئی خط تمہارا نوٹ اور ہنڈوی اور ٹکٹ سے خالی نہیں ہوتا بھلا یہ تو فرمایئے کہ یہ ڈھائی روپے کس بابت کے اور کس جنس کی قیمت کے ہیں اگلے پانچ روپے پر مین بے طرہ ہوا تھا یہ ہلی اور طرہ ہوئے۔ بہرحال ان کا حال لکھو کہ کیسے ہیں اصل کاہے کے ہین۔ اس رقعہ کا جواب جلد لکھو ٹوپیان بعد عید بھیجی جائینگی۔ عنایت کا طالب غالب ۲۳۔ اپریل ۱۸۶۶ء

ایضاً منشی صاحب سعادت و اقبال نشان سیف الحق میان داد خان کو فقیر اسد اللہ کا سلام کل شنبہ ۲۰ فروری صبح کے وقت چھ پارسل ۲۶ ورق کا دیوانی کے نواب میر غلام بابا خانصاحب کی خدمت مین ارسال کئے کل ہی شام کے وقت آپکا عنایت نامہ پہنچا حال معلوم ہوا خیر اب ورنہ بھیجونگا صاحب یہ تم نے پانچ روپے کے ٹکٹ کیون بھیجے ہین نہ کتاب فروش نہ دلال یہ حرکت مجھے پسند نہ آئی اور تم نے برا کیا حضرت ۱۶ جلدین لطائف غیبی کی بھیجکر اسکے پانسات دن بعد مین نامہ غالب کا پارسل ارسال کیا ہے لطائف کی رسید تم نے بھیجدی یقین ہے کہ نامہ غالب کا پارسل بھی پہنچ جائیگا گھبراؤ نہیں۔ نواب صاحب کی خدمت میں میرا سلام اور اشتیاق ملاقات عرض کرنا نجات کا طالب غالب ۲۱ فروری ۱۸۶۶ء روز عید

ایضاً منشی صاحب وہی جہان وہی زمین وہی آسمان وہی سورت بمبئی وہی دلی وہی نواب میر غلام بابا خان وہی سیف الحق سلمہ وہی غالب نیمجان انگریزی ڈاک جاری ہرکارون کو ریل کی سواری ربیع الاول میں تمھارا خط آیا ربیع الثانی جمادی الاول جمادی الثانی رجب آج شعبان کی ۲۶ ہی صبح کے وقت یہ خط لکھ رہا ہون ۸ بج گئے ہیں اسوقت تک نہ کوئی تمھارا خط آیا نہ کوئی نواب صاحب کا عنایت نامہ واسطے خدا کے میرے اس خط کا جواب جلد لکھو اور اس خط مین ترک نامہ و پیام کا سبب لکھو آج ہی کے دن ایک پارسل چھ ٹوپیون کا ارسال کرتا ہون خدا کرے پارسل پہنچ جائے اور ٹوپیان تمھارے پسند آئیں نواب صاحب کی خدمت میں میرا سلام پہنچانا۔ اور عتاب کی وجہ دریافت کر کے لکھنا۔ نجات کا طالب غالب ۳ جنوری ۱۸۶۷ء۔ خط بیرنگ ہو اور پارسل پیڈ۔

ایضاً برخوردار تمھارا خط پہنچا لکھنؤ کا کیا کہنا ہو وہ ہندوستان کا بغداد تھا۔ اللہ اللہ وہ سرکار امیر گر تھی جو بے سر و پا وہان پہنچا امیر بن گیا۔ اُس باغ کی یہ فصل خزان ہو۔ مین بہت خوشی سے تمکو اطلاع دیتا ہون کہ اردو کا دیوان غاصب نا انصاف سے ہاتھ آگیا اور مین نے نور چشم منشی شیونراین کو بھیجدیا یقین کلی ہے کہ وہ چھاپین گے جہان تم ہو گے ایک نسخہ تم کو پہنچ جائیگا۔ طریقہ سعادت مندی یہ ہو کہ ہمکو اپنی خیر و عافیت کا طالب جان کر جہان جاہو وہان سے خط لکھتے رہو اور اپنے مسکن کا پتہ ہمپر ظاہر کرتے رہو ہم تم سے راضی ہیں اور چونکہ تمھاری خدمت اچھی طرح نہیں کی شرمندہ بھی ہیں۔ راقم اسد اللہ خان

مرقومہ شنبہ روز عید۔ مطابق ۳۰ جون ۱۸۶۶ء عیسوی

ایضاً منشی صاحب سعادت و اقبال نشان سیف الحق میان داد خان تم سلامت رہو۔ تمھارے خط کے صفحہ سادہ پر یہ سطرین رقم کرتا ہون تاکہ تم اپنے خط کے پہنچنے پر اطلاع پاؤ۔ نامۂ غالب صاحب مطبع نے اپنی بکری کے واسطے نہیں چھاپے جو مین مول لے کر بھیجون اور تم سے اُسکی قیمت مانگون مین نے آپ تین سو جلد چھپوائیں دو ور نزدیک بانٹ دین آج یکشنبہ ہی پارسل روانہ ہوگا جتنے یہ نسخے اب میرے پاس باقی ہیں کل تمہین بھیج دونگا۔ ہان صاحب سو روپیہ کا نوٹ پہنچا اور روپیہ وصول ہو اُسکا بھی آج شروع ہو گئی جس دن نوٹ پہنچا اُسکے دوسرے دن روپیہ مل گیا تیسرے دن مین نے تمکو

تمھارے رجسٹری وار خط کا جواب لکھ بھیجا یقین ہی کہ میرا خط پہنچ گیا ہوگا اور تم نے بموجب میری خواہش کے نواب صاحب کو دکھا دیا ہوگا کل حضرت کا بھی ایک خط آیا ہی اسکا جواب آج تمھارے خط کے ساتھ ارسال ہوتا ہی۔ بندہ پرور سچ کہتے ہو۔ رحیم بیگ کا وطن اصلی میرٹھ اور فی الحال میرٹھ مین مقیم اور معلمی اسکا پیشہ ہی اور آٹھ دس برس سے اندھا نظم و نثر مین مولوی امام بخش صہبائی کا شاگرد اور فارسی شعر کہتا ہے۔ راقم غالب علی شاہ۔ یکشنبہ ۱۷ ستمبر ۱۸۶۵ء عیسوی۔

ایضاً صاحب آج تمھارے کئی خطوں کا جواب لکھتا ہون۔ مولوی کرامت علی صاحب میرے شفیق ہیں جس زمانہ مین وہ دلی آئے تھے میری اُن کی ملاقاتین ہوئی تھیں وہ میرے دوست ہیں شاگرد نہیں اور ہرگز قصیدہ اُنھون نے میری مدح مین نہیں لکھا آغا عبد الرزاق شیرازی نے گویا میری خستگی اور تہمت زدگی کا انتقام لیا بہر حال مین تمھارا احسان مند ہون۔ اگر تم وہان نہوتے تو میری اور میر منشی کی صفائی نہوتی ان دنون ضعف دماغ و دوران سر مین ایسا مبتلا ہون کہ والی رامپور کا بھی بہت سا کلام یون ہی دھرا ہوا ہی دیکھنے کی بھی نوبت نہیں آئی تمھاری بھیجی ہوئی غزلین سب محفوظ دھری ہوئی ہین خاطر جمع رکھو۔ جب نواب صاحب کی غزلین دیکھون گا تو یہ بھی دیکھی جائینگی جب حال یہ ہو کہ اصلاح نہ دے سکون تو فکر تاریخ کیا کرون۔ اگر میرا حال درست ہوتا تو جناب مولوی عبد الغفور خان صاحب نساخ کے دیوان کی تاریخ ضرور لکھتا اور اس خدمت گزاری کو اپنی سعادت سمجھتا۔ آپ جناب مولوی صاحب سے میرا سلام کہیں اور یہ میرا رقعہ اُن کو دکھا دین۔ نجات کا طالب غالب چہارشنبہ ۲۰ نومبر ۱۸۶۱ء

ایضاً۔ جناب منشی صاحب آپ کا خط پھری لفٹنٹ گورنر آگرہ کہ وہ میرا بھیجا ہوا تھا پہنچا اسکے بھیجنے کی کچھ ضرورت نہ تھی جب گورنمنٹ اعلیٰ نے مجکو خط لکھنا موقوف کیا تو لفٹنٹ گورنرون کے اگلے زمانے کے خطوط سے میرا کیا دل خوش ہوگا ایسے ایسے پچاس ساٹھ خط میرے پاس موجود ہیں مجکو تو چند آنے کے پیسون کا افسوس ہی جو تم نے بابت محصول دیئے۔ راقم اسد اللہ۔ مرقوم ۱۰ فروری ۱۸۶۲ء

ایضاً صاحب میرا سلام تمھارا خط پہنچا دو غزلین دیکھیں خوش ہوا فقیر کا شیوہ خوشامد نہیں اور فن شعر میں اگر اس شیوہ کی رعایت کیجاوے تو شاگرد ناقص رہ جاتا ہی یاد کرو کبھی کوئی غزل تمھاری اسطرح کی نہین

ہوئی کہ جسمین اصلاح ہوئی ہو خصوصاً روزمرہ اُردو میں دونون غزلین لفظاً اور معنًی بے عیب ہین کہین اصلاح کی حاجت نہیں۔ آفرین صد ہزار آفرین میر غلام بابا خانصاحب واقعی ایسے ہی ہین جیسا تم لکھتے ہو سیاحت مین دو تین ہزار آدمی تمھاری نظر سے گزرا ہوگا اُس گروہ کثیر مین جو تم ایک شخص کے مداح ہو تو بےشک وہ شخص ہزارون مین ایک ہولا ریب فیہ کیا فرمایش کرون اور کیا تم سے منگاؤن وہان کونسی چیز ہے کہ یہان نہین آم مجکو بہت مرغوب ہین انگور سے کم عزیز نہیں لیکن بمبئی اور سورت سے یہان پہنچنے کی کیا صورت بالدہ کا آم یہان پیوندی اور ولایتی کرکے مشہور ہے اچھا ہوتا ہے کمال یہ کہ وہان بہت اچھا ہوگا سورت سے دلی آم بھیجے محض تکلف ہے۔ روپیہ کے آم اور چار روپیہ محصول ڈاک اور پھر سو مین سے شاید دس پہنچین میرے سر کی قسم کبھی ایسا ارادہ نہ کرنا یہان دیسی آم انواع و اقسام کے بہت پاکیزہ اور لذیذ اور خوشبو افراط سے ہیں پیوندی آم بھی بہت ہیں رامپور سے نواب صاحب اپنے باغ کے آمون میں سے اکثر بسبیل ارمغان بھیجتے رہتے ہیں سو اے لو آج بریلی سے ایک بہنگی ایک دوست کی بھیجی ہوئی آئی دو ٹوکرے ہر ٹوکرے مین سو آم۔ کلو داروغہ نے میرے سامنے وہ ٹوکرے کھولے دو سو مین سے تراسی آم اچھے نکلے اور ایک سو سترہ آم بالکل سڑے ہوئے۔ اوائل جون ماہ حال میں ایک ہفتہ مینہ برس کر پھر اب ہے آگ برس رہی ہے اور لو چل رہی ہے۔ پنجشنبہ ۱۷ جون سنہ ۱۸۶۶ء

ایضاً صاحب میں تم سے شرمندہ پہلا خط تمھارا مع قصیدہ پہنچا مین قصیدہ کسی کتاب مین رکھ کر بھول گیا اب دوسرا خط دیکھ کر قصیدہ یاد آیا ہر چند ڈھونڈھا نہ پایا بڑی بات یہ ہے کہ اسقدر مجکو یاد ہے کہ اُسیوقت مین نے اُن اشعار کو سرسری دیکھ لیا تھا اشعار سب ہموار تھے تم اندیشہ نہ کرو اور قصیدہ نذر گزرانو اور مع الخیر وطن کو جاؤ لیکن بھائی وطن پہنچکر ضرور مجکو خط لکھنا اور اپنے گھر کا پتہ لکھنا تاکہ مین اُس نشان سے تم کو خط بھیجون نواب میر غلام بابا خان صاحب کو فقیر کی طرف سے سلام کہنا فقط۔ صبح سہ شنبہ ۱۸ نومبر سنہ ۱۸۶۶ء

ایضاً منشی صاحب سعادت و اقبال نشان شکوہ تمھارا میرے سر آنکھون پر مگر کوئی خط تمھارا جواب طلب نتھا اشعار کی اصلاح سے مین نے ہاتھ اُٹھایا۔ کیا کرون ایک برس سے عارضہ فساد خون مین مبتلا ہون بدن پھوڑون کی کثرت سے سرو چراغان ہوگیا ہے۔ طاقت نے جواب دیا۔ دن رات لیٹا رہتا ہون کھانا کھانے

وقت پلنگ پر سے اُتر بیٹھتا ہوں کھانا کھا کر ہاتھ دھو کر پھر پڑ رہتا ہوں۔ حاجتی پلنگ کے پاس لگی رہتی ہے اُتر کے پیشاب کیا جاتا ہے۔ بیت الخلا جانا ایک مصیبت ہے طشت چوکی بھی مگر کئی قدم جانا پھر آنا کیا ایسا آسان ہی۔ ایک کم ستر برس کی عمر ہوئی اب نجات چاہتا ہوں بہت جیا کہاں تک جیونگا اب تم دوسرے صفحہ کو پڑھو، جناب نواب سید غلام بابا خان صاحب کی خدمت میں میرا سلام کہنا اور ولادت فرزند کی مبارک باد دینا اور یہ قطعہ تاریخ نذر کرنا۔ قطعہ

میر بابا یافت فرزندے کہ ماہ چاردہ	برفراز لوح گردون گرد تمثال اوست
فرخی بینی دیابی بہرہ از ناز و طرب	از سر ناز و طرب فرزند فرخ فال اوست

نشاط عمر باز کے دن ہے پچاس اور طرب کی طوسے کے نو فرزند فرخ فال پر پڑھانے ہونگے غالب روز پنجشنبہ ۱۷ اگست ۱۸۶۳ء

ایضاً منشی صاحب سعادت و اقبال نشان منشی میان داد خان سیاح سیف الحق سلمکم اللہ تعالی دعا اور سلام اور شکر اور سپاس تمہارا خط مرقومہ ۳۰ اگست پرسون بروز جمعہ ۸ ستمبر ۱۸۶۵ء کو پہنچا۔ کل دسوین ستمبر ماہ حال کو سو روپے مندرجہ اُس کے ایک صراف سے وصول ہو گئے چھوٹے صاحب نے بڑی جوانمردی اور بڑی ہمت کی اس صرف میں میرا کام ہوا اور انکا نام ہوا اللہ اللہ اب بھی ہندوستان میں ایسے لوگ ہیں کہ نہ مینے اُن کو دیکھا نہ اُنھوں نے مجکو دیکھا نہ میرا کوئی حق اُن پر ثابت نہ اُن کو کوئی خدمت مجھ سے یعنی منظور نظیر فقیر ہوں جب تک جیونگا دعا دونگا۔ تمام عمر ممنون اور شرمندہ رہونگا تمہارا بھی احسان مانونگا۔ اب دو ایک دن میں کاغذ آجائے تو اُسکا انطباع شروع ہو جائے۔ تم نواب صاحب کو میرا سلام کہو اور یہ خط دکھا دو اور عرض کرو کہ آج تک کسی بھائی یا کسی دوست کا روپے پیسے کا احسان مند نہیں ہوا تھا اب احسان بھی اُٹھایا تو اپنے آقا یعنی علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے فرزند کا۔ وہ جو ایک اور کتاب کا تم نے ذکر لکھا ہے۔ وہ ایک لڑکے پڑھانے والے ملا مکتب دار کا خط ہی رحیم بیگ اُسکا نام میرٹھ کا رہنے والا کئی برس سے اندھا ہو گیا ہے باوجود نابینائی کے احمق بھی ہے اُس کی تحریر نے دیکھی تم کو بھی بھیجونگا۔ مگر ایک بڑے مزے کی بات ہے کہ اسمیں بیشتر وہ باتیں ہیں۔ جن کو لطائف غیبی میں رد کر چکے ہو۔ بہر حال اب اس کے جواب کی فکر نہ کرنا۔ فقط والسلام والاکرام

نجات کا طالب غالب ۔ دوشنبہ ۱۱ ستمبر ۱۸۶۵ء

ایضاً صاحب مین خدا کا شکر بجالاتا ہون کہ تم اپنے وطن گئے اور عزیزان وطن کو دیکھکر خوش ہوئے اور مع الخیر والعافیۃ اپنے محسن و مربی کی خدمت مین پھر آپہنچے ۔ نواب صاحب سے میرا بہت بہت سلام کہنا اور کہنا کہ اس خط مین سلام صرف وفور اشتیاق سے لکھا ہے محبت نامہ جداگانہ جلد بھیجون گا ۔ اجی ہان میان سیف الحق رامپور سے اگر تین سو جلدین درفش کاویانی کی تیار پائیں ۔ نواب میر غلام بابا خانصاحب نے حصہ برادرانہ کو ڈیڑھ سو جلد کا ثبارہ بنایا اسپرٹاٹ لپٹوایا ۔ ڈاک گھر بھجوایا ۔ سرکاری ڈاک والون نے ہرگز اسکا بھیجنا نہ قبول کیا ۔ ٹھیکے والے ۔ بم فلٹ پاکٹ والے ۔ ریل والے متفق اللفظ اس کے ارسال سے انکار کرتے ہین ۔ تم یہ رقعہ حضرت کو پڑھوا دو اور اس باب مین جو وہ فرمائیں وہ مجھ کو لکھو ۔ مدعا یہ ہے کہ کسی طرح یہ ثبارہ وہان تک پہنچ جائے ۔ اس خط کا جواب جسقدر جلد لکھوگے مجھ پر زیادہ احسان کروگے ۔ نجات کا طالب غالب ۔ شنبہ ۲۳ ۔ جنوری ۱۸۶۶ء

ایضاً ۔ بھائی تم جیتے رہو اور مراتب علیا کو پہنچو لو ایک ہنسی کی بات سنو تمہارا خط منشی کنہیا لال کے نام کا میرے پاس آیا ہرچند مین نے خیال کیا اس نام کا کوئی آشنا مجھے یاد نہ آیا یہ نادانی اُنکی کہ مجھ سے کہہ نہ دیا کہ میرے نام کا خط آئے تو میرے پاس بھیجدینا بے خبری مین جو خط آیا مین نہ نام سے واقف نہ مقام سے واقف ۔ خط پھیر نہ دون تو کیا کرون خط کے واپس کرنے کے بعد ایکدن آپ بھائی میر محمد حسین خان کے ساتھ میرے پاس آئے اور تعارف قدیم یاد دلایا ۔ دیکھنا میاں کیا خوب بیان ہے فرماتے ہیں کہ مین غدر سے پہلے دو تین بار تیرے پاس حاضر ہوا ہون ۔ انصاف کرو دو تین ملاقاتین اور دس گیارہ برس کی بات ۔ مین نسیان کا پتلا ۔ میرا قصور کیا ۔ بہر حال یہ شریف ہیں اور عمدہ روزگار کئے ہوئے ہیں ۔ صاحب مین نے اودھ اخبار مین دیکھا کہ چھوٹے صاحب مقدس جیتے اور بمبئی کے صاحبون مین اُن کی افزائش جاہ و جلال و تعظیم و توقیر کمال ہوئی ۔ مین تو تہنیت میں خط لکھون گا ۔ مگر رشک آتا ہے کہ بحوالہ اودھ اخبار لکھون اور بحوالہ سیف الحق نہ لکھون ۔ زیادہ زیادہ ۔ اسداللہ خان غالب ۲۱ ۔ مارچ ۱۸۶۶ء

ایضاً منشی صاحب سعادت واقبال نشان عزیز تر از جان سیف الحق میاں داد خان سیاح کو غالب کی دعا پہنچے۔ پرسون ایک خط تمہارا اور ایک خط چھوٹے صاحب کا پہنچا۔ تمہارے خط مین پچاس پچاس روپے کے دو نوٹ پہنچے سو روپے وصول ہوگئے آج تمکو اطلاع اور نواب صاحب کو شکریہ لکھ کر روانہ کرتا ہون۔ بھائی تم نے اخبار اطراف وجوانب مین میرا حال دیکھا ہوگا مین اب محض نکما ہوگیا خدا جھوٹ نہ بلوائے پچاس جگہ سے اشعار واسطے اصلاح کے آئے ہوئے بکس میں دھرے ہین از انجملہ تین صاحبوں کے نام لکھتا ہوں میر ابراہیم علی خانصاحب۔ میر عالم علی خانصاحب۔ نواب عباس علیخان رئیس حال رامپور کے حقیقی ماموں۔ غرضکہ انہین اوراق میں تمہارے کاغذ بھی دھرے ہوئے ہیں جس دن ذرا افاقت پاؤں گا تو اُن سب کاغذ کو دیکھوں گا۔ ۲۳-اپریل ۱۸۶۷ء

ایضاً منشی صاحب سعادت واقبال نشان سیف الحق منشی میاں داد خان سیاح کو غالب ناتوان نیم جان کی دعا پہنچے۔ بھائی میرا حال اسی سے جانو کہ اب میں خط نہین لکھ سکتا آگے لیٹے لیٹے لکھتا تھا اب رعشہ وضعف بصارت کے سبب سے وہ بھی نہین ہو سکتا۔ جب حال یہ ہے تو کہو صاحب مین اشعار کو اصلاح کیونکر دون۔ اور پھر اس موسم میں کہ گرمی سے سر کا بھیجا پگلا جاتا ہے دھوپ کے دیکھنے کی تاب نہین رات کو صحن میں سوتا ہون صبح کو دو آدمی ہاتھوں پر لیکر دالان میں لے آتے ہیں ایک کوٹھری ہے اندھیری اُس میں ڈال دیتے ہیں تمام دن اُس گوشۂ تاریک میں پڑا رہتا ہون۔ شام کو پھر دو آدمی بدستور لیجاکر پلنگ پر صحن مین ڈالدیتے ہیں۔ تمھاری غزلین۔ میر ابراہیم علیخان بہادر کی غزلین۔ میر عالم علیخان کی غزلین حکیم میر احمد حسن صاحب کی غزلین اور کیا کہون کس کس کی غزلین یہ سب ایک جگہ دھری ہوئی ہیں۔ اگر کوئی دن زندگی اور ہے اور یہ گرمی خیر سے گذر گئی تو سب غزلون کو دیکھوں گا تصویر کا حال یہ ہے کہ ایک مصور صاحب میرے دوست میرے چہرے کی تصویر اُتار کر لے گئے اسکو تین مہینے ہوئے آج تک بدن کا نقشہ کھینچنے کو نہیں آئے مین نے گوارا کیا آئینہ پر نقشہ اُتروانا بھی ایک دوست اِس کام کو کرتے ہیں عید کے دن وہ آئے تھے مین نے اُن سے کہا کہ بھائی میری شبیہ کھینچ دو وعدہ کیا تھا کہ کل تو نہین پرسون اسباب کھینچنے کا لیکر آؤنگا۔ شوال ذیقعدہ۔ ذی الحجہ۔

محرم یہ پانچواں مہینہ ہے آج تک نہیں آئے۔ آغا غلام حسین خان صاحب کا قطعہ پہنچا اُسمین کچھ تو شعر اصلاح طلب بھی تھے اب اصلاح دے کون۔ مین تو اپنی مصیبت مین گرفتار بارے ایک میرا شاگرد رشید منشی ہرگوپال تفتہ بسواری ریل میرے دیکھنے کو آیا تھا اُس کو موقع و محل بتا دیا جو مین کہتا گیا اُس طرح وہ بناتا گیا۔ وہ قطعہ کا کاغذ بعد اصلاح کے اکمل المطابع مین بھیج دیا۔ ہفتہ آیندہ مین تم بھی دیکھ لوگے۔ مرگ ناگاہ کا طالب غالب ۱۱۔ جون ۱۸۶۷ء

بنام مولوی منشی حبیب اللہ خان المتخلص بہ ذکا

صبح جمعہ دہم شوال ۱۲۸۳ھ ۱۵۔ فروری ۱۸۶۷ء۔ بھائی مین نہین جانتا کہ تم کو مجھ سے اتنی ارادت اور مجھ کو تم سے اتنی محبت کیون ہے۔ بظاہرا معاملہ عالم ارواح ہے اسباب ظاہری کو اس مین دخل نہین۔ تمہارے خط کا جواب مع اوراق مسودہ روانہ ہو چکا ہے وقت پر پہنچے گا۔ ستّر بہتّر اُردو مین ترجمہ پیر خرف ہے میری تہتر برس کی عمر ہے پس مین اخرف ہوا حافظہ گویا کبھی تھا ہی نہین۔ سامعہ باطل بہت دن سے تھا رفتہ رفتہ وہ بھی حافظہ کی مانند معدوم ہو گیا۔ اب مہینا بھر سے یہ حال ہے کہ جو دوست آتے ہین رسمی پرسش مزاج سے بڑھ کر جو بات ہوتی ہے وہ کاغذ پر لکھ دیتے ہین۔ غذا مفقود ہے۔ صبح کو قند اور شیرۂ بادام مقشر۔ دوپہر کو گوشت کا پانی۔ سرِ شام تلے ہوئے چار کباب۔ سوتے وقت پانچ روپے بھر شراب۔ اور اُسی قدر گلاب۔ خرف ہون۔ پوچ ہون۔ عاصی ہون۔ فاسق ہون۔ روسیاہ ہون۔ یہ شعر میر تقی کا میرے حسب حال ہے ؎

مشہور ہین عالم مین مگر ہون بھی کہین ہم
القصہ نہ درپے ہو ہمارے کہ نہین ہم

آج اس وقت کچھ افاقت تھی ایک اور خط ضروری لکھنا تھا بکس کھولا تو پہلے تمہارا خط نظر پڑا مکرر پڑھنے سے معلوم ہوا کہ بعض مطالب کے جواب لکھے نہین گئے۔ ناچار اب کتابت جداگانہ مین لکھتا ہون تاکہ خلعت کا حال اور میرے اور حالات تم کو معلوم ہو جائین کہ مین قوم کا ترک سلجوقی ہون دادا میرا ماوراء النہر سے شاہ عالم کے وقت مین ہندوستان مین آیا۔ سلطنت ضعیف ہو گئی تھی صرف پچاس گھوڑے نقارہ نشان سے شاہ عالم کا نوکر ہوا۔ ایک پرگنہ سیر حاصل ذات کی تنخواہ اور رسالے

کی تنخواہ میں پایا۔ بعد انتقال اُس کے جو طوائف الملوک کا ہنگامہ گرم تھا وہ علاقہ نہ رہا۔ باپ میرا عبداللہ بیگ خان بہادر لکھنؤ جاکر نواب آصف الدولہ کا نوکر رہا بعد چند روز حیدرآباد جاکر نواب نظام علی خان کا نوکر ہوا تین سو سوار کی جمعیت سے ملازم رہا۔ کئی برس وہان رہا۔ وہ نوکری ایک خانہ جنگی کے بکھیڑے میں جاتی رہی۔ والد نے گھبرا کر الور کا قصد کیا۔ راؤ راجہ بختاور سنگھ کا نوکر ہوا وہان کسی لڑائی مین مارا گیا۔ نصراللہ بیگ خان بہادر میرا چچا حقیقی مرہٹون کی طرف سے اکبرآباد کا صوبہ دار تھا اُس نے مجھے پالا ۱۸۰۶ء مین جب جرنیل لیک صاحب کا عمل ہوا صوبہ داری کمشنری ہوگئی اور صاحب کمشنر ایک انگریز مقرر ہوا۔ میرے چچا کو جرنیل لیک صاحب نے سوارون کی بھرتی کا حکم دیا چار سو سوار کا برگیڈیر ہوا۔ ایک ہزار سات سو روپیہ ذات کا اور لاکھ ڈیڑھ لاکھ روپیہ سال کی جاگیر حین حیات علاوہ رسالہ تھی کہ بمرگ ناگاہ مرگیا رسالہ برطرف ہوگیا ملک کے عوض نقدی مقرر ہوگئی۔ وہ اب تک پاتا ہون۔ پانچ برس کا تھا جو باپ مرگیا آٹھ برس کا تھا جو چچا مرگیا ۱۸۳۰ء مین کلکتے گیا۔ نواب گورنر سے ملنے کی درخواست کی دفتر دیکھا گیا میری ریاست کا حال معلوم کیا گیا ملازمت ہوئی۔ سات پارچے اور جیغہ سرپیچ۔ مالاے مروارید۔ یہ تین رقم خلعت ملا۔ زان بعد جب دلّی میں دربار ہوا مجکو بھی خلعت ملتا رہا۔ بعد غدر بجرم مصاحبت بہادر شاہ دربار و خلعت دونون بند ہوگئے میری بریت کی درخواست گزری تحقیقات ہوتی رہی تین برس کے بعد بنا ڈچھٹا۔ اب خلعت معمولی ملا۔ غرضکہ یہ خلعت ریاست کا ہے عوض خدمت نہیں انعامی نہیں معوج الذہن نہین ہون۔ غلط فہم نہین ہون۔ بدگمان نہیں ہون جو تم کو سمجھ لیا اُس میں فرق نہیں آتا۔ دوست سے راز نہیں چھپاتا۔ کسی صاحب نے حیدرآباد سے گمنام خط ڈاک میں بھیجا۔ بند بُری طرح کیا تھا کھولتے میں سطر کٹ گئی بارے مطلب ہاتھ سے نہیں جاتا۔ بھیجنے والے کی غرض یہ تھی کہ مجکو تم سے رنج و ملال ہو۔ قدرت خدا کی میری محبت اور بڑھ گئی اور میں نے جانا کہ تم مجھے دل سے چاہتے ہو وہ خط بجنسہ تمھارے پاس اس خط مین ملفوف کرکے بھیجتا ہون نہ ہارو تخط کو پہچان کر کاتب سے جھگڑا نہ کرنا۔ مدعا اس خط کے بھیجنے سے یہ ہے کہ تمھاری

ترقی منصب اور افزونی مشاہرہ اس خط سے مجھے معلوم ہوئی تھی۔

ایضاً بندہ پرور تمھارے دونون خط پہنچے۔ غالب گُستہ دم۔ کوتہ قلم نہ لکھے تو یہ ادریات ہے۔ دونون خط آپکے اور ایک پارسل محمد نجیب خان کا بہ تقدیم و تاخیر دو سہ روز موصول ہوئے آپ کا پارسل بعد مشاہدہ آپ کو بھیجا جائے گا خانصاحب کے پارسل مین ایک کتاب ارمغان اور اوراق اصلاح بھیجے جائین گے اہاہاہا محرق قاطع کا تمھارے پاس پہنچنا ع کامے کہ خواستم ز خدا شد میسرم ٭ مین اُس خرافات کا جواب کیا لکھتا۔ مگر ہان سخن فہم دوستون کو غصہ آگیا۔ ایک صاحب نے فارسی عبارت مین اُس کے عیوب ظاہر کئے۔ دو طالب علمون نے اُردو زبان مین دو رسالے جدا جدا لکھے دانا ہو اور منصف ہو محرق کو دیکھ کر جانوگے کہ مؤلف اسکا احمق ہے اور جب وہ احمق دافع ہذیان و سوالات عبدالکریم اور لطائف غیبی کو پڑھ کر متنبہ نہ ہوا اور محرق کو ڈھونڈ ڈالا تو معلوم ہوا کہ بیحیا بھی ہے۔ دافع ہذیان۔ سوالات۔ لطائف غیبی۔ تینون نسخے ایک پارسل مین اس خط کے ساتھ روانہ ہوتے ہین یقین ہے کہ بتقدیم و تاخیر یک دو روز نظر افروز گزرین۔ فی الحال اس پارسل کی رسید بفور ورود لکھئے گا۔ جب آپ کا بھیجا ہوا نسخہ مسترد پہنچے تو اُس کی رسید رقم کی جائے گی۔ چار نسخے پارسل میں ہیں دو آپ لیجئے اور دو محمد نجیب خان صاحب کو دیجئے۔ دوشنبہ۔ ۲۸۔ نومبر ۱۸۶۴ء۔ غالب۔

ایضاً میرے شفیق میرے شفیق مجھ سے ہیچ و پوچ کے ماننے والے۔ مجھ سے بُرے کو اچھا جاننے والے میرے محب میرے محبوب تم کو میری خبر بھی ہے آگے ناتوان تھا اب نیم جان ہون آگے بہرا تھا اب اندھا ہوا چاہتا ہون رامپور کے سفر کا رہ آورد ہے۔ رعشہ و ضعف بصر جہان چار سطرین لکھین اُنگلیان ٹیڑھی ہوگئین حرف سوجھنے سے رہ گئے۔ اکھتر برس جیا بہت جیا اب زندگی برسون کی نہیں مہینون اور دنون کی ہے۔ پہلا خط تمھارا پہنچا اس سے تمھارا مریض ہونا معلوم ہوا۔ متواتر دوسرا خط مع غزل آیا غزل کو دیکھا سب شعر اچھے اور لطیف قطعہ کا یہ حال ہے کہ غزل کی زمین یاد نہیں اتنا یاد ہے کہ ایک شعر مین کوئی لفظ بدلا گیا تھا غضکہ

وہ غزل بجد مشاہدہ تم کو بھیجی گئی اور لکھا گیا کہ نوید حصول صحت جلد بھیجو. کل ایک خط رجسٹری دار آیا. گویا ستارہ دنبالہ دار آیا حیران کہ ماجرا کیا ہے. بارے کھولا اور دیکھا خط نوید رفع مرض وحصول صحت سے خالی اور شکوہ ہائے بیجا سے لبریز. صاحب میرے نام کا خط جہان سے روانہ ہو وہین رہ جائے ورنہ دلی کے ڈاک خانہ مین پہنچ کر کیا مجال ہی جو مجھ تک نہ پہنچے وہان کے ڈاک کے کارپردازون کو اختیار ہے مکتوب الیہ کو دین یا نہ دین. آپ مرزا صابر کا تذکرہ ملنے نگتے مین اُس کا یہ حال ہے کہ غدر سے پہلے چھپا اور غدر مین تاراج ہو گیا اب ایک مجلد اسکا کہین نظر نہین آتا. بس اب مجھے اتنا لکھنا باقی ہے کہ اس خط کی رسید اور اپنی خیر وعافیت جلد لکھو. جواب خط کا طالب غالب. صبح جمعہ ۲۵- ذیحجہ ۱۲۸۲ھ ۱۲ اپریل ۱۸۶۶ء

ایضاً مولانا ایک تفقد نامہ پہلے بھیجا تھا. اُس کے جواب مین یہان سے خط جواب طلب لکھا گیا تھا پھر ایک اور مہربانی نامہ آیا اُس میں مینے اپنے خط کا جواب نہ پایا ناچار اس خط کے جواب کی نگارش اپنے خط جواب طلب کے پاسخ آنے پر موقوف اور ہمت آزادانہ نہ فطرت کیا دانہ اس تحریر کے آنے پر مصروف رکھی گئی بارے وہ کل نظر فروز اور طبیعت اُس کے مشاہدہ سے طرب اندوز ہوئی اب درنگ ورزی کی تقصیر معاف کیجئے اور اپنے دو نو نگارشون کا جواب لیجئے. صاحب تاریخ انطباع کلیات خوب لکھی ہے. مگر ہزار حیف کہ بعد از اتمام انطباع پہنچی اور کتاب کی رونق افزا نہ ہوئی. بندہ پرور تم چراغ دودمان مہر ووفا اور منجملہ اخوان الصفا ہو. مجھ سے تمہین محبت روحانی ہے گویا یہ جملہ تمھاری زبانی ہے. دوست کی بھلائی کے طالب ہو. اس شیوہ مین شریک غالب ہو. ایک خواہش میری قبول ہو تا کہ مجکو راحت حصول ہو. مبادی کا ذکر نہین کرتا ہون واقعہ حال دل نشین کرتا ہون. جناب مولوی مؤید الدین خان صاحب کے بزرگون مین اور فقیر کے بزرگون مین باہم وہ خلت وصفوت مرعی تھی. کہ وہ مقتضی اسکی ہوئی کہ ہم مین اور اُن مین برادرانہ ارتباط واختلاط باہم ہے اور ہمیشہ یون ہی بلکہ روز افزون رہے گا. خط مین خط ملفوف کرنا جانب حکام سے ممنوع ہے. اگر یون نہ ہوتا تو مین اُن کے

نام کا خط تمھارے خط مین ملفوف کر کے بھیجا ناچار اب آپ سے یہ چاہتا ہون کہ آپ لوی صاحب سے ملین اور اُن کو یہ خط اپنے نام کا دکھائین اور میری طرف سے بعد سلام میرے کلیات کی پارسل کا اُن کے پاس اور اُن کے ذریعہ عنایت سے اُس مُجَلّد کا حضرت فلک رفعت نواب مختار الملک بہادر کی نظر سے گزرنا اور جو کچھ اُس کے گزرنے کے بعد واقع ہو دریافت کر کے مجھکو مطلع فرمائین۔ جمعہ ۱۰۔ ربیع الثانی ۱۲۸۰ھ مطابق ۲۵ ستمبر ۱۸۶۳ء عیسوی۔ غالب۔

ایضاً منشی صاحب لطاف نشان سعادت و اقبال توامان منشی حبیب اللہ خان کو غالب سوختہ اختر کی دعا پہنچے۔ تمھارا خط پہنچا پڑھ کر دل خوش ہوا۔ تم میری بات پوچھتے ہو۔ مگر مین کیا لکھون ہاتھ میں رعشہ۔ انگلیان کہنے مین نہیں۔ ایک آنکھ کی بینائی زائل۔ جب کوئی دوست آجاتا ہے تو اُس سے خطوط کا جواب لکھوا دیتا ہون مشہور ہے یہ بات کہ جو کوئی کسی اپنے عزیز کی فاتحہ دلاتا ہے موتیٰ کی روح کو اُس کی بو پہنچتی ہے ایسے ہی میں سونگ لیتا ہون غذا کو پہلے مقدار غذا کی تولون پر منحصر تھی اب ماشون پر ہے۔ زندگی کی توقع آگے مہینون پر تھی اب نوبت ہے۔ بھائی اسمین کچھ مبالغہ نہیں ہے۔ بالکل میرا یہی حال ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ اپنی مرگ کا طالب غالب دوم شوال ۱۲۸۴ ہجری۔

ایضاً جان غالب تم نے بہت دن سے مجکو یاد نہیں کیا۔ ایک خط میرا ضروری جواب طلب گیا ہوا ہے اور آمد و رفت ڈاک کی مدت گزر گئی اُسکا جواب تو سو کام چھوڑ کر لکھنا تھا موید برہان میرے پاس بھی آگئی ہے اور مین اُسکی خرافات کا حال بقید شمار صفحہ و سطر لکھ رہا ہون وہ تمھارے پاس بھیجون گا۔ بشرط موت بشرط آن کہ جاتی نہ رہی ہو اور باقی ہو یہ ہے کہ مین ہون یا نہ ہون تم اسکا جواب میرے بھیجے ہوئے اقوال جہان جہان مناسب جانو درج کر دو مین اب قریب مرگ ہون۔ غذا بالکل مفقود اور امراض مستولی بہتر برس کی عمر انا للہ و انا الیہ راجعون۔ میان محمد میران کو دعا۔ جواب کا طالب غالب ۱۴۔ مارچ ۱۸۶۷ء

ایضاً بندہ پرور آج تمھارا عنایت نامہ آیا۔ اور آج ہی مین نے اسکا جواب ڈاک میں اور اس خط کے

ساتھ پارسل کلیات کا بھی ارسال کیا۔ دسوین بارھوین دن خط۔ اور ھینا بیس دن مین پارسل پہنچے گا۔ خط کا جواب ضروری الارسال نہین لیکن پارسل کی رسید ضرور لکھئے گا۔ آپ کے خط کی عبارت تومین سمجھا لیکن مدعا مجھ پر نہ کھلا۔ مین نے پارسل کب آپ کے پاس بھیجا اور کب آپ کو لکھا کہ آپ یہ پارسل مؤیدالدین خان کو دیدیجئے گا۔ پارسل کا لفافہ مولوی صاحب کے نام کا اور آپ کو اُس کے ارسال کی اطلاع اور آپ سے یہ خواہش کہ مولوی مؤیدالدین خان صاحب سے ملئے اور میرا خط جو آپ کے نام کا ہے اُنہیں دکھایئے اور اُن سے پارسل کا حال دریافت فرمایئے۔ آپ ولایتی بھی نہیں جو مین یہ تصور کرون کہ اُردو عبارت سے استنباط مطلب اچھی طرح نہ کرسکے۔ بہرحال اب مدعا سمجھ لیجئے۔ اور مولوی صاحب سے ملنے کا ارادہ فرمایئے۔ اور پارسل کا حال معلوم کرکے لکھئے۔ داد کا طالب غالب ۵۔ جمادی الاول ونوزدہم اکتوبہ روز ورود نامی نامہ۔

ایضاً بندہ پرور کل آپ کا تفقد نامہ پہنچا۔ آج مین پاسخ طراز ہوا جس کاغذ پر مین یہ نقوش کھینچ رہا ہون آپ کے خط کا دوسرا ورق ہے پہچان لیجئے اور معلوم کیجئے کہ آپ کا مجموعہ کلام معجز نظام اور اُس کے بعد پیہم دو خط پہنچے۔ مین صحیفہ شریفہ کی رسید لکھ چکا ہون بلکہ اُسی خط مین محمد نجیب خان کو سلام اور ارمغان کا شکر اور اوراق اشعار اصلاح طلب کی رسید مین نے لکھدی ہی پارسل کے سرنامہ سے میرا نام مٹا نہین پارسل تلف ہوا نہیں۔ آٹھ دس روز ہوئے ہونگے کہ وہ مجلد اسی پارسل مین کہ اُسکو روگردان کرلیا ہے بعد ادائے محصول آپ کا نام لکھ کر روانہ کردیا ہے یقین ہے کہ بعد آپ کے خط کی روانگی کے آپ پاس پہنچ گیا ہوگا۔ ہان صاحب خط دیرورزہ کے ساتھ ایک خط مولوی نجف علی صاحب کے نام کا مع اُس حکم کے کہ مین اُسکو مولوی صاحب پاس پہنچاؤن مین نے پایا۔ حال یہ ہے کہ مولوی صاحب سے میری ملاقات نہیں۔ صرف اتحاد معنوی کے اقتضا سے انھون نے دافع ہذیان لکھکر فن سخن مین مجھ کو مدد دی ہے۔ منشی گوبند سنگھ دہلوی ایک اُنکے شاگرد اور میرے آشنا ہین ان کو وہ خط بجنسہ بھیجدیا یقین ہے کہ وہ

مولوی نجف علی صاحب کو بھجوا دین گے اُنہین کے اظہار سے دریافت ہوا ہے کہ مولوی صاحب مرشد آباد بنگالہ میں ہیں نواب ناظم نے اُن کو نوکر رکھ لیا ہے۔ ہر شخص نے بقدر حال ایک ایک قدردان پایا۔ غالب سوختہ اختر کو ہنر کی داد بھی نہ ملی ؎

کسم بجود نہ پذیرفت وو ہر بازم برو	چو نامہ کہ بود نا نوشتہ عنوانش

یہ شعر میرا ہی ولیعہد خسرو دہلی میرزا فتح ملک بہادر مغفور کے قصیدہ کا اور دیکھو ایک رباعی میری ؎

دستم بہ کلید مخزنے مے بایست	در بود ہی بہ داستنے مے بایست
یا ہیچ بکس نیفتادے کار	یا خود بزمانہ چون منے مے بایست

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ایضاً دوست روحانی و برادر ایمانی مولوی حبیب اللہ خان میر منشی کو فقیر غالب کا سلام تم نے یوسف علیخان کو کہان سے ڈھونڈھ نکالا اور انکا تخلص اور ان کا خطاب کس سے معلوم کیا بغیر نشان محلہ کے اُن کو خط کیونکر بھیجا اور وہ خط اُن کو کیونکر پہنچا ع حیرت اندر حیرت ست لے یار من ۔ پہلے یہ تو کہو کہ درفش کاویانی اور وہ قطعہ جس کی پہلی بیت یہ ہے تم کو پہنچا ہے یا نہیں اگر پہنچا تو مجھ کو رسید کیون نہ لکھی ؎

مولوی احمد علی احمد تخلص نسخۂ	در خصوص گفتگوئے پارسی انشا کردہ است

اگر یہ پارسل پہنچ گیا ہے تو رسید لکھو اور دیباچہ ثانی جدید کی داد دو۔ اور اگر نہیں پہنچا تو مجھ کو اطلاع ہو تا کہ ایک نسخہ اور بھیجوں۔ زیستن دشوار۔ اس مہینے یعنی رجب کی آٹھوین تاریخ سے تہتروان برس شروع ہوا۔ غذا صبح کو سات بادام کا شیرہ قند کے شربت کے ساتھ۔ دوپہر کو سیر بھر گوشت کا گاڑھا پانی قریب شام کبھی کبھی تین تلے ہوئے کباب چھ گھڑی رات گئے پانچ روپیہ بھر شراب خانہ ساز اور اسیقدر عرق شیر۔ اعصاب کے ضعف کا یہ حال کہ اُٹھ نہیں سکتا۔ اور اگر دونون ہاتھ ٹیک کر چارپایہ بن کر اُٹھتا ہون تو پنڈلیان لرزتی ہین معہذا دن بھر مین دس بارہ بار اور اسی قدر رات بھر مین پیشاب کی حاجت ہوتی ہے حاجتی پلنگ کے پاس لگی رہتی ہے اُٹھا اور پیشاب کیا

اور پڑ رہا۔ اسباب حیات میں سے یہ بات ہی کہ شب کو بدخواب نہیں ہوتا بعد ارا قہ بول بے توقف نیند آجاتی ہی ماہیہ کی آمد ۳۰۰ شمار کا خرچ ہر مہینے میں مالطعہ کا گھاٹا۔ کہو زندگی دشوار ہے یا نہیں۔ مرون ناگوار رہی ہے۔ مرنا کیونکر گوارا ہوگا۔ جواب خط کا طالب غالب۔ سہ شنبہ از روے جنتری ۲۴ اور از روئے رویت ۲۵۔ رجب ۱۲۸۳ھ۔ اور ۴۔ دسمبر ۱۸۶۶ء بھائی یہ خط از راہ احتیاط بیرنگ بھیجتا ہون

ایضاً جانان بلکہ جان مولوی منشی حبیب اللہ خان کو غالب خستہ دل کا سلام اور نور دیدہ و سرور سینہ منشی محمد میران کو دعا اور مجکو فرزند ارجمند کے ظہور کی نوید۔ جو نگارش صاحبزادہ کی طرف سے تھی رسم الخط بعینہ تمہاری تھی اب تم بتاؤ کہ رقعہ اسی کی طرف سے تم نے لکھا ہی یا خود اس نے تحریر کیا ہے۔ لڑکا تمھارا تمھارے ساتھ حیدرآباد نہیں آیا ظاہرا اب تم نے وطن سے بلایا ہی مفصل لکھو کہ نخل مراد کا ثمر یہی ہے یا اس کے کوئی بھائی بہن اور بھی ہے یہ اکیلا آیا ہے یا قبائل کو بھی اسکے ساتھ تم نے بلایا ہے۔ ہان صاحب محمد میران یہ اسم مقتضی اسکا ہی کہ آپ قوم کے سید ہون منشاء افراط پرسش وفور محبت ہی نہ فضولی۔ یوسف علی خان شریف و عالی خاندان ہین۔ بادشاہ دہلی کی سرکار سے تیس روپے مہینہ پاتے تھے جہان سلطنت گئی وہاں وہ تنخواہ بھی گئی۔ شاعر ہین ریختہ کہتے ہین ہوس پیشہ ہیں مضطر ہیں۔ ہر مدعا کے حصول کو آسان سمجھتے ہین علم اسی قدر ہی کہ لکھ پڑھ لیتے ہیں انکا باپ میرا دوست تھا مین انکو بجائے فرزند سمجھتا ہون۔ بقدر اپنی دستگاہ کے کچھ مہینا مقرر کر دیا ہے مگر بسبب کثرت عیال وہ انکو مکتفی نہیں تم انکی درخواست کے جواب سے قطع نظر نکروگے تو کیا کروگے صاحب مین بعین عنایت الہی کثیر الاحباب ہون ایک دوست نے کلکتہ سے مجھے اطلاع دی کہ مولوی احمد علی مدرس مدرسہ کلکتہ نے ایک رسالہ لکھا ہی نام اسکا مؤید برہان ہی۔ اس رسالہ مین دفع کئے ہیں تیرے وہ اعتراض جو تو نے دکنی پر کئے ہیں اور تیری تحریر پر کچھ اعتراضات وارد کئے ہیں اور اہل مدرسہ اور شعرائے کلکتہ نے تقریظین اور تاریخین بڑی دھوم کی لکھی ہیں بس بھائی مین نے لتے علم پر ایک قطعہ لکھکر چھپوایا اور کئی ورق اس دوست کو اور چار جلدین درفش کاویانی علاوہ اوراق مذکور بھیجدیئے اسی زمانہ مین تین چار ورق خوب یاد ہی کہ درفش کی جلدین رکھ کر تم کو بھیجے ہیں یا تو مجھے

غلط یاد ہے یا تم نے درفش کو کھول کر دیکھا نہیں۔ وہ اوراق درفش زینت طاق نسیان ہیں دو ورق اس لفافہ مین اپنے نزدیک مکرر بھیجتا ہون تم بھی دیکھو اور صاحبزادہ بھی دیکھے اور یہ جانے کہ فی الحال نظم فارسی یہی ہے اور بس۔ ہان صاحب اودھ اخبار مین ایک قصیدہ مولوی غلام امام کا دیکھا۔ مکان تنگ ست جہان تنگ ست مدح مختار الملک مین متضمن استدعائے مسکن وسیع پھر مہینہ پھر بعد اسی اودہ اخبار مین یہ خبر دیکھی کہ نواب نے مسکن تو نہ بدلا مگر ۳۵ روپے مہینہ بڑہا دیا۔ اسی اخبار مین پھر دیکھا گیا کہ ایک صاحب نے مولوی غلام امام کے کلام پر اعتراض کیا ہے اور اُن کے شاگرد وضیع تخلص نے اُسکا جواب لکھا ہے آپ اس روداد کی تفصیل اور جواب واعتراض ومعترض کے نام کا طالب ہون بسبیل استعجال۔ دوشنبہ ۱۶۔ شعبان ۱۲۸۳ھ ہجری۔

بنام منشی ہرگوپال صاحب المخاطب میرزا تفتہ

آج منگل کے دن ۵۔ اپریل کو تین گھڑی دن رہے ڈاک کا ہرکارہ آیا ایک خط منشی صاحب کو اور ایک خط تمھارا۔ اور ایک خط بابو صاحب کا لایا۔ بابو صاحب کے خط سے اور مطالب تو معلوم ہو گئے مگر ایک امر مین مین حیران ہون کہ کیا کرون یعنی اُنھون نے ایک خط کسی شخص کا آیا ہوا میرے پاس بھیجا ہے اور مجھ کو یہ لکھا ہے کہ اُلٹا اُس کو میرے پاس بھیجدینا حال آنکہ خود لکھتے ہیں کہ مین اپریل کی چوتھی کو سپاٹو۔ یا۔ آبو جاؤن گا۔ اور آج پانچوین ہے۔ بس وہ توکل روانہ ہو گئے اب مین وہ خط کس کے پاس بھیجون ناچار تم کو لکھتا ہون کہ مین خط کو اپنے پاس رہنے دونگا جب وہ آ کر مجھ کو اپنے آنے کی اطلاع دینگے تب وہ خط اُن کو بھیجون گا۔ تم کو تردد نہ ہو کہ کیا خط ہے خط نہیں مینڈھو لال کائیتھ عمانکی عرضی تھی بنام مہاراجہ بیکنٹھ باشی سعایت بابو صاحب پر مشتمل کہ اُس نے لکھا تھا کہ ہردیو سنگھ جانی جی کا دیوان اور ایک شاعر دہلی کا دیوان مہاراجہ جے پور کے پاس لایا ہے اور جانی کی درستی روزگار جے پور کی سرکار مین کر رہا ہے اور اسکے بھیجنے کی یہ وجہ کہ پہلے اُن کے لکھنے سے مجکو معلوم ہوا تھا کہ کسی نے ایسا کہا ہے مین نے اُن کو لکھا تھا کہ تم کو میرے سر کی قسم اب ہردیو سنگھ کو بلوالو مین امر جزوی کے واسطے امر کلی کا بگاڑ نہیں چاہتا اُسکے جواب مین

اُنہون نے وہ عرضی بھیجی اور لکھ بھیجا کہ راجہ مرنے والا ایسا نہ تھا کہ ان باتون پر نگاہ کرتا اُس نے یہ عرضی گزرتے ہی میرے پاس بھیج دی فقط بارے خط کے آنے سے جانی جی کی طرف سے میری خاطر جمع ہو گئی مگر اپنی فکر پڑی یعنی بابو صاحب آبو ہو نگے۔ اگر ہیرا سنگھ پھر کر آئے گا تو وہ بغیر اُن کے ملے اور اُن کے کہے مجھ تک کاہے کو آئے گا خیر وہ بھی لکھتا ہے کہ راول کہین گیا ہوا ہے اُسکے آئے پر رخصت ہو گی۔ دیکھیے وہ کب آوے اور کیا فرض ہے کہ اُسکے آتے ہی رخصت ہو بھی جائے۔ تمھاری غزل پہنچی یہ البتہ کچھ دیر سے پہنچے گی تمھارے پاس گھبرانا نہین۔ والدعا از اسد اللہ نگاشتہ سہ شنبہ روز ورود نامہ و مرسلہ چہار شنبہ ششم اپریل ۱۸۵۳ء جواب طلب

ایضاً تمھاری خیر و عافیت معلوم ہوئی۔ غزل نے محنت کم لی۔ بھائی کا ہاتھرس سے آنا معلوم ہوا آوین تو میرا سلام کہہ دینا۔ یہ تمھارا دعا گو اگرچہ اور امور مین پایہ عالی نہیں رکھتا۔ مگر احتیاج مین اسکا پایہ بہت عالی ہے یعنی بہت محتاج ہون۔ سو دو سو مین میری پیاس نہین بجھتی تمھاری ہمت پر سو ہزار آفرین ہے پورے مجکو اگر وہ ہزار ہاتھ آجاتے تو میرا قرض رفع ہو جاتا اور پھر اگر دو چار برس کی زندگی ہوتی تو اتنا ہی قرض اور ملجاتا۔ یہ پانسو تو بھائی تمھاری جان کی قسم متفرقات مین جا کر سو ڈیڑھ سو بچ رہین گے۔ سو وہ میرے صرف مین آوین گے۔ مہاجنون کا سودی جو قرض ہے وہ بقدر پندرہ سولہ سئے کے باقی رہے گا اور وہ جو سو بابو صاحب سے منگوائے گئے تھے وہ صرف انگریزی سوداگر کے دینے تھے قیمت اُس چیز کی جو ہمارے مذہب مین حرام اور تمھارے مشرب مین حلال ہے سو وہ دئے گئے یقین کہ آج کل مین بابو صاحب کا خط مع ہنڈوی آجائے بابو صاحب کے جو خطوط ضروری اور کوا غذ ضروری میرے پاس آئے ہوئے تھے وہ مین نے پنجشنبہ ۲ ہیئی کو پارسل مین اُن کے پاس روانہ کر دیئے اور اُس مین لکھ بھیجا کہ ہنڈوی اور میرے بھیجے ہوئے لفافے جلد بھیج دو۔ پنجشنبہ ۱۵ دن آج پورے ہوئے۔ از اسد اللہ نگاشتہ پنجشنبہ نہم جون ۱۸۵۳ء

ایضاً بھائی جس دن تم کو خط بھیجا میرے دن ہیرا سنگھ کی عرضی اور پچیس روپے کی رسید

اور بانسو کی ہنڈوی پہنچی ۔ تم سمجھے بابو صاحب نے پچیس روپے ہردیو سنگھ کو دیئے اور مجھ سے
مجرا نہ لیئے بہرحال ہنڈوی ۱۲ دن کی میعادی تھی ۔ ۶ دن گزر گئے تھے ۶ دن باقی تھے مجکو صبر کہان
تھی کاٹ کر روپے لے لئے قرض متفرق سب ادا ہوا بہت سبکدوش ہوگیا آج میرے پاس
معللعہ نقد بکس مین اور ۴ بوتل شراب اور ۳ شیشے گلاب کے توشہ خانہ مین موجود ہین۔ الحمدللہ
علی احسانہ بھائی صاحب آگئے ہون تو میر قاسم علیخان کا خط اُن کو دیدو اور میرا سلام کہو اور
پھر مجکو لکھو تاکہ مین اُن کو خط لکھون ۔ بابو صاحب پھر تپور آجائین تو آپ کاہلی نہ کیجئے گا۔ اور
اُن کے پاس جایئے گا کہ وہ تمھارے جویائے دیدار ہین۔ اسد اللہ سہ شنبہ ۲۴ ۔ جون ۱۸۵۳ء

ایضاً صاحب کیون مجھے یاد کیا کیون خط لکھنے کی تکلیف اُٹھائی پھر یہ کہتا ہون کہ خدا تم کو جیتا
رکھے کہ تمھارے خط مین مولوی قمرالدین خان کا سلام بھی آیا اور بھائی منشی نبی بخش کی خیروعافیت
بھی معلوم ہوئی وہ تو پنشن کی فکر مین تھے ظاہراً یون مناسب دیکھا ہوگا کہ نوکری کی خواہش
کی حق تعالیٰ اُن کی جو مراد ہو بر لاوے اُن کو میرا سلام کہہ دینا بلکہ یہ رقعہ پڑھوا دینا۔ مولوی
قمرالدین خان کو بھی سلام کہنا۔ تم اپنے کلام کے بھیجنے مین مجھ سے پرسش کیون کرتے ہو چار
جز ہین تو بیس جز ہین تو بے تکلف بھیج دو۔ مین شاعر سخن سنج اب نہین رہا۔ صرف سخن
فہم رہ گیا ہون۔ بوڑھے پہلوان کی طرح پیچ بتلانے کی گون ہون۔ بناوٹ نہ سمجھنا شعر کہنا
مجھ سے بالکل چھوٹ گیا۔ اپنا اگلا کلام دیکھکر حیران رہ جاتا ہون کہ یہ مین نے کیون کر
کہا تھا قصہ مختصر وہ اجزا جلد بھیج دو۔ غالب یکشنبہ ۱۲۔ اپریل ۱۸۵۸ء

ایضاً میرزا تفتہ تمھارے اوراق مثنوی کا بم فلٹ پاکٹ پرسون ۱۵ اگست کو اور جناب میرزا
حاتم علی صاحب کی نثر شاید آغاز اگست مین روانہ کرچکا ہون اُس نثر کی رسید نہیں پائی
اور نہیں معلوم ہوا کہ میری خدمت مخدوم کے مقبول طبع ہوئی ۔ یا نہیں۔ نہین معلوم
بھائی نبی بخش صاحب کہان ہیں اور کس طرح ہیں اور کس خیال مین ہین۔ نہین معلوم
مولوی قمرالدین خان الہ آباد سے آگئے یا نہیں۔ اگر نہیں آئے تو وہ وہان کیون

متوقف ہیں۔ میر منشی قدیم وہاں پہنچ گئے اپنا کام کرنے لگے یا کر رہے ہیں۔ آپ کو بتاکید لکھتا ہون کہ ان تینون باتون کا جواب الگ الگ لکھیئے اور جلد لکھیئے۔ اس خط کے بھیجنے تک اغلب ہے کہ پارسل پہنچ جائے اُسکے پہنچنے کی اطلاع دیجیئے گا۔ اب ایک امر سنو مین نے آغاز یازوہم مئی ۱۸۵۷ء سے یکم جولائی ۱۸۵۸ء تک روداد شہر اور اپنی سرگزشت یعنی ۱۵ مہینے کا حال نثر مین لکھا ہے اور التزام اس کا کیا ہے کہ وساتیر کی عبارت یعنی پارسی قدیم لکھی جائے اور کوئی لفظ عربی نہ آئے جو نظم اس نثر مین درج ہے۔ وہ بھی بے آمیزش لفظ عربی ہے۔ ہان اشخاص کے نام نہیں بدلے جاتے وہ عربی۔ انگریزی۔ ہندی جو ہین وہ لکھدیئے ہیں۔ مثلاً تمھارا نام منشی ہرگوپال منشی لفظ عربی ہے نہیں لکھا گیا۔ اسکی جگہ شیوا زبان لکھ دیا ہے۔ یہی میرا خط جیسا اس رقعہ مین ہے یعنی نہ چھدرا نہ گنجان۔ اوراق بے مسطر پر اس طرح کہ کسی صفحہ مین ۲۰ سطر اور کسی مین ۲۲ سطر بلکہ کسی مین ۱۹ سطر بھی آئے چالیس صفحہ یعنی ۲۰ ورق ہیں۔ اگر ۱۲ سطر کے مسطر سے کوئی گنجان لکھے توشاید دو جزو مین آجائے یہان کوئی مطبع نہیں ہے سنتا ہون کہ ایک ہے اس مین کاپی نگار خوشنویس نہیں ہے۔ اگر آگرہ مین اسکا چھاپا ہو سکے تو مجھ کو اطلاع کرو۔ اس تہیدستی اور بے نوائی مین پچیس کا مین بھی خریدار ہو سکتا ہون۔ لیکن صاحب مطبع اتنے پہ کیون مانے گا۔ اور البتہ چاہیئے کہ اگر ہزار نہ ہون تو پانسو جلد تو چھاپی جائے یقین ہے کہ پانسو سات سو جلد چھاپنے کی صورت مین ۳؍ ۴؍ قیمت پڑے۔ کاپی تو ایک ہی ہو گی رہا کاغذ وہ بھی بہت نہ لگے گا۔ لکھائی متن کی تو آپ کو معلوم ہو گئی حاشیہ پر البتہ لغات کے معنی لکھے جائین گے۔ بہر حال اگر ممکن ہو تو اس کا تنکدمہ کرو اور حساب معلوم کر کے مجھ کو لکھو۔ مگر منشی قمر الدین خان نہ گئے ہون تو اُن کو بھی شریک مصلحت کر لو۔ ان تینون باتون کا جواب اور پارسل کی رسید اور اس مطلب خاص کا جواب یہ سب ایک خط مین پاؤن ضرور ضرور ضرور۔ غالب نگاشتہ وروان داشتہ سہ شنبہ۔ ہفدہم اگست ۱۸۵۸ء جواب طلب واسطے تاکید کے بیرنگ بھیجا گیا۔

ایضاً للّٰہ الشکر تمہارا خط آیا اور دل سودا زدہ نے آرام پایا۔ تم میرا خط اچھی طرح پڑھا نہیں کرتے
مین نے ہرگز نہین لکھا کہ یہ عبارت دو جز مین آجاتے۔ مین نے یہ لکھا تھا کہ عبارت
اس قدر ہے کہ دو جز مین آجائے لیکن مین چاہتا ہون کہ حجم زیادہ ہو بہرحال اس نمونہ کی
تقطیع اور حاشیہ مطبوع ہے۔ لغات کے معنی حاشیہ پر چڑہین اُس کی روش ولآویز اور تقسیم نظر
فریب ہو۔ رباعی حاشیہ پر لکھدی اچھا کیا۔ بھائی منشی نبی بخش صاحب نثر کے دو فقرے جس
محل پر کر اُن کو بتائے ہین ضرور لکھوا دینا۔ مین نے جو تم کو میرزائی کا خطاب دیا ہے۔ اُن
فقرون مین اسکا اظہار کیا ہے۔ بہت ضروری یہ امر ہے۔ اور مین منشی شیونرائن صاحب
کو آج صبح کو لکھ چکا ہون۔ تیسرے صفحہ کے آخر یا چوتھے صفحے کے اول یہ جملہ ہے۔ اگر دردم
دیگر بہ ہیب مباش بہم زند۔ نہیب کی جگہ نوائے بنا دینا۔ یہ نوائے مباش بہم زند نہیب
لفظ عربی ہے۔ اگر رہ جائے گا تو لوگ مجھ پر اعتراض کرینگے۔ تیز چاقو کی نوک سے نہیب کا لفظ
چھیلا جائے اور اسی جگہ نوائے لکھدیا جائے۔ راے امید سنگھ نے مجھ پر عنایت اور مطبع کی
اعانت کی حق تعالیٰ اُن کو اس کارسازی اور فقیر نوازی کا اجر دے۔ صاحب کبھی نہ کبھی میرا
کام تم سے آپڑا ہے اور پھر کام کیسا کہ جس مین میری جان اُلجھی ہوئی ہے اور مین نے اسکو اپنے
بہت سے مطالب کے حصول کا ذریعہ سمجھا ہے خدا کے واسطے پہلو تہی نہ کرو اور بدل توجہ فرماؤ
کاپی کی تصحیح کا ذمہ بھائی کا ہوگیا ہے۔ چھ جلد اُن کی آراستگی کا ذمہ برخوردار عبداللطیف
کا کرو دو میری طرف سے دعا کہو اور کہو کہ مین تمھارا بوڑھا اور مفلس چچا ہون تصحیح بھائی کرین تزئین
تم کرو۔ کہتا ہون مگر نہین جانتا کہ تزئین کیونکر کیا چاہیئے۔ سنتا ہون کہ چھاپے کی کتاب کے
حرفون پر سیاہی کی قلم پھیر دیتے ہیں تاکہ حرف روشن ہوجائین۔ سیاہ قلم سے جدول بھی کھچ
جاتی ہے پھر جلد بھی پُرتکلف بن سکتی ہے بھتیجے کی دستکاری اور صناعی اور ہوشیاری
اُن کی میرے کس دن کام آوے گی۔ میرزا تفتہ تم بڑے بے درد ہو۔ دلی کی تباہی پر تم کو
رحم نہیں آتا۔ بلکہ تم اُس کو آباد جانتے ہو۔ یہان پنچہ بند تو میسر نہیں۔ صحاف اور نقاش کہان

شہر آباد ہوتا تو مین آپ کو تکلیف کیون دیتا یہین سب درستی میری آنکھون کے سامنے ہوجاتی قصہ مختصر یہ عبارت منشی عبد اللطیف کو پڑھا دو مین تو ان کے باپ کو اپنا حقیقی بھائی جانتا ہون۔ اگر وہ مجھے اپنا حقیقی چچا جانین اور میرا کام کرین تو کیا عجب ہے دو روپے فی جلد اس سے زیادہ کا مقدور نہین جب مجکو لکھو گے ہنڈوی بھیج دون گا چھ روپے آٹھ روپے دس روپے حد بارہ روپے میان کو سمجھا دینا کمی کی طرف نہ گرین چیز اچھی ہے۔ نہایت بارہ زر مین چھ جلدین تیار ہون۔ منشی شیونراین کو سمجھا دینا کہ زنہار عرف نہ لکھین نام اور تخلص بس۔ اجزاے خطابی کا لکھنا نامناسب بلکہ مضر ہے۔ مگر ہان نام کے بعد لفظ بہادر کا اور بہادر کے لفظ کے بعد تخلص اسد اللہ خان بہادر غالب۔ بھائی تم نے اوراق مثنوی کی رسید نہ لکھی کہین وہ پارسل مین سے گر تو نہ گئے ہون۔ دیکھو کس لطف سے میرے نام کی حقیقت بیان ہوئی ہے اور ان کے چھاپنے کی ممانعت ضرور ہے مگر مین اسکی عبارت کیا بتاؤن۔ صاحب مطبع اس امر کو اُردو مین آخر کتاب پر لکھدین منشی جی سے نثر لکھوا لو منشی عبد اللطیف کو یہ خط پڑھاؤ نہیب کی جگہ تو ابنا دو۔ صاحب مطبع کو میرا پتہ بتا دو۔ خاتمہ پر ممانعت کا حکم صاحب مطبع ہی لکھو اور برخوردار عبد اللطیف سے مقدار روپیہ کی دریافت کرکے مجکو لکھ بھیجو اپنی مثنوی کی رسید لکھو اپنے بجان و دل مصروف ہونے کا اقرار کرو۔ ان سب امور کی مجھے خبر دو۔ غالب جمعہ سوم سمبر ۱۸۵۸ء ہنگام نیمروز۔

ایضاً میرزا تفتہ کو دعا پہنچے۔ دونون فقرے جس محل پر بتاتے ہین حاشیہ پر لکھدیے ہون گے نہیب کے لفظ کو چھیل کر تو لے بنا دیا ہوگا۔ برخوردار منشی عبد اللطیف کو میرا خط اپنے نام کا دکھایا ہوگا۔ اُن کی سعادت مندی سے یقین ہے کہ میری التماس قبول کرین اور ادھر متوجہ ہون کاپی لکھی جانی اور چھاپا ہونا شروع ہو گیا ہوگا۔ اگر پتھر بڑا ہے تو چاہیئے آٹھ آٹھ صفحے بلکہ بارہ بارہ صفحے چھاپے جائین۔ اور کتاب جلد منطبع ہو جائے۔ بھائی منشی صاحب کی شفقت کا حال پوچھنا ضرور نہین مجھپر مہربان اور حسن کلام کے قدردان ہین اسکی تصحیح مین بے پروائی

کرین گے تو کیا میری تفضیح کے روادار ہونگے۔ بھائی تم نے بھی اور منشی شیونراین صاحب نے بھی لکھا ہین ایک عبارت لکھتا ہون اگر پسند آئے تو خاتمہ عبارت مین چھاپ دو نامہ نگار غالب خاکسار کا یہ بیان ہے کہ یہ جو میری سرگزشت کی داستان ہے اس کو مین نے مطبع مفید خلائق مین چھپوایا ہے اور میری رائے مین اس کا یہ قاعدہ قرار پایا ہے کہ اور صاحبان مطابع جب تک مجھ سے طلب رخصت نہ کرین اپنے مطبع میں اس کے چھاپنے پر جرأت نہ کرین۔ اس کے سوا اگر کوئی طرح کی تحریر منظور ہو تو منشی شیونرائن صاحب کو اجازت ہے کہ میری طرف سے چھاپ دین۔ یہ سب باتین پہلے بھی لکھ چکا ہون۔ اب دو امر ضروری اللاظہار تھے اسواسطے یہ خط لکھا ہے۔ ایک تو اُردو عبارت دوسرے یہ کہ میرے شفیق مکرم سید مکرم حسین صاحب کا خط میرے نام آیا ہے اور اُنھون نے ایک بات جواب طلب لکھی ہو اسکا جواب اسی خط مین لکھتا ہون تم کو چاہیئے کہ ان سے کہہ دو بلکہ یہ عبارت اُن کو دکھا دو۔ بندہ پرور نواب عطاء اللہ خان میرے بڑے دوست اور شفیق ہین اُن کے فرزند رشید میر غلام عباس المخاطب بہ سیف الدولہ یہ دونون صاحب صحیح وسالم ہین شہر سے باہر دو چار کوس پر کوئی گانو ہے وہان رہتے ہین۔ شہر مین اہل اسلام کی آبادی کا حکم نہین اور ان کے مکانات قرق ہین ضبط ہوگئے ہین نہ واگزاشت کا حکم ہو۔

ایضاً میرزا تفتہ اس غمزدگی مین مجکو ہنسانا تمھارا ہی کام ہے۔ بھائی تضمین گلستان چھپوا کر کیا فائدہ اُٹھایا ہے جو انطباع سنبلستان سے نفع اُٹھاؤ گے روپیہ جمع رہنے دو آمد اچھی چیز ہی اگرچہ قلیل ہو اور اگر روپیہ لینا منظور ہے تو ہرگز اندیشہ نہ کرو اور درخواست دیدو۔ بعد نو مہینے کے روپیہ تم کو مل جائے گا۔ یہ میرا ذمہ کہ اس نو مہینے مین کوئی انقلاب واقع نہ ہوگا۔ اگر ایسا ہوا بھی تو ہوتے ہوتے اُس کو مدت چاہیئے۔ رستخیز بیجا ہو چکا۔ اب ہو تو رستخیز ہو۔ یعنی قیامت اور اُسکا حال معلوم نہین کہ کب ہوگی۔ اگر اعداد کے حساب سے دیکھو تو بھی رستخیز کے ۱۲۷۷ ہوتے ہین۔ احتمال فتنہ سال آیندہ پر رہا سو بھی موہوم۔ میان مین جو آخر جنوری کو رامپور جاکر آخر مارچ مین یہان آگیا ہون تو کیا کہون کہ یہان کے لوگ میرے حق مین کیا کیا کچھ کہتے ہین

ایک گروہ کا قول ہے کہ یہ شخص ولسلئے رامپور کا اُستاد تھا اور وہان گیا تھا۔ اگر نواب نے کچھ سلوک نہ کیا ہوگا تو بھی پانچہزار روپے سے کم نہ دیا ہوگا۔ ایک جماعت کہتی ہے کہ نوکری کو گئے تھے مگر نوکر نہ رکھا۔ ایک فرقہ کہتا ہے کہ نواب نے نوکر رکھ لیا تھا دو سَو روپیہ مہینا کر دیا تھا۔ لفٹنٹ گورنر الہ آباد جو رامپور آئے اور اُن کو غالب کا وہان ہونا معلوم ہوا تو اُنھون نے نواب صاحب کہا کہ اگر ہماری خوشنودی چاہتے ہو تو اس کو جواب دو۔ نواب نے برطرف کر دیا۔ یہ تو سُن لیا اب تم اصل حقیقت سنو۔ نواب یوسف علیخان بہادر تیس تیس برس کے میرے دوست اور پانچ چھ برس سے میرے شاگرد ہین۔ آگے گاہ گاہ کچھ بھیج دیا کرتے تھے اب جولائی ۱۸۵۹ء سے سو روپے مہینا ماہ بماہ بھیجتے ہین۔ بُلاتے رہتے تھے اب مین گیا دو مہینے رہکر چلا آیا بشرطیکہ حیات بعد برسات کے پھر جاؤن گا۔ وہ سو روپیہ مہینا یہان رہون۔ وہان رہون خدا کے ہان سے میرا مقرر ہو۔ غالب ۱۳۔ مارچ ۱۸۶۲ء

ایضاً کیون صاحب۔ کیا یہ آئین جاری ہوا ہی کہ سکندر آباد کے رہنے والے دلّی کے خاک نشینون کو خط نہ لکھین بھلا اگر یہ حکم ہوا ہوتا تو یہان بھی تو اشتہار ہو جاتا کہ زنہار کوئی خط سکندر آباد کو یہان کی ڈاک مین نہ جائے بہرحال ع کس بشنود یا نشنود من گفتگوے مے کنم ؛ کل جمعہ کے دن ۲ تاریخ نومبر کو ۳۳ جلدین بھیجی ہوئی برخوردار شیونرائن کی پہنچین۔ کاغذ خط تقطیع۔ سیاہی۔ چھاپا سب خوب دل خوش ہوا اور شیونرائن کو دعا دی۔ سات کتابین جو میرزا حاتم علی صاحب کی تحویل مین ہین وہ بھی یقین ہے کہ آج کل پہنچ جائیں۔ معلوم نہیں منشی شیونراین نے اندور کو واسطے راے امید سنگھ کے کس طرح بھیجی ہین یا ابھی نہیں بھیجین صاحب تم اس خط کا جواب لکھوا ور اپنے قصد کا حال لکھو۔ سکندر آباد کب تک رہوگے۔ آگرہ کب جاؤگے۔ شنبہ ۱۳۔ نومبر ۱۸۵۸ء۔ جواب طالب۔

ایضاً صاحب ۲۵۔ اپریل کو ایک خط اور ایک پارسل ڈاک مین ارسال کر چکا ہون۔ آج ۳۰ ہے یقین ہے کہ خط اور پارسل دونون پہنچ گئے ہون گے۔ ایک امر ضروری باعث

اس تحریر کا ہے کہ جو مین اس وقت روانہ کرتا ہون - ایک میرا دوست اور تمھارا ہمدرد ہے اُس نے اپنے حقیقی بھتیجے کو بیٹا کر لیا تھا - اٹھارہ اُنیس برس کی عمر قوم کا کھتری خوبصورت وضعدار نوجوان ۱۲۷۵ھ میں بیمار پڑ کر مر گیا اب اُسکا باپ مجھ سے آرزو کرتا ہے کہ ایک تاریخ اُس کے مرنے کی لکھون ایسی کہ وہ فقط تاریخ نہ ہو بلکہ مرثیہ ہو کہ وہ اُس کو پڑھ پڑھ کر رویا کرے سو بھائی اُس سائل کی خاطر مجکو عزیز اور فکر شعر متروک معہذا یہ واقعہ تمھارے حسب حال ہے جو خونچکان شعر تم نکالو گے وہ مجھ سے کہان نکلیں گے بطریق مثنوی بیس تیس شعر لکھدو مصرع آخر میں مادہ تاریخ ڈال دو - نام اُسکا برج موہن تھا - اور اُس کو بابو بابو کہتے تھے - چنانچہ میں بحر ہزج مسدس مجنون میں ایک شعر تم کو لکھتا ہون چاہو اُسکو آغاز میں رہنے دو اور آئندہ اسی بحر میں اور اشعار لکھ لو - چاہو کوئی اور طرح نکالو - لیکن خیال میں رہے کہ سائل کو متوفی کے نام کا درج ہونا منظور ہے اور بابو برج موہن سوائے اس بحر کے یا بحر رمل کے اور بحر میں نہیں آسکتا وہ شعر میرا یہ ہے ؎

برم چون نام بابو برج موہن	چکد خون دل ریش از لب من

غالب - نگاشتہ روز جمعہ سی ام - اپریل ۱۸۵۹ء

ایضاً بھائی تمھارا وہ خط جس میں اوراق مثنوی ملفوف تھے پہنچا - اوراق مثنوی - اوراق دستنبو کے ساتھ پہنچیں گے - اب تمھارے مطالب کا جواب جدا جدا لکھتا ہوں - الگ الگ سمجھ لینا - صاحب تم نے مرزا حاتم علی صاحب سے کیون کہا - بات اتنی تھی کہ وہ مجکو لکھ بھیجے کہ نثر آئی اور مرزا صاحب نے پسند کی اب اُن سے میرا سلام کہو اور یہ کہو کہ آپ کے شکر بجالانے کا شکر بجالاتا ہون - چھاپے کے باب میں جو آپنے لکھا وہ معلوم ہوا - اس تحریر کو جب دیکھو گے تب جانو گے اہتمام و عجلت اس کے چھپوانے میں اس واسطے ہے کہ اسمیں سے ایک جلد نواب گورنر جنرل بہادر کی نذر بھیجونگا - اور ایک جلد بذریعہ اُن کے جناب ملکہ معظمہ انگلستان کی نذر کرون گا - اب سمجھ لو طرز تحریر کیا ہو گی اور صاحبان مطبع کو اُسکا انطباع کیون نامطبوع ہو گا

جیتے رہو۔ اس غمزدگی میں مجکو ہنسایا۔ وہ کون ملا تھا جس نے تم کو پڑھایا ع گرچہ عمل کار خردمند نیست ❊ عمل کار اہل کار ہے یہ شعر شیخ سعدی کا بادشاہ کی نصیحت میں ہے ع جز بخردمند مفرما عمل ❊ یعنی خدمت و اعمال سوائے علما اور عقلا کے اور کی تفویض نہ کر۔ پھر خود کہتا ہے ع گرچہ عمل کار خردمند نیست ❊ یعنی اگرچہ خدمات و اشغال سلطانی کا قبول کرنا خردمندوں کا کام نہیں۔ اور عقل سے بعید ہے کہ آدمی اپنے کو خطر میں ڈالے عمل الگ ہے اور کار مضاف ہے بطرف خردمند کے ورنہ دہائی خدا کی عمل کار اہل کار کے معنی پر نہیں آتا۔ مگر قتیل اور واقف یا اور پورب کے ملکیوں کی فارسی۔

ایضاً میری جان کیا سمجھے ہو سب مخلوقات تفتہ و غالب کیونکر بن جائیں ع ہر یکے را بہر کارے ساختند ❊ انت متا سو متا مصری میٹھی نمک سلونا کبھی کسی شے کا مزا نہ بدلیگا اب جو میں اُس شخص کو نصیحت کروں وہ کیا نہ سمجھے گا کہ غالب کیا جانے کہ عبدالرحمن کون ہے اور مجھ سے اس سے کیا رسم و راہ ہے بے شبہ جانے گا کہ تفتہ نے لکھا ہوگا میں اُس کی نظر میں سُبک ہو جاؤنگا اور تم سے وہ اور بھی سرگران ہو جایگا اور یہ جو تم لکھتے ہو کہ تونے اُس شخص کو اپنے عزیزوں میں گنا ہے۔ بندہ پرور میں تو بنی آدم کو مسلمان یا ہندو یا نصرانی عزیز رکھتا ہوں اور اپنا بھائی گنتا ہوں۔ دوسرا مانے یا نہ مانے۔ باقی رہی وہ عزیزداری جس کو اہل دنیا قرابت کہتے ہیں اُس کو قوم اور ذات اور مذہب اور طریق شرط ہے۔ اور اُس کے مراتب و مدارج ہیں۔ نظر اس دستور پر اگر دیکھو تو مجکو اُس شخص سے خس برابر علاقہ عزیزداری کا نہیں۔ از راہ حسن اخلاق اگر عزیز لکھدیا یا کہدیا تو کیا ہوتا ہے۔ زین العابدین خان عارف میرے سالے کا بیٹا یہ شخص اُس کے سالے کا بیٹا اسکو جو چاہو سمجھ لو۔ خلاصہ یہ کہ جب اُدھر سے آدمیت نہ ہوئی تو اب اُسکو لکھنا لغو و بے فائدہ بلکہ مضر ہے۔ تمھارا میرٹھ جانا اور نواب مصطفٰے خان سے ملنا ہم پہلے ہی دریافت کر چکے ہیں۔ اب تمہارے خط سے مراد آباد ہوکر سکندر آباد آنا معلوم ہو گیا۔ حق تعالیٰ شانہ تمکو خوش و خرم رکھے مرقومہ جمعہ ۲۳ ستمبر ۱۸۵۹ع

ایضاً صاحب تمہارا خط مع رقعہ مرد سخن فہم پہنچا۔ تمہاری خوشامد نہیں کرتا۔ سچ کہتا ہوں کہ تمہارے کلام کی تحسین کرنے والا فی الحقیقت اپنے فہم کی تعریف کرتا ہے جواب میں درنگ اس راہ سے ہوئی کہ میں مصطفی خان کی ملاقات کو بسبیل ڈاک میرٹھ گیا تھا۔ تین دن وہاں رہا کل وہاں سے آیا آج تم کو یہ خط بھجوایا۔ محررہ مرسلہ چہارشنبہ ۲ جنوری ۱۸۵۹ء

ایضاً میرزا تفتہ کل قریب دوپہر کے ڈاک کا ہرکارہ وہ جو خط بانٹا کرتا ہے آیا اور اس نے پارسل موم جامے میں لپٹا ہوا دیا۔ پہلے تو میں بھی حیران رہا کہ پاکٹ خطوں کی ڈاک میں کیوں آیا بارے اس کی تحریر دیکھی تو تمہارے ہاتھ کا ہیم فلٹ لکھا ہوا اور دو ٹکٹ لگے ہوئے مگر اُسکے آگے کالی مُہر اور کچھ انگریزی لکھا ہوا۔ ہرکارہ نے کہا کہ ۲ دلوائیے۔ دلوائیے اور پارسل لے لیا مگر حیران کہ یہ کیا پیچ پڑا قیاس ایسا چاہتا ہے کہ تمہارا آدمی جو ڈاک گھر گیا اُس کو خطوں کے بکس میں ڈال آیا۔ ڈاک کے کارپردازوں نے غور نہ کی اور اُس کو بیرنگ خطوں کی ڈاک میں بھیج دیا۔ وہ صاحب جو میرے عرف سے آشنا اور میرے نام سے بیزار ہیں یعنی منشی بھگوان پرشاد شُل خوان میرا سلام قبول کریں۔ غالب ۲۸ جولائی ۱۸۵۸ء

ایضاً بھائی مجھ میں تم میں نامہ نگاری کاہے کو ہے مکالمہ ہے آج صبح کو ایک بھیج چکا ہوں اب اس وقت تمہارا خط اور آیا۔ سنو صاحب لفظ مبارک میم حا میم دال اس کے ہر حرف پر میری جان نثار ہے مگر چونکہ یہاں سے ولایت تک حکام کے ہاں سے یہ لفظ یعنے محمد اسد اللہ خان نہیں لکھا جاتا میں نے بھی موقوف کر دیا ہے۔ رہا میرزا و مولانا و نواب اس میں تم کو اور بھائی کو اختیار ہے جو چاہو سو لکھو۔ بھائی کو کہنا اُن کے خط کا جواب صبح کو روانہ کر چکا ہوں۔ میرزا تفتہ اب تم تزئین جلد ہائے کتاب کے باب میں برادر زادہ سعادت مند کو تکلیف نہ دو۔ بعلا مامہربان کو اختیار ہے جو چاہیں سو کریں۔ خط تمام کر کے خیال میں آیا کہ وہ جو مرزا صاحب سے مجکو مطلب ہے تم پر بھی ظاہر کروں صاحب وہاں ایک اخبار موسوم بہ آفتاب عالمتاب نکلتا ہے اُس کے مہتمم نے

التزام کیا ہے کہ ایک صفحہ یا ڈیڑھ صفحہ بادشاہ دہلی کے حالات کا لکھتا ہے۔ نہیں معلوم آغاز کس مہینے سے ہے حکیم احسن اللہ خان یہ چاہتے ہیں کہ سابق کے جو اوراق ہیں جب سے ہوں وہ جو چھاپہ خانہ میں مسودہ رہتے ہیں اس کی نقل کاتب سے لکھوا کر یہاں بھیجی جائے اجرت جو لکھی آئے گی وہ بھیجی جائے گی۔ اور ابتدائے ۱۸۵۸ء سے اُن کا نام خریداروں میں لکھا جائے وہ ہفتہ کے دو نمبر اُن کو ایک لفافہ میں بھیجدئے جائیں اور پھر ہر مہینے ہفتہ وہ ہفتہ اُن کو لفافہ اخبار کا پہنچا کرے۔ یہ امر اب جناب مرزا حاتم علی صاحب کو لکھ چکا ہوں اور اب تک آثار قبول ظاہر نہیں ہوئے نہ لفافے حکیم صاحب پاس پہنچے نہ ان صفحات کی نقل میرے پاس آئی۔ آپ کو اس میں سعی ضرور ہے۔ اور ہاں صاحب آفتاب عالمتاب کا مطبع تو کنیری بازار میں ہے مگر آپ مجکو لکھیں کہ مفید خلائق کا مطبع کہاں ہے۔ عجب ہے کہ ان صاحب شفیق نے میری تحریرات کا جواب نہیں لکھا۔ فرمایش حکیم احسن اللہ خان صاحب کی بہت اہم ہے عند الملاقات میرا سلام کہہ کر اسکا جواب بلکہ وہ اخبار اُن سے بھجواؤ جمعہ ۳ ستمبر ایضاً بھائی میں نے مانا تمھاری شاعری کو میں جانتا ہوں کہ کوئی دم تمکو فکر سخن سے فرصت نہ ہوگی پر جو تم نے التزام کیا ہے ترصیع کی صنعت کا اور دو لخت شعر لکھنے کا اسمیں ضرور نشست معنی بھی ملحوظ رکھا کرو۔ اور جو کچھ لکھو اُس کو دوبارہ سہ بارہ دیکھا کرو۔ کیوں صاحب یہ ڈبل خط پوسٹ پڈ بھیجا اور وہ بھی دلی سے سکندر آباد کو آیا۔ حاتم کے سوا اور میرے سوا کسی نے کیا کہا ہوگا کیا ہنسی آتی ہے تمھاری باتوں پر خدا تم کو جیتا رکھے اور جو کچھ تم چاہو تم کو دے۔ جانی جی کی بڑی فکر ہے میں تم کو لکھا چاہتا تھا کہ اُن کا حال لکھو۔ تمھارے خط سے معلوم ہوا کہ تم کو بھی نہیں معلوم کہ وہ کہاں ہیں۔ یقین ہے کہ اجمیر میں ہونگے مگر خط نہیں بھیجا جاتا کہ وہاں مقیم نہیں ہیں خدا جانے کب چل نکلیں بہر حال تم بھرتپور سے قریب ہو اور اُن کے متوسلوں کو جانتے ہو اور اگر ہو سکے تو کسی کو لکھ کر خبر منگواؤ اور جو کچھ تم کو معلوم ہو وہ مجکو بھی لکھو۔ منشی صاحب مع منشی عبد الطیف کول میں آ گئے۔ کل اُن کا خط مجکو آیا تھا آج

اُسکا جواب بھی روانہ کردیا۔ اسداللہ یکشنبہ ۱۲۔ ماہ۔ اگست ۱۸۵۳ء

ایضاً بھائی آج مجکو بڑی تشویش ہے اور یہ خط میں تم کو کمال سراسیمگی میں لکھتا ہوں جس دن میرا خط پہنچے اگر وقت ڈاک کا ہو تو اُسی وقت جواب لکھ کر روانہ کرو اور اگر وقت نہ رہا ہو تو ناچار دوسرے دن جواب بھیجو منشا تشویش و اضطراب کا یہ ہے کہ کئی دن سے راجہ بھرت پور کی بیماری کی خبر سُنی جاتی تھی۔ کل سے اور بری خبر شہر میں مشہور ہے تم بھرتپور سے قریب ہو یقین ہے کہ تم کو تحقیق حال معلوم ہوگا جلد لکھو کہ کیا صورت ہے راجہ کا مجکو غم نہیں مجکو فکر جانی جی کی ہے کہ اُسی علاقہ میں تم بھی شامل ہو صاحبان انگریز نے ریاستوں کے باب میں ایک قانون وضع کیا ہے یعنی جو رئیس مرجاتا ہے سرکار اُس ریاست پر قابض و متصرف ہو کر رئیس زادہ کے بالغ ہونے تک بندوبست ریاست کا اپنے طور پر رکھتی ہے۔ سرکاری بندوبست میں کوئی قدیم الخدمت موقوف نہیں ہوتا اس صورت میں یقین ہو کہ جانی صاحب کا علاقہ بدستور قائم رہے مگر یہ وکیل ہیں معلوم نہیں مختار کون ہے اور ہمارے بابو صاحب ہیں اور اس مختار میں صحبت کیسی ہے رانی سے اُن کی کیا صورت ہے تم اگرچہ بابو صاحب کی محبت کا علاقہ رکھتے ہو لیکن اُنھوں نے از راہِ دور اندیشی تم کو متوسل اُس سرکار کا کر رکھا ہے اور تم مستغنیانہ اور لاابالیانہ زندگی بسر کرتے تھے زنہار اب وہ روش نہ رکھنا۔ اب تم کو بھی لازم آپڑا ہے۔ جانی جی کے ساتھ روشناس حکام والا مقام ہونا پس چاہیئے کہ دل کی آرایش کا ترک کرنا اور خواہی نخواہی بابو صاحب کے ہمراہ رہنا میری رائے میں یوں آیا ہے اور میں نہیں لکھ سکتا کہ موقع کیا ہے اور مصلحت کیا ہے۔ جانی جی بھرت پور آئے ہیں یا اجمیر میں ہیں کس فکر میں ہیں اور کیا کر رہے ہیں واسطے خدا کے نہ مختصر نہ سرسری بلکہ مفصل اور منقح جو کچھ واقع ہوا ہو اور جو صورت ہو مجکو لکھو اور جلد کہ مجھ پر خواب و خور حرام ہے۔ کل شام کو میں نے سنا آج صبح قلعہ نہیں گیا اور یہ خط لکھ کر از راہِ احتیاط بیرنگ روانہ کیا ہے۔ تم بھی اس کا جواب بیرنگ روانہ کرنا۔ آدھ آنہ ایسی بڑی چیز نہیں۔ ڈاک

کے لوگ بیرنگ خط کو ضروری سمجھکر جلد پہنچاتے ہیں اور پوسٹ پڈ پڑا رہتا ہے جب اس محلہ میں جانا ہوتا ہے تو اُس کو بھی لیجاتے ہیں۔ زیادہ کیا لکھوں کہ پریشان ہوں۔ نوشتہ چاشتگاہ دوشنبہ ۲۸ مارچ ۱۸۵۳ء ضروری جواب طلب۔

ایضاً میاں مرزا تفتہ ہزار آفرین کیا اچھا قصیدہ لکھا ہے۔ واہ واہ چشم بد دور تسلسل معنی سلاست الفاظ۔ ایک مصرع میں تمکو محمد اسحاق شوکت بخاری سے توارد ہوا یہ بھی محل فخر و شرف ہے کہ جہاں شوکت پہنچا وہاں تم پہنچے وہ مصرع یہ ہے ع چاک گردیدم و از جیب بداماں رفتم + پہلا مصرع تمہارا اگر اُس کے پہلے مصرع سے اچھا ہوتا تو میرا دل اور زیادہ خوش ہوتا۔ خدا تمکو اتنا جلائے کہ ایک دیوان ۲۰ جزو قصائد کا کہہ لو۔ مگر جزو دار قصائد بقید حروف تہجی نہ جمع کرنا صاحب مجھے اِس بزرگوار کا معاملہ اور یہ جو تم نے اس کا وطن اور پیشہ اب لکھا ہے سابق کا تمہارا لکھا ہوا سب یاد ہے۔ میں نے اس کو دوست بطریق طنز لکھا ہے۔ بہرحال وہ جو میں نے خاقانی کا شعر لکھ کر اُس کو بھیجا اُس کی ماں مرے اگر میرے اُس خط کا جواب لکھا ہو۔ بڑا پرانا قصہ تم نے یاد دلایا۔ داغ کہنہ حسرت کو چمکایا۔ یہ قصیدہ منشی محمد حسن کی معرفت روشن الدولہ پاس اور روشن الدولہ کے توسط سے نصیر الدین حیدر کے پاس گزرا اور جس دن گزرا اُسی دن پانچ ہزار روپیہ کے بھیجنے کا حکم ہوا۔ متوسط یعنی منشی محمد حسن نے مجکو اطلاع نہ دی۔ منظفر الدولہ مرحوم لکھنو سے آئے اُنھوں نے یہ راز مجھ پر ظاہر کیا اور کہا خدا کے واسطے میرا نام منشی محمد حسن کو نہ لکھنا ناچار میں نے شیخ امام بخش ناسخ کو لکھا کہ تم دریافت کر کے لکھو کہ میرے قصیدہ پر کیا گزری۔ اُنھوں نے جواب لکھا کہ پانچ ہزار ملے۔ تین ہزار روشن الدولہ نے کھائے دو ہزار منشی محمد حسن کو دیئے اور فرمایا کہ اس میں سے جو مناسب جانو غالب کو بھیجدو۔ کیا اُس نے ہنوز تم کو کچھ نہ بھیجا۔ اگر نہ بھیجا ہو تو مجکو لکھو۔ میں نے لکھ بھیجا کہ مجھے پانچ روپے بھی نہیں پہنچے۔ اس کے جواب میں اُنھوں نے لکھا کہ اب تم مجھے خط لکھو۔ اُس کا مضمون یہ ہو کہ میں نے بادشاہ کی تعریف میں قصیدہ بھیجا ہے اور یہ مجکو معلوم ہوا ہے کہ وہ قصیدہ حضور میں

گزرا مگر یہ میں نے نہیں جانا کہ اسکا صلہ کیا مرحمت ہوا ہیں کہ ناسخ ہوں اپنے نام کا خط بادشاہ کو پڑھوا کر اُن کا کھایا ہوا روپیہ اُن کے حلق سے نکال کر تم کو بھیجا دوں گا۔ بھائی یہ خط لکھ کر میں نے ڈاک میں روانہ کیا آج خط روانہ ہوا تیسرے دن شہر میں خبر اُڑی کہ نصیر الدین حیدر مر گیا۔ اب کہو میں کیا کروں اور ناسخ کیا کرے۔ غالب دو شنبہ ۱۹۔ اگست ۱۸۵۱ع

ایضاً آؤ مرزا تفتہ میرے گلے لگ جاؤ۔ بیٹھو اور میری حقیقت سنو۔ یکشنبہ کو مولوی مظہر الحق آئے تھے اُن سے سب حال معلوم ہوا۔ پہلا خط تم کو اُن کے بھائی مولوی انوار الحق نے بموجب حکم رنگٹن صاحب کے لکھا تھا۔ پھر ایک خط صاحب نے آپ مسودہ کر کے اپنی طرف سے تم کو لکھا۔ دونو دیوان تمھارے اور نشتر عشق اور ایک تذکرہ اور یہ چار کتابیں تمھاری بھیجی ہوئی اُن کو پہنچیں۔ صاحب تم سے بہت خوش اور تمھارے بہت معتقد ہیں کہتے ہیں کہ ہم جانتے ہیں اتنا بڑا شاعر کوئی اور ہندوستان میں نہ ہو گا کہ جو پچاس ہزار بیت کا مالک ہو۔ فائدہ اس التفات کا یہ کہ تمھارا ذکر بہت اچھی طرح سے لکھیں گے باقی ما بخیر شما بسلامت ہاں ان کے تحت میں دس بیس مشاہرہ کے علاقے ہیں۔ اگر تمھاری اجازت ہو تو اس امر میں اُن سے کلام کروں۔ میرا عجب حال ہے حیران ہوں کہ تمھیں میرا کلام کیوں نہیں باور آتا ہے

گمان زیست بود بر منت ز بیدردی		بد است مرگ ولے بدتر از گمان تو نیست	

سامعہ مر گیا تھا اب باصرہ بھی ضعیف ہو گیا جتنی قوتیں انسان میں ہوتی ہیں سب مضمحل ہیں حواس سراسر مختل ہیں حافظہ گویا کبھی نہ تھا شعر کے فن سے گویا کبھی مناسبت نہ تھی رئیس رامپور سو روپے مہینا دیتے ہیں۔ سال گذشتہ اُن کو لکھ بھیجا کہ اصلاح نظم حواس کا کام ہے اور میں اپنے میں حواس نہیں پاتا متوقع ہوں کہ اس خدمت سے معاف رہوں جو کچھ مجھے آپ کی سرکار سے ملتا ہے عوض خدمات سابقہ میں شمار کیجئے تو میں سکہ لمبر رہی ورنہ خیرات خوار سہی۔ اور اگر یہ عطیہ بشرط خدمت ہے تو جو آپ کی مرضی ہو وہی میری قسمت ہے

ہے برس دن سے اُن کا کلام نہیں آتا۔ فتوح مقرری نومبر تک آئی اب دیکھیے آگے کیا ہوتا ہی۔
آج تک نواب صاحب ازراہ جوانمردی دیے جاتے ہیں۔ اور بھائی تمھاری مشق چشم بددور
صاف ہو گئی رطب و یابس تمھارے کلام میں نہیں رہا۔ اور اگر خواہی نخواہی تمھارا عقیدہ
یہی ہے کہ اصلاح ضرور ہے تو میری جان میرے بعد کیا کرو گے میں چراغ دم صبح
و آفتاب سر کوہ ہوں انا للہ و انا الیہ راجعون ۱۴۔ رجب نجات کا طالب غالب۔

ایضاً مرزا تفتہ عجب اتفاق ہوا پنجشنبہ کے دن ۲۲۔ اپریل کو کلیان خط ڈاک میں ڈال کر آیا
کہ اُس کے متعاقب پارسل کا ہرکارہ آیا اور تھارا بھیجا ہوا پاکٹ لایا رسید لکھنی میں نے
زائد سمجھی اور اُس کا دیکھنا شروع کیا۔ بیکار محض اور تنہا ہوں پانچ پہر کا دن میری ہڈی ل
لگی ہو گئی خوب دیکھا سچ تو یوں ہے کہ ان اشعار میں میں نے بہت حظ اُٹھایا۔ جیتے رہو تمھارا
دم غنیمت ہے بھائی کا حال مفصل لکھو پنشن کے طالب ہیں یا نوکری کے منشی عبداللطیف کہاں
ہیں اور کس طرح ہے۔ علاقہ بنا ہوا ہے یا جاتا رہا۔ صاحب لفٹنٹ گورنری کا محکمہ بالکل الہ آباد
کو گیا یا ہنوز کچھ یہاں بھی ہے منشی غلام غوث صاحب کہاں ہیں۔ نوکر ہیں یا مستعفی عدالت
دیوانی کا محکمہ یہیں رہے گا یا الہ آباد جائیگا۔ اس کا اور گورنری کے محکمہ کا ساتھ ہی چاہیے یہ بھی
وہیں جاوے آج تمھارے اشعار کا کاغذ ہم فلٹ پاکٹ اسی خط کے ساتھ ڈاک میں بھیجا گیا ہے
یقین ہی کہ یہ خط کل پرسوں اور وہ پاکٹ پانچ چار دن میں پہنچ جائے۔ غالب یکشنبہ ۲۵۔ اپریل ۱۸۵۸ء

ایضاً مرزا تفتہ۔ ایک امر عجیب تم کو لکھتا ہوں اور وہ امر بعد تعجب مفرط کے موجب نشاط مفرط
ہو گا میں اجراے پنشن سرکار انگریزی سے مایوس تھا بارے وہ نقشہ پنشن داروں کا جو یہاں
سے بن کر صدر کو گیا تھا اور یہاں کے حاکم نے بہ نسبت میرے صاف لکھدیا تھا کہ یہ شخص
پنشن پانے کا مستحق نہیں ہے۔ گورمنٹ نے برخلاف یہاں کے حاکم کی راے کے میری پنشن
کے اجرا کا حکم دیا اور وہ حکم یہاں آیا۔ اور مشہور ہوا میں نے بھی سُنا اب کہتے ہیں کہ ماہ
آیندہ یعنی مئی کی پہلی کو تنخواہوں کا بٹنا شروع ہو گا۔ دیکھا چاہیے پچھلے روپے کے باب

میں کیا حکم ہوتا ہے۔ غالب ۱۶۔اپریل ۱۸۶۰ء

ایضاً۔ صاحب تمہارا خط آیا میں نے اپنے مطالب کا جواب پایا۔ امراؤ سنگھ کے حال پر اُس کے واسطے مجکو رحم اور اپنے واسطے رشک آتا ہے۔ اللہ اللہ ایک وہ ہیں کہ دو بار اُن کی بیڑیاں کٹ چکی ہیں۔ اور ایک ہم ہیں کہ ایک اوپر پچاس برس سے جو پھانسی کا پھندا گلے میں پڑا ہے تو نہ تو پھندا ہی ٹوٹتا ہے نہ دم ہی نکلتا ہے اُس کو سمجھاؤ کہ تیرے بچوں کو میں پال لوں گا تو کیوں بلا میں پھنستا ہے۔ وہ جو مصرع تم نے لکھا ہے وہ حکیم ثنائی کا ہے۔ اور وہ نقل حدیقہ میں مرقوم ہے ؎

پسرے با پدر بزاری گفت	کہ مرا یار شو بہرہ خفت
گفت بابا زنا کن وزن نہ	پند از خلق گیر و از من نہ
درزنا گر بگیردت عسسے	بہلد کو گرفت چون تو بسے
زن کنی ہر گزت رہا نکند	ور تو بگذاریش چہا نکند

بس تو اب تم سکندر آباد میں رہے کہیں اور کیوں جاؤ گے۔ بنک گھر کا روپیہ اُٹھا چکے ہو اب کہاں سے کھاؤ گے۔ میاں نہ میرے سمجھانے کو دخل ہے نہ تمہارے سمجھنے کی جگہ ہے۔ ایک خرج ہے کہ وہ چلا جاتا ہے جو ہوتا ہے وہ ہوا جاتا ہے اختیار ہو تو کچھ کیا جائے کہنے کی بات ہو تو کچھ کہا جائے۔ مرزا عبد القادر بیدل خوب کہتا ہے ؎

رغبت جاہ چہ و نفرت اسباب کدام	زین ہوسہا بگذر یا مگذر مے گزرد

مجکو دیکھو کہ نہ آزاد ہوں نہ مقید نہ رنجور ہوں نہ تندرست۔ نہ خوش ہوں نہ ناخوش نہ مردہ ہوں نہ زندہ جیے جاتا ہوں باتیں کیے جاتا ہوں۔ روٹی روز کھاتا ہوں۔ شراب گاہ گاہ پیے جاتا ہوں جب موت آئے گی مر رہوں گا۔ نہ شکر ہے نہ شکایت ہے جو تقریر ہے بسبیل حکایت ہے بارے جہاں رہو جس طرح رہو ہر ہفتہ میں ایک بار خط لکھا کرو۔ یکشنبہ ۱۹۔ دسمبر ۱۸۵۸ء

ایضاً دیکھو صاحب یہ باتیں ہمکو پسند نہیں ۱۸۵۸ء کے خط کا جواب ۱۸۵۹ء میں بھیجتے ہو

اور مزا یہ ہے کہ جب تم سے کہا جائے گا تو یہ کہو گے کہ میں نے دوسرے ہی دن جواب لکھا ہی
لطف اس میں ہے کہ میں بھی سچا اور تم بھی سچے۔ آج تک راے امید سنگھ یہیں ہیں اور ابھی
نہیں جائیں گے تمہارا مدعا حاصل ہو گیا ہے جس دن وہ آئے تھے اُسی دن مجھ سے کہہ گئے
تھے میں بھول گیا اور اُس خط میں تم کو نہ لکھا۔ صاحب وہ فرماتے تھے۔ کہ میں نے کئی
مجلد مرزا تفتہ کے دیوان کے اور کئی نسخے تضمین اشعار گلستان کے اُن کی خواہش کے
بموجب کوئی پارسی ہے بمبئی میں اُس کے پاس بھیج دیے ہیں یقین ہے کہ وہ ایران کو ارسال
کرے گا۔ امید سنگھ نے اس پارسی کا نام بھی لیا تھا میں بھول گیا۔ اب جو تم کو اس خیال
میں مبتلا پایا تو اُن کا بیان مجکو یاد آیا۔ جانتا ہوں کہ وہ کہاں رہتے ہیں دو بار اُن کے گھر
گیا بھی ہوں مگر محلہ کا نام نہیں جانتا نہ میرے آدمیوں میں کوئی جانتا ہے۔ اب کسی جاننے
والے سے پوچھ کر تم کو لکھ بھیجوں گا۔ میر بادشاہ صاحب سے عند الملاقات میری دعا کہہ دینا۔
لاحول ولا قوة الا باللہ لکھنے کے قابل بات پھر بھول گیا۔ کل میر کرامت علی صفا تخلص
کہ میں نے آگے اُن کو کبھی نہیں دیکھا تھا۔ ناگاہ مجھ سے آکر ملے۔ اور تمھارا حال پوچھتے
رہے میں نے کہہ دیا کہ بخیر و عافیت سکندر آباد میں ہیں۔ جب میں نے اُن سے کہا کہ کیا
وہ تمھارے آشنا ہیں اُنھوں نے کہا صاحب وہ بزرگ اور اُستاد ہیں میں اُن کا شاگرد ہوں
کہیں مدراس کے علاقہ میں نوکر ہیں بسبیل ڈاک آئے تھے اور آج ہی بسبیل ڈاک
انبالہ کو گئے۔ انبالہ اُن کا وطن ہے اور نوکر بھی وہ اسی ضلع میں ہیں۔ غالب نگاشتہ
دوشنبہ ۳ جنوری ۱۸۵۹ء

ایضاً صاحب قصیدہ کے چھاپے جانے کی بشارت صاحب مطبع نے مجکو بھی دی ہے
خدا اُن کو سلامت رکھے۔ کل مرزا صاحب کے خط میں اُن کو ایک مصرع کسی اُستاد کا لکھ
چکا ہوں میں سراسر اُن کا ممنون احسان ہوں۔ میرا سلام کہنا۔ اور لفافہ اخبار کے نہ
پہنچنے کی اطلاع دینا میرے نام کا کوئی لفافہ ضائع نہیں جاتا۔ خدا جانے اُس پر کیا

یحیگک پڑا ظاہرا انھوں نے پوسٹ پیڈ بھیجا ہوگا۔ پھر پوسٹ پیڈ بھی کیوں تلف ہو۔ شیہہ بمعنی صدائے اسپ لغت فارسی ہے بشین مکسور و یائے معروف و ہائے ہوز مفتوح و ہائے ثانی زدہ اور عربی میں اُس کو صہیل کہتے ہیں۔ صیہہ کوئی لغت نہیں ہے۔ نہ عربی نہ فارسی اگر غنیمت کے کلام میں صیہہ لکھا ہے تو کاتب کی غلطی ہے غنیمت کا کیا گناہ۔ درخور روے ہندسہ گہ ہے شمار یافت۔ اصل مصرع یوں ہے یعنی ہوے خدا جانے کیونکر لکھا ہے بھائی مہر خواں کے دو معنی ہیں۔ ایک تو خطاب کہ جو سلاطین امرا کو دیں اور دوسرے وہ نام جو لڑکوں کا پیار سے رکھیں یعنی عرف حاشیہ پر شوق سے لکھوا دو۔ مگر تم نے دیکھا ہوگا کہ اس عبارت سے جو تمھارے ذکر میں ہے پہلے مہر خواں کے معنی حاشیہ پر چڑھ گئے ہیں مکرر لکھنے کی حاجت کیا ہو اور اگر لکھ بھی دو تو قباحت کیا ہے۔ بھائی صاحب کیوں مضائقہ فرمائیں۔ حال اوراق کی تحریر کا معلوم ہوا صاحبان کونسل کی رائے ولایت اگرہ یعنی میرے عملہ میں منظور و مقبول نام میرا جسطرح چاہو لکھدو

بنام آنکہ او نامے ندارد		بہر نامے کہ خوانی سر برآرد	

شفیق بالتحقیق مولانا مہر ذرہ بمیقدار کا سلام قبول کریں کل آپ کو خط لکھ چکا ہوں آج یا کل پہنچ جائیگا۔ رات سے ایک بات اور خیال میں آئی ہے مگر چونکہ حکم و کارفرمائی ہے کہتے ہوئے ڈرتا ہوں۔ ڈرتے ڈرتے عرض کرتا ہوں۔ بات یہ ہے کہ دو جلدیں طلائی لوح کی ولایت کے واسطے تیار ہونگی اور وہ چار جلدیں جو یہاں کے حکام کے واسطے درکار ہونگی اُن کی صورت یہی ٹھہری ہے کہ سیاہ قلم کی لوح اور انگریزی جلد کیوں بھائی صاحب قرارداد اور تجویز یہی ہے اور مجھے سمجھا چاہیئے کہ یہ چار جلدیں کس کس کی نذر ہیں۔ نواب گورنر جنرل بہادر چیف کمشنر بہادر صاحب کمشنر بہادر دہلی ڈپٹی کمشنر بہادر دہلی۔ یہ کیا میری بدوضعی ہے کہ جناب آڈنسٹین صاحب کی نذر نہ بھیجوں۔ آخر گورنمنٹ کی نذر انہیں کی معرفت بھیجونگا۔ نہ صاحب ایک جلد اُن کی نذر بہت ضروری ہے آپ گنجائش نکال کر جیسی یہ چار جلدیں بنوائیں ایک اور بھی ایسی ہی بنوالیں یقین ہے کہ آپ اس رائے کو پسند فرمائیں گے اور چار کی جگہ پانچ بنوائیں گے۔ یہ عرض مقبول اور گستاخی کم

بار بار آزار دیتا ہوں معاف ہو۔ بھائی مرزا تفتہ کل کے مرزا صاحب کے خط میں سے اُس مادۂ تاریخ کا قطعہ لکھ لینا۔ تم کو لکھ چکا ہوں ایک قطعہ مرزا صاحب کا ایک قطعہ تمہارا بلکہ ایک قطعہ مولانا حقیر سے بھی لکھواؤ۔ صبح پنجشنبہ ۔سی ام ستمبر ۱۸۵۸ء

ایضاً اجی مرزا تفتہ تم نے روپیہ بھی کھویا اور اپنی فکر کو اور میری اصلاح کو بھی ڈبویا۔ ہائے کیا بُری کاپی ہے اپنے اشعار کی اور اس کاپی کی مثال جب تم پر کھلتی کہ تم یہاں ہوتے اور بیگمات قلعہ کو پھرتے چلتے دیکھتے صورت ماہ دو ہفتہ کی سی اور کپڑے میلے پاپنچے لیر لیر جوتی ٹوٹی یہ مبالغہ نہیں بلکہ بے تکلف سنبلستان ایک معشوق خوبرو ہے بدلباس ہے بہر حال دونوں لڑکوں کو دونوں جلدیں دیدیں اور معلم کو حکم دیا کہ اسی کا سبق دے چنانچہ آج سے شروع ہو گیا مرقومہ صبح شنبہ ۱۹۔ ماہ اپریل ۱۸۶۱ء۔ غالب۔

ایضاً آج پنجشنبہ کے دن ۸ نومبر کو تمہارا خط آیا۔ اور میں آج ہی جواب لکھتا ہوں کیا تماشہ ہے کہ تمہارا خط پہنچتا ہے اور میرا خط نہیں پہنچتا میرے خط کے نہ پہنچنے کی دلیل یہ ہے کہ تم نے اصلاحی غزل کی رسید نہیں لکھی ہے نے کتب کا پہنچنا تم کو لکھا تھا اُس کا تم نے ذکر نہ لکھا صاحب ۳ کتابیں پہنچ گئیں اور تقسیم ہو گئیں۔ سات کتابیں مرزا مہر کی بھیجی ہوئی موافق اُن کی تحریر کے آج شام تک اور مطابق منشی شیونراین کی اطلاع کے کل تک میرے پاس پہنچ جائیں گی اور بھی منشی شیونراین نے اندور کی کتابوں کی روانگی کی اطلاع دی ہے۔ منشی نبی بخش صاحب تمہارے خط نہ لکھنے کا بہت گلہ رکھتے ہیں شاید میں تم کو لکھ بھی چکا ہوں میر قاسم علی صاحب کی بدلی کا حال معلوم ہوا یہ میرے بڑے دوست ہیں۔ ولی ان دنوں میں آئے تھے مجھ سے مل گئے ہیں ان کو ایک کتاب ضرور بھیجدینا۔ بھائی میں ہرگز نہیں جانتا کہ میر بادشاہ دہلوی کون ہیں اور پھر ایسے کہ جو کہیں کے منصف ہوں کچھ اُن کے خاندان کا حال اور اُنکے والد کا نام لکھو تو میں غور کروں ورنہ میں تو اس نام کے آدمی سے آشنا نہیں ہوں پنجشنبہ ۸ نومبر ۱۸۵۸ء وقت دو پہر

ایضاً بندہ پرور ایک مہربانی نامہ سکندر آباد سے اور ایک علیگڈھ سے پہنچا یقین ہے کہ بابو صاحب

تمہارے خط کے جواب میں کچھ حال لکھیں گے اور تم موافق اپنے وعدہ کے مجکو لکھو گے اب جب اس خط کا جواب تمہارے پاس سے آئے گا تب تمہارے اشعار تم کو پہنچیں گے۔
ہائے ہائے میر تفضل حسین خان ہائے ہائے ؎

رفتی و مرا خبر نہ کردی	بر بیکسیم نظر نہ کردی

یہاں یہ سنا گیا ہے کہ میر احمد حسین بڑا بیٹا اُن کا اُن کے کام پر مقرر ہوا اور میر ارشاد حسین بدستور نائب رہے۔ اسد اللہ ۲۳ فروری ۱۸۵۴ء

ایضاً صاحب ایک خط تمہارا پرسون آیا اُس میں مندرج تھا کہ میں میرٹھ جاونگا آج صبح کو ایک خط تمہارا اور آیا اُسمیں مندرج کہ پہلی جولائی کو جاؤں گا اور تجھ سے ملتا جاؤن گا۔ پرسوں کے خط میں بھی اور آج کے خط میں بھی پارسل کا ذکر تھا کہ ۲۰ جون کو ہم نے بھیجا ہے بیسویں جون کو آج دسوان دن ہے اس دن میں کوئی پارسل کوئی پم فلٹ پاکٹ میرے پاس نہیں پہنچا۔ آخری پم فلٹ پاکٹ دو مثنویون کا وہ تھا کہ جس میں ایک مثنوی بلند شہر کے واقعہ کی تھی کہ ایک لڑکا مرگیا اُسکی اتھی پھکتی رہی اُسکا عاشق سامنے کھڑا جلتا رہا سوان دونوں مثنویون کو مین نے اصلاح دیکر تمہارے پاس بھیجدیا ہے بلکہ یون یاد پڑتا ہے کہ تم نے اسکی رسید بھی لکھ بھیجی ہے لیکن مجکو گمان یہ ہے کہ یہ امر ۲۰ جون سے آگے کا ہے۔ بہر تقدیر بعد اس پارسل کے کوئی اور پارسل میرے پاس نہیں آیا۔ اصلاحی کواغذ ہر طرف کے عموماً اور تمہارے خصوصاً دو دن سے زیادہ میں نہیں رکھتا جو کاغذ مجھ تک نہ پہنچے میں ناچار ہون بلکہ خود میرے ایک خط کا جواب تمپر فرض ہے یا تو وہ نہ پہنچا یا تم نے اُس کا جواب لکھنا ضرور نہ جانا وہ خط جسمیں میر بادشاہ کا دلی آنا اور اُن کا مجھ سے ملنا اور تمہارا ذکر مجھ میں اور اُن میں ہونا معہذا راجہ امید سنگھ کا دلی میں آنا اور یہ خبر میرے گھر آجانا اور تمہارا اُن سے ذکر ہونا اور اُن کا یہ کہنا کہ اُن کا کل ایک خط میرے پاس آیا تھا سو میں نے اُسکا جواب لکھ بھیجا تھا۔ اب میں کیا جانوں کہ تم کو یہ خط پہنچا یا نہیں پہنچا۔ تمہارا وہ پارسل جس کو تم اب مانگتے ہو میرے پاس ہرگز نہیں آیا۔ غالب۔ چارشنبہ ۲۹ جون ۱۸۵۹ء وقت نیمروز۔

ایضاً اچھا بھائی نہیب والے دو ورقے چار سو ہوں پانسو ہوں سب بدلوا ڈالنا۔ کاغذ کا جو نقصان ہو وہ مجھ سے منگوا لینا۔ اس لفظ کے رہ جانے میں ساری کتاب نکمی ہو جائیگی اور میرے کمال کو دھبا لگ جائیگا۔ یہ لفظ عربی ہے ہر چند مسودہ میں بنا دیا تھا لیکن کاتب کی نظر سے رہ گیا۔ لکھتے ہو کہ مرزا صاحب دو جلدیں درست کریں گے یہ تو صورت اور ہے یعنی میں نے چھ جلدیں بارہ روپیہ کی لاگت میں بکارسازی و ہنرپردازی برخوردار منشی عبد اللطیف چاہیں تھیں منتظر تھا کہ اب اُن کا قبول کرنا مجکو لکھو گے اور روپیہ مجھ سے منگواؤ گے۔ ظاہرا عبد اللطیف نے بہانہ کیا۔ مرزا صاحب اگر کفیل ہوئے تھے تو چھ جلدیں بنوائے نہ کہ دو۔ البتہ اس احتمال کی گنجایش ہے کہ وہ بہت پر تکلف اور چاہو بہ نسبت اُس کے کچھ کم اگر یوں ہے تو یہ تو مدعائے دلی میرا ہے مگر اطلاع ضرور ہے۔ لالہ امید سنگھ کے نام کا خط باحتیاط رہنے دو جب وہ آئیں اُن کو دیدو۔ یہ جو تم لکھتے ہو کہ نہیب کا لفظ لکھ دیا گیا تھا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ چھاپا شروع ہو کر دور تک پہنچ گیا کیا عجب ہے کہ کتابیں جلد منطبع ہو جائیں۔ ہمارے منشی شیونرائن صاحب اپنے مطبع کے اخبار میں اس کتاب کے چھاپے کا اشتہار کیوں نہیں چھاپتے تاکہ درخواستیں خریداروں کی فراہم ہو جائیں میرزا تفتہ سنو ان دنوں میں میرے محسن حکیم احسن اللہ خان آفتاب عالمتاب کے خریدار ہوئے ہیں اور میں نے بموجب اُن کے کہنے کے برادر دینی مولانا مہر کو لکھا ہے حضرت نے لا و نعم جواب میں نہیں لکھا تم اُن سے کہو کہ وہ ستمبر ۱۸۵۸ء سے خریدار ہیں آج ۱۶ ستمبر کی ہے۔ وہ مہتمم اخبار کے حکیم صاحب کے نام کا سرنامہ خان چند کے کوچہ کا پتہ لکھ کر روانہ کریں۔ آیندہ ہفتہ بہ ہفتہ بھیجے جائیں۔ اور حکیم احسن اللہ خان کا نام خریداروں میں لکھ لیں۔ دوسرے اخبار مذکور میں ایک صفحہ ڈیڑھ صفحہ بادشاہ دہلی کے اخبار کا ہوتا ہے جسدن سے کہ وہ اخبار شروع ہوا ہے اُس دن سے صرف اخبار شاہی کا صفحہ نقل کر کے ارسال کریں کاتب کی اجرت اور کاغذ کی قیمت یہاں سے بھیجدی جائے گی۔ بھائی تم مرزا صاحب سے اسکو کہہ کر جواب لو اور مجکو اطلاع دو۔ نہیب کے نہیب لکھا جاتا ہوں اُس کی درستی کی خبر بھیجو۔ باقی جو چھاپے کے حالات ہوں اسکی آگہی ضرور ہے۔ غالب پنجشنبہ ۱۶ ستمبر ۱۸۵۸ء

ایضاً میری جان آخر لڑکے ہو بات کو نہ سمجھے میں اور تفتہ کا اپنے پاس ہونا غنیمت نہ جانوں۔ مین نے یہ لکھا تھا کہ بشرط اقامت بلالوں گا اور پھر لکھتا ہوں کہ اگر میری اقامت یہاں کی ٹھہری تو بے تمہارے نہ رہونگا نہ رہونگا زنہار نہ رہونگا۔ منشی بالمکند بے صبر کا خط بلند شہر سے دلی اور دلی سے رامپور پہنچا تلف نہیں ہوا اگر میں یہاں رہ گیا تو یہاں سے اور اگر دلی چلا گیا تو وہاں سے اصلاح دے کر اُن کے اشعار بھیج دونگا بے صبر کو ابکی بار مہینا بھر صبر چاہیئے۔ وہ لفافہ بدستور رکھا ہوا ہے از بسکہ یہاں کے حضرات مہربانی فرماتے ہیں اور ہر وقت آتے ہیں فرصت مشاہدہ اوراق نہیں ملی تم اسی رقعہ کو اُن کے پاس بھیج دینا۔ غالب سہ شنبہ ۱۴ فروری ۱۸۶۰ء

ایضاً۔ کیوں صاحب مجھ سے کیون خفا ہو آج مہینا بھر ہو گیا ہوگا یا بعد دو چار دن کے ہو جائیگا کہ آپ کا خط نہیں آیا انصاف کرو کتنا کثیر الاحباب آدمی تھا کوئی وقت ایسا نہ تھا کہ میرے پاس دو چار دوست نہ ہوتے ہوں۔ اب یارون میں ایک شیوجی رام برہمن اور بالمکند اس کا بیٹا یہ دو شخص ہیں کہ گاہ گاہ آتے ہیں اس سے گزر کر لکھنؤ اور کالپی اور فرخ آباد اور کس کس ضلع سے خطوط آتے رہتے تھے ان دوستون کا حال ہی نہیں معلوم کہ کہاں ہیں اور کس طرح ہیں وہ آمد خطوط کی موقوف صرف تم تین صاحبوں کے آنے کی توقع اُس میں وہ دونوں صاحب گاہ گاہ ہاں ایک تم کہ ہر مہینے میں ایک دو بار مہربانی کرتے ہو۔ سنو صاحب اپنے پہ لازم کر لو ہر مہینے میں ایک خط مجھ کو لکھنا اگر کچھ کام آپڑا دو خط تین خط ورنہ صرف خیر و عافیت لکھی اور ہر مہینے میں ایک بار بھیجدی بھائی صاحب کا بھی خط دس بارہ دن ہوئے کہ آیا تھا۔ اُسکا جواب بھیج دیا گیا۔ مولوی قمر الدین خان یقین ہے کہ الہ آباد گئے ہوں کس واسطے کہ مجھکو مئی میں لکھا تھا کہ اوائل جون میں جاؤنگا بہر حال اگر آپ آزردہ نہیں تو جسدن میرا خط پہنچے اُس کے دوسرے دن اسکا جواب لکھیئے اپنی خیر و عافیت منشی صاحب کی خیر و عافیت مولوی صاحب کا احوال اس سے سوا گوالیار کے فتنہ و فساد کا ماجرا جو معلوم ہوا ہو وہ الفاظ مناسب وقت مین ضرور لکھنا۔ راجہ جو وہان آیا ہوا ہے اُسکی حقیقت دھولپور کا رنگ صاحبان عالیشان کا ارادہ وہان کے بندوبست کا کس طرح پر ہے۔

آگرہ کا حال کیا ہو وہان کے رہنے والے کچھ خائف ہین یا نہیں۔ غالب نگاشتہ شنبہ ۱۹ جون ۵۵ء

ایضاً برخوردار میرزا تفتہ دوسرا مسودہ بھی کل پہنچا۔ تم سچے اور مین معذور۔ اب میری کہانی سنو۔ آخر جون مین صدر پنجاب سے حکم آگیا کہ پنشن داران ماہ بماہ نہ پائین۔ سال مین دوبار بطریق ششماہہ فصل بفصل پایا کرین ناچار ساہوکار سے سود کاٹ کر روپیہ لیا گیا تا رامپور کی آمد مین مل کر صرف ہو یہ سود چھ مہینہ تک اسی طرح گنوان دینا پڑیگا ایک رقم معقول گھاٹے مین جائیگی ؎

رہم ہے مردہ کی چھ ماہی ایک	خلق کا ہے اسی چلن پہ مدار
مجکو دیکھو کہ ہون بقید حیات	اور چھ ماہی ہو سال مین دوبار

دس گیارہ برس سے اُس تنگنا مین رہتا تھا سات برس تک ماہ بماہ چار روپیہ دیا گیا اب تین برس کا کرایہ کچھ اوپر سو روپیہ یکمشت دیا گیا۔ مالک نے مکان بیچ ڈالا جس نے لیا ہے اُس نے مجھ سے پیام بلکہ ابرام کیا کہ مکان خالی کر دو۔ مکان کہین ملے۔ تو مین اُٹھون۔ بیدرد نے مجکو عاجز کیا اور مدد لگا دی وہ صحن بالاخانے کا جس کا دو گز کا عرض اور دس گز کا طول اُسمین پاڑ بندھ گئی رات کو وہین سویا گرمی کی شدت پاڑ کا قرب۔ گمان یہ گذرتا تھا کہ یہ کٹکڑہ ہے اور صبح کو مجکو پھانسی ملیگی۔ تین راتین اسی طرح گزرین دوشنبہ ۹ جولائی کو دوپہر کے وقت ایک مکان ہاتھ آگیا وہان جا رہا جان بچ گئی یہ مکان بہ نسبت اُس مکان کے بہشت ہی اور یہ خوبی کہ محلہ وہی بلی مارون کا اگرچہ ہے یون کہ مین اگر اور محلہ میں بھی جا رہتا تو قاصدان ڈاک وہین پہنچتے یعنی اب اکثر خطوط لال کنوئین کے پتے سے آتے ہین اور بے تکلف ہمیں پہنچتے ہیں بہر حال تم وہی دلی بلی ماروںکا محلہ لکھ کر خط بھیجا کرو۔ دو مسودے تمھارے اور ایک مسودہ بے صبر کا یہ تین کاغذ درپیش ہیں دو ایک دن مین بعد اصلاح ارسال کئے جائیں گے خاطر عاطر جمع رہے صبح جمعہ ۲۰ جولائی ۱۸۶۰ء

ایضاً کاشانہ دل کے ماہ دو ہفتہ منشی ہر گوپال تفتہ تحریریں کیا کیا سحر طرازیاں کرتے ہین اب ضرور آپڑا ہے کہ ہم بھی جواب اُسی انداز سے لکھیں۔ سنو صاحب یہ تم جانتے ہو کہ زین العابدین خان مرحوم میرا فرزند تھا اور اب اُس کے دونوں بچے کہ وہ میرے پوتے ہیں میرے پاس آرہے

ہیں اور دمبدم مجکو ستاتے ہیں۔ اور مین تحمل کرتا ہون۔ خدا گواہ ہے کہ مین تم کو اپنے فرزند کی جگہ سمجھتا ہون۔ بس تمھارے نتائج طبع میرے معنوی پوتے ہوئے جب ان عالم کے پوتون سے کہ مجھے کھانا نہیں کھانے دیتے مجکو دوپہر کو سونے نہیں دیتے ننگے ننگے پانو میرے پلنگ پر رکھتے ہیں کہیں پانی لڑھاتے ہین کہیں خاک اوڑاتے ہیں مین نہین تنگ آتا تو ان معنوی پوتون سے کہ اُن میں یہ باتین نہیں ہیں کیون گھبراؤن گا۔ آپ ان کو جلد میرے پاس بسبیل ڈاک بھیجدیجے کہ مین اُن کو دیکھون وعدہ کرتا ہون کہ پھر جلد اُن کو تمھارے پاس بسبیل ڈاک بھیجدونگا حق تعالی تمھارے عالم صورت کے بچون کو جیتا رکھے اور اُن کو دولت و اقبال دے اور تم کو اُن کے سر پر سلامت رکھے اور تمھارے معنوی بچوں یعنی نتائج طبع کو فروغ شہرت اور حسن قبول عطا فرماوے۔ بابو صاحب کے نام کا خط اُن کے خط کے جواب میں پہنچتا ہے اُن کو دیدیجے گا اور ہان صاحب بابو صاحب اور تم آبو کو جانے لگو تو مجکو اطلاع کرنا اور تاریخ روانگی لکھ بھیجنا تاکہ مین بیخبر نہ رہون۔ والدعا۔ اسد اللہ نگاشتہ جمعہ ۱۸ جون ۱۸۵۲ء

ایضاً شفیق بالتحقیق منشی ہر گوپال تفتہ ہمیشہ سلامت رہین آپ کا وہ خط جو آپنے کانپور سے بھیجا تھا پہنچا بابو صاحب کے سیر و سفر کا حال اور آپ کا لکھنو جانا اور وہان کے شعراے ملنا سب معلوم ہوا۔ اشعار جناب رند کے پہنچنے کے ایک ہفتے کے بعد درست ہوگئے اور اصلاح اور اشارے اور فوائد جیسا کہ میرا شیوہ ہے عمل میں آیا جبتک کہ اُن کا یا تمھارا خط نہ آوے۔ اور اقامت گاہ معلوم نہ ہوین وہ کوا غذ ضروری کہان بھیجون اور کیونکر بھیجون اور کیون بھیجوں اب جو تمھارے لکھنے سے جانا کہ ۱۹ فروری تک اکبرآباد آؤگے تو مین نے یہ خط تمھارے نام لکھکر لفافہ کر رکھا ہے آج انیسوین ہے پرسون اکیسوین کو لفافہ آگرہ کو روانہ ہوگا۔ بابو صاحب کو مین نے خط اسواسطے نہیں لکھا کہ جو کچھ لکھنا چاہیئے تھا وہ خاتمہ اوراق اشعار پر لکھ دیا ہے تم کو چاہیئے کہ اُن کی خدمت مین میرا سلام پہنچاؤ۔ اور سفر کے انجام اور حصول مرام کی مبارکباد دو اور اوراق اشعار گزرانو اور یہ غرض کرو کہ جو عبارت خاتمہ پر مرقوم ہے۔

اُسکو غور سے پڑہیئے اور اپنا دستور العمل گردانیئے نہ یہ کہ ہر سرسری دیکہیئے اور بھول جایئے بس تمام ہوا وہ پیام کہ جو بابو صاحب کی خدمت مین تھا۔ اب پھر تم سے کہتا ہوں کہ وہ جو تم نے اُس شخص کوبی کا حال لکھا تھا معلوم ہوا۔ ہر چند اعتراض اُن کا لغو اور پرسش اُن کی بیہودہ ہو۔ مگر ہمارا یہ منصب نہیں کہ معترض کو جواب نہ دیں یا سائل سے بات نہ کریں۔ تمہارے شعر پر اعتراض اس راہ سے کہ وہ ہمارا دیکھا ہوا ہے گویا ہم پر ہے اس سے ہمین کام نہیں کہ وہ مانیں یا نہ مانین کلام ہمارا اپنے نفس میں معقول و استوار ہے جو زباندان ہوگا وہ سمجھ لیگا غلط فہم و کج اندیش لوگ نہ سمجھین نہ سمجھیں ہم کو تمام خلق کی تہذیب و تلقین سے کیا علاقہ تعلیم و تلقین واسطے دوستون کے اور یاروں کے ہے نہ واسطے اغیار کے ہاتھیں یاد ہوگا کہ میں نے تمہیں بارہا سمجھایا ہے کہ خود غلطی پر نہ رہو اور غیر کی غلطی سے کام نہ رکھو۔ آج تمہارا کلام وہ نہیں کہ کوئی اس پر گرفت کر سکے مگر ہاں ع حسود را چہ کنم کو ز خود برنج درست ٭ والسلام والاکرام۔

اسد اللہ رقم زدہ ۱۹۔ فروری و مرسلہ لسبت و یکم فروری ۱۸۵۲ء

ایضاً منشی صاحب تمہارا خط اسدن یعنی کل بدھ کے دن پہنچا کہ میں چار دن سے لرزے میں مبتلا ہوں اور مزہ یہ ہے کہ جسدن سے لرزہ چڑھا ہے۔ کھانا مطلق مین نے نہیں کھایا آج پنجشنبہ پانچواں دن ہے کہ نہ کھانا دن کو میسر ہے اور نہ رات کو شراب۔ حرارت مزاج مین بہت ہے ناچار احتراز کرتا ہوں۔ بھائی اس لطف کو دیکھو کہ پانچوان دن ہے کھانا کھائے ہرگز بھوک نہیں لگی اور طبیعت غذا کی طرف متوجہ نہیں ہوئی۔ ہا بابو صاحب والامناقب کا خط تمہارے نام کا دیکھا اب اُس ارسال میں وہ آسانی نہ رہی اور بندہ دشواری سے بھاگتا ہی۔ کیون تکلیف کرین اور اگر بہرحال اُن کی مرضی ہے تو خیر مین فرمان پذیر ہون۔ اشعار سابق و حال میرے پاس امانت ہیں بعد اچھے ہونے کے اُن کو دیکھوں گا اور تم کو بھیج دونگا۔ اتنی سطریں مجھے بہزار جرثقیل لکھی گئی ہیں۔ اسد اللہ روز پنجشنبہ ۲۔ مارچ ۱۸۵۴ء

ایضاً صاحب تم جانتے ہو کہ یہ معاملہ کیا ہے اور کیا واقع ہوا وہ ایک جنم تھا کہ جس میں ہم تم

باہم دوست تھے اور طرح طرح کے ہم میں تم میں معاملات مہر و محبت درپیش آئے شعر کہے دیوان جمع کئے اُسی زمانہ میں ایک بزرگ تھے کہ وہ ہمارے تمہارے دوست ولی تھے اور منشی نبی بخش اُن کا نام اور حقیر تخلص تھا۔ ناگاہ نہ وہ زمانہ رہا نہ وہ اشخاص نہ وہ معاملات نہ وہ اختلاط نہ وہ انبساط بعد چند مدت کے پھر دوسرا جنم ہمکو ملا اگرچہ صورت اس جنم کی بعینہ مثل پہلے جنم کے ہے یعنی ایک خط میں نے منشی نبی بخش صاحب کو بھیجا اُس کا جواب مجکو آیا اور ایک خط تمہارا کہ تم بھی موسوم بہ منشی ہرگوپال و متخلص بہ تفتہ ہو آج آیا۔ اور میں جس شہر میں اُس کا نام بھی دلی اور اُس محلہ کا نام بلی ماروں کا محلہ ہے لیکن ایک دوست اُس جنم کے دوستوں میں سے نہیں پایا جاتا۔ واللہ ڈھونڈھنے کو مسلمان اس شہر میں نہیں ملتا۔ کیا امیر کیا غریب کیا اہل حرفہ اگر کچھ ہیں تو باہر کے ہیں ہنوز البتہ کچھ کچھ آباد ہو گئے ہیں۔ اب پوچھو کہ تو کیونکر مسکن قدیم میں بیٹھا رہا۔ صاحب بندہ میں حکیم محمد حسن خان مرحوم کے مکان میں نو دس برس سے کرایہ کو رہتا ہوں اور یہاں قریب کیا بلکہ دیوار بدیوار ہیں گھر حکیموں کے اور وہ نوکر ہیں راجہ نرندر سنگھ بہادر والی پٹیالہ کے راجہ نے صاحبان عالیشان سے عہد لیا تھا کہ بر وقت غارت دہلی یہ لوگ بچ رہیں چنانچہ بعد فتح راجہ کے سپاہی یہاں آ بیٹھے اور یہ کوچہ محفوظ رہا ورنہ میں کہاں اور یہ شہر کہاں مبالغہ نہ جاننا۔ امیر غریب سب نکل گئے جو رہ گئے تھے وہ نکالے گئے۔ جاگیر دار پنشندار۔ دولتمند اہل حرفہ کوئی بھی نہیں ہے مفصل حال لکھتے ہوئے ڈرتا ہوں۔ ملازمان قلعہ پر شدت ہے اور باز پرس اور دار و گیر میں مبتلا ہیں مگر وہ نوکر جو اس ہنگام میں نوکر ہوئے ہیں اور ہنگامے میں شریک رہے ہیں میں غریب شاعر دس برس سے تاریخ لکھنے اور شعر کی اصلاح دینے پر متعلق ہوا ہوں خواہی اُس کو نوکری سمجھو خواہی مزدوری جانو۔ اس فتنہ و آشوب میں کسی مصلحت میں میں نے دخل نہیں دیا۔ صرف اشعار کی خدمت بجا لاتا رہا اور نظر اپنی بے گناہی پر شہر سے نکل نہیں گیا میرا شہر میں ہونا حکام کو معلوم ہے مگر چونکہ میری طرف بادشاہی دفتر میں سے یا مخبروں کے بیان

سے کوئی بات پائی نہیں گئی لہذا طلبی نہیں ہوئی ورنہ جہان بڑے بڑے جاگیردار بلائے ہوئے یا پکڑے ہوئے آئے ہیں میری کیا حقیقت تھی۔ غرض کہ اپنے مکان مین بیٹھا ہون دروازہ سے باہر نہیں نکل سکتا۔ سوار ہونا اور کہیں جانا تو بہت بڑی بات ہے۔ رہا یہ کہ کوئی میرے پاس آوے شہر مین ہے کون جو آوے گھر کے گھر بے چراغ پڑے ہین۔ مجرم سیاست پاتے جاتے ہین۔ جرنیلی بندوبست یازدہم مئی سے آج تک یعنی شنبہ پنجم دسمبر ۱۸۵۷ء تک بدستور ہے کچھ نیک و بد کا حال مجھکو نہیں معلوم بلکہ ہنوز ایسے امور کی طرف حکام کو توجہ بھی نہیں دیکھیے انجام کار کیا ہوتا ہے۔ یہاں باہر سے اندر کوئی بغیر ٹکٹ کے آنے جانے نہیں پاتا تم زنہار یہان کا ارادہ نہ کرنا۔ ابھی دیکھا چاہیے سلمانون کی آبادی کا حکم ہوتا ہے یا نہیں بہرحال منشی صاحب کو میرا سلام کہنا اور یہ خط دکھا دینا۔ اس وقت تمہارا خط پہنچا اور اسی وقت مین نے یہ خط لکھ کر ڈاک کے ہرکارہ کو دیا۔

ایضاً آج سنیچر بار کو دوپہر کے وقت ڈاک کا ہرکارہ آیا اور تمہارا خط لایا۔ مین نے پڑھا۔ اور جواب لکھا اور کلیان کو دیا وہ ڈاک کو لے گیا۔ خدا چاہے تو کل پہنچ جائے۔ مین تم کو لکھ چکا ہون کہ دلی کا قصد کیوں کرو۔ اور یہان آ کر کیا کرو گے۔ بنک گھر میں سے خدا کرے تمھارا روپیہ ملجائے بھائی میرا حال یہ ہے کہ دفتر شاہی مین میرا نام مندرج نہیں نکلا۔ کسی مخبر نے بہ نسبت میرے کوئی خبر بدخواہی کی نہیں دی۔ حکام وقت میرا ہونا شہر میں جانتے ہین۔ فراری نہیں ہون۔ روپوش نہیں ہون۔ بلایا نہیں گیا۔ دارو گیر سے محفوظ ہون۔ کسی طرح کی باز پرس ہو تو بلایا جاؤن مگر ہان جیسا کہ بلایا نہیں گیا خود بھی بروے کار نہین آیا۔ کسی حاکم سے نہیں ملا۔ خط کسی کو نہین لکھا۔ کسی سے درخواست ملاقات نہیں کی۔ مئی سے پنشن نہیں پایا۔ کہو یہ دس مہینے کیون کر گزرے ہونگے۔ انجام کچھ نظر نہیں آتا کہ کیا ہوگا۔ زندہ ہون مگر زندگی وبال ہے۔ ہرگوبند سنگھ یہان آئے ہوئے ہین ایکبار میرے پاس بھی آئے تھے۔ والدعا غالب۔ روز شنبہ نہم۔ جنوری ۱۸۵۸ء وقت نیمروز۔

ایضاً کیون صاحب روٹھے ہی رہو گے یا کبھی منو گے بھی ۔ اور اگر کسی طرح نہیں منتے ۔ تو روٹھنے کی وجہ تو لکھو مین اس تنہائی میں صرف خطون کے بھروسے جیتا ہون یعنی جس کا خط آیا مین نے جانا کہ وہ شخص تشریف لایا ۔ خدا کا احسان ہے کہ کوئی دن ایسا نہیں ہوتا جو اطراف وجوانب سے دو چار خط نہیں آ رہتے ہون ۔ بلکہ ایسا بھی دن ہوتا ہے کہ دو دو بار ڈاک کا ہرکارہ خط لاتا ہے ایک دو صبح کو اور ایک دو شام کو میری دل لگی ہو جاتی ہے ۔ دن اُن کے پڑھنے اور جواب لکھنے مین گزر جاتا ہے یہ کیا سبب دس دس بارہ بارہ دن سے تمھارا خط نہیں آیا یعنی تم نہیں آئے خط لکھو ۔ صاحب نہ لکھنے کی وجہ لکھو آدھ آنے میں بخل نہ کرو ایسا ہی ہے تو بیرنگ بھیجو غالب سوموار ۷ ۔ دسمبر ۱۸۵۸ء

ایضاً مہاراج آپ کا مہربانی نامہ پہنچا ۔ دل میرا اگرچہ خوش نہ ہوا لیکن نہ خوش بھی نہ رہا ۔ بہر حال مجکو کہ نالایق و ذلیل ترین خلایق ہون ۔ اپنا دعا گو سمجھتے رہو کیا کرون اپنا شیوہ ترک نہیں کیا جاتا ۔ وہ روش ہندوستانی فارسی لکھنے والون کی مجکو نہیں آتی کہ بالکل بھاٹون کی طرح بکنا شروع کرین میرے قصیدے دیکھو تشبیب کے شعر بہت پاؤ گے اور مدح کے شعر کمتر ۔ نثر مین بھی یہی حال ہے ۔ نواب مصطفیٰ خان کے تذکرے کی تقریظ کو ملاحظہ کرو کہ انکی مدح کتنی ہے میرزا رحیم الدین بہادر حیا تخلص کے دیوان کے دیباچہ کو دیکھو ۔ وہ جو تقریظ دیوان حافظ کے بموجب فرمایش جان جاکوب بہادر کے لکھی ہے اُسکو دیکھو کہ فقط ایک بیت میں اُن کا نام اور اُن کی مدح آئی ہے اور باقی ساری نثر میں کچھ اور ہی اور مطالب ہین واللہ باللہ اگر کسی شاہزادے یا امیرزادے کے دیوان کا دیباچہ لکھتا تو اُس کی مدح نہ کرتا کہ جتنی تمھاری مدح کی ہے ہم کو اور ہماری روش کو اگر پہچانتے تو اتنی مدح کو بہت جانتے ۔ قصہ مختصر تمھاری خاطر کی اور ایک فقرہ تمھارے نام کا بدل کر اُس کی عوض ایک فقرہ اور لکھدیا ہے ۔ اس سے زیادہ بھی میری روش نہین ۔ ظاہراً تم خود فکر نہیں کرتے ۔ اور حضرات کے بہکانے میں آجاتے ہو وہ صاحب تو بیشتر اس نظم کو مہمل کہین گے ۔ کس واسطے

کہ اُن کے کان اس آواز سے آشنا نہیں. جو لوگ کہ قتیل کو اچھے لکھنے والوں میں جانیں گے وہ نظم و نثر کی خوبی کو پہچانیں گے ہمارے شفیق منشی نبی بخش صاحب کو کیا عارضہ ہے۔ کہ جس کو تم لکھتے ہو مار الجبن سے بھی نہ گیا. ایک نسخہ طب محمد حسین خانی میں لکھا ہے اور وہ بہت بے ضرر اور سودمند ہے. مگر اثر اسکا دیر میں ظاہر ہوتا ہے۔ وہ نسخہ یہ ہے کہ پانی ساتھ سیر پانی لیویں اور اُس میں سیر پیچھے تولہ بھر چوب چینی کوٹ کر ملا دین اور اُس کو جوش کرین اس قدر کہ چہارم پانی جل جاوے پھر اُس باقی پانی کو چھان کر کوئی ٹھلیا میں بھر رکھیں اور جب باسی ہو جاوے اُسکو پیئیں جو غذا کھایا کرتے ہیں کھایا کریں. پانی دن رات جب پیاس لگے یہی پیئیں تبرید کی حاجت پڑے اسی پانی میں پیئیں روز جوش کروا کر چھنوا کر رکھ چھوڑیں برس دن میں اسکا فائدہ معلوم ہوگا میرا سلام کہکر یہ نسخہ عرض کرو پھر آگے اُن کو اختیار ہے۔

ایضاً تمھارا خط پہنچا مجکو بہت رنج ہوا واقعی اُن چھوٹے لڑکوں کا پالنا بہت دشوار ہوگا دیکھو میں بھی تو اسی آفت میں گرفتار ہوں. صبر کرو اور صبر نہ کروگے تو کیا کروگے کچھ بن نہیں آتی میں مسہل میں ہوں یہ نہ سمجھنا کہ بیمار ہوں. حفظ صحت کے واسطے مسہل لیا ہے تمھارے اشعار غور سے دیکھ کر بھائی منشی نبی بخش صاحب کے پاس لفافہ تمھارے نام کا بھیج دیا ہے. جب تم آؤگے تب وہ تم کو دین گے. جہاں جہاں تردد و تامل کی جگہ تھی وہ ظاہر کر دی ہے اور باقی سب اشعار بدستور رہنے دیئے ہیں اب تم کو یہ چاہیئے کہ کول پہنچ کر مجکو خط لکھو. اس لفافہ کی رسید اور اپنا سارا حال مفصل لکھو اس میں تساہل نہ کرو. بابو صاحب کے خط کا جواب اجمیر کو روانہ کر دیا جائے گا آپ کی خاطر جمع رہے زیادہ اس سے کیا لکھوں. اسد اللہ

ایضاً صاحب تم نے لکھا تھا کہ مین جلد آگرہ جاؤں گا تمھارے اس خط کا جواب نہ لکھ سکا جواب تو لکھ سکتا تھا مگر کلیان کا پانو سوجھ گیا تھا وہ چل نہیں سکتا تھا مسلمان آدمی شہر میں سڑک پر بن ٹکٹ پھر نہیں سکتا ناچار تم کو خط نہ بھیج سکا. بعد چند روز کے جو کہار اچھا ہوا تو میں تم کو آگرہ میں سمجھ کر سکندر آباد خط نہ بھیج سکا. مولوی قمر الدین خان کے خط مین تم کو سلام لکھا. کل

اُن کا خط آیا وہ لکھتے ہیں کہ میرزا تفتہ ابھی یہاں نہیں آئے اس واسطے آج یہ رقعہ تم کو بھیجتا ہوں میرا حال بدستور ہے دیکھیے خدا کو کیا منظور ہے۔ حاکم اکبر نے آکر کوئی نیا بندوبست جاری نہیں کیا۔ یہ صاحب میرے آشنائے قدیم ہیں مگر میں مل نہیں سکتا خط بھیجا ہے ہنوز کچھ جواب نہیں آیا۔ تم لکھو کہ اکبرآباد کب جاؤ گے۔ والدعا۔ غالب جمعہ ۵ مارچ ۱۸۵۹ء

ایضاً صاحب میرٹھ سے آکر تم کو خط لکھ چکا ہوں شاید نہ پہنچا ہو۔ اسواسطے ازروئے احتیاط لکھتا ہوں کہ نواب مصطفےٰ خان کے ملنے کو بسبیل ڈاک میرٹھ گیا اور شنبہ کے دن دلی آگیا اور چارشنبہ کے دن تم کو خط بھیجا کل آخر روز راجہ امید سنگھ بہادر میرے گھر آئے تھے تمہارا خط اُنکے دکھانے کو رکھ چھوڑا تھا وہ ان کو دکھایا۔ پڑھ کر یہ فرمایا کہ کسی اور بندر میں قصد اقامت نہیں ہے بنا ایک تکیہ بنایا چاہتا ہوں آدمی بندرابن گئے ہیں کوئی مکان مول لیں گے۔ وہاں اپنی وضع پر رہوں گا میرا سلام لکھنا اور یہ پیام لکھنا کہ آپ کا کلام بمبئی تک پہنچگیا اب طہران کو بھی روانہ ہوجائے گا ؎

سواد ہند گرفتی بہ نظم خود تفتہ		بیا کہ نوبت شیراز و وقت تبریز است		

صبح یکشنبہ سی ام جنوری ۱۸۵۹ء عیسوی۔

ایضاً از عمر و دولت برخوردار باشند۔ بدھ کا دن تیسری تاریخ فروری کی ڈیڑھ پہر دن باقی رہی ڈاک کا ہرکارہ آیا اور خط مع رجسٹری لایا۔ خط کھولا سو روپیہ کی ہنڈوی بل جو کچھ کہیے وہ ملا۔ ایک آدمی رسید مہری لیکر نیل کے کٹرے چلا گیا سو روپیہ چہرہ شاہی لے آیا۔ آنے جانے کی دیر ہوئی اور بس چوبیس روپے داروغہ کی معرفت اُٹھے تھے وہ دیئے گئے پچاس روپے محل میں بھیجدیئے چھبیس روپے باقی رہے وہ بکس میں رکھ لیے روپیہ رکھنے کے لئے بکس کھولا تھا سو یہ رقعہ بھی لکھ لیا۔ کلیان سودا لینے بازار گیا ہوا ہے اگر جلد آگیا تو آج ورنہ کل یہ خط ڈاک میں بھیج دوں گا۔ خدا تم کو جیتا رکھے اور اجر دے۔ بھائی بُری آبنی ہے انجام اچھا نظر نہیں آتا قصہ مختصر یہ کہ قصہ تمام ہوا۔ غالب۔ چارشنبہ ۳۔ فروری ۱۸۵۹ء وقت دوپہر۔

ایضاً صاحب تمہارا خط میرٹھ سے آیا مرآۃ الصحائف کا تماشا دیکھا سنبلستان کا چھاپا خدا تم کو مبارک کرے اور خدا ہی تمہاری آبرو کا نگہبان رہے بہت گذر گئی ہے۔ تھوڑی رہی۔ اچھی گزری۔ اچھی گزر جائے گی۔ مین تو یہ کہتا ہون کہ عرفی کے قصائد کی شہرت سے عرفی کے کیا ہاتھ آیا جو میرے قصائد کے اشتہار سے مجکو نفع ہوگا۔ سعدی نے بوستان سے کیا پھل پایا جو تم سنبلستان سے پاؤگے اللہ کے سوا جو کچھ ہے موہوم و معدوم ہے نہ سخن ہے نہ سخنور ہے نہ قصیدہ ہے نہ قصد ہے لاموجود الا اللہ۔ جناب بھائی صاحب یعنی نواب مصطفٰے خان بہادر سے ملاقات ہو تو میرا سلام کہدینا ہمشیرہ کی پنشن کا جاری ہو جانا بہت خوشی کی بات ہے مگر خوشی سے تعجب زیادہ ہے کیا عجب ہے کہ اس سے بھی زیادہ خوشی اور زیادہ تعجب کی بات بروے کار آوے یعنی آپکا پنشن بھی واگزاشت ہو جاوے اللہ اللہ اللہ۔ صبح یکشنبہ ۲۰ جنوری

ایضاً بھائی مین نے دلی کو چھوڑا اور رامپور کو چلا پنجشنبہ ۱۹۔ کو مرادنگر۔ اور جمعہ ۲۰ کو میرٹھ پہنچا۔ آج شنبہ ۲۱۔ کو بھائی مصطفٰے خان کے کہنے سے مقام کیا۔ یہان سے یہ خط تم کو لکھ کر بھیجا۔ کل شاہجہانپور پرسون گڈھ مکتیسر رہون گا۔ پھر مرادآباد ہوتا ہوا رام پور جاؤن گا۔ اب جو مجکو خط بھیجو۔ رام پور بھیجنا۔ سرنامہ پر رام پور کا نام اور میرا نام کافی ہے۔ اب اسی قدر لکھنا کافی تھا۔ باقی جو کچھ لکھنا ہے وہ رام پور سے لکھون گا۔ راقم غالب۔ مرقومہ چاشتگاہ شنبہ ۲۱۔ جنوری سنہ ۱۸۶۰ع

ایضاً برخوردار سعادت آثار منشی ہرگوپال سلمہ اللہ تعالیٰ۔ آس سے آگے تم کو حالات مجمل لکھ چکا ہون۔ ہنوز کوئی رنگ قرار نہین پایا۔ بالفعل نواب لفٹنٹ گورنر بہادر مرادآباد اور وہان سے رامپور آئین گے بعد اُن کے جانے کے کوئی طور اقامت یا عدم اقامت کا ٹھہرے گا منظور مجکو یہ ہے کہ اگر یہان رہنا ہوا تو فوراً تم کو بلا لونگا جو دن زندگی کے باقی ہین وہ باہم بسر ہو جائین والدعا۔ راقم غالب یکم مارچ سنہ ۱۸۶۰ع

ایضاً میرزا تفتہ کو دعا پہنچے۔ بہت دن سے خط کیون نہین لکھا۔ آگرہ مین ہویا نہین میرزا حاتم علی صاحب کا شفقت نامہ آیا یہان سے اُسکا جواب بھیجا گیا وہان سے اُس کا جواب آگیا۔ میر مکرم حسین صاحب کا خط پرسون آیا۔ دو چار دن مین اسکا جواب لکھون گا میرا حال بدستور ہے

۶ نہ نوید کامیابی نہ نہیب ناامیدی۔ بھائی صاحب کا خط کئی دن ہوئے کہ آیا ہے اور وہ میرے خط کے جواب میں ہے۔ وہ ایک دن کے بعد جب جی باتیں کرنے کو چاہے گا تب اُن کو خط لکھوں گا تم اگر ملو تو اُن سے کہہ دینا کہ بھائی قاسم علی خان کے شعر نے مجکو بڑا مزہ دیا۔ حسن اتفاق یہ کہ کئی دن ہوئے تھے جو مین نے ایک ولایتی چغہ اور ایک شالی رومال ڈھائی گز اولال کو دیا تھا اور وہ اُس وقت روپیہ لے کر آیا تھا مین روپیہ لے کر اور خط پڑھکر خوب ہنسا کہ خط اچھے وقت آیا۔ غالب - ۱۰ جولائی ۱۸۵۸ع

ایضاً صاحب تم تو اچھے خاصے عارف اور تمہارا کشف سچا ہے۔ مین راہ دیکھ رہا تھا کہ تمہارا خط آئے تو جواب لکھون۔ کل تمہارا خط شام کو آیا آج صبح کو جواب لکھا گیا بات یہ ہے کہ نامور آدمی کے واسطے محلہ کا پتہ ضرور نہین۔ مین غریب آدمی ہون مگر فارسی انگریزی جو خط میرے نام کے آتے ہین تلف نہیں ہوتے۔ بعض فارسی خط پر پتا محلہ کا نہیں ہوتا۔ اور انگریزی خط پر تو مطلق پتا ہوتا ہی نہین۔ شہر کا نام ہوتا ہے۔ تین چار خط انگریزی ولایت سے مجھ کو آئے جانے اُن کی بلا کہ بلی ماروں کا محلہ کیا چیز ہے۔ وہ تو بہ نسبت میرے بہت بڑے آدمی ہین سیکڑون خط انگریزی ہر روز اُن کو آتے ہین۔ خلاصہ یہ کہ مین نے پھر اُن کے پاس آدمی بھیجا اور آپ کا خط اپنے نام کا بھیج دیا۔ اُنھون نے میرے آدمی سے کہا کہ نواب صاحب کو میرا سلام کہنا اور کہنا کہ مین اس کا جواب کیا لکھون محلے کا پتا آپ ہی لکھ بھیجے سو مین پہلے اہر واقعی تم کو لکھ کر تمہاری خواہش کے موافق لکھتا ہون۔ اُن کے مکان کا پتا بلی مارون کا محلہ دسوں کا کوچہ۔ دستنبو کا حال یہ ہے کہ مین نے ایک بار سات روپیہ کی ہنڈوی بھیج کر بارہ جلدین اور ایک جنتری اُن سے منگوائی پھر اُن کو ۱۰ ار کے ٹکٹ بھیج کر دو جلدین لکھنؤ کو انہیں کے ہاتھوں وہیں سے بھجوائین اور اُس کے بعد پھر ۱۰ ار کے ٹکٹ بھجوا کر دو جلدین وہین سے سرودھنے کو بھجوائین۔ غرض اس تحریر سے یہ ہے کہ مین بعد اُس پچاس جلد کے سولہ جلدین اور اُن سے لے چکا ہون مگر نقد۔ ہرگز

قرض میں نے نہیں منگوائے ہیں ایک بار ہنڈوی اور دو بار ٹکٹ بھیج چکا ہون تم کو میری جان کی قسم ہسل طور پر اُن کو لکھ بھیجنا کہ غالب نے کتنی کتابیں منگوائی ہیں۔ اور نقد منگوائی ہیں یا قرض اور جو وہ لکھیں مجکو لکھ بھیجنا۔ شنبہ ۱۹۔ فروری ۱۸۵۹ء غالب۔

ایضاً صاحب ہم تمہارے اخبار نویس ہیں اور تم کو خبر دیتے ہیں کہ برخوردار میر بادشاہ آئے ہین اُن کو دیکھکر خوش ہوا وہ اپنے بھائیون سے ملکر شاد ہوئے۔ تمہارا حال سُنکر مجکو رنج ہوا۔ کیا کرون نہ اپنے رنج کا چارہ کر سکتا ہوں۔ نہ اپنے عزیزون کی خبر لے سکتا ہوں ع ہر انچہ ساقی ما ریخت عین الطاف است۔ آج چوتھا دن ہے یعنی منگل کے دن کوئی پہر بھر دن چڑھا ہوگا کہ راجہ امید سنگھ بہادر ناگاہ میرے گھر تشریف لائے پوچھا گیا کہ کہان سے آئے ہو فرمایا کہ آگرہ سے آتا ہون۔ بساون کی گلی میں جو حکیمون کی گلی کے قریب ہے جرس صاحب کی کوٹھی اُنھون نے مول لی ہے اور اُس کے قریب کی زمین افتادہ بھی خریدی ہے اور اُس کو بنوا رہے ہیں۔ تمہارا میں نے ذکر کیا کہ ہر خط میں تم کو پوچھتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ مین نے کئی خط بھیجے جواب نہیں آیا۔ بولے کہ ایک خط اُن کا آیا تھا اُس کا جواب لکھ چکا ہون۔ پھر اُن کا کوئی خط نہیں آیا۔ بہر حال میرے پھوڑے نکل رہے ہین مین بازوید کو نہیں گیا۔ شاید وہ آج گئے ہون۔ یا جاوین پھر اکبرآباد کو جائیں گے۔ میں آج آدمی اُن کے پاس بھیجون گا۔ کل مرزا حاتم علی مہر کا خط آیا تھا تم کو بہت پوچھتے تھے کہ آیا میرزا تفتہ کہان ہیں اور کس طرح ہیں۔ بھائی اُن کو خط لکھ بھیجو۔ محررہ ۱۷۔ جون ۱۸۵۹ء

ایضاً صاحب تمہارا خط آیا دل خوش ہوا تمہاری تحریر سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ تم کو آگرہ سے کتابون کا منگوانا بے ارسال قیمت منظور ہے چنانچہ حق تصنیف تم نے لکھا ہی بھائی کیا مین تم کو جھوٹ لکھونگا اور شیونراین نے اگر ذکر ارسال قیمت نہیں لکھا کہ بے ارسال قیمت منگوائی ہیں تم کو میرے سر کی قسم اور میری جان کی قسم شیونراین سے اتنا پوچھو کہ اُس پچاس جلد کے بعد کے جلدین غالب نے اور منگوائیں اور قیمت بھیج کر منگوائین۔ یا قیمت اُس سے لینی ہے۔ دیکھو مین نے

قسم لکھی ہے یوں ہی عمل میں لانا۔ راۓ امید سنگھ صاحب یہین ہین مجھ سے ان دنوں میں ملاقات نہیں ہوئی جو تمہارے خط کا ذکر آیا یقین ہے کہ پہنچ گیا ہوگا۔ اور یہ جو تم نے مجکو لکھا تھا کہ اگر سون کا کوچہ نہ ملے گا تو وہ خط تیرے پاس آویگا سو وہ میرے پاس نہیں آیا۔ صاحب تم کو وہم کیون ہے ایک امیر نامور آدمی ہے اس کے نام کا خط کیون نہ پہنچے گا۔ **ایضاً** اجی مرزا تفتہ۔ بھائی منشی نبی بخش صاحب کو تمہارے حال کی بڑی پرسش ہے تم نے اُن کو خط لکھنا کیون موقوف کیا ہے۔ وہ مجکو لکھتے تھے کہ اگر آپ کو مرزا تفتہ کا حال معلوم ہو تو مجکو ضرور لکھیئے گا۔ غالب یکشنبہ ۲۰ فروری ۱۸۵۹ء

ایضاً کیون مرزا تفتہ تم بے وفا یا مین گناہ گار یہ بھی تو مجکو معلوم نہیں کہ تم کہان ہو۔ ابھی ایک صاحب میری ملاقات کو آئے تھے تقریباً تمہارا ذکر درمیان آیا وہ کہنے لگے کہ وہ کول ہین ہین۔ اب میں حیران ہون کہ خط کول بھیجون یا سکندر آباد۔ اگر کول بھیجون تو مسکن کا پتہ کیا لکھون۔ بہرحال سکندر آباد بھیجتا ہون خدا کرے پہنچ جائے۔ تمہارا دیوان بطریق پارسل میرے پاس آیا مین نے ہرکارے کو راجہ امید سنگھ بہادر کے گھر کا پتہ بتا کر وہان بھجوا دیا یقین ہے کہ پہنچ گیا ہوگا۔ پانچ چار دن سے سنتا ہون کہ وہ متھرا اور اکبر آباد کی طرف گئے ہیں مجھ سے مل کر نہیں گئے۔ بہرحال اس خط کا جواب جلد لکھو اور ضرور لکھو۔ بھائی تم سیاح آدمی ہو جہان جایا کرو مجکو لکھ بھیجا کرو کہ مین وہان جاتا ہون۔ یا جہان جاؤ وہان سے خط لکھو۔ تمہارے خط کے نہ آنے سے مجھے تشویش رہتی ہے میری تشویش تم کو کیوں پسند ہے۔ محررہ یکشنبہ ۲۷ مارچ ۱۸۵۹ء۔ غالب

ایضاً شنبہ ششم مئی ۱۸۶۰ء ہنگام نیمروز۔ بھائی آج اسوقت تمہارا خط پہنچا۔ پڑھتے ہی جواب لکھتا ہون۔ زر سہ سالہ مجتمعہ ہزار دن کہان سے ہوئے سات سو پچاس روپے سال پاتا ہون تین برس کے دو ہزار دو سو پچاس ہوئے سو روپے مجھے مدد خرچ ملے تھے وہ کٹ گئے۔ ڈیڑھ سو متفرقات میں گئے رہے دو ہزار روپے میرا مختار کار ایک بنیا ہے اور مین اسکا قرضدار قدیم ہون اب جو وہ دو ہزار لایا اُس نے اپنے پاس رکھ لئے اور مجھ سے کہا کہ میرا حساب کیجے

سات کم پندرہ سو اُس کے سود مول کے ہوئے۔ قرض متفرق کا اُسی سے حساب کروایا۔ گیارہ سو کئی روپے وہ نکلے۔ پندرہ اور گیارہ ۔ ۲۶ سو ہوئے اصل میں یعنی دو ہزار میں چھ سو کا گھاٹا وہ کہتا ہے پندرہ سو میرے دیدو پانسو سات روپے باقی کے تم لے لو۔ میں کہتا ہوں متفرقات گیارہ سو چکا دے تو سو باقی رہے۔ آدھے تو لے آدھے مجکو دے۔ پرسوں چوتھی کو وہ روپے لایا ہے کل تک قصہ نہیں چکا میں جلدی نہیں کرتا وہ ایک مہاجن بیچ میں ہیں۔ ہفتہ بھر میں جھگڑا فیصل ہوجائے گا۔ خدا کرے یہ خط تم کو پہنچ جائے جس دن برات سے پھر آؤ اُسی دن مجکو اپنے ورود مسعود کی خبر دینا۔ والدعا۔ غالب۔

ایضاً نور نظر و لخت جگر مرزا تفتہ تم کو معلوم رہے کہ رائے صاحب مکرم و معظم رائے امید سنگھ بہادر یہ رقعہ تم کو بھیجیں گے تم اسی رقعہ کو دیکھتے ہی اُن کے پاس حاضر ہونا اور جب تک وہاں رہیں تب تک حاضر ہوا کرنا۔ اور دستنبو کے باب میں جو اُن کا حکم ہو بجالانا اُن کو پڑھا بھی دینا اور فی جلد کا حساب سمجھا دینا۔ پچاس جلد کی قیمت عنایت کریں گے وہ لے لینا جب کتاب چھپ چکے دس جلدیں رائے صاحب کے پاس اندور بھیج دینا اور چالیس جلدیں بموجب اُن کے حکم کے میرے پاس ارسال کرنا اور وہ جو میں نے پانچ جلد کی آرائش کے باب میں تم کو لکھا ہے اس کا حال مجکو ضرور لکھنا۔ ہاں صاحب ایک رباعی میرے سہو سے رہ گئی ہے اُس رباعی کو چھاپا ہونے سے پہلے حاشیہ پر لکھ دینا۔ جہاں یہ فقرہ ہے نے اختر بخت خسرو در بلندی بجائے رسید کہ رُخ از خاکیان نہفت ؎

جائے کہ ستارہ شوخ چشمی ورزد	افسر افسار و گرزن ارزن ارزد
خورشید ز اندیشۂ چادر گردش	بر چرخ نہ بینی کہ چسان مے لرزد

چونکہ حاشیہ معنی لغات سے بھرا ہوا ہے تو تم اس فقرے کے آگے نشان بنا کر اوپر کے حاشیہ پر رباعی لکھ دینا۔ اور حاشیہ میں پر جہاں اور معنی لکھے ہوئے ہیں وہاں رباعی کے لغات کے معنی خفی قلم سے لکھ دینا افسر۔ افسار۔ گرزن۔ بہ ہر دو فتحہ چادر گردش۔ غالب نگاشتہ ۲۰۔ اگست ۱۸۵۸ع

۱ افسر تاج ۲ افسار سوتی ہی لگام ۳ گرزن تاج ۴ چادر گردش خیمہ نگاہ کا حصہ

ایضاً میرزا تفتہ تمہارا خط آیا فقیر کو حقیر کا حال معلوم ہوا۔ خدا فضل کرے اگر تم اس راز کے اظہار کو منع نہ کرتے تو بھی میرا شیوہ ایسا لغو نہیں ہے کہ میں اُن کو لکھتا۔ لکھتے ہو کہ میرزا مہر کے دو چار روپے زائد صرف ہو گئے تو کیا اندیشہ ہے۔ حال یہ ہے کہ میں نے اُن سے استفسار کیا تھا اُنھوں نے مجکو لکھا کہ کتابوں کی درستی میں وہی بارہ روپے صرف ہوئے ہیں۔ محصول کی ایک رقم خفیف اگر میں نے اپنے پاس سے دی تو اُسکا کیا مضائقہ مجکو تمہارا قول مطابق واقع نظر آتا ہے۔ البتہ اُن کے دو تین روپے اُٹھ گئے ہوں گے لالہ گنگا پرشاد شاد تخلص اپنے کو تمہارا شاگرد بتاتے ہیں مگر ریختہ کہتے ہیں۔ کئی دن ہوئے کہ یہاں آئے اور بالمکند بیصبر کی غزلیں اصلاح کو لائے وہ دیکھ کر اُن کو حوالے کر دیں ہنری اسٹوارٹ ریڈ صاحب ممالک مغربی کے مدرسوں کے ناظم اور گورنمنٹ کے بڑے مصاحب ہیں اِن کے دنوں میں ایک ملاقات میری اُن کی ہوئی تھی میں نے اب ایک کتاب سادہ بے جلد اُن کو بھیجی تھی کل اُن کا خط مجھ کو اُس کتاب کی رسید میں آیا بہت تعریف لکھتے تھے اور ہاں بھی ایک تماشا اور ہے وہ مجکو لکھتے تھے کہ یہ دستنبو پہلے اس سے کہ تم بھیجو مطبع مفید خلائق نے ہمارے پاس بھیجی ہے اور ہم اسکو دیکھ رہے اور خوش ہو رہے تھے کہ تمہارا خط مع کتاب کے پہنچا اُن کے اس لکھنے سے یہ معلوم ہوا کہ مطبع میں سے گورنر کی نذر بھی ضرور گئی ہو گی۔ کیا اچھی بات ہے کہ وہاں بھی میرے بھیجنے سے پہلے میرا کلام پہنچ جائے گا میں چیف کمشنر پنجاب کو یہ کتاب بھیج چکا ہوں اور نواب گورنر کی نذر اور ملکہ کی نذر اور سکرٹروں کی نذر یہ پارسل انشاء اللہ تعالےٰ آج روانہ ہو جائیں گے۔ دیکھوں چیف کمشنر کیا لکھتے ہیں اور گورنر کیا فرماتے ہیں ؎

تا نہال دوستی کے بر دہد		حالیا رفتیم و تخمے کاشتیم	

شنبہ ۲۷۔ نومبر ۱۸۵۸ء۔ غالب

ایضاً میرزا تفتہ صاحب پرسوں تمہارا دوسرا خط پہنچا تم سے پیدا کیا ہے ایک فتح کا منتظر

ہوں اُمیں ہیں نے اپنے ضمیر میں تم کو شریک کر رکھا ہے۔ زمانہ فتوح کے آنے کا قریب آگیا ہی انشاء اللہ خط میرا مع حصہ فتوح جلد پہنچے گا۔ پنڈت بدری ناتھ یا بدری واس ڈاک منشی کرنال باآنکہ مجھ سے اُس سے ملاقات ظاہری نہیں ہے مگر میں جب جیتا تھا تو وہ اپنا کلام میرے پاس اصلاح کے واسطے بھیجتا تھا بعد اپنے مرنے کے میں نے اسکو لکھ بھیجا کہ اب تم اپنا کلام منشی ہرگوپال تفتہ کے پاس بھیج دیا کرو اب تم کو بھی لکھتا ہوں کہ تم میرے اس لکھنے کی اُن کو اطلاع لکھو میں زندہ ہوں اوپر کے لبسر میں جو اپنے کو مردہ لکھا ہے وہ باعتبار ترک اصلاح نظم لکھا ہے ورنہ زندہ ہوں مردہ نہیں بیمار بھی نہیں، بوڑھا ناتوان مفلس قرضدار کانوں کا بہرا قسمت کا بے بہرہ زیست سے بیزار مرگ کا امیدوار غالب۔

ایضاً بھائی تم سچ کہتے ہو کہ بہت مسودے اصلاح کے واسطے فراہم ہوئے ہیں مگر یہ سمجھنا کہ تمہارے ہی قصائد پڑے ہیں۔ نواب صاحب کی غزلیں بھی اسیطرح دھری ہوئی ہیں، برسات کا حال تمھیں بھی معلوم ہے اور یہ بھی جانتے ہو کہ میرا مکان گھر کا نہیں ہے کرایہ کی حویلی میں رہتا ہوں جولائی سے مینہ شروع ہوا شہر میں سیکڑوں مکان گرے اور مینہ کی نئی صورت دن رات میں دوچار بار برسے اور ہر بار اس زور سے کہ ندی نالے بہ نکلیں بالاخانہ کا جو دالان میرے بیٹھنے اُٹھنے سونے جاگنے جینے مرنے کا محل اگرچہ گرا نہیں لیکن چھت چھلنی ہوگئی۔ کہیں لگن کہیں چلمچی کہیں اُگالدان رکھ دیا قلمدان کتابیں اُٹھا کر توشہ خانے کی کوٹھری میں رکھ دیئے مالک مرمت کی طرف متوجہ نہیں کشتی نوح میں تین مہینے رہنے کا اتفاق ہوا اب نجات ہوئی ہے نواب صاحب کی غزلیں اور تمہارے قصائد دیکھے جائیں گے میر بادشاہ میرے پاس آئے تھے تمہاری خیر و عافیت اُن سے معلوم ہوئی تھی، میر قاسم علی صاحب مجھ سے نہیں ملے پرسوں سے نواب مصطفےٰ خان صاحب یہاں آئے ہوئے ہیں ایک ملاقات اُن سے ہوئی ہے ابھی یہیں رہیں گے بیمار ہیں حسن اللہ خان معالج ہیں فصد ہو چکی ہے جونکیں لگ چکی ہیں اب مسہل کی فکر ہے، سوا اس کے سب طرح خیر و عافیت ہے میں ناتوان بہت ہوگیا ہوں گویا صاحب فراش

ہون کوئی شخص نیا بے تکلف کی ملاقات کا آجاے تو اٹھ بیٹھتا ہون ورنہ پڑا رہتا ہون لیٹے لیٹے خط لکھتا ہون لیٹے لیٹے مسودات دیکھتا ہون۔ اللہ اللہ اللہ صبح جمعہ ۱۴ ماہ اکتوبر ۱۸۶۶ء

ایضاً پرسون تمہارا خط آیا حال جو معلوم تھا وہ پھر معلوم ہوا غزلین دیکھ رہا تھا آج شام کو دیکھنا تمام ہوا تھا غزلون کو رکھ دیا تھا چاہتا تھا کہ ان کو بند کرکے رہنے دون۔ کل نو بجے دس بجے ڈاک مین بھیج دون۔ خط کچھ ضرور نہیں ہے اسی خیال مین تھا کہ ڈاک کا ہرکارہ آیا جانی جی کا خط لایا اُسکو پڑھا اب مجکو ضرور ہوا کہ خلاصہ اسکا تم کو لکھون یہ رقعہ لکھا خلاصہ بطریق ایجاز یہ ہے کہ عرضی گزری دیوان گزرا راول جی کے نام کا خط گذرا راجہ صاحب دیوان کے دیکھنے سے خوش ہوے جانی جی نے جو ایک معتمد اپنا سعد اللہ خان وکیل کے ساتھ کر دیا ہے وہ منتظر جواب کا ہے۔ راول جی نئے اجنٹ کے استقبال کو گئے ہین اور اب اجنٹ علاقہ جے پور کی راہ سے نہیں آتا۔ آگرہ اور گوالیار کرولی ہوتا ہوا اجمیر آئے گا۔ اور اس راہ مین جے پور کا عمل نہیں بس چاہیے کہ راول جی اُلٹے پھر آوین ان کے آنے پر عرضی کا جواب ملے گا اور اس مین دیوان کی رسید بھی ہوگی۔ بھائی جانی جی تم کو بہت ڈھونڈھتے اور تمہارے بغیر بہت بے چین ہیں۔ مین نہ تم کو کچھ کہہ سکتا ہون نہ ان کو سمجھا سکتا ہون۔ تم وہ کرو کہ جس مین سانپ مرے اور لاٹھی نہ ٹوٹے ہان یہ بھی جانی جی نے لکھا تھا کہ بہت دن کے بعد منشی جی کا خط آیا ہے۔ اسد اللہ

ایضاً بھائی پرسون شام کو ڈاک کا ہرکارہ آیا۔ اور ایک خط تمہارا اور ایک خط جانی جی کا لایا تمہارے خط مین اوراق اشعار اور بابو صاحب کے خط مین جے پور کے اخبار دو دن سے مجکو وجع الصدر ہے اور مین بہت بے چین ہون ابھی اشعار کو دیکھ نہیں سکتا بابو صاحب کے بھیجے ہوئے کوانذ تم کو بھیجتا ہون اشعار بعد دو چار روز کے بھیجے جاوینگے۔ اسد اللہ مرسلہ جمعہ ۲۵ فروری ۱۸۶۶ء

ایضاً صاحب تمہارا خط آیا حال معلوم ہوا ؎

جہانیان ز تو برگشتہ اند گر غالب		ترا چہ باک خدائے کہ داشتی داری	

خدا کے واسطے میرے باب مین لوگون نے کیا خبر مشہور کی ہے۔ بہ نسبت حکیم احسن اللہ خان کے

جو بات مشہور ہے وہ محض غلط ہاں مرزا الٰہی بخش جو شاہزادون میں ہیں اُن کو حکم کراچی بندر جانے کا ہے اور وہ انکار کر رہے ہین دیکھیے کیا ہو حکیم جی کو اُن کی حویلیاں مل گئی ہیں اب وہ مع قبائل اُن مکانوں میں جا رہے ہیں اتنا حکم اُن کو ہے کہ شہر سے باہر نہ جائیں ہا میں ع تو بیکسی و غریبی تماکہ مے پرسد۔ نہ جزا نہ سزا نہ نفرین نہ آفرین۔ نہ عدل نہ ظلم نہ لطف نہ قہر ۵ اون پہلے تک ون کو روٹی رات کو شراب ملتی تھی اب صرف روٹی ملے جاتی ہے شراب نہیں۔ کپڑا ایام تنعم کا بنا ہوا ابھی ہے اسکی کچھ فکر نہیں ہے مگر تم کو میرے سر کی قسم یہ لکھ بھیجو کہ میری خبر تم نے کیا سُنی بجھے اُس کے معلوم ہونے سے مزا ملے گا۔ غالب
شنبہ ۵۔ نومبر ۱۸۵۹ء

ایضاً صاحب عجب اتفاق ہے آج صبح کو ایک خط تم کو اور ایک خط جاگیرے گانو کی تہنیت میں اپنے شفیق کو ڈاک میں بھیج چکا تھا کہ دوپہر کو رضی الدین نیشاپوری کا کلام ایک شخص بیچتا ہوا لایا میں تو کتاب کو دیکھ لیتا ہون مول نہین لیتا۔ قضارا جب مین نے اس کو کھولا اُسی ورق میں یہ مطلع نکلا ؎

اگر بہ گنج گہر مسلم افتاد چہ باک	کف جواد ترا از برائے آن دارم

چاہتا تھا کہ تم کو لکھوں کہ ناگاہ تمہارا خط آیا مجکو لکھنا ضرور ہوا آج تمہیں دو خط بھیجے ہیں۔ ایک تو صبح کو پوسٹ پیڈ اور ایک اب بارہ پر تین بجے بیرنگ۔ اس شعر کو اب جا ہو رہنے دو ہاے ہاے تم بھائی سے ملے غیاث اللغات کھلوائی جواد کا لغت دیکھا مگر میرا ذکر نہ کیا کہ وہ تمھارا چچا یا ئے حال ہے دستنبو اور اُسکے چھاپے کا ذکر نہ کیا البتہ اگر تم ذکر کرتے تو وہ دونوں باب میں کچھ فرماتے اور مجکو دعا سلام کہہ دیتے۔ چونکہ تم نے اپنے خط مین کچھ نہیں لکھا اس سے معلوم ہوا کہ بھائی نے کچھ نہیں کہا۔ اگر انھوں نے کچھ نہین کہا تو اُن کا ستم اور اگر اُنکا کہا ہوا تم نے نہیں لکھا تو تمہارا کرم بہر حال خوب مصرع حافظ کا تم نے مجکو یاد دلایا ہے ع یارب مباد کس را مخدوم بے عنایت خواہی تم خواہی منشی نبی بخش سلمہ اللہ تعالیٰ یہ یاد رہے یہ مصرع اگر مجھ پر زنجیر سے باندھو گے

تو بھی نہیں بندھے گا۔ اگر دستنبو کو سراسر غور سے دیکھو گے تو اپنا نام پاؤ گے اور یہ بھی جانو گے کہ وہ تحریر تمہاری اس تحریر سے سو برس پہلے کی ہے۔ آخر روز دوشنبہ ۲۳ اگست۔

ایضاً جان من وجانان من کل مین نے تم کو سکندرآباد مین سمجھ کر خط بھیجا۔ شام کو تمہارا خط آیا معلوم ہوا کہ تم اکبرآباد پہنچے خیر وہ خط پوسٹ پیڈ ہو گیا ہے شاید اُلٹا نہ پھرے اگر پھر آئے گا۔ تو خیر آج یہ خط تم کو اکبرآباد بھیجتا ہون پہنچنے پر جواب لکھنا۔ تقطیع رباعی کی بہت خوب۔ مگر خیر ہر ایک بات کا وقت ہے ہمکو ہر طرح لطف صحبت اور لطف شعر اُٹھا لینا بھائی منشی نبی بخش صاحب کے نام کا خط پڑھکر اُن کو دیدینا اور اُسکا مضمون معلوم کر لینا جس حاکم کو مین نے خط اور قطعہ بھیجا ہے اُسکے سررشتہ دار کوئی صاحب ہین من بھول اُن کا نام ہے مجھ سے نا آشنائے محض ہیں۔ اگر تعارف ہوتا تو استدعا کرتا کہ اس تحریر کو پیش کیجیے۔ کاش تم سے آشنائی ہوتی تو تمہین اوپر اوپر ایک خط لکھ کر اُن کو بھیج دیتے کہ غالب ایک فقیر گوشہ نشین اور بے گناہ محض اور واجب الرحم ہے اس کے حصول مطالب مین سعی سے دریغ نہ کرنا۔

مے توان آورد استغنا سفارش نامہ	چرخ کج رو را اگر دانیم کز یاران کیست

باقی جو حال ہے وہ بھائی کے نام کے ورق مین لکھ چکا ہون۔ تم پڑھ لو گے دوبارہ لکھنا کیا ضرور
شنبہ ۶۔ مارچ ۱۸۵۹ء۔ جواب طلب۔

ایضاً میرے مہربان میری جان میرزا تفتہ سخندان تمہارا سکندرآباد اور میرے خط کا تمہارے پاس پہنچنا تمہاری تحریر سے معلوم ہوا زندہ رہو اور خوش رہو مین نثر کی داد اور نظم کا صلہ مانگنے نہیں آیا۔ بھیک مانگنے آیا ہون۔ روٹی اپنی گرہ سے نہیں کھاتا سرکار سے ملتی ہے وقت رخصت میری قسمت اور منعم کی ہمت۔ نواب صاحب ازروے صورت روح مجسم اور باعتبار اخلاق آیت رحمت ہین خزانہ فیض کے تحویلدار ہین جو شخص دفتر ازل سے جو کچھ لکھوا لایا ہے اسکے پہنچنے مین دیر نہیں لگتی۔ ایک لاکھ کئی ہزار روپیہ سال غلہ کا محصول معاف کر دیا۔ ایک اہل کار پر ساٹھ ہزار کا محاسبہ معاف کیا اور بیس ہزار روپیہ نقد دیا۔ منشی نول کشور صاحب کی عرضی

پیش ہوئی خلاصہ عرضی کا سُن لیا واسطے منشی صاحب کے کچھ عطیہ بتقریب شادی صبیہ تجویز ہو رہا ہے مقدا مجھ پر نہین کھلی مصطفٰے خان صاحب بتقریب تہنیت مسند نشینی بشمول جشن آنے والے ہیں اسوقت تک نہیں آئے جشن یکم دسمبر سے شروع ۵ دسمبر کو خلعت کا مسموع نجات کا طالب غالب دوشنبہ ۲۰ نومبر ۱۸۶۵ء وقت چاشت۔

ایضاً میرزا تفتہ جو کچھ تم نے لکھا یہ بیدردی ہو اور بدگمانی۔ معاذاللہ تم سے اور آزردگی مجکو اس پر ناز ہے کہ مین ہندوستان مین ایک دوست صادق الولا رکھتا ہون جس کا ہرگوپال نام اور تفتہ تخلص ہو تم ایسی کون سی بات لکھوگے کہ موجب ملال ہو۔ رہا غماز کا کہنا اُسکا حال یہ ہو کہ میرا حقیقی بھائی کُل ایک تھا وہ تیس برس دیوانہ رہ کر مر گیا مثلاً وہ جیتا ہوتا اور ہوشیار ہوتا اور تمھاری بُرائی کہتا تو مین اُسکو جھڑک دیتا اور اُس سے آزردہ ہوتا بھائی مجھ مین کچھ اب باقی نہیں ہے برسات کی مصیبت گزر گئی لیکن بڑھاپے کی شدت بڑھ گئی۔ تمام دن پڑا رہتا ہون بیٹھ نہیں سکتا اکثر لیٹے لیٹے لکھتا ہون۔ معہذا یہ بھی ہے کہ اب مشق تمھاری پختہ ہو گئی خاطر میری جمع ہے کہ اصلاح کی حاجت نہ پاؤنگا۔ اس سے بڑھکر یہ بات ہو کہ قصائد سب عاشقانہ ہین بکار آمدنی نہیں خیر کبھی دیکھ لونگا جلدی کیا ہے تین بات جمع ہوئین میری کاہلی۔ تمھارے کلام کا محتاج بہ اصلاح نہ ہونا کسی قصیدہ سے کسی طرح کے نفع کا تصور نہ ہونا نظر ان مراتب پر کاغذ پڑے رہے لالہ بالمکند بیصبر کا ایک پارسل ہے کہ اُس کو بہت دن ہوئے آج تک سرنامہ بھی نہیں کھولا نواب صاحب کی دس پندرہ غزلین پڑی ہوئی ہیں ع

ضعف نے غالب نکما کر دیا	ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

یہ قصیدہ تمہارا کل آیا آج اس وقت کہ سورج بلند نہیں ہوا اسکو دیکھ الفاظ کیا آدمی کے ہاتھ ڈاک گھر بھجوا دیا۔ غالب ۲۷ نومبر ۱۸۶۲ء

ایضاً منشی صاحب مین سال گزشتہ بیمار تھا بیماری میں خدمت احباب سے مقصر نہیں رہا۔ اب مردہ ہون مردہ کچھ کام نہیں کرسکتا کمشنر و ڈپٹی کمشنر وغیرہ حکام شہر سے ترک ملاقات ہی۔

مگر ڈپٹی کلکٹر شہر سے کہ وہ مہتمم خزانہ ہے ہر مہینے مین ایک بار ملنا ضرور ہی اگر نہ ملون تو مختار کا کو تنخواہ نہ ملے۔ ڈکرو در صاحب ڈپٹی کلکٹر چھ مہینے کی رخصت لیکر پہاڑ پر گئے اُن کی جگہ ریٹیگن صاحب مقرر ہوئے اُن سے ناچار ملنا پڑا۔ وہ تذکرہ شعراء ہند کا انگریزی مین لکھتے ہین مجھ سے بھی اُنھون نے مدد چاہی مین نے سات کتابین بھائی ضیاء الدین خان صاحب سے مستعار لیکر اُن کے پاس بھیجدین پھر اُنھون نے مجھ سے کہا کہ جن شعراء کو تو اچھی طرح جانتا ہی اُن کا حال لکھ بھیج مین نے ۱۶ آدمی لکھ بھیجے بقید اسکے کہ اب زندہ موجود ہین اور اس سوا کی صورت یہ ہے۔ نواب ضیاء الدین احمد خان بہادر رئیس لوہارو فارسی اور اُردو دونون زبانون مین شعر کہتے ہین۔ فارسی مین نیّر اور اُردو مین رخشان تخلص کرتے ہیں اسد اللہ خان غالب کے شاگرد نواب مصطفےٰ خان بہادر علاقہ دار جہانگیر آباد اُردو مین شیفتہ اور فارسی میں حسرتی تخلص کرتے ہین اُردو مین مومن خان کو اپنا کلام دکھاتے تھے۔ منشی ہر گوپال معزز قانون گو سکندر آباد کے فارسی شعر کہتے ہین تفتہ تخلص کرتے ہیں اسد اللہ خان غالب کے شاگرد وظاہرا بعد اس فہرست کے بھیجنے کے اُنہون نے کچھ اپنے منشی سے تم کو لکھوایا ہوگا پھر کچھ آپ لکھا ہوگا۔ مجکو اس حال سے کچھ اطلاع نہیں۔ تمھارے خط کی رو سے مین نے اطلاع پائی اب مین مولوی مظہر الحق اُن کے منشی کو بلواؤنگا اور سب حال معلوم کرونگا اصل یہ ہی کہ تذکرہ انگریزی زبان مین لکھا جاتا ہی اشعار ہندی اور فارسی کا ترجمہ شامل نہ کیا جائیگا صرف شاعر کا اور اُسکے اُستاد کا نام اور شاعر کے مسکن و وطن کا نام معہ تخلص درج ہوگا۔ خدا کرے کچھ تمکو فائدہ ہو جائے ورنہ بظاہر سوائے درج ہونے نام کے اور کسی بات کا احتمال نہیں ہی ریٹیگن صاحب عدالت خفیفہ کی جج ہو گئے ڈکرو در صاحب بہادر پہاڑ سے آگئے اپنا کام کرنے لگی ریٹیگن صاحب شہر سے باہر دو کوس کے فاصلے پر جا رہے۔ بعہد اجاڑے کا موسم بڑھاپے کا عالم وہان تک جانا دشوار اور پھر کوئی مطلب نکلتا ہوا نظر مین نہیں بہرحال مولوی مظہر الحق پرسون یکشنبہ کے دن میرے پاس آئینگے حال معلوم کرکے اگر میرا جانا یا لکھنا تمھاری فلاح کا موجب ہوگا تو ضرور جاؤنگا۔ غالب روز جمعہ ۹۔ دسمبر سنہ ۱۸۶۴ع

ایضاً بھائی آج صبح کو بسبب حکیم صاحب کے تقاضا کے شکوہ آمیز خط جناب مرزا صاحب کی

خدمت میں لکھ کر بھیجا۔ کلیان خط ڈاک مین ڈال کر آیا ہی تھا کہ ڈاک کا ہرکارہ ایک خط تمہارا اور ایک خط مرزا صاحب کا لایا۔ اب کیا کرون خیر چپ ہو رہا۔ شکوہ محبت بڑھایگا۔ مرزا صاحب کی عنایت کا شکر بجالاتا ہون یقین ہے کہ جلد مین میری خاطر خواہ بن جائیں گی۔ کس واسطے کہ جو آج کے خط مین اُنھون نے لکھا ہے وہ بعینہ میرا مکنون ضمیر ہے۔ خدا اُن کو سلامت رکھے میرا سلام کہہ دینا اُن کے خط کا جواب کل پرسون بھیجون گا۔ رائے امید سنگھ بہادر خوبانِ روزگار مین سے ہین۔ فقیر کا سلام نیاز اُن کو کہہ دینا۔ خدا کرے اُن کے سامنے کتاب مین چھپ چکین بارے جب وہ گوالیار کو تشریف لے جائین تو مجکو اطلاع لکھنا۔ نہیب کے جگہ نوائے بن جانے سے خاطر جمع ہو گئی۔ بھائی مین فارسی کا محقق ہون کاتب اُن اجزا کا جن کی رو سے کاپی لکھی جاتی ہے فارسی کا عالم ہے علم اُسکا غیاث الدین رامپوری اور حکیم محمد حسین دکنی سے زیادہ ہے تصحیح سے غرض یہ ہے کہ کاپی سراسر موافق ان اوراق کے ہو نہ یہ کہ فرہنگون مین دیکھا جائے آگے اس سے تم کو بھی اور بھائی کو بھی لکھ چکا ہون اب صرف اُس تحریر کا اشارہ لکھنا منظور تھا۔ آج جس طرح مجکو تمہارا اور مرزا صاحب کا خط پہنچا لازم تھا کہ حکیم صاحب کو بھی نقافہ اخبار پہنچ جاتا مگر اسوقت تک نہین پہنچا اور یہ دوپہر کا وقت ہے خیر پہنچ جائے گا۔ مین نے تمہارا خط اُن کے پاس بھیج دیا تھا اُنھون نے تمھاری رائے منظور کی اب تم وہ اخبار جس طرح کہ تم نے لکھا ہے اُن کے پاس بھیجدو اور صاحب مطبع قیمت اخبار اور اُجرت کاتب اُن کو لکھ بھیجے اپنے نام اور مسکن سے اُن کو اطلاع دے پس اُسکو اپنے طور پر روپیہ بھیجدین گے ہم تم واسطہ شناسائی ہمدگر ہو گئے۔ ہان اگر احیاناً روپیہ کے بھیجنے مین دیر ہو گی تو مین کہہ کر بھجوا دون گا یہ البتہ میرا ذمہ ہے۔

ایضاً شفق میرے کرمفرما میرے تمہارا خط اور تین دو ورقہ چھاپے کے پہنچے۔ شاید میرے دکھانے کے واسطے بھیجے گئے ہین ورنہ رسم تو یون ہے کہ پہلے صفحہ پر کتاب کا نام اور مصنف کا نام اور مطبع کا نام چھاپتے ہین اور دوسرے صفحہ پر لوح سیاہ قلم سے بنتی ہے اور کتاب

لکھی جاتی ہے اسکا بھی چھاپا اسیطرح ہوگا غرضکہ تقطیع اور شمار سطور اور کاپی کا حسن خط اور الفاظ کی صحت سب میرے پسند صحت الفاظ کا کیا کہنا ہے. واللہ بے مبالغہ کہتا ہون اگر بھائی منشی نبی بخش صاحب دل متوجہ ہون تو اگر احیاناً اصل نسخہ مین سہو کاتب سے غلطی واقع ہوئی ہو تو اُسکو بھی صحیح کر دین گے تم میری طرف سے اُن کو سلام کہنا بلکہ یہ خط دکھا کر دینا خدا کرے انجام تک یہی قلم اور یہی خط اور یہی طرز تصحیح چلی جائے جدول بھی مطبوع ہے پہلے صفحہ کی صورت اور دوسرے صفحہ کی لوح بھی خدا چاہے تو دل پسند اور نظر فریب ہوگی کاغذ کے باب مین یہ عرض ہے کہ فرنچ کاغذ اچھا ہے. چھ جلدین جو نذر حکام ہین وہ اس کاغذ پر ہون اور باقی چاہو شیورامپوری پر اور چاہو نیلے کاغذ پر چھاپو اور یہ بات کہ دو جلدین جو ولایت جانے والی ہین وہ اُس کاغذ پر چھاپی جائین اور باقی شیورامپوری پر یا نیلے کاغذ پر یہ تکلیف محض ہے یہان کے حاکمون نے کیا کہا ہے کہ اُن کی نذر کی کتابین اچھے کاغذ پر نہ ہون مگر جو ایسا ہی صرف اور خرچ زائد پڑتا ہو تو خیر دو جلدین اسکاغذ پر اور چار جلدین شیورامپوری ہون باقی جلدون مین تمہین اختیار ہے. ہان صاحب اگر ہو سکے تو کاپی کی سیاہی ذرا اور سیاہ اور رخشندہ ہو اور آخر تک رنگ نہ بدلے. آگے اس سے مین نے برخوردار منشی عبد اللطیف کو لکھا تھا کہ ان چھ کتابون کی کچھ تزئین اور آرایش کی فکر کرین. معلوم نہین تم نے وہ پیام اُن کو پہنچایا یا نہین. آپ اور منشی عبد اللطیف اور میرزا حاتم علی صاحب مہر باہم صلاح کرین اور کوئی بات خیال مین آوے تو بہتر ورنہ ان چھ نسخون کی جلدین انگریزی ڈیڑھ ڈیڑھ دو دو روپے کی لاگت کی بنوا دینا اور اسکا روپیہ تیاری سے پہلے مجھ سے منگوا لینا. آن کہ ہمہ راز یک دم بہ نوید نشو پدید آورد اگر در دم دیگر بہ نہیب مباش ہم زند الخ. اس مین نہیب کا لفظ کچھ میری سہل انکاری سے اور کچھ سہو کاتب سے رہ گیا ہے اس کو تیز چاقو سے چھیل کر بہ نوائے لکھ دینا. یعنی بہ نوائے مباش ہم زند ضرور ضرور اور اس کا انتظار نہ کیجیو کہ جب یہان چھاپا آئے گا تو بنا دین گے. نہ اصل

کتاب مین غلط رہے نہ چھاپے مین غلط ہو۔ اگر اجزائے اصل میر امیر علی صاحب کاپی نویس کے پاس ہون تو ان کو یا بھائی منشی نبی بخش صاحب کو یہ رقعہ دکھا کر سمجھا دینا اور رہنے دینا۔
از غالب روز شنبہ ہفتم ستمبر ۱۸۵۸ء

ایضاً جیتے رہو اور خوش رہو۔ ع اے وقت تو خوش کہ وقت ما خوش کردی۔ زیادہ خوشی کا سبب یہ کہ تم نے تحریر کو تقریر کا پروانہ دے دیا تھا۔ گرمی ہنگامہ انطباع دیوان وغیرہ مین پہلے سے جانتا ہون۔ بنک گھر کا روپیہ مصرف کاغذ و کاپی ہے۔ خدا تم کو سلامت رکھے مغتنمات سے ہو۔ رجب علی بیگ سرور نے جو افسانہ عجائب لکھا ہے آغاز داستان کا شعر مجکو بہت مزا دیتا ہے ؎

	یاد رکھنا فسانہ ہین ہم لوگ		ہاو گار زمانہ ہین ہم لوگ	

مصرع ثانی کتنا گرم ہے اور یاد رکھنا فسانہ کے واسطے کتنا مناسب منشی عبداللطیف کے گھر مین لڑکے کے پیدا ہونے کی خبر مجکو ہو چکی ہے اور تہنیت مین بھائی کو خط لکھ چکا ہون۔ اب جو اُن سے ملو تو میرا سلام کہہ کر اُس خط کے پہنچنے کی اطلاع لے لینا۔ مولوی معنوی جب کانپور سے معاودت فرمائین مجکو اطلاع دینا میرا حال بدستور ع ہمان ہپلو ہمان بستر ہمان درد
شنبہ ۲۶ جون روز ورود نامہ۔ غالب۔

ایضاً برخوردار تمھارا خط پہنچا اصلاحی غزلون کی رسید معلوم ہوئی مقطع اب اچھا ہو گیا رہنے دو کل جمعہ کے دن ۱۹ نومبر کو سات کتابون کا پارسل بھیجا ہوا مولانا مہر کا پہنچا۔ زبان نہیں جو تعریف کرون۔ شاہانہ آرائش ہے آفتاب کی سی نمائش ہے مجھے یہ فکر کہ کہیں اُن کا روپیہ تیاری مین صرف نہ ہوا ہو۔ اچھا میرے بھائی اسکا حال جو تم کو معلوم ہو مجکو لکھ بھیجو۔ رقعات کے چھاپے جانے مین ہماری خوشی نہیں ہے۔ لڑکون کی سی ضد نہ کرو۔ اور اگر تمہاری اسی مین خوشی ہے تو صاحب مجھ سے نہ پوچھو تم کو اختیار ہے یہ امر میرے خلاف رائے ہے میر بادشاہ کی اور اپنی ناشناسائی آگے تم کو لکھ چکا ہون اب تمھارے اس خط سے معلوم ہوا کہ وہ تمھارے

اور امرا اونسگھ کے آشنا ہین کچھ اُن کے خاندان کا نام و نشان دریافت ہو تو مجکو بھی لکھ بھیجو تاکہ مین جانون کہ یہ کس گروہ مین سے ہین۔ میان وہ راست دروغ بہ گردن راوی نے مجکو بہت پریشان کیا ہے واسطے خدا کے جو راوی نے روایت کی وہ مجکو ضرور لکھو اور تاج گنج کے رہنے والون کی ابتری کی حقیقت سے بھی اطلاع دو۔ حکم عفو تقصیر عام ہو گیا ہے لڑنے والے آتے جاتے ہیں اور آلات حرب و پیکار دیکر توقیع آزادی پاتے ہین یہ دو شخص کیسے مجرم تھے جو مقید ہوئے محررہ صبح شنبہ ۲۰ نومبر ۱۸۵۸ع۔ غالب۔

ایضاً بھائی وہ خط پہلا تم کو بھیج چکا تھا کہ بیمار ہو گیا۔ بیمار کیا ہوا توقع زیست کی نہ رہی۔ قولنج اور پھر کیسا شدید کہ پانچ پہر مرغ نیم بسمل کی طرح تڑپا کیا۔ آخر عصارہ ریوند اور ارنڈی کا تیل پیا اسوقت تو بچ گیا مگر قصہ قطع نہ ہوا۔ مختصر کہتا ہون میری غذا تم جانتے ہو کہ تندرستی مین کیا ہے دس دن مین و وبا آدھی آدھی غذا کھائی گویا دس دن مین ایکبار غذا تناول فرمائی۔ گلاب اور املی کا پنا اور آلو بخارہ کا افشردہ اسپر مدار رہا کل سے خوف مرگ گیا ہے اور صورت زیست کی نظر آئی ہے آج صبح کو بعد دوا پینے کے تم کو یہ خط لکھا ہی۔ یقین تو ہے کہ آج پیٹ بھر کر روٹی کھا سکون۔ صاحب وہ جو مین نے ۲۲ شعر مرثیہ کے لکھ کر تم کو بھیجے۔ اس سے مقصود یہ تھا کہ تم اپنے اشعار دوسرے ماتم زدہ کو دیدو کسواسطے کہ تمھاری تحریر سے معلوم ہوا تھا کہ کوئی اور بھی فلک زدہ ہے اور یہ جو تم لکھتے ہو کہ کچھ اوپر انتی شعر مین سے ایک شعر بھی تو نے نہ لیا۔ اسکا حال یہ ہے کہ وہ شعر سب دست و گریبان تھے۔ ایک کو ایک سے ربط ایک یا دو شعر اُس مین سے کیونکر لئے جاتے اشعار سب میرے پسند بے سقم۔ بے عیب۔ وہ جو تم لکھتے ہو کہ صرف بابو برج موہن مینرم اور اسکا دوسرا مصرعہ مین بھول گیا ہون مگر قافیہ مین من سے یہ شعر غالب کو بُرا معلوم ہوا ہو گا۔ واللہ باللہ جب تک کہ تم نے نہیں لکھا میرے خیال میں بھی یہ بات نہ تھی بہرحال بات وہی ہے جو مین اوپر لکھ آیا ہون۔ بارے اب کئے بھائی منشی نبی بخش صاحب اور مولوی قمرالدینخان صاحب

روزون کے متوالے ہوش مین آئے یا نہیں آئے۔ آج ۱۰ شوال کی ہے بخشش عید کا بھی زمانہ گزر گیا۔ خدا کے واسطے اُن کی خیر وعافیت لکھو اور یہ عبارت بھائی صاحب کی نظر انور سے گزرا نو شاید وہ مجکو خط لکھین۔ غالب محررہ و مرسلہ دوشنبہ ۲۴ مئی ۱۸۵۹ء

ایضاً اللہ اللہ ہم تو کول سے تمھارے خط کے آنے کے منتظر تھے۔ ناگاہ کل جو خط آیا معلوم ہوا کہ دو دن کول مین رہ کر سکندر آباد گئے ہوا اور وہان سے تم نے خط لکھا ہے دیکھیے۔ اب یہان کب تک رہو اور آگرہ کب جاؤ۔ پرسون برخوردار شیونراین کا خط آیا تھا لکھتے تھے کہ کتابون کی شیرازہ بندی ہو رہی ہے اب قریب ہے کہ بھیجی جائیں بعر زا مہر بھی ایک ہفتہ بتاتے ہین دیکھیے کس دن کتابین آجائین۔ خدا کرے سب کام ولخواہ بنا ہو۔ ہان صاحب منشی بالمکند بیصبر کے ایک خط کا جواب ہمپر فرض ہے۔ مین کیا کرون اُس خط مین اُنھون نے اپنا سیر وسفر مین مصروف ہونا لکھا تھا پس مین اُن کے خط کا جواب کہان بھیجتا اگر تم سے ملین تو میرا سلام کہہ دینا۔ اور مطبع آگرہ سے کتابون کا حال تو تم خود دریافت کرہی لوگے میرے کہنے اور لکھنے کی کیا حاجت۔ چارشنبہ۔ سیوم نومبر ۱۸۵۹ء

ایضاً یکشنبہ سوم ذی القعدہ و پنجم جون سال حال۔ صاحب آج تمہارا خط صبح کو آیا مین دوپہر کو جواب لکھتا ہون تمھاری ناسازگاری طبیعت سُن کر دل کڑھا حق تعالیٰ تم کو زندہ اور تندرست اور خوش رکھے۔ اوراق مثنوی بھیجے ہوئے بہت دن ہوئے جس مین حکایت طالب علم اور سُنار کی تھی واقعہ بلند شہر کا اور وہ اوراق مین نے مع فلٹ پاکٹ نہیں بھیجے خط مین لپیٹ کر چونکہ خط ڈبل تھا دو ٹکٹ لگا کر ارسال کئے ہین رسید ملے تو اُس کو دیکھکر تاریخ معلوم ہوجائے قیاس سے ایسا جانتا ہون کہ پانسات دن ہوئے ہونگے منشی نبی بخش کا خط بہت دن سے نہین آیا گھر اُن کا تاج گنج۔ وہ خود مع بعض متعلقین آگرہ۔ ایک بار تاج گنج کے پتہ سے خط اُن کو بھیجا تھا جواب نہ آیا۔ اب ناچار برخوردار شیونراین سے اُن کا حال پوچھونگا۔ تم باہمہ کمالات خفقانی بھی ہو۔ رائے امید سنگھ سے خط کی امید کیون رکھتے ہو۔ جب آگرہ جاؤگے اور وہ وہان ہونگے تو

ملاقات ہو جائے گی۔ مین خود واقف نہیں کہ وہ کہان ہین از روئے قیاس کہہ سکتا ہون کہ آگرہ یا بندرابن کبھی کہیں سے اُن کا کوئی خط مجکو آیا ہو تو میں گنہگار۔ غالب۔

ایضاً لو صاحب کھچڑی کھائی دن بہلائے کپڑے پہائے گھر کو آئے ۸۔ جنوری ماہ و سال حال دو شنبہ کے دن غضب الٰہی کی طرح اپنے گھر پر نازل ہوا۔ تمہارا خط مضامین درد ناک سے بھرا ہوا رامپور مین مین نے پایا جواب لکھنے کی فرصت نہ ملی۔ بعد روانگی کے مراد آباد مین پہنچکر بیمار ہو گیا پانچ دن صدر الصدور صاحب کے ہان پڑا رہا۔ اُنھون نے بیمارداری اور غمخواری بہت کی۔ کیون ترک لباس کرتے ہو۔ پہننے کو تمہارے پاس ہی کیا ہے جو اُتار کر پھینکو گے ترک لباس سے قید ہستی مٹ نہ جائیگی بغیر کھائے پیئے گزارہ نہ ہوگا ہستی و دستی رنج و آرام کو ہموار کرو جس طرح ہو اسی صورت سے بہر صورت گزرنے دو۔ ع

تاب لائے ہی بنے گی غالب	واقعہ سخت ہے اور جان عزیز

اس خط کی رسید کا طالب غالب

ایضاً ع

میرزا تفتہ کہ پیوستہ بدل جا دارد	ہر کجا ہست خدایا بسلامت دارش

صاحب کئی بار جی چاہا کہ تم کو خط لکھون مگر متحیر کہ کہان بھیجون۔ اب جو تمہارا خط آیا معلوم ہوا۔ کہ حضرت ابھی لکھنؤ میں رونق افروز ہیں خط نہ بھیجون تو گنہگار ہون مین نے یہ عرض کیا ہے کہ مجھ مین اصلاح کی منشقت کی طاقت نہیں رہی معہذا تمہارا کلام پختگی کو پہنچ گیا ہے اصلاح طلب نہیں رہا ہے شیر اپنے بچے کو ایک مدت تک آئین شکار سکھاتا ہے جب وہ جوان ہو جاتا ہے۔ تو خود بے اعانت شیر شکار کیا کرتا ہے۔ یہ مین نے نہیں کہا کہ تم مجھے اپنے کلام کے دیکھنے سے محروم رکھو جو غزل قصیدہ لکھا کرو نہ مسودہ بلکہ ایک نقل اُسکی ضرور مجکو بھیجا کرو۔

ایضاً سہ شنبہ ۳۔ ربیع الثانی و ششم ستمبر۔ صاحب کل پارسل اشعار کا ایک آنے کا ٹکٹ لگا کر اور اُسپر یہ لکھ کر کہ یہ پارسل ہے خط نہیں ہے ڈاک مین بھیجدیا۔ ڈاک منشی نے کہا

کہ خطوں کے صندوق میں ڈالدو خدمتگار ناخواندہ آدمی اُسکا حکم بجالایا اور اُس کو خطوں کے صندوق میں ڈال آیا وہ لفظ کہ یہ خط نہیں ہے پارسل ہی دست آویز معقول ہے اگر وہاں کے ڈاک کے لوگ تم سے خط کا محصول مانگیں تو تم اُس جملہ کے ذریعے سے گفتگو کرلینا۔ مکان میرے گھر کے قریب حکیم محمود خان کے گھر کے نزدیک عطار بھی پاس بازار بھی قریب ڈھائی روپیہ کرایہ کو موجود مگر مالک مکان سے یہ وعدہ ہی کہ ہفتہ بھر کسی اور کو نہ دونگا۔ بعد ایک ہفتہ کے اگر تمھارا مسافر نہ آیا تو مجھے اور کرایہ دار کے دینے کا اختیار ہے۔ رامپور کے باب میں مختصر کلام یہ ہے کہ نہ میں والی رامپور کو لکھ سکتا ہوں۔ نہ اس لکھنے کی وجہ تم کو لکھ سکتا ہوں۔ اگر ریل میں بیٹھ کر آجاؤ گے تو زبانی کہدونگا۔ غالب۔

ایضاً منشی صاحب سعادت واقبال نشان منشی ہر گوپال صاحب سلمہ اللہ تعالی۔ غالب کی دعاے درویشانہ قبول کریں۔ ہم آپ کو سکندر آباد و قانونگویوں کے محلے میں سمجھے ہوئے ہیں۔ اور آپ لکھنؤ راجہ مان سنگھ کی حویلی مطبع اودھ اخبار میں بیٹھے ہوئے مدار یہ حقہ لکھنؤ کا پی رہے ہیں اور منشی نولکشور صاحب سے باتیں کر رہے ہیں۔ بھلا منشی صاحب کو میرا سلام کہنا آج یکشنبہ ہی اخبار کا لفافہ ابھی تک نہیں پہنچا ہر ہفتے کو پنجشنبہ جمعہ کو پہنچتا تھا مرزا تفتہ کیا فرماتے ہو کیسے ریٹگین صاحب کہاں ریٹگین صاحب پنجشنبہ کے دن ۹ جنوری سنہ حال کو وہ پنجاب کو گئے ملتان یا پشاور کے ضلع میں کہیں کے حاکم ہوئے ہیں اپنی ناتوانی کے سبب اُنکی ملاقات کو وہ ریع کو نہیں گیا۔ انوار الحق گھاٹ پر نوکر ہیں ۲۰ مشاہرہ پاتے ہیں زیادہ زیادہ نجات کا طالب غالب صبح یکشنبہ ۱۲۔ فروری ۱۸۶۵ء

ایضاً نور چشم غالب از خود رفتہ مرزا تفتہ خدا تم کو خوش اور تندرست رکھے نہ دوست بخیل ہیں کا ذب مگر بقول میر تقی ع اتفاقات ہیں زمانہ کے ؎ بہر حال کچھ تدبیر کیجائیگی اور انشاء اللہ صورت وقوع جلد نظر آئے گی تعجب ہے کہ اس سفر میں کچھ فائدہ نہ ہوا ؎

یا کرم خود نماند در عالم	یا مگر کس درین زمانہ نکرد

اغنیاے دہر کی مدح سرائی موقوف کرو اشعار عاشقانہ بطریق غزل کہا کرو۔ اور خوش رہا کرو۔ نجات کا طالب غالب سہ شنبہ ۲۴ نومبر ۱۸۶۳ء

ایضاً صاحب بندہ میں نے بکس کا ایک ایک خانہ دیکھا سوائے تین کاغذوں کے کوئی کاغذ تمہارا نہ نکلا اور اس وقت بہ سبب کم فرصتی کے میں ردیف اُن تینوں قصیدوں کی نہیں ہو سکتا اور وہ مقدمہ ضَ کا باقتضائے حالات زمانہ سُست ہو گیا ہے ہٹ نہیں گیا۔ دیر آید درست آید انشاء اللہ تعالیٰ اب میرا حال سنو ؎

در نومیدی بسے امید است	پایان شب سیہ سپید است

ہمیشہ نواب گورنر جنرل کی سرکار سے دربار میں مجکو، پارچے اور تین رقم جواہر خلعت ملتا تھا۔ لارڈ کیننگ صاحب میرا دربار خلعت بند کر گئے ہیں ناامید ہو کر بیٹھ رہا اور حسرت العمر کو ماویس ہو رہا۔ اب جو یہاں لفٹنٹ گورنر پنجاب آئے ہیں جانتا تھا کہ یہ بھی مجھ سے نہ ملیں گے کل اُنھوں نے مجھکو بلا بھیجا بہت سی عنایت فرمائی اور فرمایا کہ لارڈ صاحب دلی میں دربار نہ کریں گے میرٹھ ہوتے ہوئے اور میرٹھ میں اُن اضلاع کے علاقہ داروں اور مالگذاروں کا دربار کرتے ہوئے انبالہ جائینگے دلی کے لوگوں کا دربار وہاں ہوگا تم بھی انبالہ جاؤ شریک دربار ہو کر خلعت معمولی لے آؤ۔ بھائی کیا کہوں کہ کیا میرے دل پر گذری گویا مردہ جی اٹھا مگر ساتھ اس مسرت کے یہ بھی سناٹا گزرا کہ سامان سفر انبالہ و مصارف بے انتہا کہاں سے لاؤں اور طرہ یہ کہ نذر معمولی میری قصیدہ ہے۔ اِدھر قصیدہ کی اُدھر روپیہ کی تدبیر۔ حواس ٹھکانے نہیں۔ شعر کا م دل و دماغ کا ہے وہ روپیہ کی فکر میں پریشان میرا خدا یہ مشکل بھی آسان کرے گا لیکن ان دنوں میں نہ دن کو چین ہے نہ رات کو نیند ہی یہ کئی سطریں تمہیں اور ایسی ہی کئی سطریں جناب نواب صاحب کو لکھ کر بھیجدی ہیں۔ جیتا رہا تو انبالہ سے آکر خط لکھوں گا۔ روز چہار شنبہ ۱۳۔ رمضان ۴ فروری۔

ایضاً بھائی تم نے مجھے کونسا دو چار سو روپیہ کا نوکر یا پنشن دار قرار دیا ہے جو دس بیس روپیہ مہینا قسط کی آرزو رکھتے ہو تمھاری باتوں پر کبھی کبھی ہنسی آتی ہے اگر اچھا تاہم کبھی دلی کے ڈپٹی کلکٹر یا وکیل کمپنی ہوتے تو مجکو بڑی مشکل پڑتی بہر حال خوش رہو اور متفکر نہ ہو۔ پانچ روپیہ مہینا پنشن انگریزی میں سے قسط مقرر ہو گیا تمادائے زر ابتدائے جون ۱۸۵۳ء یعنی ماہ آیندہ سے یہ قسط جاری ہوگی۔

بابو صاحب کا خط تمھارے نام کا پہنچا عجب تماشا ہے وہ ونگ کے ہونے سے خجل ہوتے ہین اور مین اُن کے عذر چاہنے سے مرا جاتا ہون سلئے اتفاق آج مین نے اُن کو لکھا اور کل راجہ کے مرنے کی خبر سنی واللہ باللہ اگر دو دن پہلے خبر سن لیتا تو اگر میری جان پر آبنتی تو بھی اُن کو نہ لکھتا جے پور کے آئے ہوئے روپے کی ہنڈوی اسوقت تک نہین آئی شاید آج شام تک یا کل تک آجاوے خدا کرے وہ آبو ہیاڑ سے ہنڈوی روانہ کر دین ورنہ پھر خدا جانے کہان کہان جائینگے اور روپیہ بھیجنے مین کتنی دیر ہو جائے گی۔ خدا کرے زر مصاف ہر دیو سنگھ اسی مین سے مجرا لین میری کمال خوشی ہے اور یہ نہ ہو تو سہ ہر دیو سنگھ کو میری طرف سے ضرور دین منشی صاحب کا ایک خط ہاترس سے آیا تھا کل اُسکا جواب ہاترس کو روانہ کر چکا ہون۔ والدعا از اسد اللہ محررہ دوشنبہ (۳) مئی ۱۸۵۸ء

ایضاً کل تمھارا خط آیا راز نہانی مجھ پر آشکارا ہوا مین سمجھا ہوا تھا کہ تم دیوانگی اور شورش کر رہے ہو اب معلوم ہوا کہ حق بجانب تمھارے ہی مین جو اپنے عزیز کو نصیحت کرتا ہون تو اپنے نفس کو مخاطب کر کے کہتا ہون کہ اے دل تو اپنے کو اس عزیز کی جگہ سمجھ کر تصور کر کہ اگر تجھپر یہ حادثہ پڑا ہوتا یا تو اس بلا مین گرفتار ہوا ہوتا تو کیا کرتا عیاذاً باللہ اب مین تم کو کیونکر کہوں کہ بے حرمتی گوارا کرو اور رفاقت نہ چھوڑو۔ بلکہ یہ بھی نزائد ہے جو دوست سے کہیئے کہ تو ہمارے واسطے اسکو ترک کر۔ بہرحال دوست کی دوستی سے کام اسکے افعال سے کیا غرض جو محبت و اخلاص اُن مین تم مین ہے بدستور بلکہ روز افزون رہے۔ ساتھ رہنا اور پاس رہنا نہیں ہو نہ سہی ؎

وصلے کہ دران ملال باشد	ہجران بہ ازان وصال باشد

آمدم بر سر مدعا تمھاری رائے ہم کو اس بات مین پسند عجب طرح کا پیچ پڑا کہ نکل نہیں سکتا نہ تم کو سمجھا سکتا ہون اور نہ اُن کو کچھ کہہ سکتا ہون۔ مجھے تو اس موقع مین سوائے اسکے کہ تماشائی نیرنگ قضا و قدر بنا رہون۔ کچھ بن نہیں آتی ؎

بہ بینم کہ تا گردوگار جہان	درین آشکارا چہ دارد نہان

جے پور کا امر محض اتفاقی ہے بے قصد و بے فکر در پیش آیا ہے ہو سنا کا نہ ادھر متوجہ ہوا ہون بوڑہا ہوگیا ہون بہرا ہوگیا ہون۔ سرکار انگریزی مین بڑا پایہ رکھتا تھا۔ رئیس زادون گنا جاتا تھا پورا خلعت پاتا تھا اب بدنام ہوگیا ہون اور ایک بہت بڑا دھبا لگ گیا ہے کسی ریاست مین دخل کر نہین سکتا تھا۔ مگر ہان اُستاد یا پیر یا مداح بن کر راہ و رسم پیدا کرون کچھ فائدہ اُٹھاؤن کچھ اپنے کسی عزیز کو وہان داخل کردون دیکھو کیا صورت پیدا ہوتی ہے ؎

نانہال و دوستی کے بر و بہ		غالبیا رقیم و تجنے کا سشتیم

صحاف کے ہان سے دیوان ابھی نہیں آیا آج کل آجائے گا پھر اسکے جزودان کی تیاری کرکے روانہ کردونگا۔ ابھی کول میں آرام کرو۔ اپنے بچوں میں اپنا دل بہلاؤ۔ اگر جی چاہے تو اکبر آباد چلے جائیو وہاں اپنا دل بہلائیو۔ دیکھو اس خود داری میں اُدھر سے کیا ہوتا ہی اور وہ کیا کرتے ہیں ہوالسلام۔ اسد اللہ جمعہ ۲ دسمبر ۱۸۵۲ء

ایضاً صبح دوشنبہ پنجم جمادی الاول و نوزدہم نومبر سال حال مرزا تفتہ کل تمہارا خط مع کاغذ اشعار آیا آج تم کو یہ خط لکھتا ہون اور اسی خط کے ساتھ موسومہ میر بادشاہ بھیجتا ہون کاغذ اشعار کل یا پرسون روانہ ہوگا۔ فن تاریخ کو دون مرتبہ شاعری جانتا ہون اور تمہاری طرح سے یہ بھی میرا عقیدہ نہیں ہے کہ تاریخ وفات لکھنے سے ادائے حق محبت ہوتا ہی بہرحال ہیں نے منشی نبی بخش مرحوم کی تاریخ رحلت میں یہ قطعہ لکھ کر بھیجا۔ منشی قمرالدین خانصاحب نے پسند کیا قطعہ یہ ہے ؎

شیخ نبی بخش کہ با حسن خلق		داشت مذاق سخن و فہم تیز
سال وفاتش ز پے یادگار		بادل زار و قطرہ دجلہ ریز
خواستم از غالب آشفتہ سر		گفت بدہ طول و بگو رستخیز

ایک قاعدہ یہ بھی ہے کہ کوئی لفظ جامع اعداد نکال لیا کرتے ہیں بلکہ قید معنی دار ہونے کی بھی مرتفع ہے جیسا کہ یہ مصرع ع درسال غرس ہرانکہ ماند بپند ہ۔ انوری کے قصائد کو دیکھو دو چار جگہ ایسے الفاظ قصیدہ کے آغاز مین لکھے ہیں جسمین اعداد سال مطلوب نکل آتے ہیں اور معنی کچھ

نہیں ہوتے لفظ رستخیز کیا پاکیزہ معنی دار لفظ ہے اور پھر واقع کے مناسب اگر تاریخ ولادت یا تاریخ شادی میں یہ لفظ لکھتا تو بے شبہ نامستحسن تھا۔ قصہ مختصر اگر تاریخ کی فکر موجب ادائے حق مودت ہے تو میں حق دوستی ادا کر چکا زیادہ کیا لکھوں۔ داد کا طالب غالب۔

ایضاً کیوں مہاراج کول میں آنا اور جناب منشی نبی بخش صاحب کے ساتھ غزل خوانی کرنی اور ہم کو یاد نہ دلانا مجھ سے پوچھو کہ میں نے کیونکر جانا کہ تم مجکو بھول گئے۔ کول میں آئے اور مجکو اپنے آنے کی اطلاع نہ دی نہ لکھا کہ میں کیونکر آیا ہوں اور کب تک رہونگا اور کب جاؤنگا اور بابو صاحب سے کہاں جا ملونگا خیر اب جو میں نے بے حیائی کر کے تم کو خط لکھا ہے لازم ہے کہ میرا قصور معاف کرو اور مجکو ساری اپنی حقیقت لکھو تمھارے ہاتھ کی لکھی ہوئی غزلیں بابو صاحب کی میرے پاس موجود ہیں اور اصلاح پا چکی ہیں اب میں حیران ہوں کہ کہاں بھیجوں۔ ہر چند اُنھوں نے لکھا ہے کہ اکبرآباد ہاشم علیخان کو بھیج دو لیکن میں نہ بھیجوں گا جب وہ اجمیر یا بھرت پور پہنچ کر مجکو خط لکھیں گے تو میں اُن کو وہ اوراق ارسال کروں گا یا تم جو لکھو گے اسپر عمل کرونگا بھائی ایک دن شراب نہ پیو یا کم پیو اور دو چار سطریں لکھ بھیجو کہ ہمارا دھیان تم ہیں لگا ہوا ہے اسداللہ۔ رقم زدہ یکشنبہ چہارم جنوری ۱۸۵۲ء

ایضاً صاحب تمھاری سعادت مندی کو ہزار ہزار آفرین تم کو یوں ہی چاہیئے تھا لیکن میں نے تو ایک بات بطریق تمنا لکھی تھی۔ جیسا کہ عربی میں لیت اور فارسی میں کاشکے۔ اب تم روداد سنو عرضی میری سر جان لارنس چیف کمشنر بہادر کو گزری اُسپر دستخط ہوئے کہ یہ عرضی مع کاغذ ضمیمہ سائل کے پاس بھیجدی جائے اور یہ لکھا جائے کہ معرفت صاحب کمشنر دہلی کے پیش کرو اب سررشتہ دار کو لازم تھا کہ میرے نام موافق دستور کے خط لکھتا یہ نہ ہوا وہ عرضی حکم چڑھی ہوئی میرے پاس آ گئی۔ میں نے خدا صاحب کمشنر دہلی چارلس سانڈرس کو لکھا اور وہ عرضی حکم چڑھی ہوئی اُسمیں ملفوف کر کے بھیجدی صاحب کمشنر نے صاحب کلکٹر کے پاس یہ حکم چڑھا کر بھیجی کہ سائل کی پنشن کی کیفیت لکھو۔ اب وہ مقدمہ صاحب کلکٹر کے ہاں آ یا ہے ابھی صاحب کلکٹر نے

تعمیل اس حکم کی نہیں کی. پرسوں تو اُن کے ہاں یہ روبکاری آئی ہے دیکھئے کچھ مجھ سے پوچھتے ہیں یا اپنے دفتر سے لکھ بھیجتے ہیں دفتر کہاں رہا ہے جو اُسکو دیکھیں گے. بہرحال یہ خدا کا شکر ہے. کہ بادشاہی دفتر میں سے میرا کچھ شمول فساد میں پایا نہیں گیا۔ اور میں حکام کے نزدیک یہاں تک پاک ہوں کہ پنشن کی کیفیت طلب ہوئی ہے اور میری کیفیت کا ذکر نہیں ہے یعنی سب جانتے ہیں کہ اس کو لگاؤ نہ تھا مولوی قمرالدین خان کا کول نہ جانا اور راہ سے پھر آنا معلوم ہوا حق تعالی اُن کو زندہ اور تندرست رکھے میرا سلام کہنا اور یہ خط پڑھا دینا. بھائی منشی نبی بخش صاحب کو سلام اور اُن کے بچوں کو دعا کہنا اور یہ خط ضرور ضرور پڑھا دینا اور کہنا کہ بھائی بدایت تو اچھی ہے نہایت بھی خدا اچھی کرے وہ عزت اور وہ ربط وضبط جو ہم رئیس زادوں کا تھا اب کہاں. روٹی کا ٹکڑا ہی ملجائے تو غنیمت ہے. گورنری کلکتہ اور گورنری آگرہ اور ایجنٹی و کمشنری و دیوانی و فوجداری و کلکٹری دہلی سے جو حکم میرے خط اور عرضی پر ہوا ہے مشتمل اس حکم پر خط میرے نام آیا ہے حاکم نے اب بھی یہی حکم دیا تھا کہ لکھا جاوے کہ یوں کرو. عملہ نے خط نہ لکھا صرف وہ عرضی حکم چڑھی ہوئی بھیجدی خیر. ع ہرچہ از دوست میرسد نیکوست ❋ سنو میرزا تفتہ اب میں جو اپنا حال تم کو لکھا کروں وہ تم میرے بھائی کو اور مولوی قمرالدین خان کو دکھا دیا کرو. تین تین جگہ ایک بات کو کیوں لکھوں جمعہ ۱۲ مارچ ۱۸۵۸ء

ایضاً بھائی ہاں میں نے زبدۃ الاخبار میں دیکھا کہ رانی صاحب مرگئیں. کل ایک دوست کا خط اکبرآباد سے آیا وہ لکھتا ہے کہ راجہ ہرا رانی مری. ابھی ریاست کا کوئی رنگ قرار نہیں پایا. صورت انتظام جانی بیجناتھ کے آنے پر موقوف ہے یہانتک اس دوست کی تحریر ہے ظاہرا اُس کو بابو صاحب کا نام نہیں معلوم ان کے بھائی کا نام یاد رہ گیا. صرف اس دوست نے بطریق اخبار لکھا ہے اسکو میری اور جانی کی دوستی کا بھی حال معلوم نہیں حاصل اس تحریر سے یہ ہے کہ اگر یہ خبر سچ ہے تو ہمارے دوست کا نام بنا رہے گا. آمین یارب العالمین. صاحب جے پور کا مقدمہ اب لایق اس کے نہیں ہے کہ ہم اس کا خیال کریں ایک بنا ڈالی تھی . وہ نہ

اُٹھی راجہ لڑکا ہے اور چھچھورا ہے۔ راول جی اور سعد اللہ خان بے رہتے تو کوئی صورت نکل آتی
اور یہ جواب آپ لکھتے ہین کہ راجہ تیرے دیوان کو پڑھا کرتا ہے اور پیش نظر رکھتا ہے۔ یہ بھی تو
آپ از روئے تحریر منشی ہردیو سنگھ کہتے ہین اُن کا بیان کیون کر دلنشین ہو۔ وہ بھی جو بابو صاحب
لکھ چکے ہین کہ پانسو روپیہ نقد اور خلعت مرزا صاحب کے واسطے تجویز ہو چکا ہے ہولی ہو چکی اور
ہیں لیکر چلا۔ پھاگن چیت بیتا کہ نہین معلوم ہولی کس مہینہ مین ہوتی ہے آگے تو پھاگن مین ہوتی
تھی۔ بندہ پرور بابو صاحب نے بھی بارہا مجکو دو ہنڈویان بھیجی ہین۔ سو سو روپیہ کی ایک تو میر احمد حسین
میکش کے واسطے راجہ صاحب کی طرف سے تاریخ تولد کنور صاحب کے انعام مین اور ایک اپنی
طرف سے مجکو بطریق نذر شاگردی بعد اُسکے دو ہنڈویان سو سو روپیہ کی یعنی چار چار پانچ پانچ
مہینے کے آئین مع میر احمد حسین کے صلے کے روپیوں کے چار سو اور اُس سے علاوہ تین سو اور
کہ چار سو یا تین سو کتنے دن مین آئے اسکا حساب کنور صاحب کی عمر پر حوالہ ہے اگر وہ دو برس کے
ہیں تو دو برس مین اور اگر تین برس کے ہیں۔ تو تین برس مین۔ ہان صاحب یہ وہی میر قاسم علی صاحب
ہین جو میرے پرانے دوست ہین پرسون یا اترسون جو ڈاک کا ہرکارہ تمہارا خط لایا تھا وہ ایک
خط میر صاحب کے نام کا کوئی میان حکمت اللہ ہین اُن کا میرے مکان کے پتہ سے لایا تھا وہ مین نے
لے کر رکھ لیا ہے۔ جب میر صاحب آجاوین تو تم اُن کو میرا سلام کہنا اور کہنا کہ حضرت اگر میرے
واسطے نہیں تو اس خط کے واسطے آپ دلی آئیے۔ غالب۔

ایضاً عجب تماشا ہے بابو صاحب لکھ چکے ہین کہ ہردیو سنگھ آگیا اور پانسو روپیہ کی ہنڈوی لایا
مگر اُس کے مصارف کی بابت اُنیس روپے کئی آنے اُس ہنڈوی مین محسوب ہو گئے ہین مین
اپنے پاس سے ملا کر پورے پانسو کی ہنڈوی تجکو بھیجتا ہون مین نے اُن کو لکھا کہ مصارف
ہردیو سنگھ کے بہیں مجرا دونگا تکلیف نہ کرو بلکہ یہ میری طرف سے ہردیو سنگھ کو اور دیدو اور باقی
کچھ کم ساڑھے چار سو کی ہنڈوی جلد روانہ کرو۔ سو بھائی آج تک ہنڈوی نہین آئی مین حیران
ہون وجہ حیرانی کی یہ کہ اس ہنڈوی کے بھروسے پر قرضداروں سے وعدہ جون کے اوائل کا

کیا تھا آج جون کی پانچوین ہے وہ تقاضا کرتے ہیں اور میں آج کل کر رہا ہوں شرم کے مارے بابو صاحب کو کچھ نہیں لکھ سکتا جانتا ہوں کہ وہ سینکڑا پورا کرنے کی فکر میں ہونگے پھر وہ کیوں اتنا تکلف کرین تیس روپے کی کونسی ایسی بات ہے۔ اگر مصارف ہردیو سنگھ میرے ہاں سے مجرا ہوتے تو کیا غضب ہوا۔ اُنتیس ۲۹ اور پچیس ۲۵۔ چوّن ۵۴ روپیہ نکال ڈالیں اور باقی ارسال کریں لفافے خطوط کے جو میں نے بھیجے تھے وہ بھی ابھی نہیں آئے با این ہمہ یہ کیسی بات ہے، کہ مین یہ بھی نہیں جانتا کہ بابو صاحب کہاں ہیں۔ پہاڑ پر ہیں یا بھرت پور آئے ہیں اجمیر آنے کی تو ظاہرا کوئی وجہ نہیں ہے ناچار کثرت انتظار سے عاجز اگر آج تم کو لکھا ہے تم اسکا جواب مجکو لکھو اور اپنی رائے لکھو کہ وجہ درنگ کی کیا ہے زیادہ زیادہ اسد اللہ مرقومہ پنجم جون ۱۸۵۳ء روز پنجشنبہ جواب طلب

ایضاً میرا سلام پہنچے خط اور کاغذ اشعار پہنچا سابق وحال ابھی سب یوں ہی دھرے رہینگے اگرچہ گرمی رفع ہوگئی مینہ برسنے لگا ہوائے سرد چلنے لگی مگر دل مکدر ہے اور حواس ٹھکانے نہیں۔ بادشاہ کا قصیدہ سارا اور ولی عہد کا قصیدہ بے خاتمہ آگے سے کہہ رکھا تھا اُسکا خاتمہ بہزار مشقت رمضان میں کہہ لیا اور عید کو دونوں پڑھ دیئے۔ بھائی منشی نبی بخش صاحب کو پرسوں یا اترسوں بھیجونگا اُن سے لے کر تم بھی دیکھنا میں نے اُن کو لکھ بھیجا ہے کہ منشی ہرگوپال صاحب کو بھی دینا کہ وہ پڑھ لیں اور چاہیں تو نقل کر لیں اس کے سوا اور جو کچھ تمھارے خط میں لکھا تھا وہ جواب طلب نہیں اور یوں ہی ہے جو تم سمجھے ہو۔ اسد اللہ

ایضاً کیوں صاحب اس کا کیا سبب ہے کہ بہت دن سے ہماری آپ کی ملاقات نہیں ہوئی نہ مرزا صاحب ہی آئے نہ منشی صاحب ہی تشریف لائے وہاں ایک بار منشی شیونرائن صاحب نے کرم کیا تھا اور خط میں یہ رقم کیا تھا کہ اب ایک فرمہ باقی رہا ہے۔ اس راہ سے میں یہ تصور کر رہا ہوں کہ اگر ایک فرمہ نثر کا باقی تھا تو اب قصیدہ چھاپا جاتا ہوگا۔ اور اگر فرمہ قصیدہ کا تھا تو اب جلدیں بنی شروع ہوگئی ہوگی۔ تم سمجھے ہیں تمھارے اور بھائی منشی نبی بخش صاحب اور جناب مرزا حاتم علی صاحب کے خطوط کے آنے کو تمہارا اور اُن کا آنا سمجھتا ہوں تحریر یہ گویا وہ

مکالمہ ہے جو باہم ہوا کرتا ہے۔ پھر تم کہو مکالمہ کیوں موقوف ہے اور اب کیا دیر ہے اور وہاں کیا ہو رہا ہے بھائی صاحب کو کاپی کی تصحیح سے فراغت ہو گئی۔ مرزا صاحب نے جلدیں صحاف کو دیدیں میں اب اُن کتابوں کا آنا کب تک تصور کروں۔ دسہرے میں ایک دو دن کی تعطیل مقرر ہوئی ہوگی کہیں دوالی کی تعطیل تک نوبت نہ پہنچ جائے۔ ہاں صاحب تم نے کبھی کچھ حال قمرالدین خانصاحب کا نہ لکھا آگے اس سے تم نے اگست ستمبر میں اُن کا آگرے کا آنا لکھا پھر وہ اکتوبر تک کیوں نہ آئے۔ وہاں تو منشی غلام غوث خانصاحب اپنا کام بدستور کرتے ہیں۔ پھر یہ اُس دفتر میں کیا کر رہے ہیں کہیں کسی اور کام پر معین ہو گئے ہیں اسکا حال جلد لکھو مجھ کو یاد پڑتا ہے کہ تم نے لکھا تھا کہ منشی غلام غوث خانصاحب کو ایک گانو جاگیر میں ملا ہے۔ مولوی قمرالدین خانصاحب اُسکے بندوبست کو آیا چاہتے ہیں اُسکا ظہور کیوں نہ ہوا ان سب باتوں کا جواب جلد لکھیے جناب مرزا صاحب کو میرا سلام کہیے اور یہ پیام کہیے کہ کتاب کا حسن کانوں سے سنا دل کو دیکھنے سے زیادہ یقین آیا مگر آنکھوں کو رشک ہے کانو پر اور کان چشمک زنی کر رہے آنکھوں پر یہ ارشاد ہو کہ آنکھوں کا حق آنکھوں کو کب تک ملیگا۔ بھائی صاحب کو بعد از سلام کہیے گا کہ حضرت اپنے مطلب کی تو مجکو جلدی نہیں ہے آپ کی تخفیف تصدیع چاہتا ہوں یعنی اگر کاپی کا قصہ تمام ہو جائے تو آپ کو آرام ہو جائے۔ جناب منشی شیونرائن صاحب کی عنایتوں کا شکر میری زبانی ادا کیجئے گا۔ اور یہ کہیے گا کہ آپ کا خط پہنچا چونکہ میرے خط کا جواب تھا اور معہذا کوئی امر جواب طلب نہ تھا اسواسطے اُسکا جواب نہیں لکھا زیادہ زیادہ۔ نگاشتہ و روان داشتہ صبح شنبہ ۱۶ اکتوبر ۱۸۵۸ء راقم غالب

ایضاً صاحب عجب تماشا ہے تمہارے کہے سے منشی شیونرائن صاحب کو خط لکھا تھا سو کل اُن کا خط آیا اور اُنھوں نے دستنبو کی رسید لکھی۔ ڈاک کا ہرکارہ تو اُن کے پاس لے گیا ہوگا آخر تمہیں نے بھیجا ہوگا یہ کیا کہ تم نے مجکو اُس کی رسید اور میرے خط کا جواب نہ لکھا۔ اگر یہ گمان کیا جائے کہ تم نے رلاے امید سنگھ کی ملاقات ہو لینے پر خط کا لکھنا منحصر رکھا ہے تو وہ بھی ہو چکی ہو گی مجھے تو صورت ایسی نظر آتی ہے کہ گویا تم الگ ہو گئے ہو۔ کتاب مطبع میں حوالے کر دی آپ

اُس کی تزئین و تصحیح سے کچھ غرض نہیں۔ پس اگر یوں ہے تو میں اس انطباع سے در گزرا سینکڑوں مطالب و مقاصد رہ جائیں گے اور پھر اس وحشت کی وجہ کیا اگر کہا جائے کہ وحشت نہیں ہے تو اس کتاب اور مثنوی کی رسید نہ لکھنے کی وجہ کیا ہے تکلف قیاس چاہتا ہے کہ تم مجھ سے خفا ہو گئے ہو۔ خدا کے واسطے خفگی کی وجہ لکھو۔ صبح کو میں نے یہ خط روانہ کیا ہے۔ بدھ کا دن ستمبر کی پہلی تاریخ اگر شام تک تمہارا خط آیا تو خیر ورنہ تمہاری رنجش کا بالکل یقین ہو جائیگا اور سبب وجہ نہ معلوم ہونے کے جی گھبرائے گا۔ میں تو اپنے نزدیک کوئی سبب ایسا نہیں پاتا۔ خدا کے واسطے خط جلد لکھو اگر خفا ہو تو خفگی کا سبب لکھو۔ جانتا ہوں کہ تم رائے امید سنگھ سے بھی نہ ہو گے عیاذاً باللہ میں اُن سے شرمندہ رہا کہ میں نے کہا تھا کہ ہاں مرزا تفتہ دستنبو تم کو اچھی طرح پڑھاویں گے اگرچہ ایسے حال میں کہ مجکو تیرا الگ ہونے اور پہلو تہی کرنے کا گمان گزرا ہو کوئی مطلب تم کو لکھنا نہ چاہیئے مگر ضرورت کو کیا کروں ناچار لکھتا ہوں۔ صاحب مطبع نے خط کے لفافہ پر لکھا ہے مرزا نوشہ صاحب غالب۔ اللہ غور کرو کہ یہ کتنا بے جوڑ جملہ ہے ڈرتا ہوں کہ کہیں صفحہ اول کتاب پر بھی نہ لکھدیں آیا فارسی کا دیوان یا اُردو یا پنج آہنگ یا مہر نیمروز چھاپے کی یہ کوئی کتاب اُس شہر میں نہیں بھیجے جو وہ میرا نام لکھ دیتے تم نے بھی اُن کو میرا نام نہیں بتایا صرف اپنی نفرت عرف سے وجہ اس واویلا کی نہیں ہے بلکہ سبب یہ ہے کہ دلی کے حکام کو تو عرف معلوم ہے مگر کلکتہ سے ولایت تک یعنی وزرا کے محکمہ میں اور ملکہ عالیہ کے حضور میں کوئی اس نالائق عرف کو نہیں جانتا پس اگر صاحب مطبع نے مرزا نوشہ صاحب غالب لکھ دیا تو میں غارت ہو گیا۔ کھویا گیا میری محنت رایگان گئی گویا کتاب کسی اور کی ہو گئی۔ لکھتا ہوں اور پھر سوچتا ہوں کہ دیکھوں تم یہ پیام مطبع میں پہنچا دیتے ہو یا نہیں۔ بدھ کا دن ستمبر کی پہلی تاریخ۔ غالب۔

ایضاً بھائی صاحب ۳۳ کتابیں بھیجی ہوئی برخوردار منشی شیو نرائن کی کل جمعہ ۱۲۔ نومبر کو پہنچیں کاغذ اور سیاہی اور خط کا حسن دیکھ کر میں نے ازروئے یقین جانا کہ طلائی کام پر یہ کتابیں طاؤس بہشت بن جائیں گی۔ حوریں اُن کو دیکھ کر شرمائیں گی۔ یہ تو سب درست مگر دیکھیے مجلدوں کا

دیکھنا کب تک میسر ہو. آپ پر گمان تساہل کا گزرے یہ تو کیوں کر ہو. ہاں صحاف جلد کے بنانے کی نسبت سے میرے حق کا جلا دنہ بن جائے یعنی مدت مناسب سے زیادہ دیر نہ لگائے. اور ہاں حضرت کچھ ایسی نخنگی ارسال وقت کریجئے گا کہ وہ پارسل آشوب تلف سے محفوظ رہے بہت عزیز اور بہت کام کی چیز ہے مجکو وہ ایک ایک مجلد اپنی جان سے زیادہ عزیز ہے. یاالٰہی یہ خط راہ میں ہو اور وہ ساتوں کتابوں کا پارسل تیرے حفظ و امان میں مجھ تک پہنچ جائے اور یہ نہو تو بھلا یہ ہو کہ اس خط کا جواب لکھیئے اُس میں یہ مرقوم ہو کہ آج ہم نے کتابوں کا پارسل روانہ کیا ہے ؎

یارب این آرزوے من چہ خوش است		تو بدین آرزو مرا برسان	

مرسلہ شنبہ ۱۳. نومبر ۱۸۵۸ء عیسوی.

ایضاً رکھیو غالب مجھے اس تلخ نوائی میں معاف	؞	آج کچھ درد مرے دل میں سوا ہوتا ہے	

بندہ پرور پہلے تم کو یہ لکھا جاتا ہے کہ میرے دوست قدیم میر مکرم حسین صاحب کی خدمت میں میرا سلام کہنا اور یہ کہنا اب تک جیتا ہوں اور اس سے زیادہ میرا حال مجکو بھی معلوم نہیں. مرزا حاتم علی صاحب مہر کی جناب میں میرا سلام کہنا. اور یہ میرا شعر میری زبان سے پڑھنا ؎

شرط اسلام بود ورزش ایمان بالغیب		اے تو غائب ز نظر مہر تو ایمان من ست

تمہارے پہلے خط کا جواب بھیج چکا ہوں کہ اُس کے دو دن یا تین دن کے بعد دوسرا خط پہنچا. سُنو صاحب جس شخص کو جس شغل کا ذوق ہو اور وہ اُس میں بے تکلف عمر بسر کرے اس کا نام عیش ہے. تمہاری توجہ مفرط بطرف شعر و سخن. تمہاری شرافت نفس اور حسن طبع کی دلیل ہے اور بھائی یہ جو تمہاری سخن گستری ہے اسکی شہرت میں میری بھی تو نام آوری ہے میرا حال اس فن میں اب یہ ہے کہ شعر کہنے کی روش اور اگلے کہے ہوئے اشعار سب بھول گیا. مگر ہاں اپنے ہندی کلام میں سے ڈیڑھ شعر یعنی ایک مقطع اور ایک مصرع یاد رہ گیا ہے سو گاہ گاہ جب دل اُلٹنے لگتا ہے تب دس پانچ بار یہ مقطع زبان پر آجاتا ہے. ؎

زندگی اپنی جب اس شکل سے گزری غالب		ہم بھی کیا یاد کریں گے کہ خدا رکھتے تھے

پھر جب سخت گھبراتا ہوں اور تنگ آتا ہوں تو یہ مصرع پڑھ کر چپ ہو جاتا ہوں ع اے مرگ ناگہاں تجھے کیا انتظار ہے ۔ یہ کوئی نہ سمجھے کہ میں اپنی بے رونقی اور تباہی کے غم میں مرتا ہوں جو دکھ مجکو ہے اُس کا بیان تو معلوم مگر اُس بیان کی طرف اشارہ کرتا ہوں۔ انگریز کی قوم میں سے جو ان روسیاہ کالوں کے ہاتھ سے قتل ہوئے اس میں کوئی میرا امیدگاہ تھا اور کوئی میرا شفیق اور کوئی میرا دوست اور کوئی میرا یار اور کوئی میرا شاگرد ہندوستانیوں میں کچھ عزیز کچھ دوست کچھ شاگرد کچھ معشوق سو وہ سب کے سب خاک میں مل گئے ایک عزیز کا ماتم کتنا سخت ہوتا ہے جو اتنے عزیزوں کا ماتم دار ہو اُسکو زیست کیونکر نہ دشوار ہو۔ ہائے اتنے یار مرے کہ جو اب میں مروں گا تو میرا کوئی رونے والا بھی نہ ہوگا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

بنام شاہزادہ بشیر الدین صاحب

حضرت پیر و مرشد برحق سلامت تقصیر معاف میں مدعی اور آپ مدعی علیہ بھی اور حاکم بھی۔ وجہ استغاثہ یہ کہ آپ نے مجھے اپنے حلقۂ ارادت سے خارج کر دیا۔ عرائض جواب طلب کا جواب نہیں ایک عنایت نامہ سابق میں۔ آب زلال میر و دہر پرچنگ۔ یہ جملہ مرکبہ لکھا ہوا تھا میں اسکو پڑھ بھی نہ سکا معنی تو علاوہ رہے۔ میں نے عریضہ لکھا اور جملہ کی حقیقت حال کا انکشاف چاہا اب تک جواب نہیں پہنچا۔ جی گھبرا رہا ہے جب تک اسکا جواب نہ پاؤں گا آرام نہ آئے گا۔ برخوردار اقبال نشان میرزا شہاب الدین خان بہادر کی زبانی آپکے مزاج مبارک کی خیر و عافیت سُنی مگر وہ جو تحریر و دستخطی سے تسلی ہوتی ہے۔ وہ کہاں۔ حضرت اب تو خالصاً للہ و الرسول میرا گناہ معاف اور دستخط خاص سے مجکو اس جملے کے معانی لکھ بھیجئے۔ زیادہ حد ادب۔ عفو جرم کا طالب غالب۔

ایضاً	در پرستش ستم دور کا تجوئی استوار		پادشہ را بندۂ کم خدمت پر خوار ہست

حضرت پیر و مرشد برحق رنج افزونی کاہش اب اس حد کو پہنچی ہے کہ ع تقسیم جز و لا یتجزیٰ محال ہے آگے باد زمہریر نے لہو خشک کر دیا تھا اب آتش دوزخ نے رہا سہا جلا دیا۔ کل عنایت نامہ

آیا آپ جو رقم فرماتے ہیں کہ تو نے میرے خط کا جواب نہیں بھیجا مجکو باوصف استیلائے نسیان خیال میں آتا ہے کہ میں حضرت کے فرمان کا جواب لکھ چکا ہون۔ ڈاک اب ڈاکو ہو گئے ہیں اگر وہ لفافہ ڈاک میں تلف ہو گیا ہو تو کچھ بعید نہیں۔ متوقع ہون کہ اُس کا نہ پہنچنا میری نارسائی بخت کی تاثیر سمجھا چاہیئے۔ میں مجرم نہ ٹھہروں۔ زیادہ حد ادب نجات کا طالب غالب۔ روز دوشنبہ ۱۱- اپریل ۱۸۶۹ء

ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار		ایضاً تم سلامت رہو ہزار برس

آج منگل ۱۶ جون ۱۸۶۶ء ۱۲ بجے عنایت نامہ آیا۔ سر نامہ دیکھکر سفیدۂ صبح مراد سمجھا۔ ننگا ایک چھوٹی سی خس کی ٹٹی کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ خط پڑھ کر وہ حال طاری ہوا کہ اگر ننگا نہ ہوتا تو گریبان پھاڑ ڈالتا۔ اگر جان عزیز نہ ہوتی تو سر پھوڑ تا۔ اور کیونکر اس غم کی تاب لاتا کہ میں نے اپنے کو کھچوا کر بصورت تصویر آپ کی خدمت میں بھیجا۔ لفافہ انگریزی اقبال نشان شہاب الدین خان سے لکھوا کر بیرنگ ارسال کیا۔ اس فرمان میں اُس لفافے کی رسید نہ پائی ظاہراً ڈاک پر ڈاکو گرے اور میرے پیکر بے روح کے ٹکڑے اڑا دئیے بیتاب ہو کر یہ عبارت حضرت کو بھیجی ہوئی لفافہ میں لپیٹ کر روانہ کی اب جب آپ اور لفافہ بھیجیں گے تو مطالب باقی کا جواب مع اوراق اشعار بھیجونگا۔ زیادہ حد ادب

بنام سید بدر الدین احمد المعروف بہ فقیر صاحب

حضرت مخدوم مکرم و معظم جناب فقیر صاحب دامت بر کاتہم۔ بعد بندگی عرض کیا جاتا ہے کہ آپ کا عنایت نامہ پہنچا حال معلوم ہوا۔ بابو صاحب کے واسطے میرا جی بہت جلا۔ زمانہ ان دنوں میں اُن سے بر سر امتحان ہی۔ پروردگار اُن کو سلامت رکھے اور صبر و شکیب عطا کرے۔ علاقہ مساعدت روزگار کی وہ صورت شدائد رنج سفر کی وہ حالت۔ ناسازگاری مزاج کا وہ رنگ۔ ان سب باتوں سے علاوہ یہ کتنی بڑی مصیبت ہی کہ جوان داماد مر جاوے اور بیٹی بیوہ ہو جاوے۔ مرگ و زیست کا سر رشتہ خدا کے ہاتھ ہے آدمی کیا کرے۔ دل پر میرے جو گزری ہو وہ میرا دل جانتا ہے۔ ہاں بحسب ظاہر

تعزیت نامہ لکھنا چاہیئے۔ حیران ہوں کہ اگر خط لکھوں تو کس پتہ سے لکھوں ناچار ابھی تامل ہے جب وہ بھرت پور آجائیں تو آپ اُن کے آنے کی مجکو اطلاع دیجئے گا کچھ لکھ بھیجوں گا۔ نواب علی نقی خان صاحب کے خط کے جواب میں جو آپنے مجکو لکھا تھا وہ مجکو یاد رہے گا۔ جب نواب صاحب آجائیں گے میں ان کو سمجھا دونگا آپ ہندی اور فارسی غزلیں مانگتے ہیں۔ فارسی غزل تو شاید ایک بھی نہیں کہی ہاں ہندی غزلیں قلعہ کے مشاعرہ میں دو چار لکھی تھیں سو وہ یا تمہارے دوست حسین مرزا صاحب کے پاس ہونگی یا ضیاء الدین خان صاحب پاس۔ میرے پاس کہاں آدمی کو یہاں اتنا توقف نہیں کہ وہاں سے دیوان منگوا کر نقل اُتروا کر بھیج دوں۔ سید محمد صاحب کو اور اُن کے دونوں بھائیوں کو میری دعا پہنچے ۔اسد اللہ۔ نگاشتہ چارشنبہ ۳۰۔ ربیع الثانی ۱۲۷۱ھ ہجری مطابق ۳ ۔جنوری ۱۸۵۵ء عیسوی۔

ایضاً مخدوم و مکرم جناب فقیر صاحب کی خدمت عالی میں عرض کیا جاتا ہے کہ بہت دن سے آپنے مجکو یاد نہیں کیا اور مجکو کچھ آپ کا حال معلوم نہیں۔ بابو صاحب خدا جانے کہاں ہیں اور کس کام میں ہیں اُن کا بھی کچھ حال مجکو معلوم نہیں منشی ہرگوپال تفتہ کی تحریر سے بابو صاحب کا حال اکثر اور تمھاری خیر و عافیت گاہ گاہ دریافت ہو جاتی تھی سو وہ بہت دنوں سے علیگڈہ میں ہیں اگرچہ خط اُن کے آتے رہتے ہیں مگر اُن کو بھی بابو صاحب کا حال معلوم نہیں اور تم سے تو بُعد ہی ہے پھر تمھاری خیر و عافیت کیا لکھیں۔ بہرحال مقصود اس تحریر سے یہ ہے کہ نواب میر علی نقی خان صاحب آپ سے ملیں گے یہ بہت عالی خاندان ہیں۔ نواب ذو الفقار خان اور نواب اسدخان کی اولاد میں سے ہیں اور تمہارے ماموں صاحب یعنی نواب محمد میر خان مغفور کے بڑے دوست ہیں اب یہ نوکری کی جستجو کو نکلے ہیں آپ انکی تعظیم و توقیر میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریں۔ اور راج کا حال سب ان پر ظاہر کریں اور اہالی سرکار سے ان کو ملوا دیں اور بابو صاحب سے جو اِن کو ملوائیے تو یہ میرا خط جو آپ کے نام کا ہے جناب بابو صاحب کو پڑھوا دیجئے کیا خوب ہو کہ یہ اس سرکار میں نوکر ہو جائیں اور اگر نوکری کی صورت نہ بنے تو راج سے اُنکی رخصت بآئین شایستہ

عمل میں آوے۔ نواب اسدخان عالمگیر کے وزیر تھے اور فرخ سیر اُن کا بٹھایا ہوا تھا جب فرخ سیر نے ذوالفقار خان کو مار ڈالا تو ازروئے کتب تواریخ ظاہر ہے کہ سلطنت کیسی برہم ہوگئی اور خود فرخ سیر پر کیا گزری۔ قصہ کوتاہ ان کی تقریب ہیں جو مدارج آپ صرف کریں گے اور جس قدر آپ ان کی بہبود میں کوشش کرینگے احسان مجھ پر ہوگا۔ زیادہ زیادہ۔ اسداللہ۔

ایضاً سید صاحب جمیل المناقب عالی خاندان سعادت و اقبال توأمان مجکو اپنی یاد سے غافل اور سید احمد کی خدمت گزاری سے فارغ نہ سمجھیں پر کیا کروں صورت مقدمہ عجیب و غریب ہے یہ نہیں اور اُن کا بھائی باہم موافق رہیں گے تو کوئی صورت نکل آئے گی۔ صامت و ناطق سیم وزر روپیہ اشرفی سنتا ہوں کہ کچھ نہیں۔ ہاں جاوا و سو سید کے اظہار سے معلوم ہوا کہ وہ تقسیم نہ ہوگی کرایہ اُسکا تقسیم ہوجایگا میں سے کیا دوں اور سمجھاؤں کیا۔ کئی دن ہوئے کہ میں حسین مرزا صاحب کے ہاں گیا تھا وہاں میاں بھی بیٹھا تھا باہم اُن دونوں صاحبوں میں یہی باتیں ہو رہی تھیں وہ بھی میری مانند حیرت زدہ تھے قضا و قدر کو چھوڑ و نیرنگ تقدیر کے تماشائی رہو۔ گھاٹا نہیں ٹوٹا نہیں نقد مال کا پتا نہیں املاک کا کرایہ بٹ رہیگا گھبراتے کیوں ہو یہ دلی والوں کی خفقانیت کے حالات ہیں۔ تمھارا بھتیجا یعنی حیدر حسین خان بچ گیا۔ عوارض کی آندھی دفع ہوگئی۔ توقع زیست کی قوی ہے صرف طاقت کا آنا باقی ہے۔ صدمہ بڑا اُٹھایا ہے۔ مہینا بھر میں جیسے تھے ویسے ہی ہوجاوینگے انشاءاللہ العلی العظیم۔ صبح دوشنبہ ۵ مئی ۱۸۶۳ء

ایضاً پیر و مرشد آج نواں دن ہے حسین مرزا صاحب کو الور گئے اگر ہوتے تو اُن سے پوچھتا کہ حضرت میرا دیوان کس مطبع میں طبع ہوا اور حاشیے اُس پر کس نے چڑھائے۔ خدا جانے حسین مرزا نے کیا کہا اور حضرت کیا سمجھے اب یہ حقیقت مجھ سے سنیے سنہ ۱۸۶۲ء یعنی سال گذشتہ میں قاطع برہان چھپی پچاس جلدیں میں نے مول لیں اور یہ وہ زمانہ ہے کہ آپ دلی آئے ہیں میں نے یہ سمجھ کر کہ یہ تمھارے کس کام کی ہے تمھیں نہ دی تم مانگتے اور میں نہ دیتا تو گنہگار تھا۔ اب کوئی جلد باقی نہیں ہے۔ رہا دیوان اگر ریختہ کا منتخب کہتے ہو تو وہ اس عرصہ میں دلی اور کانپور دو جگہ چھاپا گیا اور تیسری جگہ آگرہ

میں چھپ رہا ہے۔ فارسی کا دیوان بیس پچیس برس کا عرصہ ہوا جب چھپا تھا پھر نہیں چھپا۔ مگر ہاں سال گزشتہ میں منشی نولکشور نے شہاب الدین خان کو لکھ کر کلیات فارسی جو ضیاء الدین خان نے غدر کے بعد بڑی محنت سے جمع کیا تھا وہ منگا لیا اور چھاپنا شروع کیا وہ پچاس جزو میں یعنی کوئی مصرع میرا اس سے خارج نہیں اب سُنا ہی کہ وہ چھپ کر تمام ہوگیا ہی روپیہ کی فکر میں ہوں ہاتھ آجائے تو ۵۶ بھیج کر بیس جلدیں منگواؤں۔ جب آجائیں گی ایک آپ کو بھی بھیج دونگا نواب محی الدین خان صاحب کا حال سُنکر جی بہت خوش ہوا میری طرف سے سلام و نیاز بعد بہار کباد و دعا

ایضاً حضرت آپ کے خط کا جواب لکھنے میں درنگ اس راہ سے ہوئی کہ میں منتظر رہا میاں کے آنے کا اب جو وہ مجھ سے مل گئے اور اُن کی زبانی سارا حال سُن لیا تو اب لکھنے بیٹھا۔ سنو صاحب ایک منشی محمد تقی ہی تو نہیں یہاں تو سانا رو بن ہی۔ محمد تقی ایک اُس کی دو بہنیں تین منشی آغا جان کی تین بیٹیاں اور ایک بیٹا چار یہ سات مدعی۔ ایک ان میں سے سید کی بی بی بھی سہی نہ وہ حکام ہیں جن کو میں جانتا تھا نہ وہ عملہ ہے جس سے میری ملاقات تھی۔ نہ وہ عدالت کے قواعد ہیں جن کو پچاس برس میں نے دیکھا ہے۔ ایک کونے میں بیٹھا ہوا نیرنگ روزگار کا تماشا دیکھ رہا ہوں یا حافظ یا حفیظ ورد زبان ہی تمھارے بھائی غلام حسین خان مرحوم کا بیٹا حیدر حسن خان خدا ہی خدا ہی جو بچے آج تیرہواں دن ہی کہ نہ تپ مفارقت کرتی ہی نہ دست بند ہوتے ہیں نہ قے موقوف ہوتی ہی۔ چارپائی کاٹ دی ہے۔ حواس زائل ہو گئے ہیں انجام اچھا نظر نہیں آتا کام تمام ہے والسلام والاکرام مرقومہ ۴ ذی قعدہ ۱۲۷۹ھ ہجری۔ عافیت کا طالب غالب۔

بنام چودھری عبد الغفور المتخلص بہ سرور

جناب چودھری صاحب آپ کا عنایت نامہ اس وقت پہنچا اور یہ وقت صبح کا ہے دن بدھ کا ربیع الثانی کی چوبیسویں اور دسمبر کی پہلی۔ کتاب کے پارسل کی رسید معلوم ہوئی حکیم عبد الرحیم خان کوئی نامی اور نامور نہیں ہیں یہاں کے قاضی زادوں میں سے ایک شخص ہیں۔ طبابت کرنے لگے ہیں میرے بھی آشنا ہیں صرف سلام علیک۔ زیادہ ربط نہیں ہی سوا اُن کا حال مجکو معلوم

نہیں کہ وہ کہاں ہیں اور کس طرح ہیں آگے حضرت صاحب کی خدمت میں عرض کر دینا۔ کہ آپ جو کچھ لکھیں وہ بقلم چودھری صاحب لکھا جائے۔ حضرت نے نہ مانا اور پھر عبارت بدستخط خاص لکھی واللہ باللہ نہ مجھ سے نہ اور کسی سے پڑھی گئی۔ ناچار آپ کا خط پھر آپ کو بھیجتا ہوں حضرت سے کچھ نہ فرمایئے گا مگر اس عبارت کو اپنے ہاتھ سے نقل کر کے مجکو بھجوایئے گا ضرور اور جلد شفیق مکرم جناب چودہری غلام رسول صاحب کی خدمت میں سلام پہنچے۔

ایضاً جناب عالی آج آپکا تفقد نامہ مرقومہ یازدہم شعبان مطابق پنجم مارچ بقید روز دوشنبہ پہنچا۔ پہلے تو ان تاریخوں کے حساب سے تطابق میں الجھا پھر خط کے پہنچنے سے بہت خوش ہوا ڈاک کیا ہے خاک ہے خیر ادھر پڑا ادھر جواب لکھا خدا کرے یہ میرا خط جلد پہنچے ورنہ یہ آپ کو خیال ہوگا کہ غالب نے ہمارے خط کا جواب نہ لکھا حقیقت میری مجملاً یہ ہے کہ راہ و رسم مراسلت حکام عالی مقام سے بدستور جاری ہوگئی ہے۔ نواب لفٹنٹ گورنر بہادر غرب و شمال کو نسخہ دستنبو بسبیل ڈاک بھیجا تھا اُن کا خط فارسی مشعر تحسین عبارت و قبول صدق ارادت و مودت بسبیل ڈاک آگیا۔ پھر قصیدہ بہاریہ تہنیت و مدحت میں بھیجا گیا اُس کی رسید آگئی وہی خان صاحب لبیا مہربان دوستانہ القاب اور کاغذ افشانی ازاں بعد ایک قصیدہ جناب رابرٹ منٹگمری صاحب لفٹنٹ گورنر بہادر قلمرو پنجاب کی مدح میں بتوسط صاحب کمشنر بہادر دہلی گیا اُس کے جواب میں بھی خوشنودی نامہ بتوسط کمشنر بہادر کل مجکو آگیا۔ پنشن ابھی تک مجکو نہیں ملی جب ملے گی۔ حضرت کو اطلاع دی جائے گی پیر و مرشد عالم ہیں اور میں جاہل ہوں اُن کی تسلیم نہ کرنے کو میں نے تسلیم کیا اور پھر تسلیم بجالایا۔ اے حضرت جناب مخدوم مکرم چودہری غلام رسول صاحب کی خدمت میں اُنہیں الفاظ میں رسم مبارکباد ادا کی گئی تھی نہ عبارت آرائی نہ طبع آزمائی۔ کچھ عجب نہیں کہ وہ خط ابھی مئی و جون میں آپ کو پہنچ جائے۔ آپکا بھی تو مارچ کا خط مجکو اب آخر اپریل میں پہنچا ہے۔ جناب شیخ صاحب کیوں مجھکو محجوب کرتے ہیں اس باب میں اس سے زیادہ عرض نہیں کر سکتا کہ افادہ مشترک ہے قصیدہ و مثنوی بھیج دیجئے لطف اٹھاؤں گا اور جو کچھ

میرے خیال میں آئے گا بے تکلف عرض کروں گا۔ میرا سلام کہیے اور مثنوی اور قصیدہ اُن سے لے کر جلد بھیج دیجئے۔ اپنے عم عالی مقدار کی خدمت میں میرا سلام پہنچائیے اور کہیے کہ حضرت خلاصہ مکتوب سابق بھی الفاظ ہندی تھے۔ شاید کچھ تغیر بالمرادف ہو تو ہو یہ شادی بصد ہزار مسرت آپ کو مبارک ہو اور اُن کی اولاد دیکھنی اور اسی طرح ان کی شادی کرنی نصیب ہو فیض علی خان صاحب کو میرا سلام پہنچے میں بھی آپ کی ملاقات کا مشتاق اور آپ کا مداح رہوں گا خط کا لفافہ اس خط میں ملفوف کر کے یہ بھیجتا ہوں یہ آج پہنچا اور آج ہی میں نے اسکا جواب لکھا کاتب وہی ہے جو لفافہ ملفوفہ کا مکتوب الیہ ہے۔

ایضاً جناب چودھری صاحب آپکے تلطف نامہ کے ورود کی مسرت اور پارسل کے نہ پہنچنے کی حیرت باعث اسکی ہوئی کہ آپ کو پھر تکلیف دوں اور باآنکہ خط جواب طلب، نہ تھا جواب لکھوں بندہ پرور میں نے پارسل کی رسید لے لی تھی اب آپکے خط کو پڑھ کر کارپردازان ڈاک کے پاس وہ رسید بھجوائی۔ انھوں نے کتاب دیکھ کر میرے آدمی سے کہہ دیا کہ سکندرہ راؤ کی رسید یہ موجود ہے اب پارسل کی جوابدہی وہاں والوں کے ذمہ ہے یہ سنکر میں نے یہ مناسب جانا کہ وہ رسید آپکے پاس بھیجدوں آپ سکندرہ راؤ کے ڈاکخانہ میں بھجوا کر اُن سے پارسل منگوا لیں اور اب اس رسید کا میری طرف راجع ہونا کسی صورت میں ضرور نہیں والسلام

ایضاً جناب چودھری صاحب کی یادآوری اور مہر گستری کا شکر بجا لاتا ہوں۔ آپکا خط مع قصیدہ و مثنوی پہنچا۔ مثنوی کو جداگانہ بطریق بیم فلٹ پاکٹ بھیجتا ہوں اور یہ خط جداگانہ ارسال کرتا ہوں۔ لفافہ اسکا بھی آپکے نام کا ہے۔ آپکے خواب کا ماجرا اور صبح کو ادھر کا قصد اور پھر اپنے چچا صاحب کے کہنے سے نظر تابستان پر اس عزم کا ملتوی رکھنا معلوم ہوا آپ کے چچا صاحب نے کرامت کی کہ جو آپ کو منع کیا ڈاک کی سواری پر اگر آپ اس شہر میں میرے مکان تک آجاتے تو ممکن تھا مگر رہنا شہر میں بے حصول اجازت حاکم احتمال ضرور رکھتا ہے۔ اگر خبر نہ ہو تو نہ ہو اگر خبر ہو جائے تو البتہ قباحت ہے زنہار کبھی یہ گمان نہ کیجئے گا کہ دلی کی عملداری میرٹھ اور آگرہ اور بلاد شرقیہ کی مثل ہے۔ یہ پنجاب احاطہ میں شامل ہو۔ نہ قانون نہ آئین جس حاکم کی

جو رائے میں آوے وہ ویسا ہی کرے بہر حال ؏ اے وائے زمحرومی دیدار دگر ہیچ ✤ انشاء اللہ العظیم دو تین مہینے میں یہاں بھی صورت امن و امان کی ہو جائے گی مگر میری آرزو بالتیفا اس صورت میں بھی بر نہ آئے گی۔ میں یہ تاکے ہوئے ہوں کہ میری اور تمھاری ملاقات اس طرح ہو کہ ہم تم ہوں اور حضرت صاحب عالم صاحب ہوں اور باہم حرف و حکایت کریں۔ اگر زمانہ میری خواہش کے موافق نقش قبول کرتا ہے تو میں مارہرہ کو آتا ہوں حضرت پیر و مرشد کا اشتیاق اور اسی جلسہ میں تمھارے دیدار کا شوق ایسا نہیں ہے کہ مجکو آرام سے بیٹھا رہنے دیگا۔ صاحب یہ مثنوی تو میرے واسطے ایک مرثیہ ہو گئی ہے اس بزرگوار کے جگر میں کیا کیا گھاؤ پڑے ہونگے تب یہ تراوش خونابہ ظہور میں آئی ہوگی مزا یہ ہے کہ عنوان بیان سے حق بجانب انہیں کے معلوم ہوتا ہے چونکہ اصل کاغذ میری نظر میں نہیں اور حقیقت حال مجھ پر مجہول ہے اسواسطے انجام و آغاز اندازہ و انداز کچھ نہیں سمجھا حک و اصلاح کو آپ بنظر اصلاح ملاحظہ فرمائیں میں نے بجب دستور ہر جگہ منشاء اصلاح لکھ دیا ہے۔ شیخ صاحب سے میرا سلام کہیے گا اور کہیئے گا کہ کیا کروں تو دور ہوں معذور ہوں مدد نہیں کر سکتا۔ اعانت کے مراسم تقدیم کو نہیں پہنچا سکتا خدا تمہارا نگہبان رہے والسلام

ایضاً شفیق مکرم مظہر لطف و کرم جناب چودہری صاحب کی خدمت میں بعد سلام یہ عرض کرتا ہوں کہ آپ کا مہربانی نامہ آیا میرا رنج و تشویش مٹایا میری خدمت مقبول ہوئی خوشی حصول ہوئی میر امداد علی شاہ کو میری دعا کہنا ان کا باپ میرا بڑا یار تھا میری طرف سے خاطر جمع کر دیجئے گا اب سبیل اچھی نکل آئی چودہری صاحب کے ذریعے سے جو کچھ مجکو بھیجنا ہو گا بھجوا دونگا۔ جناب چودھری صاحب آج کا میرا خط کاسہ گدائی ہے یعنی تم سے کچھ مانگتا ہوں تفصیل یہ کہ مولوی باقر دہلوی کے مطبع میں سے ایک اخبار ہر مہینے میں چار بار نکلا کرتا ہے مسمٰے بدہلی اردو اخبار بعض اشخاص سنین ماضیہ کے اخبار جمع کر رکھا کرتے ہیں اگر احیاناً آپ کے یا کسی آپ کے دوست کے ہاں جمع ہوتے چلے آئے ہوں تو اکتوبر ۱۸۳۷ء سے دو چار مہینے کے آگے کے اوراق دیکھے جائیں جس میں بہادر شاہ کی تخت نشینی کا ذکر اور میاں ذوق کے دو سکے انکے نام کے لکھ کر نذر کرنے کا

ذکر مندرج ہو بے تکلف وہ اخبار چھاپہ کا اصل بجنسہ میرے پاس بھیج دیجئے۔ آپ کو معلوم رہے کہ اکتوبر کی ساتویں آٹھویں تاریخ ۱۸۳۷ء میں یہ تخت پر بیٹھے ہیں اور ذوق نے اسی مہینے میں یا دو ایک مہینے کے بعد سکے کہہ کر گزرانے ہیں۔ احتیاطاً پانچ چار مہینے تک کے اخبار دیکھ لئے جائیں۔ یہاں تک میری طرف سے ابرام ہی کہ اگر شہر کسی اور شہر میں کوئی آپ کا دوست جامع ہو اور آپ کو اُسپر علم ہو۔ تو وہاں سے منگوا بھیجئے۔ والسلام مع الاکرام۔

ایضاً شفیق میرے عنایت فرما۔ تمھاری مہربانی کا شکر بجا لاتا ہوں نہایت سعی یہ تھی کہ آپ کی طرف سے ظہور میں آئی۔ مینے کلکتہ میں مہتمم مطبع جام جہاں نما کو لکھ بھیجا ہے اور ترک سعی کیا ہے۔ آپ بھی فکر نہ کیجئے۔ اگر کہیں سے آپ کے پاس آجائے تو مجکو بھیج دیجئے میرے پاس آئے گا تو میں تم کو اطلاع دیدوں گا۔ عنایت الٰہی کا کون شخص مشتاق نہ ہوگا۔ اس کی پرسش زائد مین خدمت گزاری کو حاضر ہوں وہ جب چاہیں اپنا کلام بھیجدیں۔ میرا سلام اور یہ پیام کہہ دیجئے گا۔ صاحب تم نے ہمارے پیرومرشد کو ہمپر خفا کر دیا۔ بھلا وہ خط نہ لکھیں نہ لکھیں کبھی تم کو فرماویں کہ غالب کو میری دعا لکھ بھیجنا۔ بہر حال میرا سلام و نیاز عرض کیجئے اور اُن کے مزاج مبارک کی خیر و عافیت لکھیئے اور یہ لکھیئے کہ اگر خدا نخواستہ وہ مجھ سے ناخوش ہیں تو ناخوشی کی وجہ کیا ہے۔ اپنے چچا صاحب کی خدمت میں سلام پہنچایئے گا اور مولانا عطا کو سلام شوق کہیئے گا

ایضاً میرے شفیق دلی چودہری عبد الغفور صاحب کو خدا سلامت رکھے دیکھو میرے حواس کا اب یہ عالم ہے کہ تمھارے نام کی جگہ تمھارے چچا صاحب کا نام لکھا تھا۔ اسی طرح سابق کے خطوں میں سرنامے پر یہ لکھا ہو گا۔ ع

بہار پیشہ جوانے کہ غالبش نامند	کنون بہ بین کہ چہ خون میچکد ز نفسش

جو خط کہ آپ کے خطوط کے جواب میں آئے ہیں اُن کے بھیجنے کی کیا حاجت تھی آپ کی سعی اور اپنی ناکامی پہلے سے میرے دل نشین اور خاطر نشان ہے جیسا کہ کوئی اُستاد کہتا ہی ع

تہی دستانِ قسمت را چہ سود از رہبر کامل		کہ خضر از آبِ حیوان تشنہ مے آرد سکندر را

وہ اخبار نہ کہیں سے ہاتھ آیا اور نہ آئے گا میں اپنے خدا سے امیدوار ہوں کہ میرا کام بغیر اُسکے نکل جائے گا۔ بندہ پرور میرا کلام کیا نظم کیا نثر کیا اُردو کیا فارسی کبھی کسی عہد میں میرے پاس فراہم نہیں ہوا۔ دو چار دوستوں کو اسکا التزام تھا کہ وہ مسودات مجھ سے لے کر جمع کرلیا کرتے تھے سو ان کے لاکھوں روپے کے گھر لٹ گئے جس میں ہزاروں روپیہ کے کتب خانے بھی گئے اُس میں وہ مجموعہ ہائے پریشان بھی غارت ہوئے ہیں خود اُس مثنوی کے واسطے خون در جگر ہوں ہائے کیا چیز تھی۔ پارسل میں خطوط بھیجنے محل اندیشہ ہے خدا نے بچایا چونکہ اب وہ خط آپ کے کچھ کام کے نہ سمجھا از راہ احتیاط پارسل میں سے نکال لئے۔

ایضاً میرے کرم فرما میرے شفیق ؎

شرط اسلام بود ورزش ایمان بالغیب		اے تو غائب ز نظر مہر تو ایمان من ست

آپکے اس خط کا جواب بعد لکھنے اس شعر کے منحصر التماس پر ہے کہ میری طرف سے تحریر جواب خط میں کبھی تقصیر نہ ہوگی لیکن اغلب و اکثر ابتدا یہ تحریر نہ ہوگی۔ یہ خط ناچار از روئے اضطرار و التجا ہوں واسطے خدا کے میرے پیر و مرشد کے ارشادات کو ایک اور کاغذ پر اپنے ہاتھ سے نقل کرکے بھیج دیجئے۔ تاکہ مجھ بدنصیب کو معلوم ہو کہ حضرت نے کیا لکھا ہے جناب چودھری غلام رسول صاحب کی خدمت میں سلام نیاز۔ اُستاد شیخ عطا حسین صاحب کی جناب میں سلام۔

ایضاً میرے شفیق دلی کو میرا سلام پہنچے۔ کل انشاء کا پارسل پہنچا اور آج خط۔ انشا کا نام بہارستان اور آپ کا تخلص مسرور۔ بہارستان مضاف اور مسرور مضاف الیہ۔ بہارستان مسرور اچھا نام ہے قطعہ کا وعدہ نہیں کرتا۔ کس واسطے کہ اگر بے وعدہ پہنچ جائے گا تو لطف زیادہ دے گا۔ اور اگر نہ پہنچے گا تو محلِ شکایت نہ ہوگا۔ رفع فتنہ و فساد اور بلا دین مسلم۔ یہاں کوئی طرح آسایش کی نہیں ہے۔ اہل دہلی عموماً بُرے ٹھہرے گئے۔ یہ داغ ان کے جبین حال سے عموماً مٹ نہیں سکتا۔ میں اموات میں ہوں مردہ شعر کیا کہے گا۔ غزل کا ڈھنگ بھول گیا معشوق کس کو قرار دوں جو غزل کی

روشن ضمیر میں آوے۔ رہا قصیدہ ممدوح کون ہے۔ ہائے انوری گویا میری زبان سے کہتا ہے ؎

اے دریغا نیست ممدوحے سزاوارِ مدیح	اے دریغا نیست معشوقے سزاوارِ غزل

گورنمنٹ کے دربار میں ہمیشہ سے میری طرف سے قصیدہ نذر گزرتا ہے۔ اشرفیاں نہیں اور خلعت ریاست دودمانی کا سات پارچہ اور تین رقم جیغہ سرپیچ مالائے مروارید مجکو ملا کرتا ہے۔ اب نواب گورنر جنرل بہادر یہاں آتے ہیں۔ دربار میں بلائے جانے کی توقع نہیں پھر کس دل سے قصیدہ لکھوں۔ صناعت شعر اعضائے وجوارح کا کام نہیں دل چاہیئے۔ دماغ چاہیئے۔ ذوق چاہیئے امنگ چاہیئے۔ یہ سامان کہاں سے لاؤں جو شعر کہوں۔ چونسٹھ برس کی عمر ولولہ شباب کہاں۔ رعایت فن اس کے اسباب کہاں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ایضاً پیر و مرشد سلام نیاز پہنچے۔ کف الخضیب صور جنوبی میں سے ایک صورت ہے اسکے طلوع کا حال مجکو کچھ معلوم نہیں۔ اختر شناسان ہند کو اسکا حال کچھ معلوم نہیں اور اُن کی زبان میں اسکا نام بھی یقین ہے کہ نہ ہوگا۔ قبول دعا وقت طلوع منجملہ مضامین شعری ہے جیسے کتان کا پرتو ماہ میں پھٹ جانا اور زمرد سے افعی کا اندھا ہوجانا۔ آصف الدولہ نے افعی تلاش کرکے منگوایا اور قطعات زمرد اُس کے محاذی چشم رکھے کچھ اثر نہ ہوا۔ ایران و روم و فرنگ سے انواع کپڑے منگوائے چاندنی میں پھیلائے مسکا بھی نہیں۔ تحویل آفتاب بہ حمل کے باب میں موٹی بات یہ ہے کہ ۲۲ مارچ کو واقع ہوتی ہے۔ کبھی ۲۱ کبھی ۲۳ بھی آپڑتی ہے۔ اس سے تجاوز نہیں رہا۔ طالع وقت تحویل درست کرنا بے کتب فن اور مبلغ علم ممکن نہیں میرے پاس یہ دونوں باتیں نہیں ؎

ندانم کہ گیتی چسان مے رود	چہ نیکو چہ بد در جہاں می رود

میں تو اب روز و شب اسی فکر میں ہوں کہ زندگی تو یوں گزری اب دیکھیئے موت کیسی ہو ؎

عمر بھر دیکھا کیا مرنے کی راہ	مرگئے پر دیکھیئے دکھلائیں کیا

میرا ہی شعر ہے اور میرے ہی حسب حال ہے۔ سکہ کا وار تو مجھ پر ایسا چلا جیسے کوئی چھرا یا کوئی گراب کس سے کہوں کس کو گواہ لاؤں۔ یہ دونوں سکے ایک وقت میں کہے گئے ہیں

یعنی جب بہادر شاہ تخت پر بیٹھے تو ذوق نے یہ دو سکے کہہ کر گزرانے۔ بادشاہ نے پسند کئے مولوی محمد باقر جو ذوق کے معتقدین میں تھے اُنھوں نے دلی اُردو اخبار میں یہ دونو سکے چھاپے۔ اس سے علاوہ اب وہ لوگ موجود ہیں کہ جنہوں نے اُس زمانے میں مرشدآباد اور کلکتہ میں یہ سکے سُنے ہیں اور اُن کو یاد ہیں۔ اب یہ دونو سکے سرکار کے نزدیک میرے کہے ہوئے اور گزرانے ہوئے ثابت ہوئے ہیں نے ہر چند قلمرو ہند میں دلی اُردو اخبار کا پرچہ ڈھونڈھا کہیں ہاتھ نہ آیا یہ وصُبا مجھ پر رہا پنشن بھی گئی اور وہ ریاست کا نام و نشان خلعت و دربار بھی مٹا خیر جو کچھ ہوا چونکہ موافق رضائے الٰہی کے ہے اُسکا گلہ کیا۔ ہ

چون جنبش سپہر بہ فرمان داورست	بیداد او نبود انچہ بما آسمان دہد

یہ تحریر بطریق حکایت ہے نہ بسبیل شکایت گویند از ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ پرسش رفت کہ چہ حال داری فرمود کدام حال خواہد بود کسے را کہ خدا از روئے فرض طلبد و پیمبر سنت و زن و مال خواہد۔ و ملک الموت جان۔ قصہ مختصر اب زیست بامید مرگ ہے۔ قاطع منطبعہ دیکھا جائے اور بے حیف و بے میل از راہِ انصاف دیکھا جائے۔ مرشد زادوں کو سلام مسنون اور دعای افزونی عمرو دولت۔ بھیجتے

ایضاً میرے شفق آپ کا خط آیا اور اُسکے آنے نے تمھاری رنجش کا وسوسہ میرے دل سے مٹایا۔ ایک قاعدہ آپ کو بتاتا ہوں اگر اس کو منظور کیجئے گا تو خطوط کے نہ پہنچنے کا احتمال اُٹھ جائے گا اور رجسٹری کا دوسر جاتا رہے گا آدھ آنہ نہ سہی ایک آنہ سہی آپ بھی خط بیرنگ بھیجا کیجئے اور میں بھی بیرنگ بھیجا کروں۔ پیڈ خطوط تلف بھی ہوتے ہیں۔ اس قاعدہ کا جیسا کہ میں واضع ہوا ہوں بادی بھی رہا اور یہ خط بیرنگ بھیجا پنشن جاری ہو گیا۔ تین برس کا چڑھا ہوا روپیہ مل گیا۔ بعد ادائے قرض ۱۱ عہ بچے۔ اب ماہ بماہ روپیہ ملتا ہے۔ مگر یہی تین مہینے ستمبر۔ اکتوبر۔ نومبر ملیں گے۔ دسمبر ۱۸۶۰ء سے تنخواہ ششماہی ہو جائے گی۔ اس سے بڑھ کر یہ بات ہے کہ چار روپیہ سینکڑا سالانہ عموماً وضع ہوا کرے گا۔ اس حساب سے میرے حصہ میں ڈھائی روپیہ مہینا آیا ۹۷ للعہ کے ساتھ رہیں گے۔ کچھ رام پور سے ماہ بماہ آتا ہے یہ دونو آمد نہیں

بل کر خوش و ناخوش گزارا ہو جاتا ہے۔ یہاں شہر ڈہ رہا ہے بڑے بڑے نامی بازار خاص بازار اور اُردو بازار اور خانم کا بازار کہ ہر ایک بجائے خود ایک قصبہ تھا اب پتا بھی نہیں کہ کہاں تھے۔ صاحبان امکنہ اور دکانین نہیں بتا سکتے کہ ہمارا مکان کہاں تھا اور دکان کہاں تھی۔ برسات بھر مینھ نہیں برسا اب تیشہ اور کدال کی طغیانی سے مکانات گر گئے۔ غلہ گران ہے۔ موت ارزان ہے۔ میوہ کے مول اناج بکتا ہے۔ ماش کی دال ۸ سیر۔ باجرا ۱۲ سیر گیہوں ۱۳ سیر۔ چنے ۱۶ سیر۔ گھی ۱۰ سیر۔ ترکاری مہنگی۔ ان سب باتوں سے بڑھ کر یہ بات ہے کہ کنوار کا مہینا جسے جاڑے کا دوار کہتے ہیں پانی گرم۔ دھوپ تیز۔ لو چلتی ہے۔ جیٹھ اساڑھ کی سی گرمی پڑتی ہے۔ حضرت رفعت و رجبت جناب صاحب عالم کی خدمت میں دوستانہ سلام اور مریدانہ بندگی بہ انکسار تمام عرض کرتا ہون حضرت کو کس راہ سے میرے آنے کا انتظار ہے میں نے مرشدزادہ کے خط میں کب اپنا عزم لکھا یا کسی نے آپ سے میری زبانی کہا کہ آپ روز روانگی کے تقرر سے اطلاع چاہتے ہیں۔ ہاں آپ کی قدمبوسی کی تمنا اور انوار اللہ کے دیدار کی آرزو حد سے زیادہ ہے اور ایسا جانتا ہون کہ یہ آرزو گور میں لے جاؤن گا۔ تنخواہ کے اجرا کا حال اور مستقبل میں اُس کے وصول کی صورت اُن سطرون سے جو آغاز مکتوب چودھری عبدالغفور صاحب کی خدمت میں لکھی گئی ہیں مع روداد شہر معلوم کر لیجئے گا۔ لالہ گوبند پرشاد صاحب ہنوز میرے پاس نہیں آئے ہیں۔ دنیا دار نہیں فقیر خاکسار ہون۔ تواضع میری خو ہے انجاح مقاصد خلق میں حتی الوسع کمی کروں تو ایمان نصیب نہ ہو۔ انشاءاللہ العزیز وہ فقیر سے راضی و خوشنود رہین گے۔ جناب مستطاب حضرت محمد امیر صاحب کی خدمت مین بعد سلام نیاز یہ گذارش ہو کہ میرے پاس حضرت کا سلام پیام سوائے اگلی بار کے کبھی نہیں پہنچا ان سطور کو اپنا ذریعہ افتخار سمجھا اور نوید مقدم مبارک سے بہت خوش ہوا یہ جو خانہ کوچی و گریز پائی اور بے اطمینانی کا آپ کو مجھ پر گمان ہے اور اسکا رنج ہے یہ خلاف واقع کسی نے آپ سے کہا ہے۔ میں مع زن و فرزند ہر وقت اسی شہر میں قلزم خون کا شناور رہا ہون۔ دروازہ سے باہر قدم

نہیں رکھا نہ پکڑا گیا نہ نکالا گیا نہ قید ہوا نہ مارا گیا کیا عرض کروں کہ میرے خدا نے مجھ پر کیسی عنایت کی اور کیا نفس مطمئنہ بخشا جان و مال و آبرو میں کسی طرح کا فرق نہیں آیا۔ تنخواہ جسکو حضرت نے یومیہ لقب دیا ہے۔ اُسکا حال اوپر کی تحریر سے دریافت ہوگا۔ فقیر کو اپنا دوست اور معتقد اور مشتاق تصور فرماتے رہئیے گا عمر شدزادہ مرتضوی دودمان سید شاہ عالم کو سلام و دعا۔ ڈپٹی صاحب سے مجھ سے ملاقات کثرت سے نہیں ہے اُن کو کثرت اشغال سے فرصت نہیں مجکو افراط ضعف سے طاقت نہیں۔ اگر بحسب اتفاق کہیں ملاقات ہو گئی تو آپ کا سلام کہدوں گا۔ آپ اپنے اخوان عالی شان کو میرا سلام پہنچا دیجے گا ؏ بندہ شاہ شمائیم و ثناخوانِ شما ؁

ایضاً میرے شفیق چودہری عبد الغفور صاحب اپنے خط اور قصیدہ بھیجنے کا مجکو شکر گزار اور قصیدہ سابق کی اب تک اصلاح نہ پانے سے شرمسار تصور فرمائیں۔ اور ان دونو قصیدوں کے باہم پہنچنے کا انتظار کریں۔ ؎

نوید وصل و یہم مے دہد ستارہ شناس	بگرد و ژرف نگاہے مگر در اختر من

تحقیق کہ اب روئے سخن جناب فیض نصاب جامع مدارج جمع الجمع بزم وحدت کے فروزندہ شمع مستغرق مشاہدہ شاہد ذات حضرت عالم صاحب قدسی صفات کی طرف ہے اور یہ شعر افتتاح کلام ہے پہلے کچھ باتیں کہ بادی النظر میں خارج از بحث معلوم ہون گی۔ لکھی جاتی ہیں میں پانچ برس کا تھا کہ میرا باپ مرا نو برس کا تھا کہ چچا مرا۔ اس کی جاگیر کے عوض میری اور میرے شرکا حقیقی کے واسطے شامل جاگیر نواب احمد بخش خان دس ہزار روپیہ سال مقرر ہوئے اُنھوں نے نہ دیئے۔ مگر تین ہزار روپیہ سال اُس میں سے خاص میری ذات کا حصہ ساڑھے سات سو روپیہ سال میں نے سرکار انگریزی میں یہ غبن ظاہر کیا کولبرک صاحب بہادر رزیڈنٹ دہلی اور استرلنگ صاحب بہادر سکرٹر گورنمنٹ کلکتہ متفق ہوئے میرا حق دلانے پر رزیڈنٹ معزول ہو گئے سکرٹر گورنمنٹ بمرگ ناگاہ مر گئے۔ بعد ایک زمانے کے بادشاہ دہلی نے پچاس روپیہ مہینا مقرر کیا۔ اُن کے ولیعہد نے

چار سو روپے سال ولیعہد اس تقرر کے دو برس بعد مر گئے۔ واجد علی شاہ بادشاہ اودھ کی سرکار سے بصلہ مدح گستری پانسو روپے سال مقرر ہوئے وہ بھی دو برس سے زیادہ نہ جیے یعنی اگرچہ اب تک جیتے ہین مگر سلطنت جاتی رہی اور تباہی سلطنت دو ہی برس میں ہوئی دلی کی سلطنت کچھ سخت جان تھی۔ سات برس مجکو روٹی دے کر بگڑی۔ ایسے طالع مربی کش اور محسن سوز کہاں پیدا ہوتے ہیں۔ اب میں جو والی دکن کی طرف رجوع کروں۔ یاد ہے کہ متوسط یا مر جائے گا یا معزول ہو جائے گا۔ اور اگر یہ دونو امر واقع نہ ہوئے تو کوشش اُس کی ضائع ہو جائے گی اور والی شہر مجکو کچھ نہ دے گا اور احیاناً اُس نے سلوک کیا تو ریاست خاک میں مل جائے گی اور ملک میں گدھے کے ہل پھر جائیں گے اے خداوند بندہ پرور یہ سب باتیں وقوعی اور واقعی ہیں اگر ان سے قطع نظر کر کے قصیدہ کا قصد کروں۔ قصد تو کر سکتا ہوں تمام کون کرے گا سوائے ایک ملکہ کے کہ وہ پچاس پچپن برس کی مشق کا نتیجہ ہے۔ کوئی قوت باقی نہین رہی۔ کبھی جو سابق کی اپنی نظم و نثر دیکھتا ہوں تو یہ جانتا ہوں کہ یہ تحریر میری ہے مگر حیران رہتا ہوں کہ میں نے یہ نثر کیونکر لکھی تھی اور کیونکر یہ شعر کہے تھے۔ عبدالقادر بیدل کا یہ مصرع گویا میری زبان سے ہے ؏ عالم ہمہ افسانہ ما دارد وما ہیچ ✤ پایان عمر ہے۔ دل و دماغ جواب دے چکے ہین سو روپیہ رامپور کے ساٹھ روپے پنشن کے روٹی کھانے کو بہت ہین۔ گرانی اور ارزانی امور عامہ میں سے ہے۔ دُنیا کے کام خوش و ناخوش چلے جاتے ہیں۔ قافلے کے قافلے آمادہ رحیل ہیں دیکھو منشی نبی بخش مجھ سے عمر میں چھوٹے تھے ماہ گذشتہ میں گزر گئے۔ مجھ میں قصیدے کے لکھنے کی قوت کہاں اگر ارادہ کروں تو فرصت کہاں ہے قصیدہ لکھوں آپ کے پاس بھیجوں۔ آپ دکن کو بھیجیں۔ متوسط کب پیش کرنے کا موقع پائے پیش کئے پر کیا پیش آئے۔ ان مراحل کے طے ہونے تک میں کیونکر جیون گا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون لا الہ الا اللہ ولا معبود الا اللہ ولا موجود الا اللہ کان اللہ ولم یکن شئ واللہ الآن کما کان ✤

ایضاً جناب چودھری صاحب کو سلام پہنچے۔ آپ نے اپنے مزاج کی ناسازی کا حال کچھ نہ لکھا۔ اگر پیرو مرشد بھی نہ لکھتے تو میں کیونکر اطلاع پاتا اور اگر اطلاع نہ پاتا تو حصول صحت کی دعا کیونکر مانگتا۔ کل سے وقت خاص ہیں میں دعا مانگ رہا ہوں یقین ہے کہ پہلے تم تندرست ہو جاؤ گے ازاں بعد یہ خط پاؤ گے۔ اکثر صاحب اطراف و جوانب سے ماہ نیم ماہ بھیجنے کا حکم بھیجتے ہیں اور میں جی میں کہتا ہوں کہ جب مہر نیمروز کی عبارت کو نہیں سمجھے تو ماہ نیم ماہ کو لے کر کیا کریں گے۔ صاحب مہر نیمروز کے دیباچہ میں میں نے لکھدیا ہے کہ اس کتاب کا نام پرتوستان ہے اور اس کے دو مجلد میں ابتدائے خلقت عالم سے ہمایوں کی سلطنت تک کا ذکر۔ دوسرے حصّے میں اکبر سے بہادر شاہ تک کی سلطنت کا بیان پہلے حصہ کا نام مہر نیمروز دوسرے حصہ کا اسم ماہ نیم ماہ۔ بارے پہلا حصہ تمام ہوا چھاپا گیا۔ جابجا بھیجا قصد تھا جلال الدین اکبر کے حالات کے لکھنے کا کہ امیر تمر تک کا نام و نشان مٹ گیا۔ آن دفتر را گاؤ خورد و گاؤ را قصاب برد و قصاب در راہ مرد۔ جو کتاب میں نے لکھی ہی نہ ہو وہ بھیجوں کہاں سے پیرو مرشد کو میری بندگی۔ اور صاحبزادوں کو دعا۔ خداوند مجھے مارہرہ بلاتے ہیں اور میرا قصد مجھے یاد دلاتے ہیں۔ اُن دنوں میں کہ دل بھی تھا اور طاقت بھی تھی شیخ محسن الدین مرحوم سے بطریق تمنا کہا گیا تھا کہ جی یوں چاہتا ہے کہ برسات میں مارہرہ جاؤں اور دل کھول کر اور پیٹ بھر کر آم کھاؤں۔ اب وہ دل کہاں سے لاؤں طاقت کہاں سے پاؤں نہ آموں کی طرف وہ رغبت نہ معدہ میں اتنی آموں کی گنجایش۔ نہار منہ میں آم نہ کھاتا تھا کھانے کے بعد میں آم نہ کھاتا تھا۔ رات کو کچھ کھاتا ہی نہیں جو کہوں۔ بین الطعامین ہاں آخر روز بعد ہضم معدے آم کھانے بیٹھ جاتا تھا۔ بے تکلف عرض کرتا ہوں اتنے آم کھاتا تھا۔ پیٹ بھر جاتا تھا اور دم پیٹ میں نہ سماتا تھا۔ اب بھی اُسی وقت کھاتا ہوں۔ مگر دس بارہ اگر پیوندی آم بڑے ہوتے تو پانچ سات سے

دریغا کہ عہد جوانی گزشت		جوانی مگو زندگانی گزشت	

اب اس کے واسطے کیا سفر کروں۔ مگر حضرت کا دیکھنا اس کے واسطے متحمل رنج سفر ہوں تو جاڑے ہیں نہ برسات ہیں ؎ اے وائے ز محرومی دیدار دگر ہیچ۔

ایضاً بندہ پرور بہت دن ہوئے پرسوں آپ کا خط آیا سرنامہ پر دستخط اور کے اور نام آپکا پایا دستخط دیکھکر مفہوم ہوا خط کے پڑہنے سے معلوم ہوا کہ تمہارے دشمن بعارضہ تپ لرزہ رنجور ہیں۔ اللہ اللہ ضعف کی یہ شدت کہ خط کے لکہنے سے معذور ہیں خدا وہ دن دکھلائے کہ تمہارا خط تمہارا دستخطی آئے۔ سرنامہ دیکھکر دل کو فرحت ہو۔ خط پڑھکر دونی مسرت ہو۔ جب تک ایسا خط نہ آئے گا دل سودا زدہ آرام نہ پائے گا۔ قاصد ڈاک کی راہ دیکھتا رہونگا جناب ایزدی میں سرگرم دعا رہونگا۔ آپکے عم عالی مقدار اور بزرگ آموز گار کو میرا سلام مع صنوف اشتیاق و الوف احترام۔ جناب چودھری صاحب آئے ہم تم حضرت عالم کے پاس چلیں اور اپنی آنکھیں اُن کے کف پائے مبارک سے ملیں میں سلام کرونگا تم معرف ہونا کہ غالب یہی ہے۔ اہل دہلی میں آپکے دیدار کا طالب یہی ہے۔ میں نے عزم قدمبوسی کیا پیر و مرشد نے مجھے گلے لگایا فرماتے ہیں کہ غالب تو اچھا ہے عرض کرتا ہوں کہ الحمدللہ حضرت کا مزاج مقدس کیسا ہے ارشاد ہوا کہ مولوی سید برکات حسن تیری بہت تعریف کرتے رہتے ہیں۔ جناب یہ اُن کی خوبیاں ہیں میں ایسا نہیں ہوں جیسا وہ کہتے ہیں کاش وہ میری رنجوری کا حال کہتے ضعف قوی و اضمحلال کہتے تاکہ میں اُن کے کلام کی تصدیق کرتا۔ اُن کی غمخواری اور دردمند نوازی کا دم بھرتا ؎

درکشاکش ضعفم نگسلد روان از تن	اینکہ من نمی میرم ہم ز ناتوانیہاست

حضرت نے میری گرفتاری کا نیا رنگ نکالا۔ بوستان خیال کے دیکھنے کا دانہ ڈالا مجھ میں اتنی طاقت پرواز کہاں کہ بلا سے اگر پھنس جاؤں واہم ہر گرے دانہ زمین پر سے اٹھاؤں حضرت سچ تو یوں ہی کہ غمہائے روزگار نے مجھکو گھیر لیا ہے سانس نہیں لے سکتا۔ اتنا تنگ کردیا ہی ہر بات سو طرح سی خیال میں آئی ہے دل نے کسی طرح تسلی نہ پائی۔ اب دو باتیں سونچا ہوں ایک تو یہ کہ جبتک جیتا ہوں یوں ہی رویا کروں گا

دوسری یہ کہ آخر ایک نہ ایک دن مرونگا یہ صغریٰ و کبریٰ دلنشین ہے نتیجہ اسکا تسکین ہے ہیہات ؎

منحصر مرنے پہ ہو جس کی اُمید	نا اُمیدی اُس کی دیکھا چاہیے

اے حضرت شاہ عالم صاحب میرا سلام لیجیے کاغذ باقی نہیں رہا اپنے سب بھائیون کو مع میر وزیر علی صاحب میرا سلام کہہ دیجئے گا۔

ایضاً جناب چودھری صاحب سیاہی پھیکی کاغذ پتلا۔ پیرومرشد کی عبارت ایک طرف آپ کی تحریر بھی مغشوش ہوگئی۔ بہرا ہوگیا ہوں مگر حضرت بصر ہنوز باقی ہے۔ تمھاری عبارت کا جو لفظ پڑھ لیا قرینہ سے اُسکا محاورہ بھی معلوم ہوگیا۔ حضرت کی تحریر کا ایک لفظ سوائے سعادت توام شاہ عالم کے اگر پڑھا گیا ہو تو دیدے پھوٹیں ایمان نصیب نہ ہو وہ خط بدستور آپکے پاس واپس بھیجتا ہون اور لی سفید کاغذ پر حرف بحرف اُس کی نقل کرکے پھر مجھے بھیج دیجئے تاکہ اُس کے جواب لکھنے کی سعادت حاصل کرون لیکن بہت جلد بہت جلد آپکی نگارش سے آتنا دریافت ہوگیا کہ اب آپ اچھے ہیں الحمد للہ

ایضاً بندہ پرور پرسون تمھارا خط آیا آج جواب لکھ رکھتا ہوں کل ڈاک میں بھجوا دوں گا میرا حال کیون پوچھو اپنے کو دیکھو جو تمھارا ڈھنگ ہے وہی میرا رنگ ہے۔ ہشور وا ورام مرض خاص اور رنج عام یہ ایک اجمال۔ دوسرا اجمال سنو کہ مہینا بھر سے صاحب فراش ہوں صبح سے شام تک پلنگ پر پڑا رہتا ہون محل سرا اگرچہ دیوان خانہ کے بہت قریب ہے پر کیا امکان جو جاسکون۔ صبح کو نو بجے کھانا یہیں آجاتا ہے۔ پلنگ پر سے کھسل پڑا ہاتھ مُنہ دھو کر کھانا کھایا پھر ہاتھ دہوئے کلی کی پلنگ پر جا پڑا۔ پلنگ کے پاس حاجتی لگی رہتی ہے۔ اُٹھا اور حاجتی میں پیشاب کیا اور پڑ رہا۔ مدتوں سے یہ مرض ہے کہ پیشاب جلد جلد آتا ہے۔ اس صاحب فراش ہونے کو دیکھا اور دم بدم تقاضائے بول کو دیکھو پاخانے اگرچہ دن رات میں ایک دفعہ جاتا ہون مگر صعوبت کو تصور کرو ایک پھوڑا داہنی پہنچے میں جسکو ساعد کہتے ہیں۔ دو پھوڑے بائیں پہنچے میں یہ پہل ہیں بائیں پانوںمیں کف پا و پشت پا سے لیکر آدھی پنڈلی تک ورم اور ورم بھی سخت دوا و دعا و تحلیلات سے کچھ نہ ہوا اب تجویز ہے کہ نیم کا بھرتا باندھیے جب پکے پھوٹے تب مرہم لگائیے۔ کہو کف پا

میں جراحت کا عمل ہوا تو قیام کا کہاں ٹھکانا ۔ یہ حال جیسا کہ میں اوپر لکھ آیا ہوں مجمل و جزوی ہی میرا قیاس اسکا مقتضی ہے کہ پیر و مرشد حضرت صاحب عالم مجھ سے آزردہ ہیں اور وجہ اسکی یہ ہی کہ میں نے ممتاز و اختر کی شاعری کو ناقص کہا تھا ۔ اس قصہ میں ایک میزان عرض کرتا ہوں ۔ حضرت صاحب ان صاحبوں کے کلام کو یعنی ہندیوں کے اشعار کو قتیل اور واقف سے لے کر بیدل اور ناصر علی تک اس میزان میں تولیں رودکی و فردوسی سے لے کر خاقانی و سنائی و انوری وغیرہم تک ایک گروہ ان حضرات کا کلام تھوڑے تھوڑے تفاوت سے ایک وضع پر ہی ۔ پھر حضرت سعدی طرز خاص کے موجد ہوئے فغانی اور ایک شیوہ خاص کا مبدع ہوا خیال ہائے نازک و معانی بلند لایا اس شیوہ کی تکمیل کی ظہوری و نظیری و عرفی و نوعی نے ۔ سبحان اللہ قالب سخن میں جان پڑ گئی اس روش کو بعد اسکے صاحبان طبع نے سلامت کا چربا دیا ۔ صائب و کلیم و سلیم و قدسی و حکیم شفائی اس زمرہ میں ہیں رودکی و اسدی و فردوسی یہ شیوہ سعدی کے وقت میں ترک ہوا اور سعدی کی طرز نے بسبب سہل ممتنع ہونے کے رواج نہ پایا ۔ فغانی کا انداز پھیلا ۔ اور اسمیں نئے نئے رنگ پیدا ہوتے گئے تو اب طرزیں تین ٹھہریں ہیں ۔ خاقانی اُس کے اقران ظہوری اُس کے امثال صائب اس کے نظائر خالصاً للہ ممتاز و اختر وغیرہم کا کلام ان تین طرزوں میں سے کس طرز پر ہے شبہ فرماؤ گے کہ یہ طرز اور بھی ہی پس تو ہنے جانا کہ انکی طرز جو تھی ہے کیا کہنا ہی اچھی طرز ہی مگر فارسی نہیں ہے ہندی ہی دار الضرب شاہی کا سکہ نہیں ہے ٹکسال سے باہر ہے ۔ داد و داد انصاف انصاف ؎

اگرچہ شاعران نغز گفتار	ز یک جام اند در بزم سخن مست	
ولے با بادہ بعضے حریفان	خمار چشم ساقی نیز پیوست	
مشو منکر کہ در اشعار این قوم	ورائے شاعری چیزے دگر ہست	

وہ چیز دگر پارسیوں کے حصے میں آئی ہے ۔ ہاں اُردو زبان میں اہل ہند نے وہ چیز پائی ہے ۔ میر تقی علیہ الرحمۃ ؎

بدنام ہوگے جانے بھی دو امتحان کو	رکھے گا کون تم سے عزیز اپنی جان کو	

سے دکھلایئے لیجا کے تجھے مصر کا بازار	خواہاں نہیں لیکن کوئی وہاں جنس گراں کا
قایم سے قایم اور تجھ سے طلب بوسے کی کیونکر مانوں	ہے تو ناوان مگر اتنا بھی بدآموز نہیں
مومن خاں سے تم مرے پاس ہوتے ہو گویا	جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

ناسخ کے ہاں بکثرت اور آتش کے ہاں بیشتر یہ تیز نشتر ہیں مگر ان کا کوئی شعر اس وقت یاد نہیں آتا۔ یاد کیا آوے لیٹا ہوا ہوں۔ دمبدم پانو کے ورم کی ٹیس ہوش اُڑائے دیتی ہے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

ایضاً ایک عبارت لکھتا ہوں چونکہ لفافہ جناب چودھری عبد الغفور صاحب کے نام کا ہوگا پہلے وہ پڑھیں پھر میرے پیرومرشد کی نظر سے گزرانیں پھر مرشدزادہ شاہ عالم صاحب کو دکھائیں برس دن سے فساد خون کے عوارض میں مبتلا ہوں بثور و اورام میں لدرہا ہوں۔ برس دن میں اوجاع سہتے سہتے روح تحلیل ہوگئی نشست و برخاست کی طاقت نہ رہی اور پھوڑے تو خیر مگر دونوں پنڈلیوں میں ہڈیوں کے قریب دو پھوڑے ہیں کھڑا ہوا اور ہڈیاں چرانے لگیں اور رگیں پھٹنے لگیں۔ بائیں پانو پر کف پا سے جہاں وہ پھوڑا ہے پنڈلی پر ورم ہے رات دن پڑا رہتا ہوں۔ پلنگ کے پاس حاجتی لگی رہتی ہے کھسل پڑا بعد رفع حاجت پھر لیٹ رہا اسی صورت سے روٹی کھاتا ہوں۔ اشعار کی اصلاح یکقلم موقوف خطوط ضروری لیٹے لیٹے لکھتا ہوں۔ دو خط چودھری صاحب کے آئے اور ایک خط شاہ عالم صاحب کا اور دو خط حضرت صاحب کے آئے جواب لکھ سکا آج اپنے کو طعنے دیکھ دینا یا جب یہ عبارت لکھی چودھری صاحب کو سلام شاہ عالم صاحب کو سلام حضرت صاحب کو بندگی

بنام میر سرفراز حسین صاحب

میری جان کے چین مجتہد العصر میر سرفراز حسین تم کو اور تمہارے بھائی اور تمہارے دوست کو دعا اور پھر یہ بیان کہ غدر سے پہلے ہر دربار میں خلعت پاتا تھا۔ بعد غدر دربار اور خلعت اور ملاقات سکرٹروں کی یہ سب موقوف۔ اب جو لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب آئے تو انھوں نے خوب مجھے بلا بھیجا اور خلعت دیا اور فرمایا کہ یہ ہم اپنی طرف سے از راہ محبت دیتے ہیں اور یہ نوید علاوہ

کہ گورنر جنرل بہادر کے ہاں کا بھی دربار اور خلعت کھل گیا۔ انبالے جاؤ گے تو پاؤ گے۔ میں انبالہ نہ جا سکا بالفعل نائب گورنر کے خلعت پر قناعت کی۔ اُس خلعت کو بشرط حیات اور وقت پر موقوف رکھا ہملٹن صاحب الور میں آ گئے۔ راجہ صاحب دربار روز کرتے ہیں۔ اہل اغراض کے عرائض جو حضور میں گزرتے ہیں وہ حضور پنچوں کے پاس بھیج دیتے ہیں۔ خریطہ یعنی حکم تحریری اختیار پانے کا ابھی نہیں آیا۔ یقین ہے کہ لارڈ صاحب بعد اختتام سفر جب شملے پہنچیں گے تو خریطہ جاری ہوگا۔ آج جمعہ ساتویں شوال کی اور ستائیسویں مارچ کی ہے چار گھڑی دن چڑھا ہے میں یہ خط لکھ کر بھیجتا ہوں تم بھی پڑھو اور میر مہدی کو بھی پڑھا دو۔ اب شاید تھوڑے دنوں تک میں خط نہ لکھ سکوں تفصیل اس کی یہ کہ رجب کے مہینے میں سیدھے ہاتھ پر ایک پھنسی ہوئی پھنسی پھوڑا ہو گئی پھوڑا پھوٹ کر زخم بنا زخم بگڑ کر غار ہو گیا۔ اب بقدر ایک کف دست وہ گوشت مردار ہو گیا انبالے نہ جانے کی بھی یہی وجہ ہوئی۔ دو ہفتہ سے انگریزی علاج ہوتا ہے کالا ڈاکٹر روز آتا ہے۔ آج اُس نے ارادہ اُس مردار گوشت کے کاٹنے کا کیا ہے اب وہ آتا ہوگا میں جلد جلد یہ لکھ کر روانہ کرتا ہوں تاکہ پھر ہاتھ کے پرزے اڑا دوں۔ نجات کا طالب غالب۔

ایضاً نور چشم راحت جان میر سرفراز حسین جیتے رہو۔ تمہارے دستخطی خط نے میرے ساتھ وہ کیا جو بوئے پیرہن نے یعقوب کے ساتھ کیا تھا۔ میاں یہ ہم تم بوڑھے ہیں یا جوان ہیں توانا ہیں یا ناتوان ہیں بڑے بیش قیمت ہیں یعنی بہر حال غنیمت ہیں۔ کوئی جلا بھنا کہتا ہے ؎

یادگار زمانہ ہیں ہم لوگ	یاد رکھنا فسانہ ہیں ہم لوگ

وہی بالاخانہ ہے اور وہی میں ہوں سیڑھیوں پر نظر ہے کہ وہ میر مہدی آئے وہ میر سرفراز حسین آئے وہ یوسف میرزا آئے وہ میرن آئے وہ یوسف علی خان آئے مرے ہوؤں کا نام نہیں لیتا بچھڑے ہوؤں میں سے کچھ گنے نہیں اللہ اللہ ہزاروں کا میں ماتم دار ہوا میں مروں گا تو مجھکو کون روئے گا۔ سنو غالب و نا پینا کیا کچھ اختلاط کی باتیں کرو۔ کہو میر سرفراز حسین سے کہ یہ خط میر مہدی کو پڑھوا دو اور میرن صاحب کو بلاؤ۔ کل شام کو یا پرسوں شام کو میر اشرف علی صاحب

میرے پاس آئے تھے کہتے تھے کہ کل یا پرسون پانی پت کو جاؤنگا مین نے اُن کی زبانی کچھ پیام میرن صاحب کو بھیجا ہے اگر بھول نہ جائین گے پہنچائین گے۔ خلاصہ اُس کا یہ ہے کہ صاحب ابن نہیں ہے نہ ہو۔ غلام اشرف نہیں ہے نہ ہو۔ اگر منظور کیجئے تو مین صوفی ہون ہمہ اوست کا دم بھرتا ہون۔ بموجب مصرع کے ع دل بدست آور کہ حج اکبرست ٭ تم سے کب انکار کرتا ہون اگر مرزا گوہر کی جگہ مانو تو خوش۔ اگر غلام اشرف جانو تو راضی۔ رات کو اپنے گھر مین باتین بناؤ دن کو مجھ سے جی بہلاؤ۔ قصہ مختصر آؤ اور جلد آؤ سید انور کا جو حال لکھتے ہو وہ سچ ہے۔ راج پوت ایسا ہی کچھ کرتے ہیں۔ مگر ہمارا یہ مسلمانون کا دم بھرتے ہین کچھ دن جاتے ہین۔ کہ یہ لوگ پھر وہان آتے ہین۔ کیا مجمع برہم ہوا ہے۔ مجکو کیسا غم ہوا ہے۔ تم اس جرگے سے جدا ہو۔ تم کو اندیشہ کیا ہے۔ میر قربان علی صاحب جیسا لکھین ویسا کرو۔ میر مہدی صاحب سارا خط پڑھ کر کہیں گے مجکو دعا بھی نہ لکھی۔ بھائی میری دعا پہنچے۔ میر نصیر الدین ایک دن میرے ہان آئے تھے اب مین نہیں جانتا یہان ہیں یا وہان۔ ہون تو دعا کہنا۔ میرن صاحب کے نام تو اتنا کچھ پیام ہے دعا سلام کی حاجت کیا۔ دیکھو ہم اپنا نام نہیں لکھتے۔ بھلا دیکھیں تو بھی تم جان جاتے ہو کہ یہ خط کس کا ہے۔

بنام میر مہدی حسین صاحب مجروح

بھائی تم سچ کہتے ہو ع ہر سر فرزند آدم ہرچہ آید بگذرد ٭ لیکن مجھے افسوس اس بات کا ہے کہ یہ زیر باری میری تحریر کے بھروسے پر ہوئی اور خلاف میری مرضی کے ہوئی جسطرح یہ آئے ہیں اگرچہ میری طبیعت اور میری خواہش کے منافی ہے لیکن واللہ میرے عقیدہ اور تصور اور قیاس کے مطابق ہے یعنی میں بھی سمجھا تھا کہ البتہ یون ہی ہوگا۔ دیوان اردو چھپ چکا ہے۔ لکھنؤ کے چھاپے خانے نے جس کا دیوان چھاپا اُسکو آسمان پر چڑھا دیا حُسنِ خط سے الفاظ کو چمکا دیا۔ دلی پر اور اُس کے پانی پر اور اُس کے چھاپے پر لعنت۔ صاحب

دیوان کو اس طرح یاد کرنا جیسے کوئی کتے کو آواز دے۔ ہر کاپی دیکھتا رہا ہوں کاپی نگار اور تھا متوسط جو کاپی میرے پاس لایا کرتا تھا وہ اور تھا۔ اب جو دیوان چھپ چکے حق التصنیف ایک مجکو ملا۔ غور کرتا ہوں تو وہ الفاظ جن کے تون ہین یعنی کاپی نگار نے نہ بنائے ناچار غلط نامہ لکھا۔ وہ چھپا۔ بہر حال خوش وناخوش کئی جلدین مول لونگا۔ اگر خدا چاہے تو اسی ہفتہ مین تین مجلد اصحاب ثلثہ کے پاس پہنچ جائیں نہ میں خوش ہوا ہوں نہ تم خوش ہوگے اور یہ جو لکھتے ہو کہ یہاں خریدار ہین قیمت لکھ بھیجو میں دلال نہیں سو واگر نہین مہتمم مطبع نہیں مطبع احمدی کے مالک محمد حسین خان مہتمم مرزا امو جان مطبع شاہدرہ میں محمد حسین خان دلی شہر راے مان کے کوچے مین مصوروں کی حویلی کے پاس قیمت کتاب مع محصول ڈاک خریدار کے ذمے۔ طالبان کتاب کو اطلاع دو دو چار دس پانچ جلدین جس کو منگانی ہون محمد حسین خان کے نام پر دلی راے مان کے کوچے مصوروں کی حویلی کا پتہ لکھ کر خط ڈاک میں بھجوا دو کتاب ڈاک میں پہنچ جائے گی۔ قیمت چاہو نقد چاہو ٹکٹ ارسال کرو مجکو اور تم کو کیا جو کہے اُس کو یہ جواب دے دو۔ وباتھی کہاں جو مین لکھوں کہ اب کم ہے یا زیادہ ایک چھیاسٹھ برس کا مرد۔ ایک چونسٹھ برس کی عورت ان دونوں میں سے ایک بھی مرتا تو ہم جانتے کہ وہاں وبا آئی تھی۔ تف برین وبا پنجشنبہ ۸۔ ماہ۔ اگست کے مہینے کا حال کچھ معلوم نہیں۔ کل شام کو دو دو مونڈھے رکھ کر کئی آدمی دیکھا کئے ہلال نظر نہیں آیا نجات کا طالب غالب۔

ایضاً۔ بھائی نہ کاغذ ہے نہ ٹکٹ ہے اگلے لفافوں میں سے ایک بیرنگ لفافہ پڑا ہے۔ کتاب میں سے یہ کاغذ پھاڑ کر تم کو خط لکھتا ہون اور بیرنگ لفافہ میں لپیٹ کر بھیجتا ہوں۔ غمگین نہ ہونا۔ کل شام کو کچھ فتوح کہیں سے پہنچ گئی ہے۔ آج کاغذ و ٹکٹ منگا لوں گا شنبہ ۹ نومبر صبح کا وقت ہی جس کو عوام بڑی فجر کہتے ہین۔ پرسوں تمھارا خط آیا تھا آج جی چاہا کہ ابھی تم کو خط لکھوں اس واسطے یہ چند سطرین لکھین۔ پرخوردار میر نصیر الدین

پر اُن کی بیٹی کا قدم مبارک ہو نام تاریخی تو مجھ سے ڈھونڈا نہ جائے گا۔ ہاں عظیم النسا بیگم نام اچھا ہے کہ اس مین ایک رعایت ہے شاہ محمد عظیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نام کی مجتہد العصر کو میری دعا کہنا۔ تم کو کیا ہوا ہے کہ تم اُن کو اپنا چھوٹا بھائی جان کر مجتہد العصر نہیں لکھا کرتے۔ یہ بے ادبی اچھی نہین میرن صاحب کو بہت بہت دعا کہنا اور میری طرف سے پیار کرنا۔ شہر کا حال مین کیا جانون کیا ہے۔ پون ٹوٹی کوئی چیز ہے وہ جاری ہو گئی ہے سوائے اناج اور اُپلے کے کوئی چیز ایسی نہیں جس پر محصول نہ لگا ہو۔ جامع مسجد کے گرد پچیس پچیس فٹ گول میدان نکلے گا۔ دکانین حویلیان ڈھائی جاوین گی۔ دار البقا فنا ہو جائے گی۔ رہے نام اللہ کا۔ خان چند کا کوچہ شاہ بولا کے بڑھ تک ڈھے گا۔ دونو طرف سے بھاوڑہ چل رہا ہے باقی خیر و عافیت ہے۔ حاکم اکبر کی آمد آمد سن رہے ہین۔ دیکھیے ولی آئیں یا نہین آئیں تو دربار کرین یا نہیں دربار کریں تو مین گنہگار بلایا جاؤن یا نہین۔ بلایا جاؤن تو خلعت پاؤن یا نہیں پنشن کا کہیں ذکر ہے نہ کسی کو خبر ہے۔ غالب۔ سہ شنبہ ۸ نومبر ۱۸۵۹ء

ایضاً میان آج یکشنبہ کا دن ساتوین فروری کی اور شاید بائیسوین جمادی الثانی کی ہے دوپہر کے وقت شیخ مشرف علی رہنے والے استاحامد کے کوچہ کے میرے پاس آئے اور انھون نے تمھارا خط لکھا ہوا ۵ اجمادی الثانی کا دیا۔ ڈاک کا خط ہرگز مجھ تک نہیں پہنچا اور نہ مین شہر سے کہین گیا۔ جہان رہتا تھا وہین ہون۔ خدا جانے وہ خط مستر د کیون ہوا۔ بھلا یہ ہو سکتا ہے کہ تمہارا خط آوے اور مین پھیرون۔ تم خود کہتے ہو کہ اُسپر یہ لکھا ہوا آیا کہ مکتوب الیہ یہان نہیں ہے مین ہوتا اور یہ لکھتا کہ مین نہیں ہون۔ آگرہ اور الور اور کول سے برابر خط چلے آتے ہین تمھاری والدہ کا مرنا سُن کر مجکو بڑا غم ہوا۔ خدا تم کو صبر دے اور اُس عفیفہ کو بخشے میرا حقیقی بھائی میرزا یوسف خان دیوانہ بھی مر گیا۔ کیسا پنشن اور کہان اُسکا ملنا یہان جان کے لالے پڑے ہیں ؎

ہے موج زن اک قلزم خون کاش یہی ہو	آتا ہے ابھی دیکھیے کیا کیا مرے آگے۔

اگر زندگی ہے اور پھر مل بیٹھیں گے تو کہانی کہی جائے گی۔ تم کہتے ہو کہ آیا چاہتا ہون۔ اگر آؤ تو

بے ٹکٹ کے نہ آنا میر احمد علی صاحب کو ہ لکھتے ہو کہ یہاں ہیں مجکو نہیں معلوم کہ کہاں ہیں مجھ سے ملتے تو اچھا کرتے۔ مین مخفی نہیں ہوں روپوش ہوں۔ حکام جانتے ہیں کہ یہ یہاں ہے۔ مگر نہ باز پرس و گیر و دار مین آیا ہون نہ خود اپنی طرف سے قصد ملاقات کا کیا ہی با این ہمہ امین بھی نہیں ہوں دیکھیے انجام کار کیا ہے۔ نثر کیا لکھوں گا اور نظم کیا کہوں گا وہ نثر جو تم دیکھ گئے ہو وہی دو چار ورق اور بھی سیاہ کئے گئے ہیں۔ بھیجنا ممکن نہیں۔ جب آؤ گے اور مجکو جیتا پاؤ گے تو دیکھ لو گے مے کش چین میں ہے باتیں بناتا پھرتا ہے سلطان جی مین تھا اب شہر میں آگیا ہے۔ دو تین بار میرے پاس بھی آیا۔ پانچ سات دن سے نہیں آیا۔ کہتا تھا کہ بی بی کو اور لڑکے کو بہرام پور میر وزیر علی کے پاس بھیج دیا ہے۔ خود یہاں لوٹ کی کتابین خریدتا پھرتا ہے۔ میرن صاحب کی خیر و عافیت معلوم ہوئی مگر یہ معلوم ہوا کہ وہ وہاں مع قبائل ہیں یا تنہا ہیں اگر تنہا ہیں تو قبائل کہاں ہین۔ تمھارے چھوٹے بھائی کو تو میں جانتا ہوں کہ وہ یہاں ہیں اور اچھی طرح ہیں۔ بڑے بھائی کا حال کیوں نہ لکھا یقین ہے کہ وہ اور تم یک جا ہو۔ گو اُن کو ربط مجھ سے زیادہ نہیں لیکن فرزند ہونے میں تم اور وہ برابر ہو۔ خط بھیجنے میں تردد نہ کرو۔ اور ڈاک میں بے تامل بھیجا کرو زیادہ زیادہ۔ غالب یکشنبہ ہفتم فروری ۱۸۵۸ء وقت رسیدن نامہ

ایضاً نور چشم میر مہدی کو بعد دعا کے معلوم ہو کہ کلیات فارسی کا پہنچنا مجکو معلوم ہوا میاں اس میں اغلاط بہت ہین۔ مبارک ہو تمہیں اور میر سرفراز حسین کو اور میرن صاحب کو اور بھائی خدا کرے مجکو بھی۔ لو صاحب اجنٹ بہادر راجستان کا حکم الور کے اجنٹ کو آیا کہ تم پہلی ستمبر کو راج کے کاغذ جو تمھارے پاس ہیں اور راج کا اسباب جو تمھارے تحت میں ہے وہ سب راجہ صاحب کو دو اور تم الگ ہو جاؤ۔ ستمبر کی بیسویں کو ہم الور جائیں گے راجہ صاحب کو مسند پر بٹھائیں گے خلعت شاہی اُنہیں پہنائیں گے۔ ۶ ستمبر ستمبر دو ادو و دعا و شنبہ ۲۲۔ اگست ۱۸۶۳ء غالب۔

ایضاً برخوردار کامگار میر مہدی دہلوی اُردو بازار کے مولوی صاحب لوائے ولاے مرتضوی پر علم عباس ابن علی کا سایہ راجہ صاحب کے سلوک کا حال ہم پہلے ہی سُن چکے تھے اَلحَمدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ دیکھیے اب معاودت کب کرتے ہین بموافق اپنے وعدہ کے ہم کو کیون کر طلب کرتے ہین. کلکتہ جاتے وقت فرما گئے ہین کہ مین آ کر اسد کو بلاؤن گا. البتہ اگر وہ بلائین گے تو مین کیون کر نہ جاؤن گا. ظاہرا ہمارے تمھارے واسطے زمانہ انتہاے مصیبت اور وقت پیش آمد دولت ہے اب مجکو میرن صاحب کی خوشامد کرنی پڑے گی وہ مقرب بنین گے. اگر میری قسمت لڑے گی تم کامیابی کا سامان کر رکھنا میرن صاحب کو مجھ پر مہربان کر رکھنا. بھائی یہ جو میرن یا امیرن صاحب ہین حضور کے بڑے مصاحب ہین جب گروہ مین سے جسکو چاہین حضور سے ملوا دین. فرقہ شعرا مین سے جسکو جو کچھ چاہین دلوا دین ان کو اور مجتہد العصر کو میرا دعا کہنا. نجات کا طالب غالب.

ایضاً میاں تمھاری تحریر کا جواب یہ ہے کہ وہ تصویر جو مین نے میان محمد افضل کو دی تھی وہ اُنھون نے واپس دی اور اُس کی نقل کے باب مین یہ کہا کہ ابھی تیار نہیں ہے جب وہ تیار ہو جائے گی مین ان کو روپیہ دے کرے لونگا خاطر جمع رکھو پنشن سراسر سب کو ششماہی ملنے کا حکم ہو گیا. ہر مہینے مین سو روپے لو اور کھاؤ. کشمیری کٹرہ بگڑ گیا ہے وہ اونچے اونچے در اور وہ بڑی بڑی کوٹھریان دور و یہ نظر نہیں آتین کہ کیا ہوئیں. آہنی سڑک کا آنا اور اُس کی رہگذر کا صاف ہونا ہنوز ملتوی ہے. چارون سے پُروا ہوا چلتی ہے. ابر آتے ہین مگر صرف چھڑکاؤ ہوتا ہے مینھ نہین برستا. گیہون. چنا. باجرا. تینون اناج ایک بھاؤ ہین نو سیر ساڑھے نو سیر میر سرفراز حسین اور میرن صاحب کو مین اچھی طرح نہیں سمجھا کہ جیند مین ہین. یا یہان ہین میر نصیر الدین دو بار میرے پاس آئے اب مجکو نہیں معلوم کہ وہ کہان ہین قاسم علی خان قطب الاقطاب ایک دن کہتے تھے کہ میر احمد صاحب کے قبائل یہان آئے ہوئے ہین. آخر وہ شادی بھی کب ہونے والی ہے اور کہان ہونے والی ہے اس خط کا جو جواب لکھو تو

سب حالات مفصل لکھو۔ غالب صبح چارشنبہ نہم جنوری ۱۸۶۱ء

ایضاً میان تمھارے خط کا جواب منحصر تین باتون پر ہے دو کا جواب لکھتا ہون تیسری بات کا جواب تم بتاؤ کہ تمہیں کیا لکھوں پہلی بات میان محمد افضل تصویر لے گئے اب وہ تصویر کھینچا کرین۔ اور تم انتظار دو سری بات میر نصیر الدین آئے۔ اور تینون صاحبون کا جینے کے جانے کا حال مفصل معلوم ہوا حق تعالیٰ اپنے بندوں پر رحم فرمائے تیسری بات میر صاحب کو جب تک تم نہ کہو مین دلی نہ بلاؤن۔ گویا اُن کے عاشق تمہیں ہو مین نہین بھائی ہوش میں آؤ غور کرو۔ یہ مقدور مجھ مین نہین کہ ان کو یہان بلا کر ایک الگ مکان رہنے کو دو اور ان کو اگر زیادہ نہ ہو تو تیس روپیہ مہینا مقرر کرون کہ بھائی یہ لو اور دریبہ اور چاوڑی اور اجمیری دروازہ کا بازار اور لاہوری دروازہ کا بازار ناپتے پھرو اور اُردو بازار اور خاص بازار اور بلاقی بیگم کا کوچہ اور خان دوران خان کی حویلی کے کھنڈر گنتے پھرو۔ اے میر مہدی تو درماندہ و عاجز پانی پت مین پڑا رہے۔ میرن صاحب وہان پڑے ہوئے دلی دیکھنے کو ترسا کرین۔ سرفراز حسین نوکری ڈھونڈھتا پھرے اور مین ان غمہائے جان گداز کی تاب لاؤن مقدور ہوتا تو دکھا دیتا کہ مین نے کیا کیا۔ اے بسا آرزو کہ خاک شدہ۔ اللہ اللہ اللہ۔ شنبہ ۲۔ جمادی الثانی ۱۰۔ دسمبر۔

ایضاً قرۃ العینین میر مہدی و میر سرفراز حسین مجھ سے ناخوش اور گلہ مند ہوں گے۔ اور کہتے ہون گے کہ دیکھو ہمین خط نہیں لکھتا ؎

ہم بھی منہ مین زبان رکھتے ہین	کاش پوچھو کہ ماجرا کیا ہے

ماجرا یہ ہے کہ تمھارا ابھی تو کوئی خط نہیں آیا۔ مین جسکا جواب لکھتا میرن صاحب سے تمھاری خیر و عافیت پوچھی اور کہدینا کہ میری دعا لکھ بھیجا بس اب اتنا ہی دم باقی ہے۔ کل میرن صاحب آئے پوچھا کہ الور سے کوئی خط آیا فرمایا کہ اس ہفتہ مین کوئی خط مین نے نہیں پایا کیا کہون کیا حال ہے بیش ازین اپنا یہ شعر پڑھا کرتا تھا

بس ہجوم ناامیدی خاک مین مل جائیں گے	یہ جو اک لذت ہماری سعی بے حاصل مین ہے

اب اس زمزمہ کا بھی محل نہ رہا یعنی سعی بے حاصل کی لذت خاک مین گئی۔ انا للہ و انا الیہ

راجعون ۔ مرگ ناگاہ کا طالب غالب پنجشنبہ ۱۸ شعبان ۱۲۸۱ھ

ایضاً صاحب دو خط تمھارے بسبیل ڈاک آئے کل دو پہر ڈھلے ایک صاحب اجنبی سانولے سلونے ڈاڑھی منڈے بڑی بڑی آنکھوں والے تشریف لائے تمھارا خط دیا صرف اُن کی ملاقات کی تقریب میں تھا۔ بارے اُن سے اسم شریف پوچھا گیا فرمایا اشرف علی قومیت کا استفسار ہوا معلوم ہوا سید ہیں پیشہ پوچھا حکیم نکلے۔ یعنی حکیم اشرف علی ہیں اُن سے ملکر بہت خوش ہوا خوب آدمی ہیں اور کام کے ہیں۔ کتنے اوچھے ہو مصطلحات الشعرا مصطلحات الشعرا بھائی وہ کتاب تمھاری ہی میں نے غصب نہیں کی میرے پاس مستعار ہی دیکھ چکونگا بھیجدونگا تقاضا کیوں کرو۔ میاں محمد افضل تصویر کھینچ رہے ہیں جلدی نہ کرو۔ دیر آید درست آید۔ سرفراز حسین اور میرن صاحب اور میر نصیر الدین کو دعائیں۔ غالب صبح چہار شنبہ ہفتم رمضان ہشتم مارچ۔

ایضاً میاں تم کو پنشن کی کیا جلدی ہے۔ ہر بار پنشن کو کیوں پوچھتے ہو پنشن جاری ہوا اور میں تم کو اطلاع نہ دوں۔ ابھی تک کچھ حکم نہیں دیکھوں کیا حکم ہوا اور کب ہو۔ میرن صاحب جے پور پہنچے تم شاہ پور ہی بتاتے ہو شاید سچ یہی ہو۔ ہاں میر محمود علی اور یہ میر ابوالفضل برادر تو تھے مگر دیکھا چاہیئے درخت جگہ سے اُکھڑ کر بدشواری جمتا ہے۔ خلاصہ میری فکر کا یہ ہے کہ اب بچھڑے ہوئے یار کہیں قیامت ہی کو جمع ہوں تو ہوں۔ سو وہاں کیا خاک جمع ہوں گے سنی الگ شیعہ الگ نیک جدا بد جدا۔ میر سرفراز حسین کو دعا میر نصیر الدین کو پہلے بندگی پھر دعا۔ کتاب کا نام دستنبو رکھا گیا آگرہ میں چھاپی جاتی ہے تم سے تمھارے ہاتھ کے اوراق لکھے لونگا تب ایک کتاب تم کو دونگا۔ از غالب روز دوشنبہ ۷ ستمبر ۱۸۵۸ع

ایضاً میر مہدی تم میری عادات کو بھول گئے۔ ماہ مبارک رمضان میں کبھی مسجد جامع کی تراویح ناغہ ہوئی ہے میں اس مہینے میں رام پور کیوں رہتا۔ نواب صاحب مانع رہے اور بہت منع کرتے رہے۔ برسات کے آموں کا لالچ دیتے رہے۔ مگر بھائی میں ایسے انداز سے چلا کہ چاند رات کے دن یہاں آ پہنچا یکشنبہ کو غرہ ماہ مقدس ہوا۔ اسی دن سے ہر صبح کو حامد علی خان کی مسجد میں جا کر

جناب مولوی جعفر علی صاحب سے قرآن سنتا ہوں۔ شب کو مسجد جامع جا کر نماز تراویح پڑھتا ہوں
کبھی جو جی میں آتی ہے تو وقت صوم مہتاب باغ میں جا کر روزہ کھولتا ہوں اور سرد پانی پیتا
ہوں۔ واہ واہ کیا اچھی طرح عمر بسر ہوتی ہے۔ اب اصل حقیقت سنو لڑکوں کو ساتھ لیگیا تھا وہاں اُنھوں
نے میرا ناک میں دم کر دیا۔ تنہا بھیج دینے میں وہم آیا کہ خدا جانے اگر کوئی ادھر حادثہ ہو تو بدنامی عمر
بھر رہے اس سبب سے جلد چلا آیا۔ ورنہ گرمی برسات وہاں کاٹتا۔ اب بشرط حیات جریدہ بعد برسات
جاؤنگا اور بہت دنوں تک یہاں نہ آؤنگا۔ قرارداد یہ ہے کہ نواب صاحب جولائی ۱۸۵۹ء
سے کہ جسکو یہ دسواں مہینا ہے سو روپیہ مجھے ماہ بماہ بھیجتے ہیں۔ اب جو میں وہاں گیا تو سو روپے
مہینا بنام دعوت اور دیا یعنی رامپور رہوں۔ تو دو سو روپے مہینا پاؤں اور دلی رہوں تو سو روپے
بھائی سو دو سو میں کلام نہیں۔ کلام اس میں ہے کہ نواب صاحب دوستانہ و شاگردانہ دیتے ہیں۔
مجکو نوکر نہیں سمجھتے ہیں۔ ملاقات بھی دوستانہ رہی معانقہ و تعظیم جس طرح احباب میں رسم ہے
وہ صورت ملاقات کی ہے۔ لڑکوں سے میں نے نذر دلوائی تھی۔ بس بہرحال غنیمت ہے رزق
کے اچھی طرح ملنے کا شکر چاہیئے کمی کا شکوہ کیا۔ انگریز کی سرکار سے دس ہزار روپے سال ٹھہرے
اُس میں سے مجکو ملے ساڑھے سات سو روپے سال۔ ایک صاحب نے نہ دیے۔ مگر تین ہزار
روپے سال۔ عزت میں وہ پایہ جو رئیس زادوں کے واسطے ہوتا ہے بنا رہا۔ خان صاحب
بسیار مہربان دوستان القاب خلعت سات پارچہ اور جیغہ و سرپیچ و مالائے مروارید بادشاہ
اپنے فرزندوں کے برابر پیار کرتے تھے بخشی، ناظر، حکیم کسی سے توقیر کم نہیں۔ مگر فائدہ وہی قلیل
سو میری جان یہاں بھی وہی نقشہ ہے کوٹھری میں بیٹھا ہوں ٹٹی لگی ہوئی ہے ہوا آرہی ہے
پانی کا جھجر دھرا ہوا ہے حقہ پی رہا ہوں یہ خط لکھ رہا ہوں تم سے باتیں کرنے کو جی چاہا یہ
باتیں کر لیں۔ میر سرفراز حسین اور میرن صاحب اور میر نصیر الدین صاحب کو یہ خط پڑھا دینا
اور میری دعا کہدینا۔ جمعہ ۱۶۔ اپریل۔

ایضاً۔ جو بلائے حال دلی والو سلام لو مسجد جامع واگذاشت ہو گئی چتلی قبر کی طرف سیڑھیوں

پر کیا ہیون نے دکانین بنالیں۔ انڈا مرغی کبوتر بکنے لگا ونش آدمی مہتمم ٹھہرے۔ مرزا الٰہی بخش
مولوی صدر الدین تفضل حسین خان تین بہ ساعت اور ۷ نومبر ۱۴ جمادی الاول سال حال جمعہ
کے دن ابوالظفر سراج الدین بہادر شاہ قید فرنگ و قید جسم سے رہا ہوئے انا للہ وانا الیہ
راجعون۔ جاڑا پڑ رہا ہے ہمارے پاس شراب آج کی اور ہے کل سے رات کو نری انگیٹھی پر گزارا
ہے۔ بوتل گلاس موقوف۔ راجہ پٹیالہ مر گیا۔ مہندر سنگھ اُس کے خلف پر خطاب فرزندی اور القاب
بحال و برقرار رہا۔ بالفعل دیوان نہال چند کام کر رہا ہے۔ ظاہرا جو رنگ اس ریاست کا
ہونے والا ہے وہ نواب گورنر جنرل کے آنے پر کھلے گا۔ اور وہ فروری مہینے مین یہان آئیں گے
الور کی ریاست کا حال بدستور ہے گورنر صاحب ہی انھیں اختیار دین گے یعنی پٹیالہ اور الور کے
راج کا انتظام اُسی وقت پر ہوگا۔ بالفعل اپنی صاحب ایجنٹ الور دلی ہوتے ہوئے میرٹھ
گئے ہیں راجہ صاحب تجارہ تک اُن کی مشایعت کر گئے یہان اپنی صاحب سے کوئی صاحب
سنگھ ٹھیکہ دار الور کی سڑک کا ہے اُس نے کچھ کہا تھا جواب دیا کہ الور کے مقدمات میں بچوں کو
اختیار ہے ہم کچھ حکم نہ دینگے۔ اسفندیار بیگ متوفی کا کوئی متبنیٰ مستدعی پرورش ہوا اسکو بھی یہی
جواب ملا۔ اب اور بولو کیا لکھون۔ دھوپ میں بیٹھا ہوں یوسف علی خان اور لالہ ہیرا سنگھ بیٹھے
ہین کھانا تیار ہے۔ خط لکھ کر بند کر کے آدمی کو دوں گا اور مین گھر جاؤں گا وہاں ایک دالان ہیں
دھوپ آتی ہے اوسمیں بیٹھوں گا۔ ہاتھ مُنہ دھوؤں گا۔ ایک روٹی کا چھلکا سالن مین بھگو کر کھاؤں گا۔
بیسن سے ہاتھ دھوؤں گا۔ باہر آؤں گا پھر اُسکے بعد خدا جانے کون آئے گا کیا صحبت ہوگی۔
مجتہد العصر میر سرفراز حسین صاحب اور ذاکر الحسین میر افضل علی عرف میرن صاحب کو دعا
منگل کا دن ۲۳۔ جمادی الثانی/۱۶۔ دسمبر پہر دن چڑھے۔ غالب۔

ایضاً پنجشنبہ ۱۵ ذیقعدہ ھ باہم صاحب آج تمہارا خط دوپہر کو آیا۔ اُس میں مین نے مسودہ
تاریخ نکالا پایا۔ قلمدان مین رکھ لیا۔ خط پڑھ کر میر سرفراز حسین کو بھیج دیا۔ کل وہ کہتے تھے کہ انتیس روپے
کو تین گاڑیان مقرر ہو گئی ہین کل یعنی آج شام کو سوار ہو جاؤں گا اب اسوقت جو مین یہ خط

لکھ رہا ہوں پھر دن باقی ہے لکھ کر کھلا رکھ چھوڑوں گا شام کو مجتہد العصر میرے گھر ضرور آئیں گے
اگر آج جائیں گے تو واسطے تودیع کے اور اگر نہ جائیں گے تو موافق معمول کے آئیں گے
اُن کے جانے نہ جانے کا حال صبح کو اسی ورق پر لکھ کر خط بند کرکے بھیج دونگا خدا کرے
اُردو کی نثر کا لفافہ اُنھوں نے ڈاک میں بھیج دیا ہو۔ شام کو مجھے دیئے جائیں تو میں کل اس
خط کے ساتھ اُسے بھی بھجوا دوں مہاراج اگر دورہ کو گئے تو کیا اندیشہ ہے گرمی کا موسم ہے
لنبا چوڑا سفر کیوں کریں گے۔ آٹھ سات دن میں پھر آئیں گے۔ یہاں کی تلاش کا نتیجہ دیکھو
تب کہیں جائیو۔ میرن صاحب کی تمھاری چچا چاچی کے لکھنے کا مجھ میں دم نہیں۔ تم جانو وہ
جانیں۔ کلیات کے چھاپے کی حقیقت سنو۔ ۶۰ صفحے چھاپے گئے تھے کہ مولوی ہادی علی مصحح
بیمار ہو گئے۔ کاپی نگار رخصتی اپنے گھر گیا اب دیکھیے کب چھاپا شروع ہو۔ قاطع برہان کا چھاپا
ختم ہوا ایک جلد بطریق نمونہ آ گئی ہے میں نے پچاس جلدوں کی درخواست پہلے سے دے رکھی
ہے اب پچاس روپے بھیجوں تو پچاس جلدیں منگاؤں۔ دیکھیے نومن تیل کب میسر ہو اور رادھا
کب ناچے۔ میاں کل شام کو میر سرفراز حسین میرے گھر نہیں آئے یا تو الور کو مجھ سے بغیر رخصت
ہوئے گئے۔ یا نہیں گئے ہیں تو آج جمعہ ۱۶ مئی صبح کے وقت یہ خط ڈاک میں بھیجتا ہوں۔
نجات کا طالب غالب۔

ایضاً۔ لو صاحب یہ تماشا دیکھو میں تو تم سے پوچھتا ہوں کہ میر سرفراز حسین اور میر نصیر الدین
کہاں ہیں حالانکہ میر نصیر الدین شہر میں ہیں اور مجھ سے نہیں ملتے میر سرفراز حسین آئے ہیں
اور میرے ہاں نہیں اُترے لاحول ولا قوۃ اُترنا کیسا ملنے کو بھی نہیں آتے۔ افسوس ہے جنکو
میں اپنا سمجھتا ہوں وہ مجکو بیگانہ جانتے ہیں۔ اب تم یہ پوچھو کہ نصیر الدین کا دلی میں ہونا
اور مجتہد العصر کا یہاں آنا تو نے کیونکر جانا۔ بھائی آج جمعہ کا دن ۲۰ جمادی الثانی کی اور اخیر مئی
کی صبح کے وقت منہ اندھیرے اُسی وقت میری آنکھ کھلی تھی۔ لحاف میں لپٹا ہوا پڑا تھا۔
کہ ناگاہ میر نصیر الدین صاحب تشریف لائے اور فرمایا کہ اب میں جاتا ہوں۔ اور میر حسن

صاحب بھی جاتے ہیں میں سمجھا میر سرفراز حسین جب بعد تکرار معلوم ہوا تو میر حسن جے پور سے آئے اور خدا جانے کہاں اُترے اور اب کہاں جاتے ہیں ہے ہے مجھے غیر سمجھا یا برا ہوا سمجھا کہ میرے ہاں نہ آئے اور مجھ سے نہ ملے اپنی سسرال میں رہے اور میکے کو چھوڑا واللہ میرا جی اُن کے دیکھنے کو بہت چاہتا تھا، اب اُٹھا ہوں سردی رفع ہو لے. دھوپ نکل لے آغا جان کے ہاں آدمی کو بھیجتا ہوں ہیں کمبخت یہ بھی تو نہیں جانتا کہ آغا جان کہاں رہتے ہیں اب میر احمد علی کی بی بی پاس حبش خان کے پھاٹک آدمی بھیجوں گا. جب آغا جان کے گھر کا پتہ معلوم ہو جائے گا اور آدمی دیکھ آئے گا. اور یہ بھی معلوم کر آئے گا کہ میر حسن صاحب ہیں تو میں سوار ہو کر جاؤں گا۔ اور اُن سے ملوں گا. تم اس خط کا جواب جلد لکھو اور اپنے چچا کے یہاں آنے کا منشا اور اُن کا احوال مفصل لکھو. تصویر کا حال آگے لکھ چکا ہوں خاطر جمع رکھو، اور مجتہد العصر اور میرن صاحب کا حال لکھو. نجات کا طالب غالبؔ صبح جمعہ ۱۱ جنوری سنہ ۱۸۶۱ء

ایضاً میاں لڑکے کہاں پھر رہے ہو اِدھر آؤ خبریں سنو. دربار لارڈ صاحب کا میرٹھ میں ہوا. دلی کے علاقہ کے جاگیردار بموجب حکم کمشنر دہلی میرٹھ گئے موافق دستور قدیم مل آئے. غرضکہ پنجشنبہ ۲۹ دسمبر کو پہر دن چڑھے لارڈ صاحب یہاں پہنچے. کابلی دروازہ کی فصیل کے تلے ڈیرے ہوئے. اُسی وقت توپوں کی آواز سنتے ہی میں سوار ہو کر گیا میر منشی سے ملا. اُن کے خیمہ میں بیٹھ کر صاحب سکرٹری کو خبر کروائی. جواب آیا کہ فرصت نہیں یہ جواب سنکر نومیدی کی پوٹ باندھ کر لے آیا. ہر چند پنشن کے باب میں ہنوز لا و نعم نہیں مگر کچھ فکر کر رہا ہوں دیکھوں کیا ہوتا ہے لارڈ صاحب کل یا پرسوں جانے والے ہیں یہاں کچھ کلام و پیام نہیں. ممکن تحریر ڈاک میں بھیجی جائے گی دیکھئے کیا صورت در پیش آئے گی. مسلمانوں کی املاک کے واگذاشت کا حکم عام ہو گیا ہے جنکو کرایہ پر ملی ہے اُن کو کرایہ معاف ہو گیا ہے. آج یکشنبہ یکم جنوری سنہ ۱۸۶۱ء ہے پہر دن چڑھا ہے کہ یہ خط تم کو لکھا ہے اگر مناسب جانو تو آؤ. اپنی املاک پر قبضہ پاؤ. چاہو یہیں رہو چاہو پھر چلے جاؤ. میر سرفراز حسین میر نصیر الدین

میرن صاحب کو میری دعائیں کہنا۔ اور حکیم میر اشرف علی کو بعد دعا کے یہ کہہ دینا کہ وہ جو ب جو تم نے مجکو دی تھیں اُن کا نسخہ جلد لکھ کر بھیجدو۔ واللہ موجود ماسواہ معدوم اپنی مرگ کا طالب۔ غالب۔

ایضاً برخوردار تمہارا خط آیا حال معلوم ہوا میں اس خیال میں تھا کہ الور کا کچھ حال معلوم کر لوں اور کپتان الگزنڈر کا خط آئے اور میں اُسکو میر سرفراز حسین کے مقدمہ میں لکھ لوں تو اس وقت تمہارے خط کا جواب لکھوں چونکہ آجتک اُن کا خط نہ آیا۔ میں سوچا کہ اگر اسی انتظار میں رہوں گا اور خط کا جواب نہ بھیجوں گا تو میرا پیارا میر مہدی خفا ہوگا ناچار جو کچھ الور کا حال سُنا ہے وہ اور کچھ اپنا حال لکھتا ہوں ہر چند میں نے دریافت کرنا چاہا حکیم محمود علی کا وہاں پہنچنا اور یہ کہ وہاں پہنچنے کے بعد کیا طور قرار پایا کچھ معلوم نہیں ہوا۔ صرف خبر واحد ہے کہ اُن کو راؤ راجہ نے صاحب ایجنٹ سے اجازت لے کر بلا لیا ہے۔ کہتے ہیں کہ صاحب ایجنٹ الور نے راجہ کے بالغ اور عاقل ہونے کی رپورٹ صدر کو بھیجی ہے کیا عجب ہے کہ ان کا راج ان کو ملجائے۔ مولانا غالب علیہ الرحمۃ ان دنوں میں بہت خوش ہیں پچاس ساٹھ جزو کی کتاب امیر حمزہ کی داستان کی اور اسی قدر حجم کی ایک جلد بوستان خیال کی آگئی ہے۔ سترہ بوتلیں بادۂ ناب کی توشہ خانہ میں موجود ہیں دن بھر کتاب دیکھا کرتے ہیں۔ رات بھر شراب پیا کرتے ہیں۔ ؎

کسے کین مرادش میسر بود	اگر جم نباشد سکندر بود

میر سرفراز حسین کو اور میرن صاحب کو اور میر نصیر الدین صاحب کو دعائیں اور دیدار کی آرزو ہیں۔

ایضاً اے جناب میرن صاحب السلام علیکم حضرت آداب کہو صاحب آج اجازت ہے میر مہدی کے خط کا جواب لکھنے کو حضور میں کیا منع کیا کرتا ہوں میں نے تو یہ عرض کیا تھا کہ اب وہ تندرست ہو گئے ہیں بخار جاتا رہا ہے صرف پیچش باقی ہے وہ بھی رفع ہو جائے گی میں اپنے ہر خط میں آپ کی طرف سے دعا لکھ دیتا ہوں آپ پھر کیوں تکلیف کریں نہیں میرن صاحب

اُس کے خط کو آئے ہوئے بہت دن ہوئے ہیں وہ خفا ہوا ہوگا جواب لکھنا ضرور ہے حضرت وہ آپ کے فرزند مین آپ سے خفا کیا ہونگے بھائی آخر کوئی وجہ تو بتاؤ کہ تم مجھے خط لکھنے سے کیوں باز رکھتے ہو سبحان اللہ اے لو حضرت آپ تو خط نہیں لکھتے اور مجھے فرماتے ہیں کہ تو باز رکھتا ہے اچھا تم باز نہیں رکھتے مگر یہ تو کہو کہ تم کیوں نہیں چاہتے کہ میں میر مہدی کو خط لکھوں کیا عرض کروں سچ تو یہ ہے کہ جب آپ کا خط جاتا اور وہ پڑھا جاتا تو میں سنتا اور حظ اُٹھاتا اب جو مین وہان نہیں ہون تو نہیں چاہتا کہ تمہارا خط جاوے میں اب پنجشنبہ کو روانہ ہوتا ہون میری روانگی کے تین دن کے بعد آپ خط شوق سے لکھیئے گا. میان مٹھو ہوش کی خبر لو. تمھارے جانے نہ جانے سے مجھے کیا علاقہ مین بوڑھا آدمی بھولا آدمی تمھاری باتوں میں آگیا اور آج تک اُسے خط نہیں لکھا۔ لاحول ولاقوۃ. سنو میر مہدی صاحب میرا کچھ گناہ نہیں. میرے خط کا جواب لکھو. تپ تو رفع ہو گئی پیچش کے رفع ہونے کی خبر شتاب لکھو. پرہیز کا بھی خیال رکھا کرو یہ بڑی بات ہے کہ وہاں کچھ کھانے کو ملتا ہی نہیں تمہارا پرہیز اگر ہوگا بھی تو عصمت بی بی از بے چادری ہوگا۔ حالات یہان کے مفصل میرن صاحب کی زبانی معلوم ہونگے ۔ دیکھو بیٹھے ہین کیا جانون حکیم میر اشرف علی ہیں اور اُن میں کچھ کونسل تو ہو رہی ہے پنجشنبہ روانگی کا دن ٹھہرا تو ہے اگر چل نکلیں اور پہنچ جائیں تو اُن سے یہ پوچھو کہ جناب ملکہ انگلستان کی سالگرہ کی روشنی کی محفل میں تمھاری کیا گت ہوئی تھی اور یہ بھی معلوم کر لیجیو۔ کہ یہ جو فارسی مثل مشہور ہے کہ دفتر را گاؤ خورد اس کے معنی کیا ہیں پوچھیو اور نہ چھوڑیو جب تک نہ بتائیں۔ اِس وقت پہلے تو آندھی چلی پھر مینھ آیا اب مینھ برس رہا ہے میں خط لکھ چکا ہوں: سرنامہ لکھ کر رکھ چھوڑوں گا جب ترشح موقوف ہو جائے گا تو کلیان ڈاک کو لے جائیگا میر سرفراز حسین کو دعا پہنچے اللہ اللہ تم پانی پت کے سلطان العلما اور مجتہد العصر بن گئے۔ کہو وہاں کے لوگ تمہیں قبلہ و کعبہ کہنے لگے یا نہیں میر نصیر الدین کو دعا کہنا.

ایضاً۔ اہا ہا ہا میرا پیارا میر مہدی آیا۔ آؤ بھائی مزاج تو اچھا ہے۔ بیٹھو یہ رامپور ہے دار السرور ہے

جو لطف یہاں ہی وہ اور کہاں ہی۔ پانی سبحان اللہ شہر سے تین سو قدم پر ایک دریا ہے۔ اور کوسی اُسکا نام ہے بے شبہ چشمہ آب حیات کی کوئی سوت اُس میں ملی ہے خیر اگر یوں بھی ہے تو بھائی آب حیات عمر بڑھاتا ہی لیکن اتنا شیریں کہاں ہوگا۔ تمھارا خط پہنچا تردو عبث میرا مکان ڈاک گھر کے قریب اور ڈاک منشی میرا دوست نہ عرف لکھنے کی حاجت نہ محلے کی حاجت بے وسواس خط بھیج دیا کیجئے۔ اور جواب لیا کیجئے۔ یہاں کا حال سب طرح خوب ہے اور صحبت مرغوب ہی اسوقت جہاں ہوں دیکھوں کیا ہوتا ہی تعظیم و توقیر میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں ہے لڑکے دونوں میرے ساتھ آئے ہیں۔ اسوقت اس سے زیادہ نہیں لکھ سکتا۔

ایضاً آؤ میاں سید زادہ آزادہ دلی کے عاشق دلدادہ۔ ڈھئے ہوئے اُردو بازار کے رہنے والے حسد سے لکھنؤ کو بُرا کہنے والے۔ نہ دل میں مہر و آزرم نہ آنکھ مین حیا و شرم۔ نظام الدین ممنون کہاں ذوق کہاں۔ مومن خان کہاں ایک آزردہ سو خاموش دوسرا غالبؔ وہ بے خود و مدہوش نہ سخنوری رہی نہ سخندانی کس برتے پر تتا پانی۔ ہائے دلی وائے دلی بھاڑ میں جائے دلی۔ سنو صاحب پانی پت کے رئیسوں مین ایک شخص ہیں احمد حسین خان ولد سردار خان ولد دلاور خان اور نانا اُس احمد حسین خان کے غلام حسین خان ولد مصاحب خان اس شخص کا حال ازروئے تحقیق شرح اور مفصل لکھو۔ قوم کیا ہے عمر کیا ہے طور کیا ہے احمد حسین خان کی لیاقت ذاتی کا کیا رنگ ہی۔ طبیعت کا کیا ڈھنگ ہے۔ بھائی لکھ اور جلد لکھ۔

ایضاً سید خدا کی پناہ عبارت لکھنے کا ڈھنگ کیا ہاتھ آیا ہے کہ تم نے سارے جہان کو سر پر اُٹھایا ہے۔ ایک غریب سید مظلوم کے چہرہ نورانی پر مہاسا نکلا ہے تم کو سرمایہ آرائش گفتار بہم پہنچا ہے میری اُن کو دعا پہنچاؤ۔ اور اُن کی خیر و عافیت جلد لکھو۔ بھائی یہاں کا نقشہ ہی کچھ اور ہے سمجھ میں کسی کے نہیں آتا۔ کہ کیا طور ہے۔ اوائل ماہ انگریزی میں روک ٹوک کی شدت ہوتی تھی۔ آٹھوین و نوین سے وہ شدت کم ہو جاتی تھی اس مہینے میں برابر وہی صورت رہی ہے آج ۲۷۔ مارچ کی ہے پانچ چارون مہینے باقی ہیں۔ آنچ ویسی ہی تیز ہے۔

خدا اپنے بندوں پر رحم کرے مجھپر میرے اللہ نے ایک اور عنایت کی ہو اور اس غمزدگی میں ایک گونہ خوشی اور کیسی بڑی خوشی دی ہے۔ تم کو یاد ہو گا کہ ایک دستنبو نواب لفٹنٹ گورنر بہادر کی نذر بھیجی تھی آج پانچوان دن ہے کہ نواب لفٹنٹ گورنر بہادر کا خط مقام الہ آباد سے بسبیل ڈاک آیا وہی کاغذ افشانی وہی القاب قدیم کتاب کی تعریف عبارت کی تحسین مہربانی کے کلمات کبھی تم کو خدا یہان لائے گا تو اُس کی زیارت کرنا پنشن کے ملنے کا بھی حکم آج کل آیا چاہتا ہے اور یہ بھی توقع بڑی ہے کہ گورنر جنرل بہادر کے ہان سے بھی کتاب کی تحسین اور عنایت کے مضامین کی تحریر آجائے۔ میرن صاحب کو سلام پہلے لکھ چکا ہون میر سرفراز حسین اور میر نصیر الدین کو دعا کہہ دینا اور یہ خط دکھا دینا۔

ایضاً۔ برخوردار نورچشم میر مہدی کو بعد دعاے حیات وصحت کے معلوم ہو بھائی تم نے بخار کو کیوں آنے دیا تپ کو کیوں چڑہنے دیا۔ کیا بخار میرن صاحب کی صورت میں آیا تھا جو تم مانع نہ آئے کیا تپ ابن بن کر آئی تھی جو اُس کو روکتے ہوئے شرمائے حکیم اشرف علی ابھی آگئے ہیں کہتے تھے کہ میں نے نسخہ لکھ کر آج ڈاک میں بھیج دیا ہے چونکہ یہ خط بھی آج روانہ ہوتا ہی کیا عجب ہے کہ دونوں خط ایک دن بلکہ ایک وقت پہنچین۔ دل تمھارے واسطے بہت کُڑھتا ہی حق تعالیٰ تم کو جلد شفا دے اور تمھاری تندرستی کی خبر مجکو سُنائے بنو میاں سرفراز حسین نے کئی برس میں تم نے مجکو ایک خط لکھا وہ بھی اس طرح کہ جیسا جلال اسیر کہتا ہے ع بغیر درشکر آلبت رو بما دارد۔ پڑہتا ہون اُس خط کو اور ڈھونڈھتا ہون کہ میرے واسطے کونسی بات ہی مجکو کیا پیام ہی کچھ نہیں شاید دوسرے صفحہ میں کچھ ہو۔ اُدھر خاتمہ بالخیر ہے۔ یارب سرنامہ میرے نام کا آغاز تحریر میں القاب میرا پھر سارے خط میں میرن صاحب کا جھگڑا یہ کیا سیر ہے میں ایسے خط کا جواب کیوں لکھوں میری بلا لکھے۔ اب جو تم خط لکھوگے اور اُسمیں اپنے بھائی کی خیر وعافیت رقم کروگے اور میرن صاحب کا نام اور ان کے لئے سلام تک بھی اُسمیں نہ ہوگا تو میں اُسکا جواب آنکھوں سے لکھونگا اور ہان میان پھر تم نے میر اشرف علی کو کیا لکھا کہ ہم نے سنا ہے

کہ چچا نے اسکا مرنا سنا ہوگا۔ اس غریب کا قول یہ ہے کہ میری دونوں بہنیں اور پانچ بھانجیاں پانی پت میں ہیں۔ کیا چچا کو نہ معلوم ہوگا کہ کونسی لڑکی مری۔ کاش اُسکے باپ کا نام لکھتے تا کہ میں جانتا کہ کونسی بھانجی مری ہے اب میں کس کا نام لے کر روؤں اور کس کی فاتحہ دلواؤں۔ اس امر میں حق بجانب اس مظلوم کے ہے توضیح بقید نام لکھو۔

ایضاً بھائی ایک خط تمہارا پہلے پہنچا اور ایک خط کل آیا پہلے خط میں کوئی امر جواب طلب تھا اگرچہ کل کے خط میں بھی صرف کتابوں کی رسید تھی لیکن چونکہ دو امر لکھنے کے لائق تھے اس واسطے ایک لفافہ تمہاری پسند کا تمہاری نظر کرنا پڑا۔ پہلا امر یہ کہ آج میر نصیر الدین دوپہر کو میرے پاس آئے تھے اُن کو دیکھ کر دل خوش ہوا تم نے بھی خط میں لکھا تھا کہ میر سرفراز حسین الور گئے تھے اور میر نصیر الدین بھی کہتے تھے کہ میں اور وہ ایک دن پانی پت سے چلے وہ اودھر گئے میں ادھر آیا ظاہرا پارسل کے پہنچنے سے پہلے وہ روانہ ہوئے ہیں اُن کی کتاب رہ گئی اب اُن تک کیونکر پہنچے گی خدا خیر کرے۔ میاں لڑکے سنو میر نصیر الدین اولاد میں سے ہیں شاہ محمد اعظم صاحب کے وہ خلیفہ تھے مولوی فخر الدین صاحب کے اور میں مرید ہوں اس خاندان کا اسواسطے میر نصیر الدین کو پہلے بندگی لکھتا ہوں اور پھر تمہارے علاقے سے دعا صوفی صافی ہوں اور حضرات صوفیہ حفظ مراتب ملحوظ رکھتے ہیں ع گر حفظ مراتب نہ کنی زندیقی۔ یہ جواب ہی تمہارے اُس سوال کا کہ جو پہلے خط میں تم نے لکھا تھا۔ اب کے خط میں تم نے میرن صاحب کی خیر و عافیت کیوں نہ لکھی یہ بات اچھی نہیں میں تو ڈر گیا کہ اگر تمہارے خط میں اُن کو دعا سلام لکھونگا تو اُن سے تم کاہے کو کہو گے پیرزادہ صاحب یعنی میر نصیر الدین نے اُن کی بندگی مجھ سے کہی ہو خدا کے واسطے میری دعا اُن سے کہدینا۔

ایضاً میری جان سنو داستان صاحب کمشنر بہادر دہلی یعنی جناب سانڈرس صاحب بہادر نے مجکو بلایا پنجشنبہ ۲۴ فروری کو میں گیا۔ صاحب شکار کو سوار ہو گئے تھے میں اُلٹا پھر آیا جمعہ ۲۵ فروری کو گیا ملاقات ہوئی کرسی دی بعد پرسش مزاج کے ایک خط انگریزی چار ورق کا اُٹھا کر پڑھتے رہے

جب پڑھ چکے تو مجھ سے کہا کہ یہ خط ہے منٹگمری صاحب حاکم اکبر صدر بورڈ پنجاب کا تمہارے باب میں لکھتے ہیں کہ ان کا حال دریافت کر کے لکھو سو ہم تم سے پوچھتے ہیں کہ تم ملکہ معظمہ سے خلعت کیا مانگتے ہو حقیقت کہی گئی۔ ایک کاغذ آمد ولایت سے گیا تھا وہ پڑھوا یا پھر پوچھا تم نے کتاب کیسی لکھی ہے اُس کی حقیقت بیان کی کہا ایک منٹگمری صاحب نے دیکھنے کو مانگی ہے اور ایک ہمکو دو۔ میں نے عرض کیا کل حاضر کرونگا پھر پنشن کا حال پوچھا وہ گزارش کیا اپنے گھر آیا اور خوش آیا۔ دیکھو میر مہدی حاکم پنجاب کو مقدمہ ولایت کی کیا خبر کتابوں سے کیا اطلاع پنشن کی پرسش سے کیا مدعا یہ استفسار بحکم نواب گورنر جنرل بہادر ہوا ہے اور یہ صورت مقدمہ فتح وفیروزی ہے غرضکہ دوسرے دن یکشنبہ یوم التعطیل تھا میں اپنے گھر رہا دوشنبہ ۲۸ فروری کو گیا باہر کے کمرے میں بیٹھ کر اطلاع کروائی کہا اچھا توقف کرو۔ بعد تھوڑی دیر کے گڈھ کپتان کی چھٹی آئی سواری مانگی جب سواری آگئی باہر نکلے میں نے کہا وہ کتابیں حاضر ہیں کہا منشی جیون لال کو دے جاؤ۔ وہ اُدھر سوار ہو گئے میں اِدھر سوار ہو کر اپنے مکان پر آیا۔ سہ شنبہ یکم مارچ کو پھر گیا بہت التفات سے باتیں کرتے رہے کچھ سارٹیفکٹ گورنروں کے ساتھ سے گیا تھا وہ دکھائے۔ ایک خط منٹگمری صاحب بہادر کے نام کا لے گیا تھا وہ دے کر یہ استدعا کی کہ کتاب کے ساتھ یہ بھی بھیجا جائے بہت اچھا کہہ کر رکھ لیا۔ پھر مجھ سے کہا کہ ہم نے تمہاری پنشن کے باب میں اجرٹن صاحب کو کچھ لکھا ہے تم اُن سے ملو عرض کیا بہت۔ اجرٹن صاحب بہادر جیسا کہ تم کو معلوم تھا گئے ہوئے تھے کل وہ آئے آج میں نے اُن کو خط لکھا ہے جیسا کہ وہ حکم دیں گے اسکے موافق عمل کرونگا جب بلائیں تب جاؤنگا۔ دیکھو سید اسد اللہ الغالب علیہ السلام کی مدد کو کہ اپنے غلام کو کس طرح سے بچایا ۲۲ مہینے تک بھوکا پیاسا بھی نہ رہنے دیا پھر کس محکمہ سے کہ وہ آج سلطنت کا دہندہ ہے میرے تفقد کا حکم بھجوایا حکام سے مجکو عزت دلوائی میرے صبر و ثبات کی داد ملی۔ صبر و ثبات بھی اُسی کا بخشا ہوا تھا میں کیا اپنے باپ کے گھر سے لایا تھا۔ میر سرفراز حسین کو یہ خط پڑھا دینا اور انکو اور نصیر الدین چراغ دہلوی

کو اور میرن صاحب کو دعا کہنا۔

ایضاً واہ واہ سید صاحب تم تو بڑی عبارت آرائیاں کرنے لگے نثر میں خود نمائیاں کرنے لگے۔ کئی دن سے تمھارے خط کے جواب کی فکر میں ہوں مگر جاڑے نے بےحس و حرکت کر دیا ہے آج جو بسبب ابر کے وہ سردی نہیں تو میں نے خط لکھنے کا قصد کیا ہے۔ مگر حیران ہوں کہ کیا سحر سازی کروں۔ بھائی تم تو اُردو کے مرزا قتیل بن گئے ہو۔ اُردو بادار میں نہر کے کنارے رہتے رہتے رود نیل بن گئے ہو۔ کیا قتیل کیا رود نیل یہ سب ہنسی کی باتیں ہیں لو سنو اب تمھاری دلی کی باتیں ہیں چوک میں بیگم کے باغ کے دروازے کے سامنے حوض کے پاس جو کنواں تھا اُس میں سنگ خشت و خاشاک ڈال کر بند کر دیا۔ بلی ماروں کے دروازہ کے پاس کئی دوکانیں ڈھا کر رستہ چوڑا کر لیا۔ شہر کی آبادی کا حکم خاص و عام کچھ نہیں ہے پنشن داروں سے حاکموں کا کام کچھ نہیں تاج محل مرزا قیصر مرزا جوان بخت کے سالے ولایت علی بیگ جے پور کی زوجہ اِن سب کی الہ آباد سے رہائی ہو گئی دیکھیے کیپ میں رہیں یا لندن جائیں خلق نے از روے قیاس جیسا کہ دلی کے خبر تراشوں کا دستور ہے یہ بات اُڑا دی ہے۔ سو سارے شہر میں مشہور ہے کہ جنوری شروع سال ۵۹ء میں عموماً شہر میں آباد کیے جائیں گے اور پنشن داروں کو جھولیاں بھر بھر کر روپے دیے جائیں گے خیر آج بدھ کا دن ۲۲ دسمبر کی ہے اب شنبہ کو بڑا دن اور اگلے شنبہ کو جنوری کا پہلا دن ہے اگر جیتے ہیں تو دیکھ لیں گے کہ کیا ہوا تم اس خط کا جواب لکھو اور شتاب لکھو۔ میری جان سرفراز حسین تم کیا کر رہے ہو اور کس خیال میں ہو اب کے رت کیا ہے اور آیندہ عزیمت کیا ہے میر نصیر الدین کو صرف دعا اور اشتیاق دیدار میرن صاحب کہاں ہیں کوئی جائے اور بلا لائے حضرت آئیے سلام علیکم مزاج مبارک کہیے مولوی مظہر علی نے آپ کے خط کا جواب بھیجا یا نہیں اگر بھیجا تو کیا لکھا میں جانتا ہوں کہ میر اشرف علی صاحب اور میر سرفراز علی کم اور یہ ستم پیشہ میر مہدی بہت آپ کی جناب میں گستاخیاں کرتے ہیں کیا کروں میں کہیں تم کہیں وہاں ہوتا تو دیکھتا کہ کیوں کر تم سے بے ادبیاں کر سکتے انشاء اللہ تعالےٰ

جب ایک جا ہو نگے تو انتقام لیا جائے گا ہے ہے کیونکر ایک جا ہونگے دیکھئے زمانہ اور کیا دکھاتا ہے۔ اللہ اللہ اللہ۔

ایضاً میری جان تو کیا کہہ رہا ہے بنیے سے سیانا سو دیوانہ۔ صبر و تسلیم و توکل و رضا شیوہ صوفیہ کا ہے مجھ سے زیادہ اس کو کون سمجھے گا۔ جو تم مجکو سمجھاتے ہو کیا میں یہ جانتا ہوں کہ ان لڑکوں کی پرورش میں کرتا ہوں استغفر اللہ لا موثر فی الوجود الا اللہ یا تم یہ سمجھے ہو کہ میں شیخ چلی کی طرح سے یہ خیال باندھتا ہوں کہ مرغی مول لوں گا اور اُس کے انڈے بچے بیچ کر بکری خریدوں گا اور پھر کیا کروں گا اور آخر کیا ہوگا بھائی یہ تو میں نے اپنا راز دل تم سے کہا تھا کہ آرزو یوں ہی تھی اور اب وہ نقش باطل ہو گیا۔ ایک حسرت کا بیان تھا نہ خواہش کا دیکھا اس پنشن قدیم کا حال میں تو اس سے ہاتھ دہوئے بیٹھا ہوں لیکن جب تک جواب نہ پاؤں کہیں اور کیونکر چلا جاؤں۔ حاکم اکبر کے آنے کی خبر گرم ہے۔ دیکھئے کب آئے آئے تو مجھے بھی دربار میں بُلائے یا نہ بلائے خلعت ملے یا نہ ملے اس بیچ میں ایک اور بیچ آپڑا ہے اُسکو دیکھ لوں اور پھر صرف اُسی کا انتظار نہیں اس مرحلے کے طے ہونے کے بعد پنشن ملنے نہ ملنے کا تردد بدستور رہے گا۔ سبک سیر کیوں کر بن جاؤں کہ یہ سب امور ملتوی چھوڑ کر نکل جاؤں پنشن جاری ہوئے پر بھی تو سوا رام پور کے ٹھکانا نہیں ہی وہاں تو جاؤں اور ضرور جاؤں تین برس ثبات قدم اختیار کیا اب انجام کار میں اضطراب کی کیا وجہ چپکے ہو رہو اور مجکو کسی عالم میں غمگین اور مضطر گمان نہ کرو۔ ہر وقت میں جیسا مناسب ہوتا ہی ویسا عمل میں آتا ہے۔ صاحب میرن صاحب نے دو سطرین دستخط خاص سے لکھی تھیں واللہ میں کچھ نہیں سمجھا کہ یہ کس مقدمہ کا ذکر ہے۔

ایضاً سید صاحب اچھا ڈھکوسلا نکالا ہے بعد القاب کے شکوہ شروع کر دینا اور میرن صاحب کو اپنا ہم زبان کر لینا میں بیرحمی نہیں کہ میرن صاحب پر مرتا ہوں میں سر فراحسین نہیں کہ اُن کو پیار کرتا ہوں۔ علی کا غلام اور سادات کا معتقد ہوں اُس میں تم بھی آگئے کمال ہی

کہ میرن صاحب سے محبت قدیم ہے دوست ہوں عاشق زار نہیں بندہ مہر و وفا ہوں گرفتار
نہیں تمھارے بھائی نے سخت شورش بلکہ نعل در آتش کر رکھا ہے ایک سلام اصلاح کے واسطے
بھیجا اور لکھا کہ بعد محرم کے میں بھی آؤنگا میں نے سلام رہنے دیا اور منتظر رہا کہ ڈاک میں کیوں
بھیجوں وہ آئیں گے تو ہیں اُن کو دونگا محرم تمام ہوا آج سہ شنبہ غرہ صفر ہے حضرت کا
پتا نہیں ظاہرا برسات نے آنے نہ دیا۔ برسات کا نام آگیا سو پہلے تو مجملاً سنو ایک غدر کالوں
کا ایک ہنگامہ گوروں کا ایک فتنہ انہدام مکانات کا ایک آفت وبا کی ایک مصیبت کال
کی اب یہ برسات جمیع حالات کی جامع ہے آج اکیسواں دن ہے آفتاب اس طرح نظر آجاتا ہے
جس طرح بجلی چمک جاتی ہے رات کو کبھی کبھی اگر تارے دکھائی دیتے ہیں تو لوگ اُن کو
جگنو سمجھ لیتے ہیں اندھیری راتوں میں چوروں کی بن آئی ہے کوئی دن نہیں کہ دو چار گھر
کی چوری کا حال نہ سنا جائے مبالغہ نہ سمجھنا ہزارہا مکان گر گئے سینکڑوں آدمی جابجا دب کر
مر گئے گلی گلی ندی بہ رہی ہے قصہ مختصر وہ ان کال تھا کہ مینھ نہ برسا اناج نہ پیدا ہوا۔ یہ
پن کال ہے پانی ایسا برسا کہ بوئے ہوئے دانے بہ گئے جنھوں نے ابھی نہیں بویا تھا
وہ بونے سے رہ گئے سن لیا دلی کا حال اسکے سوا کوئی نئی بات نہیں ہے جناب میرن صاحب
کو دعا۔

ایضاً	بے مے نہ کند در کفِ من خامہ روانی		سر دست ہوا آتش بے دود کجائی

میر مہدی صبح کا وقت ہے جاڑا خوب پڑ رہا ہے انگیٹھی سامنے رکھی ہے دو حرف لکھتا ہوں۔
ہاتھ تاپتا جاتا ہوں آگ میں گرمی نہیں مگر ہائے آتش سیال کہاں کہ جب دو جرعہ پی لئے
فوراً رگ و پے میں دوڑ گئی دل توانا ہو گیا دماغ روشن ہو گیا نفس ناطقہ کو تواجد بہم پہنچا ساقی
کوثر کا بندہ اور تشنہ لب ہائے غضب ہائے غضب میاں تم پنشن پنشن کیا کر رہے ہو۔ گورنر جنرل
کہاں اور پنشن کہاں صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر صاحب کمشنر بہادر نواب لفٹنٹ گورنر بہادر
جب ان تینوں نے جواب دیا ہو تو اُس کا مرافعہ گورنمنٹ میں کروں مجھے تو دربار و خلعت کے لالے

پڑے ہیں تم کو پنشن کا فکر ہے یہاں کے حاکم نے میرا نام فرد میں نہیں لکھا میں نے اس کا اپیل نواب لفٹنٹ گورنر بہادر کے ہاں کیا ہے دیکھئے کیا جواب آتا ہے۔ بہر حال جو کچھ ہوگا تم کو لکھا جائیگا۔ اجی وہ یوسف ہند نہ سہی یوسف دہر سہی یوسف مصر سہی یوسف کشور سہی اُن کی زلیخا نے ستم برپا کر رکھا ہے مجھے تو خبر نہیں کہیں حضرت کہہ گئے ہیں کہ میں ساڑھے سات روپے مہینا بھیجے جاؤنگا۔ اب اُنکا تقاضا ہے رحیم بخش روز آتا ہے اور کہتا ہے کہ پھوپھا جان کو لکھو کہ پھوپھی جان بھوکی مرتی ہیں خرچ جلد بھیجو ورنہ نالش کی جائے گی۔ اور تم کو گواہ قرار دیا جائے گا۔ بہر حال میرن صاحب کو یہ پڑھوا دینا۔ میر سرفراز حسین کو دعا۔ میر نصیر الدین کو دعا۔ حکیم میر اشرف علی کو دعا۔ یوسف ہفت کشور کو دعا۔

ایضاً واہ حضرت کیا خط لکھا ہے اس خرافات کے لکھنے کا فائدہ۔ بات اتنی ہے کہ میرا پلنگ مجکو ملا میرا بچھونا مجکو ملا میرا حمام مجکو ملا میرا بیت الخلا مجکو ملا۔ رات کا وہ شور کوئی آئیو کوئی آئیو فرو ہو گیا۔ میری جان بچی میرے آدمیوں کی جان بچی ؎ اکنون شب من شب است روزم روز ست ✻ بھئی تم نے یہ نہ لکھا کہ میرن صاحب کو میرا خط پہنچا یا نہ پہنچا میں گمان کرتا ہوں کہ نہیں پہنچا اگر پہنچتا تو بیشک وہ تمھاری نظر سے گزرتا۔ اور میرن صاحب اس کی اصل حقیقت تم سے پوچھتے اور اس صورت میں یہ بھی ضرور تھا کہ تم اس واہیات کے بدلے مجکو وہ رو داد لکھتے جو میرن صاحب میں اور تم میں پیش آئی۔ پس اگر جیسا کہ گمان ہے خط نہیں پہنچا تو خیر جانے دو۔ اگر خط پہنچا ہے تو میرن صاحب کے خط کے جواب لکھوانے میں تم نے میرا دم ناک میں کر دیا تھا۔ اب اُن سے میرے خط کے جواب کا تقاضا کیوں نہیں کرتے۔ حسن بھی کیا چیز ہے۔ نادر کا اتنا خوف نہیں جتنا حسین آدمی کا ڈر ہوتا ہے۔ تم اُن سے خواہش وصال کرتے ہوئے ڈرو میرے خط کے جواب کے باب میں کیوں نہیں کہتے نہ صاحب یہ کچھ بات نہیں میرے خط کا جواب اُن سے لکھوا کر بھجواؤ۔ یہاں کا حال وہی جو دیکھ گئے ہو۔ پانی گرم ہوا گرم پتیں مستولی اناج مہنگا۔ بیچارہ منشی میر احمد حسین کا بھتیجا میر امداد علی

آشوب کا بیٹا محمد میر شب گزشتہ کو گزر گیا آج صبح کو اُس کو دفن کر آئے۔ جوان صالح پرہیزگار مومنین کا پیش نماز تھا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مجتہد العصر کا حکم بجا لاؤں گا اور نہ رئیس کو بلکہ مدار المہام ریاست کو لکھوں گا۔ نہیں میرے سوال کا جواب قلم انداز کر جائے گا۔ اور مدار المہام امر واقعی لکھ بھیجے گا۔ میرن صاحب کو دعا۔ اور کہنا کہ بھلا صاحب تم نے ہمارے خط کا جواب نہیں لکھا۔ ہم بھی تمھاری طرز کا اتباع کریں گے۔ حکیم میر اشرف علی کو دعا کہنا اور کہنا کہ اگر تم میں اُن میں راہ و رسم تعزیت و تہنیت ہو تو میر احمد حسین کو خط لکھو اور یہ بھی اُن کو معلوم ہو کہ حفیظ یہاں آیا ہوا ہے قبائل تمھارے یہیں ہیں۔ اگر وہاں کچھ رسائی حاصل ہو تو خیر ورنہ یہاں کیوں نہ چلے آؤ ؎

میں بھولا نہیں تجکو اے میری جان	کروں کیا کہ یہاں گر رہے ہیں مکان

برسات کا حال نہ پوچھو خدا کا قہر ہے۔ قاسم جان کی گلی سعادت خان کی نہر ہے میں جس مکان میں رہتا ہوں عالم بیگ خان کے کٹرہ کی طرف کا دروازہ گر گیا مسجد کی طرف کے دالان کو جاتے ہوئے جو دروازہ تھا گر گیا سیڑھیاں گرا چاہتی ہیں صبح کے بیٹھنے کا حجرہ جھک رہا ہے چھتیں چھلنی ہو گئی ہیں مینہ گھڑی بھر برسے تو چھت گھنٹہ بھر برسے کتابیں قلمدان سب توشہ خانہ میں فرش پر کہیں لگن رکھا ہوا کہیں چلمچی دھری ہوئی خط کہاں بیٹھ کر لکھوں۔ پانچ چار دن سے فرصت ہے مالک مکان کو فکر مرمت ہے آج ایک امن کی صورت نظر آئی کہا کہ آؤ میر مہدی کے خط کا جواب لکھوں۔ آوارگی کی ناخوشی راہ کی محنت کشی۔ تپ کی حرارت گرمی کی شرارت یاس کا عالم کثرت اندوہ و غم حال کی فکر مستقبل کا خیال تباہی کا رنج آوارگی کا ملال جو کچھ کہو وہ کم ہے۔ بالفعل تمام عالم کا ایک سا عالم ہے سنتے ہیں کہ نومبر میں مہاراجہ کو اختیار ملے گا۔ مگر وہ اختیار ایسا ہوگا جیسا خدا نے خلق کو دیا ہے۔ سب کچھ اپنے قبضہ قدرت میں رکھا آدمی کو بدنام کیا ہے۔ بارے رفع مرض کا حال لکھو۔ خدا کرے تپ جاتی رہی ہو تندرستی حاصل ہو گئی ہو۔ میر صاحب کہتے ہیں ع تندرستی ہزار نعمت ہے

ہائے ہائے مصرعِ مرزا قربان علی بیگ سالک نے کیا خوب بہم پہنچایا ہے مجکو پسند آیا ہے ؎

تنگ دستی اگر نہ ہو سالک	تندرستی ہزار نعمت ہے

مجتہد العصر میر سرفراز حسین صاحب کو دعا۔ آہا ہا ہا میر افضل علی صاحب کہاں ہیں۔ حضرت یہاں تو اس نام کا کوئی نہیں ہے لکھنؤ کے مجتہد العصر کے بھائی کا نام میرن صاحب تھا جے پور کے مجتہد العصر کے بھائی میرن صاحب کیوں نہ کہلائیں ہاں بھائی میرن صاحب بھلا انکو ہماری دعا کہنا

ایضاً میری جان تم کو تو بیکاری ہیں خط لکھنے کا ایک شغل ہے قلم دوات لے بیٹھے۔ اگر خط پہنچا ہے تو جواب ورنہ شکوہ و شکایت و عتاب و خطاب لکھنے لگے کل حکیم اشرف علی آئے تھے سر منڈوا ڈالا ہے محلقین رؤسکم پر عمل کیا ہے میں نے کہا سر منڈوایا ہے تو ڈاڑھی رکھو کہنے لگے دامن از کجا آرم کہ جامہ ندارم واللہ اُنکی صورت قابل دیکھنے کے ہے کہتے تھے کہ میر احمد علی صاحب آ گئے اور بحال و برقرار ہے خدا کا شکر بجا لایا کبھی تو ایسا بھی ہو کہ کسی عزیز کی خبر سُنی جائے میرا سلام کہنا اور مبارکباد دینا خبردار بھول نہ جاؤ۔ تمہاری شکایت بیجا کا جواب یہ ہے کہ تم نے جو خط مجکو پانی پت سے بھیجا تھا اور کرنال کی روانگی کی اطلاع دی تھی میں نے تجویز کر لیا تھا کہ جب کرنال سے خط آئے گا تو میں جواب لکھونگا۔ آج شنبہ ۱۵۔ اکتوبر صبح کا وقت ابھی کھانا پکا بھی نہیں۔ تبر یہ بیکر بیٹھا تھا کہ تمھارا خط آیا اور پڑھا اور یہ جواب لکھا۔ کلیان بیمار ہے ایاز کو خط دے کر ڈاک گھر روانہ کیا۔ بولو تمھارا گلہ بیجا یا بجا۔ بھائی گلہ کرو تو اپنے سے کرو کہ تم نے کرنال پہنچ کر خط لکھنے میں کیوں دیر کی اور ہاں یہ کیا سبب ہے کہ بہت دن سے میر نصیر الدین کا نام تمھاری قلم سے نہیں نکلتا اُن کی خیر و عافیت اُن کی بندگی نہ لکھتے تو خیر و عافیت تو لکھتے یہ باتیں اچھی نہیں میرن صاحب کے باب میں حیران ہوں تنہا تمھارے ساتھ گئے ہیں والدہ اُن کی پانی پت میں ہیں وہاں کوئی مکان لے کر والدہ کو وہیں بلائیں گے یا خود بعد چند روز کے یہاں آ جائیں گے یہ دو باتیں جواب طلب ہیں میر نصیر الدین کی بندگی نہ لکھنے کا سبب اور میرن صاحب کے بود و باش کی حقیقت لکھو۔ رہا میرا پنشن اُسکا ذکر نہ کرو اگر ملیگا تو تم کو اطلاع دی جائیگی

شہر کی آبادی کا چرچا ہوا کرایہ کو مکان ملنے لگے چار پانسو گھر آباد ہوئے تھے کہ پھر وہ قاعدہ مٹ گیا اب خدا جانے کیا دستور جاری ہوا ہے آیندہ کیا ہوگا سلطان العلما مجتہد العصر مولوی سید سرفراز حسین کو اگرچہ نظر اُن کے مدارج علم و عمل پر بندگی چاہیئے۔ مگر خیر مین عزیزداری ویگانگی کی راہ سے دعا لکھتا ہون میرن صاحب کو دعا اور بعد دعا کے بہت سا پیار میر نصیر الدین کو دعا زیادہ کیا لکھون۔

ایضاً میان کیون ناسپاسی و ناحق شناسی کرتے ہو چشم بیمار ایسی چیز ہے کہ جس کی کوئی شکایت کرے تمہارا منہ چشم بیمار کے لائق کہان چشم بیمار میرن صاحب قبلہ کی آنکھ کو کہتے ہین جس کو اچھے اچھے عارف دیکھتے رہتے ہین۔ تم گنوار چشم بیمار کو کیا جانو خیر ہنسی ہو چکی اب حقیقت مفصل لکھو تم زحیر کی عادت رکھتے ہو عوارض چشم سے تم کو کیا علاقہ میرے نور چشم کی آنکھ کیون دکھی ہین نے خط تمہیں جان کر نہیں لکھا تم نے لکھا تھا کہ بعد عیدین وہان آؤن گا مجکو خط بھیجنے مین تامل ہوا لکھتے کچھ ہو کرتے کچھ ہو۔ تنخواہ کی سنو تین برس کے دو ہزار دو سو پچاس روپے ہوئے ننلو مد خرچ کے جو پائے تھے وہ کٹ گئے ڈیڑہ سو متفرقات مین اُٹھ گئے۔ مختار کار دو ہزار لایا چونکہ مین اُسکا قرضدار ہون روپے اُس نے اپنے گھر مین رکھے اور مجھ سے کہا کہ میرا حساب کیجئے۔ حساب کیا سود مول سات کم پندرہ سو ہوئے مین نے کہا میرے قرضہ متفرق کا حساب کر کچھ اوپر گیارہ سو روپے نکلے مین کہتا ہون یہ گیارہ سو بانٹ دے تو سو بچے آدھے تو لے آدھے مجھے دے وہ کہتا ہے پندرہ سو مجکو دو پانسو سات تم لو یہ جھگڑا مٹ جاویگا تب کچھ ہاتھ آویگا خزانہ سے روپیہ آ گیا ہے مین نے آنکھ سے دیکھا ہو تو آنکھین پھوٹیں بات رہ گئی پت رہ گئی حاسدون کو موت آ گئی دوست شاد ہو گئے ہیں جیسا ننگا بھوکا ہون جب تک جیونگا ایسا ہی رہون گا میرا دارو گیر سے بچنا کرامت اسد اللٰہی ہے ان ہیجون کا ہاتھ آنا عطیۂ یداللٰہی ہے حاکم شہر لکھ دے کہ یہ شخص ہرگز پنشن پانے کا مستحق نہیں حاکم صدر مجکو پنشن دلوائے اور پورا دلوائے میرن صاحب کو دعا کہتا ہون اندراج کی خبر نہ پوچھنا

ہوں جواب تم کی بتر کی جواب عرضی بعرضی جو اُنھوں نے لکھا وہ میں نے بھی لکھا مجتہد العصر کو بندگی لکھوں دعا لکھوں کیا لکھوں نہیں بھئی وہ مجتہد ہوں ہوا کریں میرے تو فرزند ہیں میں دعا ہی لکھوں گا اور اسیطرح میر نصیر الدین کو بھی دعا۔

ایضاً بھائی کیا پوچھتے ہو کیا لکھوں دلی کی ہستی منحصر کئی ہنگاموں پر ہے قلعہ چاندنی چوک ہر روز مجمع مسجد جامع کا ہر ہفتہ سیر جمنا کے پل کی ہر سال میلہ پھول والوں کا یہ پانچوں باتیں اب نہیں پھر کہو دلی کہاں۔ ہاں کوئی شہر قلمرو ہند میں اس نام کا تھا۔ نواب گورنر جنرل بہادر ۱۵ دسمبر کو یہاں داخل ہوں گے دیکھئے کہاں اُترتے ہیں اور کیونکر دربار کرتے ہیں آگے کے درباروں میں سات جاگیر دار تھے کہ اُن کا الگ الگ دربار ہوتا تھا جھجر بہادر گڈھ۔ بلب گڈھ فرخ نگر۔ دوجانہ۔ پاٹودی۔ لوہارو۔ چار معدوم محض ہیں جو باقی رہی اس میں سے دوجانہ و لوہارو تحت حکومت ہانسی حصار پاٹودی حاضر اگر ہانسی حصار کے صاحب کمشنر بہادر اُن دونوں کو یہاں لے آئے تو تین رئیس ورنہ ایک رئیس۔ دربار عام والے مہاجن لوگ سب موجود اہل اسلام میں سے صرف تین آدمی باقی ہیں میرٹھ میں مصطفےٰ خان سلطان جی میں مولوی صدر الدین خان بلی ماروں میں سگ دنیا موسوم بہ اسد تینوں مردود و مطرود و محروم و مغموم۔

توڑ بیٹھے جبکہ ہم جام و سبو پھر ہم کو کیا	آسمان سے بادۂ گلفام گر برسا کرے

تم آتے ہو چلے آؤ جان نثار خان کے چھتے کی۔ خان چند کے کوچہ کی سڑک دیکھ جاؤ بلاقی بیگم کے کوچہ کا ڈھنا۔ جامع مسجد کے گرد ستر ستر گز میدان نکلنا سن جاؤ۔ غالب افسردہ دل کو دیکھ جاؤ چلے جاؤ۔ مجتہد العصر میر سرفراز حسین کو دعا حکیم الملک میر اشرف علی کو دعا۔ قطب الملک میر نصیر الدین کو دعا۔ یوسف مرزا افضل علی کو دعا۔ غالب۔

ایضاً جان غالب تمھارا خط پہنچا غزل اصلاح کے بعد پہنچتی ہے ہر ایک سے پوچھتا ہوں وہ کہاں ہے وہ مصرع بدل دینے سے یہ شعر کس رتبہ کا ہو گیا ارے میر مہدی تجھے شرم نہیں

آتی۔ میاں یہ اہل دہلی کی زبان ہے ارے اب اہل دہلی ہندو ہیں یا اہل حرفہ ہیں یا خاکی ہیں یا پنجابی ہیں یا گورے ہیں ان میں سے تو کس کی زبان کی تعریف کرتا ہے۔ لکھنؤ کی آبادی میں کچھ فرق نہیں آیا ریاست تو جاتی رہی باقی ہر فن کے کامل لوگ موجود ہیں۔ خس کی ٹٹی پروا ہوا اب کہاں لطف وہ تو اسی مکان میں تھا۔ اب میر خیراتی کی حویلی میں وہ چھت اور سمت بدلی ہوئی ہے بہر حال بیگزر د مصیبت عظیم یہ ہے کہ قاری کا کنواں بند ہو گیا لال ڈگی کے کنوئیں یک قلم کھاری ہو گئے۔ خیر کھاری ہی پانی پیتے گرم پانی نکلتا ہے پرسوں میں سوار ہو کر کنوؤں کا حال دریافت کرنے گیا تھا مسجد جامع سے راج گھاٹ دروازہ تک بے مبالغہ ایک صحرا لق و دق ہے۔ اینٹوں کے ڈھیر جو پڑے ہیں وہ اگر اٹھ جائیں تو ہو کا مکان ہو جائے۔ یاد کرو مرزا گوہر کے باغیچہ کے اس جانب کو کئی بانس نشیب تھا اب وہ باغیچہ کے صحن کے برابر ہو گیا یہانتک کہ راج گھاٹ کا دروازہ بند ہو گیا فصیل کے کنگورے کھلے رہے ہیں باقی سب اٹ گیا۔ کشمیری دروازہ کا حال تم دیکھ گئے ہو اب آہنی سڑک کے واسطے کلکتہ دروازہ سے کابلی دروازہ تک میدان ہو گیا پنجابی کٹرہ دھوبی واڑہ۔ رامجی گنج سعادت خان کا کٹرہ جرنیل کی بی بی کی حویلی۔ رام جی داس گودام والے کے مکانات صاحب رام کا باغ حویلی۔ ان میں سے کسی کا پتہ نہیں ملتا۔ قصہ مختصر شہر صحرا ہو گیا تھا اب جو کنوئیں جاتے رہے اور پانی گوہر نایاب ہو گیا تو یہ صحرا صحرائے کربلا ہو جائیگا اللہ اللہ دلی والے اب تک یہاں کی زبان کو اچھا کہے جاتے ہیں۔ واہ رے حسن اعتقاد ارے بندہ خدا اردو بازار نہ رہا اردو کہاں دلی کہاں واللہ اب شہر نہیں ہے کیمپ ہے چھاؤنی ہے نہ قلعہ نہ شہر نہ بازار نہ نہر۔ الور کا حال کچھ اور ہے مجھے اور انقلاب سے کیا کام۔ الگزنڈر مدرنی کا کوئی خط نہیں آیا۔ ظاہرا اُن کی مصاحبت نہیں ورنہ مجکو ضرور خط لکھتا رہتا۔ میر سرفراز حسین اور میرن صاحب اور نصیر الدین کو دعا۔

ایضاً جان غالب اب کے ایسا بیمار ہو گیا تھا کہ مجکو خود افسوس تھا۔ پانچویں دن غذا کھائی۔

اب اچھا ہون تندرست ہون۔ ذی الحجہ ۱۲۷۵ھ تک کچھ کھٹکا نہیں ہی۔ محرم کی پہلی تاریخ سے اللہ مالک ہے میر نصیر الدین آئے کئی بار مین نے اُن کو دیکھا نہیں اب کی بار درد مین مجھ کو غفلت بہت رہی احباب کے آنے کی خبر نہیں ہوئی جب سے اچھا ہوا ہون سید صاحب نہیں آئے تمھاری آنکھون کے غبار کی وجہ یہ ہے کہ جو مکان دلی میں ڈھائے گئے اور جہان جہان سڑکیں نکلیں جتنی گرد اڑی اس کو آپنے ازراہ محبت اپنی آنکھوں میں جگہ دی بہرحال اچھے ہو جاؤ اور جلد آؤ مجتہد العصر میر سرفراز حسین کا خط آیا تھا میں نے میرن صاحب کی آزردگی کے خوف سے اسکا جواب نہیں لکھا۔ یہ رقعہ اُن دونوں صاحبوں کو پڑھا دینا کہ میر سرفراز حسین صاحب اپنے خط کی رسید سے مطلع ہو جائیں اور میرن صاحب میرے پاس ا لفت پر اطلاع پائیں۔

ایضاً سید صاحب کل پہر دن رہے تمھارا خط پہنچا یقین ہے کہ اُسی وقت یا شام کو میر سرفراز حسین تمھارے پاس پہنچ گئے ہون۔ حال سفر کا جو کچھ ہے اُن کی زبانی سُن لو گے میں کیا لکھون میں نے بھی جو کچھ سُنا ہی اُنہیں سے سُنا ہی ان کا اس طرح ناکام پھر آنا میری تمنا اور میرے مقصود کے خلاف ہی لیکن میرے عقیدے اور میرے تصور کے مطابق ہی میں جانتا تھا کہ وہاں کچھ نہ ہوگا سو روپیہ ناحق زیر باری ہوئی چونکہ یہ زیر باری میرے بھروسے پر ہوئی تو مجھے شرمساری ہوئی ہی اس چھیاسٹھ برس میں اس طرح کی شرمساریاں اور روسیاہیان بہت اٹھائی ہیں جہان ہزار داغ ہیں ایک ہزار ایک سہی میر سرفراز حسین کی زیر باری سے دل کڑھتا ہی۔ وبا کو کیا پوچھتے ہو قدر انداز قضا کے ترکش مین بھی ایک تیر باقی تھا۔ قتل ایسا عام۔ لوٹ ایسی سخت۔ کال ایسا بڑا۔ وبا کیون نہ ہو۔ لسان الغیب نے دس برس پہلے فرمایا ہے ؎

ہو چکیں غالب بلائیں سب تمام	ایک مرگ ناگہانی اور ہے

میاں ۱۲۷۷ھ کی بات غلط نہ تھی مگر مین نے وبائے عام میں مرنا اپنے لائق نہ سمجھا واقعی اسمیں میری کسر شان تھی بعد رفع فساد ہوا سمجھ لیا جائے گا۔ کلیات اُردو کا چھاپا تمام ہوا اغلب کہ اسی ہفتہ میں غایت اسی مہینہ میں ایک نسخہ بسبیل ڈاک تم کو پہنچ جائیگا۔ کلیات نظم فارسی کے چھاپنے

کی بھی تدبیر ہو رہی ہو۔ اگر ڈول بندھ گیا تو وہ بھی چھاپا جائے گا۔ قاطع برہان کے خاتمہ میں کچھ فوائد بڑہائے گئے ہیں۔ اگر مقدور مساعدت کرے گا تو مین بے شرکت غیر اُسکو چھپواؤں گا۔ مگر یہ خیال محال ہی میرے مقدور کی تیاری کا حال مجتہد العصر کو معلوم ہے واللہ علی کل شئ قدیر۔ خدا کا بندہ ہوں علی کا غلام میرا خدا کریم میرا خداوند سخی علی وارم چہ غم وارم۔ وبا کی آنچ مدھم ہو گئی ہے پانچ سات دن بڑا زور شور رہا۔ پرسوں خواجہ عزا ولد خواجہ امان مع اپنی بی بی بچوں کے دلی میں آیا۔ کل رات کو اُسکا نو برس کا بیٹا ہیضہ کر کے مر گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ الور میں بھی وبا ہی۔ الگزنڈر مدرنی شہر ہوالک صاحب مر گیا۔ واقعی بے تکلف وہ میرا عزیز اور ترقی خواہ اور راج میں اور مجھ میں متوسط تھا۔ اس جرم میں ماخوذ ہو کر مرا خیر یہ عالم اسباب ہے اسکے حالات سے ہم کو کیا۔

ایضاً ہان صاحب کیا چاہتے ہو مجتہد العصر کے مسودہ کو اصلاح دے کر بھیج دیا۔ اب اور کیا لکھوں تم میرے ہم عمر نہیں جو سلام لکھوں میں فقیر نہیں جو دعا لکھوں۔ تمھارا دماغ چل گیا ہے لفافہ کو کریدا کرو۔ مسودہ کو بار بار دیکھا کرو۔ پاؤ گے کیا یعنی تم کو وہ محمد شاہی روشین پسند ہین یہان خیریت ہے وہان کی عافیت مطلوب ہے۔ خط تمھارا بہت دن کے بعد پہنچا جی خوش ہوا مسودہ بعد اصلاح کے بھیجا جاتا ہے۔ برخوردار میر سرفراز حسین کو دینا اور دعا کہنا۔ اور ہان حکیم میر اشرف علی اور میر افضل علی کو بھی دعا کہنا۔ لازمہ سعادت مندی یہ ہے کہ ہمیشہ اسی طرح خط بھیجتے ہو کیوں سچ کہیو اگلوں کے خطوط کی تحریر کی بھی طرز تھی۔ ہائے کیا اچھا شیوہ ہے جبتک یوں نہ لکھو وہ خط ہی نہیں ہے چاہ بے آب ہے۔ ابر بے باران ہے نخل بے میوہ ہے۔ خانہ بے چراغ ہے چراغ بے نور ہے۔ ہم جانتے ہیں تم زندہ ہو تم جانتے ہو کہ ہم زندہ ہین لعرض ضروری لکھ لیا زوائد کو اور وقت پر موقوف رکھا۔ اور اگر تمھاری خوشنودی اُسی طرح کی نگارش پر منحصر ہے تو بھائی ساڑھے تین سطریں ویسی بھی میں نے لکھ دیں کیا قضا نہیں پڑھتے اور وہ مقبول نہیں ہوتی۔ خیر ہمنے بھی وہ عبارت جو مسودہ کے ساتھ لکھی تھی اب لکھ بھیجی قصور معاف کرو۔ خفا نہ ہو۔ میر نصیر الدین ایک بار آئے تھے پھر نہ آئے فارسی نثر مین نے کہاں لکھی کہ تمھارے چچا کو یا تمکو بھیجدوں

نواب فیض محمد خان کے بھائی حسن علی خان مر گئے۔ حامد علیخان کی ایک لاکھ تیس ہزار کئی سو روپیہ کی ڈگری بادشاہ پر ہو گئی۔ کلو داروغہ بیمار ہو گیا تھا آج اُس نے غسل صحت کیا باقر علی خان کو مہینے بھر سے تپ آتی ہے حسین علیخان کے گلے میں دو غدود ہو گئے ہیں۔ شہر چپ چاپ نہ کہیں پھاوڑا بجتا ہے نہ سرنگ لگا کر کوئی مکان اُڑایا جاتا ہے نہ آہنی سڑک آتی ہے نہ کہیں دمدمہ بنتا ہے دلی شہر خموشان ہے۔ کاغذ بٹر گیا ورنہ تمھارے دل کی خوشی کے واسطے بھی اور لکھتا۔

ایضاً۔ سید صاحب تمھارے خط کے آنے سے وہ خوشی ہوئی جو کسی دوست کے دیکھنے سے ہو لیکن زمانہ وہ آیا ہے کہ ہماری قسمت میں خوشی ہی نہیں خط سے معلوم ہوا تو کیا معلوم ہوا کہ ڈھائی سو دیئے۔ ان دنوں میں ڈھائی روپے بھی بھاری ہیں ڈھائی سو کیسے سبحان اللہ باوجود اس تہی دستی کے پھر بھی کہنا پڑتا ہے کہ روپے گئے بلا سے آبرو بچی۔ اب میر سرفراز حسین کو چاہیئے کہ الور چلے جائیں۔ شاید نئے بندوبست میں کوئی صورت نوکری کی نکل آئے۔ میری دعا کہو اور یہ کہو کہ اپنا حال اور اپنا قصہ اپنے ہاتھ سے مجکو لکھیں پنشن کا حال کچھ معلوم ہوا ہو تو کہوں۔ حاکم خط کا جواب نہیں لکھتا۔ عملہ میں ہر چند تفحص کیجئے کہ ہمارے خط پر کیا حکم ہوا۔ کوئی کچھ نہیں بتاتا۔ بہرحال اتنا سنا ہے اور دلائل اور قرائن سے معلوم ہوا ہے کہ میں بے گناہ قرار پایا ہون اور ڈپٹی کمشنر بہادر کی رائے مین پنشن پانے کا استحقاق رکھتا ہون۔ پس اس سے زیادہ نہ مجھے معلوم نہ کسی کو خبر میاں کیا باتین کرتے ہو۔ میں کتابیں کہاں سے چھپواتا روٹی کھانے کو نہیں شراب پینے کو نہیں۔ جاڑے آتے ہین لحاف توشک کی فکر ہے۔ کتابیں کیا چھپواؤں گا منشی امید سنگھ اندور والے دلی آئے تھے سابقہ معرفت مجھ سے نہ تھا ایک دوست اُن کو میرے گھر لے آیا۔ اُنھوں نے وہ نسخہ دیکھا چھپوانے کا قصد کیا۔ آگرہ میں میرا شاگرد رشید منشی ہرگوپال تفتہ تھا اُس کو میں نے لکھا اُس نے اس اہتمام کو اپنے ذمہ لیا مسودہ بھیجا گیا ۸ر فی جلد قیمت ٹھہری۔ پچاس جلدیں منشی امید سنگھ نے لیں پچیس روپیہ چھاپے خانہ میں

بطریق ہنڈوی بھجوا دیئے۔ صاحب مطبع نے بشمول سعی منشی ہرگوپال تفتہ چھاپنا شروع کیا آگرہ کے حکام کو دکھایا اجازت چاہی ہے۔ حکام نے بکمال خوشی اجازت دی۔ پانسو جلد چھاپی جاتی ہے۔ اُس پچاس جلد میں شاید پچیس جلد منشی امید سنگھ مجکو دینگے میں عزیزوں کو بانٹ دونگا پرسوں خط تفتہ کا آیا تھا وہ لکھتے ہیں کہ ایک فرمہ چھپنا باقی رہا ہے۔ یقین ہے کہ اسی اکتوبر میں قصہ تمام ہو جائے بھائی میں نے ۱۱ مئی ۱۸۵۷ء سے اکیسویں جولائی ۱۸۵۸ء تک کا حال لکھا ہے اور خاتمہ میں اسکی اطلاع دیدی ہے۔ امین الدین خان کی جاگیر کے ملنے کا حال اور بادشاہ کی روانگی کا حال کیونکر لکھتا اُن کو جاگیر اگست میں ملی بادشاہ اکتوبر میں گئے کیا کرتا اگر تحریر موقوف نہ کرتا منشی امید سنگھ اندور جانے والے تھے اگر ختم کر کے مسودہ اُن کے سامنے آگرہ نہ بھیج دیتا تو پھر چھپوا تا کون۔

ایضًا خوبی دین و دنیا روزی باد۔ میر اشرف علی صاحب نے تمہارا خط دیا۔ وہ جو تم نے لکھا تھا کہ تیرا خط میرے نام کا میرے ہمنام کے ہاتھ جا پڑا۔ صاحب قصور تمہارا ہی کیوں ایسے شہر میں رہتے ہو۔ جہاں دوسرا میر مہدی بھی ہو۔ مجکو کہ میں کب سے دلی میں رہتا ہوں نہ کوئی اپنا ہمنام ہونے دیا نہ کوئی اپنا عرف بننے دیا نہ اپنا ہم تخلص بہم پہنچایا۔ فقط پنشن کی صورت یہ ہے کہ کوتوال سے کیفیت طلب ہوئی اُس نے اچھی لکھی کل ہفتہ کا دن ساتویں اگست کی مجکو اجرٹن صاحب بہادر نے بلایا۔ کچھ سہل سوال مجھ سے کیے اب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تنخواہ ملے اور جلد ملے تردد اگر ہے تو اس میں ہے کہ ۱۵ مہینے پچھلے بھی ملتے ہیں یا صرف آیندہ کو مقرر ہوتی ہے۔ غلام فخر الدین خان کی دو ایک روبکاریاں ہوئی ہیں صورت اچھی ہے۔ خدا چاہے تو رہائی ہو جائے۔ صاحب ہم نے گھبرا کر اُس تحریر فارسی کو تمام کیا دفتر بند کیا اور یہ لکھ دیا کہ یکم اگست ۱۸۵۸ء تک میں نے ۱۵ مہینے کا حال لکھا اور آیندہ لکھنا موقوف کیا تمکو آگے اس سے لکھا تھا کہ تم اپنے اوراق کا فقرہ اخیر لکھ بھیجو اب پھر تم کو لکھا جاتا ہے کہ جلد لکھو تاکہ میں اُسکے آگے کی عبارت تم کو لکھ کر بھیج دوں۔ ہاں صاحب میر اشرف علی صاحب بھی ہیں

فرماتے تھے کہ میر سرفراز حسین پانی پت آیا چاہتے ہین اگر آجائیں تو مجکو اطلاع کرنا۔

ایضاً مارڈالا یار تیری جواب طلبی نے اس چرخ کج رفتار کا بُرا ہو۔ ہم نے اسکا کیا بگاڑا تھا ملک و مال جاہ و جلال کچھ نہیں رکھتے تھے۔ ایک گوشہ و توشہ تھا چند مفلس و بے نوا ایک جگہ فراہم ہو کر کچھ ہنس بول لیتے تھے ؎

سو بھی نہ تو کوئی دم دیکھ سکا اے فلک	اور تو یہان کچھ نہ تھا ایک مگر دیکھنا

یاد رہے یہ شعر خواجہ میر درد کا ہے۔ کل سے مجکو یہ کش بہت یاد آتا ہے۔ سو صاحب اب تم ہی بتاؤ کہ مین تم کو کیا لکھون وہ صحبتین اور تقریرین جو یاد کرتے ہو اور تو کچھ بن نہیں آتی مجھ سے حظ بر خط لکھواتے ہو۔ آنسوؤن پیاس نہین بجھتی یہ تحریر تلافی اس تقریر کا نہیں کرسکتی۔ بہرحال کچھ لکھتا ہون دیکھو لکھتا ہون۔ سنونشن کی رپورٹ کا ابھی کچھ حال نہیں معلوم دیر آید درست آید۔ بھئی مین تم سے بہت آزردہ ہون میرن صاحب کی تندرستی کے بیان مین اظہار مسرت نہ مجکو تہنیت بلکہ اس طرح سے لکھا ہے کہ گویا اُنکا تندرست ہونا تم کو ناگوار ہوا ہے لکھتے ہو کہ میرن صاحب ویسے ہی ہوگئے جیسے آگے تھے اچھلتے کودتے پھرتے ہین اُسکے معنی کہ ہے کیا غضب ہوا کہ یہ کیون اچھے ہوگئے یہ باتیں تمھاری ہمکو پسند نہیں آتیں تم نے میر کا وہ مقطع سُنا ہوگا بہ تغیر الفاظ لکھتا ہون ؎

کیون نہ میرن کو مغتنم جانون	دلی والون میں ایک بچا ہے یہ

میر تقی کا مقطع یون ہے ؎

میر کو کیون نہ مغتنم جانین	اگلے لوگون میں اک رہا ہے یہ

میر کی جگہ میرن اور رہا کی جگہ بچا کیا اچھا تصرف ہی۔ آرے میان تم نے کچھ اور بھی سُنا کل یوسف مرزا کا خط لکھنؤ سے آیا وہ لکھتا ہے کہ نصیر خان عرف نواب جان والد اُنکا دائم الحبس ہو گیا حیران ہون کہ یہ کیا آفت آئی یوسف مرزا تو جھوٹ کاہی کو لکھے گا۔ خدا کرے اُس نے جھوٹ سُنا ہو۔ لو بھئی اب تم جاہو جاؤ اپنے گھر مین تو روٹی کھانے جاتا ہون اندر باہر سب روزہ دار ہین یہان تک کہ بڑا لڑکا باقر علیخان بھی۔ صرف ایک مین اور ایک میرا بیٹا حسین علیخان یہ ہم روزہ

خور ہیں۔ وہی حسین علی خان جس کا روزمرہ ہے کھلونے منگا دیں بھی بجار جاؤں گا۔ میر سرفراز حسین کو دعا کہنا۔ اور یہ خط اُن کو ضرور سُنا دینا۔ برخوردار میر نصیر الدین کو دُعا پہنچے۔

ایضاً میر مہدی جیتے رہو۔ آفرین صد ہزار آفرین۔ اُردو عبارت لکھنے کا اچھا ڈھنگ پیدا کیا ہے کہ مجکو رشک آنے لگا۔ سنو دلی کے تمام مال و متاع و زر و گوہر کی لوٹ پنجاب احاطہ میں گئی ہے۔ یہ طرز عبارت خاص میری دولت تھی سو ایک ظالم پانی پت انصاریوں کے محلہ کا رہنے والا لوٹ لے گیا۔ مگر میں نے اُس کو بحل کیا۔ اللہ برکت دے۔ میری پنشن اور ولایت کے انعام کا حال کما حقہ سمجھ لو۔ وللہ الحمد بالطاف خفیہ۔ ایک طرز خاص پر تحریک ہوئی نواب گورنر جنرل بہادر نے حاکم پنجاب کو لکھا کہ حاکم دہلی سے فلان شخص کی پنشن کے چڑھے ہوئے روپیہ کے یک مشت پانے کی اور آیندہ ماہ بماہ ملنے کی رپورٹ منگوا کر اپنی منظوری لکھ کر ہمارے پاس بھیجو تاکہ ہم حکم منظوری دے کر تمھارے پاس بھیجدیں سو یہان اُنکی تعمیل بطرز مناسب ہوگی۔ کم و بیش دو مہینہ میں سب روپیہ مل جائیگا۔ اور ہان صاحب بہادر نے یہ بھی کہا کہ اگر تم کو ضرورت ہو تو سو روپیہ خزانہ سے منگوالو۔ میں نے کہا صاحب یہ کیسی بات ہے کہ اور دن کو برس دن کا روپیہ ملا اور مجھے سو روپیہ دلواتے ہو۔ فرمایا کہ تم کو اب عنقریب سب روپیہ اور اجرا کا حکم ملجائیگا۔ اور وں کو یہ بات برسوں میں میسر آئے گی ہیں چپ ہو رہا آج دو شنبہ یکم شعبان اور ہفتم مارچ ہے دوپہر ہو جائے تو اپنا آدمی مع رسید بھیج کر سو روپیہ منگالوں پیہ یار ولایت کے انعام کی توقع خدا ہی سے ہے حکم تو اسی حکم کے ساتھ اُسکی رپورٹ کرنے کا بھی آیا ہے مگر یہ بھی حکم ہے کہ اپنی رائے لکھو۔ اب دیکھئے یہ دو حاکم یعنی حاکم دہلی اور حاکم پنجاب اپنی رائے کیا لکھتے ہیں حاکم پنجاب کے گورنر بہادر کا بھی حکم ہے کہ دستنبو منگا کر اور تم دیکھ کر ہم کو لکھو کہ وہ کیسی ہے اور اُس میں کیا لکھا ہے۔ چنانچہ حاکم دہلی نے ایک کتاب بھی کہہ کر مجھ سے مانگی اور میں نے دی۔ اب دیکھوں حاکم پنجاب کیا لکھتا ہے۔ اسوقت تمھارا ایک خط اور یوسف مرزا کا ایک خط آیا مجکو باتین کرنیکا مزا ملا تو دونکا

جواب ابھی لکھکر روانہ کیا اب میں روٹی کھانے جاتا ہوں۔ میر سرفراز حسین میرن صاحب میر نصیر الدین کو دعا

ایضًا۔ سید صاحب نہ تم مجرم نہ مین گنہگار تم مجبور مین ناچار۔ لو اب کہانی سنو میری سرگذشت میری زبانی سنو۔ نواب مصطفےٰ خان بمیعاد سات برس کے قید ہو گئے تھے سو اُن کی تقصیر معاف ہوئی اور اُن کو رہائی ملی صرف رہائی کا حکم آیا ہے۔ جہانگیر آباد کی زمینداری اور دلی کی املاک اور پنشن کے باب میں ہنوز حکم کچھ نہیں ہوا ناچار وہ رہا ہو کر میرٹھ ہی میں ایک دوست کے مکان میں ٹھہرے رہین میں بمجرد استماع اس خبر کے ڈاک میں بیٹھ کر میرٹھ گیا اُن کو دیکھا چار دن وہاں رہا پھر ڈاک میں اپنے گھر آیا تاریخ آنے جانے کی یاد نہیں مگر ہفتہ کو گیا منگل کو آیا آج بدھ دوم فروری ہے مجکو آئے ہوئے نواں دن ہے۔ انتظار مین تھا کہ تمہارا خط آئے تو اُسکا جواب لکھا جائے۔ آج صبح کو تمہارا خط آیا دو پہر کو مین جواب لکھتا ہون ؎

روز اس شہر میں اک حکم نیا ہوتا ہے
کچھ سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ کیا ہوتا ہے

میرٹھ سے آکر دیکھا کہ یہاں بڑی شدت ہے اور یہ حالت ہے کہ گوروں کی پاسبانی پر قناعت نہیں ہے لاہوری دروازہ کا تھانہ دار مونڈھا بچھا کر سڑک پر بیٹھتا ہے جو باہر سے گورے کی آنکھ بچا کر آتا ہے اسکو پکڑ کر حوالات میں بھیج دیتا ہے حاکم کے ہاں سے پانچ پانچ بید لگتے ہین یا دو روپیہ جرمانہ لیا جاتا ہے آٹھ دن قید رہتا ہے اس سے علاوہ سب تھانوں پر حکم ہے۔ کہ دریافت کرو کون بے ٹکٹ مقیم ہے اور کون ٹکٹ رکھتا ہے۔ تھانوں میں نقشے مرتب ہونے لگے یہاں کا جمعدار میرے پاس بھی آیا میں نے کہا بھائی تو مجھے نقشے مین نہ رکھ میری کیفیت کی عبارت الگ لکھ عبارت یہ کہ اسد اللہ خان پنشن دار ۱۸۵۰ء سے حکیم پٹیالے والے کے بھائی کی حویلی میں رہتا ہے نہ کالوں کے وقت میں کہیں گیا نہ گوروں کے زمانہ میں نکلا اور نکالا گیا۔ کرنیل براون صاحب بہادر کی زبانی حکم پر اُس کی اقامت کا مدار ہے۔ اب تک کسی حاکم نے وہ حکم نہیں بدلا اب حاکم وقت کو اختیار ہے پرسوں یہ عبارت جمعدار نے محلہ کے نقشے کے ساتھ کوتوالی مین بھیج دی ہے۔ کل سے یہ حکم نکلا کہ یہ لوگ شہر سے باہر مکان دکان کیوں بناتے ہین۔ جو مکان

بن چکے ہیں انہیں ڈھا دو اور آیندہ کو ممانعت کا حکم سنا دو۔ اور یہ بھی مشہور ہے کہ پانچ ہزار ٹکٹ چھاپے گئے ہیں۔ جو مسلمان شہر میں اقامت چاہے بقدر مقدور نذرانہ دے اُس کا اندازہ قرار دینا حاکم کی رائے پر ہے روپیہ دے اور ٹکٹ لے گھر برباد ہو جائے آپ شہر میں آباد ہو جائے آج تک یہ صورت ہے دیکھئے شہر کے بسنے کی کون صورت ہوتی ہے جو رہتے ہیں وہ بھی اخراج کئے جاتے ہیں۔ یا جو باہر پڑے ہوئے ہیں وہ شہر میں آتے ہیں الملک للہ والحکم للہ نور چشم میر سرفراز حسین اور برخوردار میر نصیر الدین کو دعا۔ اور جناب میرن صاحب کو سلام بھی اور دعا بھی۔ اس میں سے وہ جو چاہیں قبول کریں۔

ایضاً میری جان خدا تم کو ایک سو بیس برس کی عمر دے بوڑھا ہونے آیا ڈاڑھی میں بال سفید آگئے مگر بات سمجھنی نہ آئی پنشن کے باب میں اُلجھے ہو اور کیا بیجا اُلجھے ہو۔ یہ تو جانتے ہو کہ دلی کے سب پنشن داروں کو مئی ۱۸۵۷ء سے پنشن نہیں ملا یہ فروری ۱۸۵۹ء بائیسواں مہینہ ہے۔ چند اشخاص کو اس بائیس مہینے میں سال بھر کا روپیہ بطریق مدد خرچ مل گیا۔ باقی چڑھے ہوئے روپیہ کے باب میں اور آیندہ ماہ بماہ ملنے کے واسطے ابھی کچھ حکم نہیں ہوا۔ تم اب اپنے سوال کو یاد کرو کہ اس واقعہ سے اُس کو کچھ نسبت ہے یا نہیں یہ حضرت کا سوال امیر خسرو کی انملی ہے ع چیل بسولا لے گئی تو کاہے سے پھٹکون راب۔ علی بخش خان پچاس روپے مہینا پاتے تھے بائیس مہینے کی گیارہ سو ہوتے ہیں اُن کو چھ سو روپیہ مل گئے باقی روپیہ چڑھا رہا آیندہ ملنے میں کچھ کلام نہیں۔ غلام حسن خان سو روپیہ مہینے کا پنشن دار بائیس مہینے کے بائیس سو روپے ہوتے ہیں اس کو بارہ سو ملے۔ دیوان کشن لال کا ڈیڑھ سو روپیہ مہینا بائیس مہینے کے تین ہزار تین سو ہوتے ہیں اس کو اٹھارہ سو ملے۔ متا جمعدار دس روپیہ مہینے کا سکھ لمبر سال بھر کے ایک سو بیس لے آیا۔ اسی طرح پندرہ سولہ آدمیوں کو ملا ہے آیندہ کے واسطے کسی کو کچھ حکم نہیں مجکو پھر مدد خرچ نہیں ملا جب کئی خط پر خط لکھے تو آخیر خط پر صاحب کمشنر بہادر نے حکم دیا کہ سائل کو بطریق مدد خرچ سو روپیہ مل جاویں۔ میں نے وہ سو روپے نہ لئے اور پھر صاحب کمشنر بہادر کو لکھا کہ

مین باسٹھ روپیہ آٹھ آنہ مہینا پانے والا ہون . سال بھر کے ساڑھے سات سو روپیہ ہوتے ہین سب پنشن دارون کو سال سال بھر کا روپیہ مجکو سو روپیہ کیسے ملتے ہیں ہمثل اورون کے مجھے بھی سال بھر کا روپیہ مل جاوے ابھی اس مین کچھ جواب نہیں ملا آبادی کا یہ رنگ ہے کہ ڈھنڈھورا پٹوا کر ٹکٹ چھپوا کر اجرٹن صاحب بہادر بطریق ڈاک کلکتہ چلے گئے ۔ دلی کے حقا جو باہر پڑے ہوئے ہین منھ کھول کر رہ گئے . اب جب وہ معاودت کرین گے تب آبادی ہوگی یا کوئی اور نئی صورت نکل آئے میر سرفراز حسین اور میر نصیر الدین اور میرن صاحب کو دعائیں پہنچیں برخوردار کامگار میر مہدی قطعہ تم نے دیکھا سچ مچ میرا حلیہ ہی واہ اب کیا شاعری رہ گئی ہی جس وقت مینے یہ قطعہ مہربان کے بھیجنے کے واسطے لکھا ارادہ تھا کہ خط بھی لکھوں لڑکون نے سنایا کہ دادا جان چلو کھانا تیار ہے ہمیں بھوک لگی ہے تین خط اور لکھے ہوئے رکھے تھے مین نے کہا کہ اب کیوں لکھوں اسی کاغذ کو لفافے میں رکھ کر ٹکٹ لگا کر سرنامہ لکھ کلیان کے حوالہ کر گھر میں چلا گیا اور ہاں ایک چھیڑ بھی تھی کہ دیکھوں میر امیر مہدی خفا ہو کر کیا باتیں بناتا ہی سو وہی ہوا تم نے جلے پھپھولے پھوڑے لو اب بتاؤ خط لکھنے بیٹھا ہون کیا لکھوں یہان کا حال باقی میرن صاحب کے سُن لیا ہوگا مگر وہ جو کچھ تم نے سنا ہوگا بے اصل باتیں ہین پنشن کا مقدمہ کلکتہ میں نواب گورنر جنرل بہادر کے پیش نظر ہی یہاں کے حاکم نے اگر ایک روبکاری لکھ کر اپنے دفتر میں رکھ چھوڑی ہیراُسین کیا ضرر یہاں تک لکھ چکا تھا کہ دو ایک آدمی آ گئے دن بھی تھوڑا رہ گیا مین نے بکس بند کیا باہر تختوں پر آ بیٹھا . شام ہوئی چراغ روشن ہوا منشی سید احمد حسین سرہانے کی طرف مونڈھے پر بیٹھے ہیں میں پلنگ پر لیٹا ہوا ہوں ناگاہ چشم و چراغ دودمان علم و یقین سید نصیر الدین آیا ۔ ایک کوڑا ہاتھ مین اور ایک آدمی ساتھ اُس کے سر پر ایک ٹوکرا اُسپر گھاس ہری بچھی ہوئی . مین نے کہا اہا ہا سلطان العلما مولانا سرفراز حسین دہلوی نے دوبارہ رسید بھیجی ہی ۔ بارے معلوم ہوا کہ وہ نہیں ہی یہ کچھ اور ہے فیض خاص نہیں لطف عام ہے شراب نہیں آم ہے . خیر یہ عطیہ بھی بے خلل ہی ۔ بلکہ نعم البدل ہے ایک ایک آم کو ایک ایک سربمہر گلاس سمجھا بادۂ انگوری سے بھرا ہوا مگر واہ کس حکمت سے بھرا ہی کہ پینسٹھ گلاس

میں سے ایک قطرہ نہیں گرا ہے۔ میاں کہتا تھا کہ یہ اُنہی تھے پندرہ بگڑ گئے بلکہ سڑ گئے تا اُن کی برائی اور وں میں سرایت نہ کرے ٹوکرے میں سے پھینک دیئے میں نے کہا بھائی یہ کیا کم ہے مگر میں تمھاری تکلیف اور تکلف سے خوش نہیں ہوا۔ تمھارے پاس روپیہ کہاں جو تم نے آم خریدے خانہ آباد دولت زیادہ۔ لیکور ایک انگریزی شراب ہوتی ہے۔ قوام کی بہت لطیف اور رنگت کی بہت خوب۔ اور طعم کی ایسی میٹھی جیسا قند کا قوام پتلا دیکھو اس لغت کے معنی کسی فرہنگ سرور میں ہو تو مجتہد العصر اور حکیم میر اشرف علی کو کہ وہ اُن کے علم کی کنجی ہیں اور ٹکے ٹکے کی کتابیں چالیس پچاس روپیہ کو بے گئے ہیں میری دعا کہدینا۔

ایضاً کیوں یار کیا کہتے ہو ہم کچھ آدمی کام کے ہیں یا نہیں تمھارا خط پڑھ کر وہ سو بار یہ شعر پڑھا

وعدۂ وصل چون شود نزدیک		آتش شوق تیز تر گردد	

کلو کو مولوی مظہر علی صاحب کے پاس بھیج کر کہلا بھیجا کہ آپ کہیں جایئے گا نہیں میں آتا ہوں۔ بھلا بھائی اچھی حکمت کی کیا وہ میرے بابا کے نوکر تھے کہ میں اُن کو بلاتا اُنھوں نے جواب میں کہلا بھیجا کہ آپ تکلیف نہ کریں میں حاضر ہوتا ہوں دو گھڑی کے بعد وہ آئے۔ ادھر کی بات اُدھر کی بات کوئی انگریزی کاغذ دکھایا۔ کوئی فارسی خط پڑھوایا اجی کیوں حضرت آپ میرن صاحب کو نہیں بلاتے۔ صاحب میں تو اُن کو لکھ چکا ہوں کہ تم چلے آؤ۔ اور ایک مقام کا اُن کو پتا لکھا ہے کہ وہاں ٹھہر کر مجکو اطلاع کرو۔ میں شہر میں بلا لونگا صاحب اب وہ ضرور آئیں گے آخر کار اُن سے اجازت لے کر اب تم کو لکھتا ہوں۔ کہ ان سے مختصر یہ کہدو کہ بھائی یہ تو مبالغہ ہے کہ روٹی وہاں کہاؤ تو پانی یہاں پیو۔ یہ کہتا ہوں کہ عید وہاں کرو تو باسی عید یہاں کرو۔ یہ میرا حال سنو کہ بے رزق جینے کا ڈھب مجکو آگیا ہے اس طرف سے خاطر جمع رکھنا۔ رمضان کا مہینا روزہ کھا کھا کر کاٹا آیندہ خدا رزاق ہے۔ کچھ اور کھانے کو نہ ملا تو غم تو ہے۔ بس صاحب جب ایک چیز کھانے کو ہوئی اگرچہ غم ہی ہو تو پھر کیا غم ہے میر سرفراز حسین کو میری طرف سے گلے لگانا اور پیار کرنا میر نصیر الدین کو دعا کہنا او شفیع احمد

صاحب کو اور میر احمد علی صاحب کو سلام کہنا۔ میرن صاحب کو نہ سلام نہ دعا یہ خط پڑھا دو۔ اور ادھر کو روانہ کرو۔ کیا خوب بات یاد آئی ہے کیوں وہ شہر سے باہر ٹھہریں اور کیوں کسی کے بلانے کی راہ دیکھیں۔ شکرم میں بکرا بخی میں چپ ہیں یعنی ڈاک میں آئیں بلی ماروں کے محلہ میں میرے مکان پر اتریں۔ میرزا قربان علی بیگ کے مکان میں مولوی مظہر علی رہتے ہیں میرے اُن کے مسکن میں ایک میر خیراتی کی حویلی درمیان ہے۔ ڈاک کو زنہار کوئی نہیں روکتا یہ صلاح تو ایسی ہے کہ اگر اس خط کے پہنچتے ہی چل دیں تو عید بھی یہیں کریں

ایضاً میاں کیوں تعجب کرتے ہو۔ یوسف مرزا کے خطوط نہ آنے سے وہ وہاں اچھی طرح ہے۔ حاکموں کے ہاں آنا جانا نوکری کی تلاش میں حسین مرزا صاحب بھی وہیں ہیں وہاں کے حکام سے ملتے ہیں وہاں پنشن کی درخواست کر رہے ہیں۔ ان دونوں صاحبوں کے ہر ہفتہ میں ایک دو خط مجکو آتے ہیں جواب بھیجتا ہوں۔ بھائی لکھنؤ میں وہ امن و امان ہے کہ نہ ہندوستانی عملداری میں ایسا امن و امان ہوگا نہ اس فتنہ و فساد سے پہلے انگریزی عملداری میں یہ چین ہوگا۔ امرا اور شرفا کی حکام سے ملاقاتیں بقدر رتبہ و تعظیم و توقیر پنشن کی تقسیم علی العموم آبادی کا حکم عام لوگوں کو کمال لطف اور نرمی سے آباد کرتے جاتے ہیں اور ایک نقل سنو وہاں کے صاحب کمشنر بہادر اعظم نے جو دیکھا کہ عملہ میں ہنود بھرے ہوئے ہیں اہل اسلام نہیں ہیں ہنود کو اور علاقوں پر بھیج دیا اور ان کی جگہ مسلمانوں کو بھرتی کیا۔ یہ تو آفت دلی ہی پر ٹوٹ پڑی ہے۔ لکھنؤ کے سوا اور شہروں میں عملداری کی وہ صورت ہی جو غدر سے پہلے تھی اب یہاں ٹکٹ چھاپے گئے ہیں میں نے بھی دیکھے۔ فارسی عبارت یہ ہی۔ ٹکٹ آبادی درون شہر دہلی بشرط ادخال جرمانہ مقدار رعیہ کی حاکم کی رائے پر ہے۔ آج پانچ ہزار ٹکٹ چھپ چکا ہے۔ کل اتوار یوم التعطیل ہے پرسوں دوشنبہ سے دیکھئے یہ کاغذ کیوں کر تقسیم ہوں یہ تو کیفیت عموماً شہر کی ہے خصوصاً میرا حال سنو۔ بائیس مہینے کے بعد پرسوں کوتوال کو حکم آیا ہے کہ اسداللہ خان پنشن دار کی کیفیت لکھو کہ وہ بے مقدور اور محتاج ہے یا نہیں کوتوال نے

موافق ضابطہ کے مجھ سے چار گواہ مانگے ہیں سو کل چار گواہ کو توالی چبوترے جائیں گے اور میری بے مقدوری ظاہر کرائیں گے تم کہیں یہ نہ سمجھنا کہ بعد ثبوت مفلسی چڑھا ہوا روپیہ ملجائے گا اور آیندہ کو پنشن جاری ہوجائیگا نہ صاحب یہ تو ممکن ہی نہیں بعد ثبوت افلاس مستحق ٹھہرونگا چھ مہینے یا برس دن کا روپیہ علی الحساب پانے کا۔ میرن صاحب جو بلائے گئے ہیں اس طلب کے جواب میں بھی کیوں نہیں لکھتے کہ ٹکٹ میرے نام کا حاصل کرکے بھیجدو تو میں آؤنگا۔ دیکھو اب دس پانچ دن میں سب حال کھلا جاتا ہے میر سرفراز حسین کو دعا کہنا اور میری طرف سے گلے لگانا اور پیار کرنا میر نصیرالدین کو دعا کہنا۔ اور میرن صاحب کو مبارکباد کہنا۔ غالب

بنام شاہ عالم صاحب

مخدوم زادہ والا تبار حضرت شاہ عالم سلام و دعاے درویشانہ قبول فرماوین آپ کا مع الخیر وطن پہنچنا اور بزرگوں کے قدمبوس اور بھائیوں کے ہم آغوش ہونا آپ کو مبارک ہو ع یوسف از مصر بکنعان آمد۔ تفرقہ اوقات و سفر رام پور و شدت تموز مقتضی اس کی ہوئی کہ ہنوز تمہارے سووات دیکھے نہین گئے تا نزول باران رحمت الٰہی اور بھی چپکے بیٹھے رہو اپنے ماموں صاحب کو نیاز معتقدانہ اور اپنے بھائیوں کو سلام مخلصانہ کہیئے گا۔ اور اپنے والد ماجد یعنی میرے مرشد ہم عمر و ہم فن کو وہ سلام جس سے محبت ٹپکے اور اشتیاق برسے پہنچایئے گا اور عرض کیجیئے گا کہ آرزوے دیدار حد سے گزر گئی۔ یارب جب تک حضرت صاحب عالم کو مارہرہ میں اور انوار الدولہ کو کالپی میں نہ دیکھ لوں اور اُن سے ہم کلام نہ ہولوں میری روح کو قبض کا حکم نہ ہو لیکن ۱۲۸۰ھ میں دو مہینے باقی ہیں اگے محرم سے اُس ذی الحجہ تک میرا مدعا حاصل ہوجائے شفقی مکرمی چودہری عبدالغفور صاحب کو میرا سلام کہیئے گا اور یہ پیام پہنچایئے گا کہ حضرت صاحب عالم کی تمناے دیدار بقید مارہرہ کنایہ اس سے ہے کہ اور کسی کا بھی دیدار مطلوب ہے ع خواہش وصل مقدر ہے جو مذکور نہیں۔ اُنکے اس خط کا جواب جو پرسوں مجکو پہنچا ہے

موم جامہ میں لپیٹ کر بھیجوں گا انشاء اللہ العزیز ہان جناب شاہ عالم صاحب پھر روئے سخن آپ کی طرف ہی جناب میر وزیر علی صاحب بلگرامی یہان تشریف لائے اور میرے مسکن ہو ایک تیر پرتاب کے فاصلہ پر چاندنی چوک میں قطب الدین سوداگر کی حویلی مین اترے ہین. عرفی صاحب کا کام اُن کے سپرد ہوا ہے یعنی ڈپٹی کلکٹر اور ڈپٹی مجسٹریٹ ہین. اور ہزار روپیہ تک کا مقدمہ عدالت دیوانی کا بھی کہتے ہین لیکن ہنوز قائم مقام ہیں. وہ صاحب جس کا نام لکھ آیا ہون. بطریق رخصت سہانو گیا ہے. ایک دن فقیر بھی اُن کے مکان پر چلا گیا تھا حسن صورت اور حسن سیرت دونوں اُن مین جمع ہیں آنکھین اُنکے حُسن صورت سے روشن ہوگئیں اور دل اُنکی حسن سیرت سے خوش ہوگیا واہ خاک پاک بلگرامی نے وہاں سے جس بزرگوار کو دیکھا بہت اچھا پایا

ایضاً مخدوم زادہ عالی شان متعدین دو ومان حضرت شاہ عالم امن وامان وعزوشان وعلم وعمر سے برخوردار رہین. ہمارے حضرت ہمکو بھول گئے. ہاں سچ ہے. اُن کا لطف چودہری عبد الغفور صاحب کے مہر و محبت کا عرض صاحب جو مہر نہ رہا تو عرض کہاں. بہرحال جناب حضرت صاحب عالم صاحب کو میری بندگی پہنچ جائے اور یہ سطرین اُن کی نظر سے گزر جائین. چودہری عبد الغفور خان صاحب کو سلام کہیئے گا اور یہ پوچھیئے گا کہ قصیدہ کا بعد اصلاح کے نہ پہنچنا میرا گناہ ہے یا اس کے سوا کوئی اور قصور ہے اگر وہی جرم ہے تو معاف کیجئے اگر کوئی جرم بھی ہے تو مجھے اطلاع دیجئے. ان دو پیام کی تبلیغ کے بعد پھر روئے سخن آپکی طرف ہو آپکا خط میرے نام کا اور اس کے ساتھ ایک خط ڈپٹی میر وزیر علی صاحب کے نام کا پہنچا وہ پڑھا اور بھجوا دیا. جو آدمی خط لیکر گیا تھا وہ دو بار جواب مانگنے کو گیا پہلی بار حکم ہوا کہ کل آئیو دوسری بار حضرت نہ ملے. میں نے اُسکے جواب سے قطع نظر کرکے اپنی خدمت گزاری کی آپ کو اطلاع دی. یائے تحتانی لکھ چکا تھا کہ ایک چپراسی آیا. اور اس نے خط تمھارے نام کا ٹکٹ لگا ہوا دیا اور کہا کہ ڈپٹی صاحب نے سلام کہا ہے اور یہ خط دیا ہے اب میں یہ خط اپنا مع اُن کے خط کے ڈاک گھر میں بھیجتا ہوں صبح کا وقت یکشنبہ کا دن ۸ صفر اور ۲۵ اگست کی ہے. ڈپٹی صاحب چاندنی چوک

حافظ قطب الدین سوداگر کی حویلی مین رہتے ہین۔ باقی اُن کے حالات اُنکے خط سے معلوم ہو جاینگے
ماموں صاحب کی خدمت مین نیاز اور اپنے بھائی صاحبونکی خدمتمیں فقیر کی دعا پہنچایئے گا۔ والسلام

بنام صاحب عالم صاحب

پیر و مرشد اس مطلع و حسن مطلع کو کیا سمجھون اور اس کا شکر کیون کر بجا لاؤن۔ خدا کی بندہ نوازیان ہین کہ مجھ ننگ آفرینش کو اپنے خاصانِ درگاہ سے بھلا کہوا تا ہے۔ ظاہرا میرے مقدر مین یہ سعادت عظمیٰ تھی کہ مین اس وباے عام مین جیتا بچ رہا اللہ اللہ لیسے کشتنی۔ سو ختنی کو یون بچایا اور پھر اس رتبہ کو پہنچایا۔ کبھی عرش کو اپنا نشیمن قرار دیتا ہون اور کبھی بہشت کو اپنا پائین باغ تصور کرتا ہون واسطے خدا کے اور اشعار نہ فرمایئے گا ورنہ بندہ دعویٰ خدائی کرنے مین محابا نہ کرے گا۔ کتاب افادت مآب پنج آہنگ نسخہ لطیف شریف تالیف اس کے آگے غلام سے کچھ نہ پڑھا گیا۔ مگر چودھری صاحب اور حضرت سید شاہ امیر صاحب اور مولوی فضل احمد صاحب یہ تین اسم معلوم ہوئے پھر بھی دوسرے اسم مین متردد ہون کہ آیا میرا قیاس مطابق واقع ہے یا نہیں۔ ہان چودھری صاحب اور مولوی فضل احمد صاحب ان دو نامون مین تردد باقی نہیں معہذا یہ نہ سمجھا کہ مقصود کیا ہے۔ اگر پنج آہنگ مطلوب ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ میرا ایک سببی بھائی ہے۔ نواب ضیاء الدین خان سلمہ اللہ تعالیٰ وہ میری نظم و نثر کو فراہم کرتا رہتا تھا چنانچہ مجموعہ نثر اور کلیات نظم فارسی اور کلیات نظم اردو سب نسخے اس کے کتب خانہ مین تھے وہ کتب خانہ ڈر کر عرض کرتا ہون بیس ہزار روپیہ کی مالیت کا ہو گا لٹ گیا ایک ورق نہیں رہا۔ ہان چھاپے کی پنج آہنگیں اب بھی بکتی ہیں اور معیوب بدو عیب ہیں ایک تو یہ کہ جو بعد انطباع از قسم نثر تحریر ہوا ہے وہ اُس میں نہیں دوسرے کاپی نویس نے وہ اصلاح میری نثر کو دی ہے کہ میرا جی جانتا ہے۔ اگر کوئی سطر غلطی سے خالی نہیں تو اغراق ہے بے مبالغہ یہ ہے کہ کوئی صفحہ اغلاط سے خالی نہین۔ بہر حال اگر فرمایئے تو لیکر بھیج دون مخدوم

زادہ ہاے والا تبار پہلا نام سمجھ میں نہیں آیا۔ مگر پہلے اُن کی خدمت میں اور پھر سید مقبول عالم کی خدمت میں سلام مسنون اور اشتیاق روز افزوں عرض کرتا ہوں۔

ایضاً بعد حمدِ خداوند و نعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ پہلے قبلہ روح و روان جناب صاحب عالم صاحب کو بندگی۔ اور حضرت مقبول عالم کی شادی کی مبارکباد کیا عرض کروں کہ میرا کیا حال ہو اضمحلال قوی کا حال مختصر یہ ہے کہ اگر کوئی دوست ایسا کہ جس سے تکلف کی ملاقات ہے آجائے تو اُٹھ بیٹھتا ہوں۔ ورنہ پڑا رہتا ہوں۔ جو کچھ لکھتا ہوتا ہو وہ بھی اکثر لیٹے لیٹے لکھتا ہوں آج دوپہر کو میر عبدالعزیز صاحب آئے میں بے کلاہ و پیرہن پلنگ پر لیٹا ہوا تھا اُن کو دیکھ کر اُٹھا مصافحہ کیا اُنہوں نے جناب شاہ عالم کا خط مع مسودات اشعار دیا اور فرمایا کہ پرسوں جاؤں گا عرض کیا کہ کل آخر روز آپ تشریف لائیں خط کا جواب اور اصلاحی مسودے جائیں وہ تشریف لے گئے میں لیٹ رہا دن کے سونے کی عادت نہیں ہی۔ جی میں کہا او بیکار کیوں رہو خط کا جواب آج لکھ رکھو۔ اُٹھے کون بکس کھولے کون۔ لڑکوں کی دوات قلم مونڈھے پر پلنگ کے پاس رکھ لی۔ ادب مقتضی اس کا ہوا کہ آغاز نامہ بنام اقدس ہو۔ حضرت نسخہ قاطع برہان تیسری چوتھی نظر میں مکمل ہو کر مسودات ایک کاتب کے حوالے ہوئے۔ آٹھ جزو لکھے گئے کم و بیش دو جزو باقی ہیں پرسوں تک آجائیں گے۔ بعد اُس کے انطباع کی فکر ہو گی جب وہ غزمیت امضا پذیر ہو جائے گی حضرت کی نظر سے بھی شرف پائے گی۔ حضرت سید عالم کو نیاز خورشید عالم کو سلام چودھری صاحب کو نہ سلام نہ نیاز صرف یہ پیام کہ ہم تمھارے خط کو مفرح روح سمجھتے تھے باتوں کا مزا ملتا تھا۔ خیر و عافیت معلوم ہو جاتی تھی وہ وظیفہ روحانی منقطع کیوں ہوا۔ صاحب یہ روش اچھی نہیں گاہ گاہ رسل و رسائل کا طور بنا رہے۔

بنام مولوی عبدالغفور خان بہادر نساخ

جناب مولوی صاحب قبلہ یہ درویش گوشہ نشین جو موسوم بہ اسد اللہ اور متخلص بہ غالب ہی

مکرمت حال کا شاکر اور آئندہ افزایش عنایت کا طالب ہے۔ دفتر بے مثال کو عطیہ کبریٰ اور موہبت عظمیٰ سمجھ کر یاد آوری کا احسان مانا۔ پہلے اس قدر افزائی کا شکر ادا کرتا ہون۔ کہ حضرت نے اس ہیچ میرز ہیچمدان کو قابل خطاب اور لایق عطائے کتاب جانا مین دروغ گو نہین خوشامد میری خو نہیں۔ دیوان فیض عنوان اسم بامسمیٰ ہے دفتر بے مثال اس کا نام بجا ہے الفاظ متین معانی بلند مضمون عمدہ بندش دل پسند ہم فقیر لوگ اعلان کلمۃ الحق میں بیباک وگستاخ ہیں۔ شیخ امام بخش طرز جدید کے موجد اور پرانی ناہموار روشون کے ناسخ تھے آپ ان سے بڑھ کر بصیغہ بے مبالغہ نساخ ہیں۔ تم دانائے رموز اُردو زبان ہو سرمایۂ نازش قلمرو ہندوستان ہو۔ خاکسار نے ابتدائے سن تمیز مین اُردو زبان میں سخن سرائی کی ہے۔ پھر اوسط عمر مین بادشاہ دہلی کا نوکر ہو کر چند روز اُسی روش پر خامہ فرسائی کی ہے۔ نظم و نثر کا عاشق و مائل ہون ہندوستان میں رہتا ہوں مگر تیغ اصفہانی کا گھائل ہون جہان تک زور چل سکا فارسی زبان مین بہت بکا۔ اب نہ فارسی کی فکر نہ اُردو کا ذکر نہ دنیا مین توقع نہ عقبیٰ کی امید مین ہمہ تن اور اندوہ ناکامی جاوید جیسا کہ خود ایک قصیدہ نعت کی تشبیب میں کہتا ہون ؎

چشم کشودہ اند بکردار ہائے من
زا بندہ نا اُمیدم و از رفتہ شرمسار

ایک کم ستر برس دنیا مین رہا اب اور کہان تک رہوں گا۔ ایک اُردو کا دیوان ہزار بارہ سو بیت کا ایک فارسی کا دیوان دس ہزار کئی سو بیت کا تین رسالے نثر کے یہ پانچ نسخے مرتب ہوگئے اب اور کیا کہون گا مدح کا صلہ نہ ملا غزل کی داد نہ پائی ہرزہ گوئی میں ساری عمر گنوائی بقول طالب آملی علیہ الرحمۃ ؎

لب از گفتن چنان بستم کہ گوئی
دہن بر چہرہ زخمے بود و بہ شد

سچ تو یوں ہے کہ قوت ناطقہ پر وہ تصرف اور قلم میں وہ زور نہ رہا طبیعت میں وہ مزہ سر مین وہ شور نہ رہا پچاس پچپن برس کی مشق کا ملکہ کچھ باقی رہ گیا ہے اسی سبب سے فن کلام میں گفتگو کر لیتا ہون جو اس کا بھی بقیہ اسی قدر ہے کہ معرض گفتار میں موافق سوال جواب دیتا ہون۔ روز و شب یہ فکر رہتی ہے کہ دیکھیے وہان کیا پیش آتا ہے اور یہ بال بال گنہگار بندہ

کیون کر بخشا جاتا ہے۔ حضرت سے یہ التماس ہے کہ آپ جا ہدل کے ہادی اور مجکو ارسال نامہ کی سبیل کے ہادی ہوئے ہین جب تک میں جیتا رہون نام و پیام سے شاد۔ اور بعد میرے مرنے کے دعائے مغفرت سے یاد فرماتے رہئیے گا۔ والسلام بالوف الاحترام

بنام مرزا یوسف علیخان صاحب عزیز

بھائی تم کیا فرماتے ہو جان بوجھ کر ان جان بنے جاتے ہو۔ واقعی غدر میں میرا گھر نہیں لٹا مگر میرا کلام میرے پاس کب تھا کہ نہ لٹتا۔ بھائی ضیاءالدین خان صاحب اور ناظر حسین مرزا صاحب ہندی فارسی نظم و نثر کے مسودات مجھ سے لیکر اپنے پاس جمع کر لیا کرتے تھے سو اُن دونون گھرون پر جھاڑو پھر گئی نہ کتاب رہی نہ اسباب رہا پھر اب مین اپنا کلام کہان سے لاؤن۔ ہان تم کو اطلاع دیتا ہون کہ مئی کی گیارہوین ۱۸۵۷ء سے جولائی کی اکتیسوین ۱۸۵۸ء تک پندرہ مہینے کا اپنا حال مین نے نثر مین لکھا ہے اور وہ نثر فارسی زبان قدیم مین ہے کہ جس مین کوئی لفظ عربی نہ آئے اور ایک قصیدہ فارسی متعارف عربی و فارسی ملی ہوئی زبان میں حضرت فلک رفعت جناب ملکہ معظمہ انگلستان کی ستایش میں اُس نثر کے ساتھ شامل ہے۔ یہ کتاب مطبع خلایق آگرہ مین منشی نبی بخش صاحب حقیر اور مرزا حاتم علی بیگ اور منشی ہرگوپال تفتہ کے اہتمام میں چھاپی گئی ہے۔ فی الحال مجموعہ میری نظم و نثر کا اُس کے سوا اور کہیں نہین۔ اگر جناب منشی امیر علیخان صاحب میرے کلام کے مشتاق ہیں تو نسخہ موسوم بہ دستنبو مطبع مفید خلائق سے منگالین اور ملاحظہ فرمائین۔

بنام قاضی عبدالجمیل صاحب

مخدوم مکرم و معظم جناب مولوی عبدالجمیل صاحب کی خدمت میں ابلاغ سلام مسنون الاسلام کے بعد عرض کیا جاتا ہے کہ آپ کی ارادت میرا ذریعہ فخر و سعادت ہے۔ دو عنایت نامہ آپکے اوقات مختلف میں پہنچے۔ پہلے خط کے حاشیہ اور پشت پر اشعار لکھے ہوئے ہین یا اسطرح

کی پھیکی کہ حروف اچھی طرح پڑھے نہین جاتے ۔ اگرچہ بینائی میری اچھی ہے اور مین عینک کا محتاج نہیں لیکن با این ہمہ اُس کے پڑھنے میں بہت تکلف کرنا پڑتا ہے علاوہ اس کے جگہ اصلاح کی باقی نہیں چنانچہ اُس خط کو آپ کی خدمت میں واپس بھیجتا ہون تاکہ آپ یہ نہ جانین کہ میرا خط پھاڑ کر پھینک دیا ہوگا ۔ اور معہذا میرا اندیشہ آپ کو بھی معلوم ہو جائے۔ آپ خود دیکھ لین کہ اسمین اصلاح کہان دی جائے واسطے اصلاح کے جو غزل بھیجئے اُس میں بین الافراد و بین المصرعین فاصلہ زیادہ چھوڑیئے آپ کے خط مین جو کاغذ اشعار کا ہے حروف اُس کے روشن ہین مگر بین السطور مفقود اور اصلاح کی جگہ معدوم ۔ آپ کی خاطر سے رنج کتابت اُٹھاتا ہون اور اُن دونوں غزلون کو بعد اصلاح لکھتا جاتا ہوں مسودہ تو آپکے پاس ہوگا اُس سے مقابلہ کرکے معلوم کر لیجئے گا کہ کس شعر پر اصلاح ہوئی اور کیا اصلاح ہوئی اور کون سی بیت موقوف ہوئی مشاعرہ یہاں شہر میں کہیں نہیں ہوتا ۔ قلعہ میں شہزادگان تیموریہ جمع ہو کر غزل خوانی کر لیتے ہیں ۔ وہاں کے مصرع طرح کو کیا کیجئے گا اور اُس پر غزل لکھ کر کہان پڑھیئے گا میں کبھی اُس محفل میں جاتا ہوں اور کبھی نہیں جاتا ۔ اور یہ صحبت خود چند روزہ ہے اُس کو دوام کہان ۔ کیا معلوم ہے اب کے نہ ہو ۔ اور اب کے ہو تو آیندہ نہ ہو ۔ والسلام مع الاکرام ؎

ایضاً ۔ قبلہ آپ کو خط کے بھیجنے میں تردد کیوں ہوتا ہے ۔ ہر روز دو چار خط اطراف و جوانب سے آتے ہین ۔ گاہ گاہ انگریزی بھی ڈاک کے ہرکارے بھی میرا گھر جانتے ہیں ۔ پوسٹ ماسٹر میرا آشنا ہے مجکو جو دوست خط بھیجتا ہے وہ صرف شہر کا نام اور میرا نام لکھتا ہے محلہ بھی ضرور نہیں آپ ہی انصاف کرین کہ آپ لال کنواں لکھتے رہے اور مجکو بلی ماروں میں خط پہنچتا رہا ۔ خلاصہ یہ کہ خط آپ کا کوئی تلف نہیں ہوا جو آپنے بھیجا وہ مجکو پہنچا ۔ بات یہ ہے کہ شوقیہ خطوط کا جواب کہانتک لکھوں میںنے آئین نامہ نگاری چھوڑ کر مطلب نویسی پر مدار رکھا ہے ۔ جب مطلب ضروری التحریر نہو تو کیا لکھوں اب کے آپکے خط مین تین مطلب جواب لکھنے کے قابل تھے ایک تو وہ رباعی جو آپنے اس ننگ آفرینش کی مدح میں لکھی ہے اُسکا جواب بندگی ہے اور کورنش اور آداب

دوسرا امر عاخط کے نہ پہنچنے کا وسوسہ سو اُس کا جواب لکھ چکا تیسرا امر جناب مولوی امتیاز خان صاحب کا میرے ہاں آنا اور میرا اُس وقت مکان پر موجود نہ ہونا۔ واللہ مجھکو بڑا رنج ہوا اگر آپ سے ملیں تو میرا اسلام کہیئے گا اور میرا ملال اُن سے بیان کیجئے گا صبح کو میں ہر روز قلعہ کو جاتا ہوں ظاہرا مولوی صاحب اول روز آئے ہونگے جب سوار ہو جاتا ہوں تب بھی وہ چار آدمی مکان پر ہوتے ہیں مولوی صاحب بیٹھتے حقہ پیتے۔ اگر قلعہ جاتا ہوں تو پھر دن چڑھے آتا ہوں زیادہ اس سے کیا لکھوں۔

ایضاً پیر و مرشد نواب صاحب کا وظیفہ خوار گویا اس در کا فقیر تکیہ دار ہوں۔ مسند نشینی کی تہنیت کے واسطے رام پور آیا۔ میں کہاں اور بریلی کہاں۔ ۱۲۔ اکتوبر کو یہاں پہنچا بشرط حیات آخر دسمبر تک دہلی جاؤں گا۔ نمایش گاہ بریلی کی سیر کہاں۔ خود اس نمایش گاہ کی سیر میں جس کو دنیا کہتے ہیں۔ دل بھر گیا۔ اب عالم بیرنگی کا مشتاق ہوں۔ لا الہ الا اللہ لا موجود الا اللہ لا موثر فی الوجود الا اللہ۔

ایضاً۔ قبلہ ایک سو بیس آم پہنچے۔ خدا حضرت کو سلامت رکھے۔ دس قلمیں اور چھٹانک بھر سیاہی کہار کے حوالے کر دی ہے خدا کرے بحفاظت آپ کے پاس پہنچے میں مریض نہیں ہوں بوڑھا ہوں اور ناتوان۔ گویا نیم جان رہ گیا ہوں۔ ایک کم ستر برس دنیا میں رہا کوئی کام دین کا نہیں کیا۔ افسوس صد ہزار افسوس وہ غزل جو کہار لایا تھا وہاں پہنچی جہاں اب میں جانے والا ہوں یعنی عدم۔ مدعا یہ کہ گم ہو گئی۔

ایضاً جناب قاضی صاحب کو سلام اور قصیدہ کی بندگی۔ اگر مجھے قوت ناطقہ پر تصرف باقی رہا ہوتا تو قصیدہ کی تعریف میں ایک قطعہ۔ اور حضرت کی مدح میں ایک قصیدہ لکھتا۔ بات یہ ہے کہ میں اب رنجور نہیں۔ تندرست ہوں مگر بوڑھا ہوں جو کچھ طاقت باقی تھی وہ اس ابتلا میں زائل ہو گئی۔ اب ایک جسم بے روح متحرک ہوں ؏ یکے مردہ شخصم بہ مردی سواران ۔ اس مہینے میں جب ۱۲۸۲ھ سے سترواں برس شروع اور اسقام و آلام کا آغاز ہے۔

ایضاً جناب مخدوم مکرم کو میری بندگی۔ تفقدنامہ مرقومہ ۱۲ ستمبر میں نے پایا۔ حضرت کے سلامت حال پر خدا کا شکر بجالایا۔ کوئی محکمہ تخفیف میں آئے کوئی گانو شلالٹ جائے آپکا عہدہ آپ کو مبارک آپ کا دولت خانہ سلامت۔ ہان وہ جو آپنے ابن الخال کا اس محکمہ میں وکیل ہونے کا کھٹکا ہے البتہ بجا ہے۔ جب آپ ظاہر کر چکے ہیں تو آپ کو اُس کا اندیشہ کیا ہے حاکم سمجھ لے گا۔ وہ وکیل ہیں محکمہ منصفی میں نہ رہیں گے مگر صدر امین و سشن جج میں کام کرین گے۔ مین تندرست ہون نہ رنجور ہون زندہ بدستور ہون۔ دیکھیے کب بلاتے ہین اور جب تک جیتا رہون اور کیا دکھاتے ہین۔ والسلام بالوف الاحترام۔

ایضاً جناب قاضی صاحب کو میری بندگی پہنچے۔ مکرمی مولوی غلام غوث خان صاحب بہادر میر منشی کا قول سچ ہے۔ اب میں تندرست ہوں پھوڑا پھنسی کہیں نہیں مگر ضعف کی وہ شدت ہے کہ خدا کی پناہ۔ ضعف کیوں کر نہ ہو، برس دن صاحب فراش رہا ہون ستر برس کی عمر جتنا خون بدن مین تھا بے مبالغہ آدھا اُس مین سے پیپ ہو کر نکل گیا بس کہان جوانی پھر تولید دم صالح ہو بہر حال زندہ ہون اور ناتوان اور آپ کی پرسشہائے دوستانہ کا ممنون احسان والسلام مع الاکرام

ایضاً جناب مولوی صاحب آپکے دونون خط پہنچے۔ مین زندہ ہون لیکن نیم مردہ۔ آٹھ پہر پڑا رہتا ہون۔ اصل صاحب فراش مین ہوں بیس دن سے پانو پر ورم ہو گیا ہی کف پا و پشت پا سے نوبت گذر کر پنڈلی تک آماس ہے۔ جوتی مین پانو سماتا نہیں۔ بول و براز کیواسطے اُٹھنا دشوار۔ یہ سب باتین ایک طرف درد محلل روح ہے ۱۲۷۷ھ مین میرا نہ مرنا صرف میری تکذیب کے واسطے تھا۔ مگر اس تین برس مین ہر روز مرگ نو کا مزا چکھتا رہا ہون۔ حیران ہون کہ کوئی صورت زیست کی نہیں پھر کیون جیتا ہون۔ روح میری اب جسم میں اس طرح گھبراتی ہے جس طرح طائر قفس مین۔ کوئی شغل کوئی اختلاط کوئی جلسہ کوئی مجمع پسند نہین۔ کتاب سے نفرت۔ شعر سے نفرت۔ جسم سے نفرت روح سے نفرت۔ یہ جو کچھ لکھا ہے بے مبالغہ اور بیان واقع ۶ خرم آن روز کزین منزل ویران بروم

الیے مخمصہ میں اگر تحریر جواب مین قاصر رہون تو معاف ہون ۔ مجھے کیون شرمندہ کیا ۔ مین اس ثنا ودعا کے قابل نہیں ۔ مگر اچھون کا شیوہ ہے ۔ بروں کو اچھا کہنا اس مدح گستری کے عوض میں آداب بجالاتا ہوں ۔

ایضاً جناب قاضی صاحب کو بندگی پہنچے ۔ عنایت نامہ کے ورود نے شاد ان کیا مگر مبہمہ جو نگارش پذیر تھی اُنھوں نے حیران کیا ۔ ابہام کی توضیح اور اجمال کی تفصیل کا مشتاق ہون آمون کے باب میں جو کچھ لکھا یہ کیوں لکھا ۔ اہدا کو دوام کیا ضرور ہے ۔ خصوصاً جبکہ بذات خود حاوث ہو ۔ حضرت اب کے سال ہر جگہ آم کم ہے اور جو کچھ ہے وہ خشک بے مزہ ہے آم کہان سے ہو نہ مہاوٹ نہ برسات ۔ دریا پایاب ہو گئے ۔ کنوئیں سوکھ گئے اثمار مین طراوٹ کہان سے ہو ۔ جناب اسکا خیال نہ فرماوین اپنے کشف کو غلط کر دون گا بر تسکال آیندہ تک جیوں گا آپ کے موہنی آم کھاؤں گا ۔

ایضاً حضرت بہت دنوں میں آپنے مجکو یاد کیا ۔ سال گذشتہ اِن دنوں میں مین رامپور تھا مارچ ۱۸۶۶ء میں یہاں آگیا ہوں ۔ اب یہیں ہوں ۔ مین نے آپ کا خط پایا ہے ۔ آپ نے سرنامہ پر رامپور کا نام ناحق لکھا ۔ حق تعالیٰ والی رامپور کو صدوہی سال سلامت رکھے اُنکا عطیہ ماہ بماہ مجکو پہنچتا ہے ۔ کرم گستری اور استاد پروری کر رہے ہین ۔ میرے رنج سفر اُٹھانے کی اور رام پور جانے کی حاجت نہیں ۔ خلیفہ حسین علی صاحب رام پور مین مجھ سے ملے ہوں گے مگر واللہ مجکو یاد نہین ۔ نسیان کا مرض لاحق ہے ۔ حافظہ گویا نہ رہا ۔ شامہ ضعیف ۔ سامعہ باطل ۔ باصرہ میں نقصان نہیں ۔ البتہ حدت کچھ کم ہو گئی ہے ۔ ع
پیری و صد عیب چنین گفتہ اند ۔ بہر حال چونکہ میں دلی میں ہون اور وہ رام پور گئے ہیں تو البتہ وہ آپکے پیام جو اُن کی زبان کے محول تھے ۔ بدستور اُنکی تحویل میں رہے اور مجھ تک نہ پہنچے ۔ یہ شہر بہت غارت زدہ ہے نہ اشخاص باقی نہ امکنہ کتاب فروشون سے کہہ دون گا اگر میری نظم و نثر کے رسالوں میں سے کوئی رسالہ آجائیگا تو وہ مول لیکر خدمت میں بھیج دیا جائیگا

دیا جائے گا ۔ دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت درد سے بھر نہ آئے کیون ۔ ایک دوست کے پاس بقیۃ النہیب والغارۃ کچھ میرا کلام موجود ہے اُس سے یہ غزل لکھوا کر بھیج دونگا۔

ایضاً پیر و مرشد فقیر ہمیشہ آپ کی دعاگذاری مین حاضر رہا ہے جو حکم آپ کا ہوتا ہے اسکو بجالاتا ہون ۔ مگر معدوم کو موجود کرنا میرے وسع قدرت سے باہر ہے ۔ اس زمین مین کہ جس کا آپنے قافیہ درد دل لکھا ہے مین نے کبھی غزل نہیں لکھی ۔ خدا جانے مولوی درویش حسن صاحب نے کس سے اُس زمین کا شعر لیکر میرا کلام گمان کیا ہے ۔ ہر چند مین نے خیال کیا اس زمین میں میری کوئی غزل نہیں ۔ دیوان ریختہ چھاپے کا یہاں کہیں کہیں ہے اپنے حافظہ پر اعتماد نہ کرکے اُس کو بھی دیکھا وہ غزل نہ نکلی ۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اور کی غزل میرے نام پر لوگ پڑھ دیتے ہیں ۔ چنانچہ انہیں دنون میں ایک صاحب نے مجھے آگرہ سے لکھا کہ یہ غزل بھیجد یجئے ۔ اسد اور لینے کے دینے پڑے ہین ۔ مین نے کہا لاحول ولا قوۃ اگر یہ میرا کلام ہو تو مجھ پر لعنت ۔ اسی طرح زمانہ سابق مین ایک صاحب نے میرے سامنے یہ مطلع پڑھا ۔

اسد اس جفا پر بتون سے وفا کی	میرے شیر شاباش رحمت خدا کی

مین نے سُن کر عرض کیا کہ صاحب جس بزرگ کا یہ مطلع ہے اس پر بقول اُس کے رحمت خدا کی اور اگر میرا ہو تو مجھ پر لعنت ۔ اسد اور شیر اور بت اور خدا اور جفا اور وفا میری طرز گفتار نہیں ہے ۔ بھلا ان دونوں شعروں میں تو اسد کا لفظ بھی ہے وہ شعر میرا کیون کر سمجھا گیا ۔ واللہ باللہ وہ شعر خدنگ رنگ کے قافیہ کا میرا نہیں۔

ایضاً آداب بجالاتا ہون ۔ آپ کا نوازشنامہ پہنچا غزلین دیکھی گئیں ۔ فقیر کا قاعدہ یہ ہے کہ اگر کلام میں اغلاط واسقام دیکھتا ہوں تو رفع کر دیتا ہون اور اگر سقم سے خالی پاتا ہون تو تصرف نہیں کرتا ۔ بس قسم کھا کر کہتا ہون کہ ان غزلوں میں کہیں اصلاح کی جگہ نہیں ۔ سبحان اللہ سر آغاز فصل میں آپکے ثمرہائے پیش رس کا پہنچنا نوید ہزار گونہ میمنت اور شادمانی ہے

یہ ثمر سب النوع اثمار ہے اس کی تعریف کیا کرون کیا اس باب مین کیا چاہتا ہون۔ کہ مین یاد رہا اور اہدا کا آپ کو خیال آیا۔ پروردگار آپ کو باین ہمہ روان پروری اور کرم گستری ویا اوری سلامت رکھے۔ جمعہ کے دن دوپہر کے وقت کہار پہنچا اور اُسیوقت خط کا جواب لیکر اور آم کے دو ٹوکرے خالی دیکر روانہ کیا۔ یہان سے اُس کو حسب الحکم کچھ نہیں دیا گیا خاطر عاطر جمع رہے۔

بنام مردان علیخان رعنا

خان صاحب عالی شان مردان علیخان صاحب کو فقیر غالب کا سلام۔ نظم و نثر دیکھ کر دل بہت خوش ہوا آج اس فن میں تم یکتا ہو۔ خدا تم کو سلامت رکھے۔ بھائی جفا کے مونث ہونے مین اہل دہلی و لکھنؤ کو باہم اتفاق ہو۔ کبھی کوئی نہ کہے گا کہ جفا کیا۔ ہان بنگالہ مین جہان بولتے ہین کہ ہتنی آیا۔ اگر جفا کو مذکر کہیں تو کہیں ورنہ ستم و ظلم و بیداد مذکر اور جفا مونث ہے بے شبہ و شک۔ والسلام مع الاکرام۔

ایضًا۔ خانصاحب شفیق عالیشان کو میرا سلام۔ کل تمھارا عنایت نامہ پہنچا۔ رامپور کا لفافہ آج رامپور کو روانہ ہوا۔ کاغذ اشعار میں نے دیکھ لیا کہیں اصلاح کی حاجت نہ تھی۔ نالہ دل الخ شعر رعنا ہے

گرز ہے میرا نالۂ دل چرخ کہن سے	تھا روح کا ہمدم نہ پھرا جا کے وطن سے

نالۂ دل بنا دیا۔ نواب صاحب اُردو کا تذکرہ لکھتے ہین۔ فارسی غزل تم نے بیفائدہ لکھی دیکھو صاحب تم نے اپنے مسکن کا پتا لکھا سو میں نے دوسرے دن تمھارے خط کا جواب روانہ کیا منشی نول کشور صاحب یہان آئے تھے مجھ سے ملے۔ بہت خوب صورت اور خوش سیرت سعادتمند اور معقول پسند آدمی ہیں۔ تمھارے وہ مداح اور مین اُن کا ثناخوان۔

بنام مولوی عبدالرزاق شاکر

جناب مولوی صاحب مخدوم مولوی عبدالرزاق شاکر کی خدمت میں بعد سلام یہ التماس ہے کہ

مولوی صاحب عالی شان مولوی مفتی اسد اللہ خان بہادر کی خدمت مین فقیر کا سلام پہنچایئے مین تو آپ سے عرض کرتا ہون مگر آپ مفتی صاحب سے کہیئے کہ مجکو باوجود شدت نسیان آپ کا تشریف لانا یاد ہے۔ چھاپے کے اجزا اُٹھاکر مین نے آپ کے سامنے ایک غزل اپنی پڑھی تھی جس کے دو شعر قطعہ بند یہ ہین ؎

ارزندہ گوہرے چو من اندر زمانہ نیست	خود را بخاک رہ گزر حیدر افگنم
منصور فرقہ علی اللہیان منم	آوازہ انا اسد اللہ در افگنم

خدا کرے حضرت کو بھی واقعہ یاد ہو۔ اتحاد اسمی دلیل مودت روحانی ہے۔ اخی مکرمی میر قاسم علیخان کو سلام پہنچے۔ سال گذشتہ کی تعطیل کی طرح ولی آکر مجھ سے بے ملے نہ چلے جایئے گا۔ پھر حضرت مکتوب الیہ سے کلام ہے اشعار بعد حک و اصلاح کے پہنچتے ہیں یہ رُتبہ میری ارزش کے فوق ہے کہ مین آپ کے کلام مین دخل و تصرف کرون۔ بندہ نواز زبان فارسی میں خطون کا لکھنا پہلے سے متروک ہے پیرانہ سری وضعف کے صدمون سے محنت پژوہی و جگر کاوی کی قوت مجھ میں نہیں رہی۔ حرارت غریزی کو زوال ہے اور یہ حال ہے ؎

مضمحل ہو گئے قویٰ غالب	وہ عناصر میں اعتدال کہان

کچھ آپ ہی کی تخصیص نہیں سب دوستوں کو جن سے کتابت رہتی ہے۔ اُردو ہی میں نیاز نامے لکھا کرتا ہون جن جن صاحبون کی خدمت میں آگے مین نے فارسی زبان مین خطوط لکھے اور بھیجے تھے اُن میں سے جو صاحب اِلی الآن موجود ہین اُن سے بھی عند الضرورت اسی زبان مروج مین مکاتبت و مراسلت کا اتفاق ہوا کرتا ہے۔ پارسی مکتوبوں اور رسالون اور نسخون اور کتابون کے مجموع اجزا چھاپا ہوکر اطراف و اقصائے عجم میں پھیل گئے۔ حال کی نثرون کو کون فراہم کرے جو نثرین کہ مجموع و یکجا ہوکر جہان جہان منتشر ہوگئی ہیں اور آیندہ ہون اُنھیں کو جناب احدیت جلت عظمتہ مقبول قلوب اہل سخن و مطبوع طبایع ارباب فن فرمائے اور مین اب انتہائے عمر ناپائدار کو پہنچ کر آفتاب لب بام اور ہجوم امراض جسمانی و آلام روحانی سے

زندہ در گور ہون کچھ یاد خدا بھی چاہیئے نظم و نثر کی قلمرو کا انتظام ایزد دانا و توانا کی عنایت و اعانت سے خوب ہو چکا۔ اگر اُس نے چاہا تو قیامت تک میرا نام و نشان باقی و قائم رہیگا پس اُمیدوار ہوں کہ آپ انہیں نذور محقرہ یعنی تحریرات روزمرہ اُردوے سادہ و سرسری کو غنیمت جان کر قبول فرماتے رہیں اور درویش دل ریش و فرماندہ کشاکش معاصی کے خاتمہ بخیر ہونے کی دعا مانگیں۔ اللہ بس ماسوی ہوس۔

ایضاً قبلہ و کعبہ فقیر یاور رکاب ہے شنبہ چارشنبہ ان دونوں دنوں میں سے ایک دن عازم رامپور ہووے گا۔ تقریب وہاں کے جانے کی رئیس مرحوم کی تعزیت اور رئیس حال کی تہنیت دو چار مہینے وہاں رہنا ہو گا۔ اب جو کوئی خط آپ بھیجیں تو رامپور بھیجیں۔ مکان کا پتا لکھنا ضرور نہیں شہر کا نام اور میرا نام کافی ہے مخمس بعد اصلاح بھیجا جاتا ہے حق تو یہ ہے کہ شعر آپ کہتے ہیں اور حظ میں اُٹھاتا ہوں حسن اتفاق سے اصلاح خمسہ کے وقت دوست غمگسار یادوفا شعار علامہ روزگار خیتم العلماء المتبحرین مولوی مفتی صدر الدین خان صاحب بہادر صدر الصدور سابق دہلی المتخلص بہ آزردہ دام بقائہ و زاد علاؤہ مجھ سے ملنے کو غم خانہ پر تشریف لائے ہوئے موجود تھے۔ خمسہ کو دیکھکر فرمایا حضور کی بلاغت کی تحسین ہو۔ بی مصرعوں کے میرے ساتھ شریک غالب ہو کر مزے لوٹے اور آپ کی شیرینی گفتار کے وصف میں تا دیر عذب البیان اور رطب اللسان رہا اور مجھ سے بقدر میرے معلوم اور بیان کے آپکے صفات حمیدہ سے واقف و آگاہ ہو کر بہت شاد و خرسند ہوئے نادیدہ و غائبانہ یعنی مشتاقانہ بہ تمنائے ملاقات سلام لکھنے کو ارشاد کر گئے ہیں لہذا میں لکھتا ہوں قبول فرمائیے گا۔

بنام مولوی عزیز الدین صاحب

صاحب کیسی صاحبزادوں کی سی باتیں کرتے ہو دلی کو ویسا ہی آباد جانتے ہو جیسی آگے تھی۔ قاسم جان کی گلی میر خیراتی کے پھاٹک سے فتح اللہ بیگ خان کے پھاٹک تک بےچراغ ہے ہاں آباد ہے تو یہ ہے کہ غلام حسین خان کی حویلی ہسپتال ہوا اور ضیاء الدین خان کے

کمرے ہین ڈاکٹر صاحب رہتے ہین اور کالے صاحب کے مکانون مین ایک اور صاحب عالیشان انگلستان تشریف رکھتے ہین۔ ضیاء الدین خان اور اُن کے بھائی مع قبایل اور عشایر لوہارو ہین۔ لال کنوئین کے محلہ مین خاک اُڑتی ہے۔ آدمی کا نام نہیں تمھارے مکان مین جو چھوٹی بیگم رہتی تھی وہ لاہور گئی ہے۔ گیہون کی دُکان میں گُتے لوٹتے ہیں۔ مولوی صدرالدین خان لاہور ہین۔ ایزد بخش تماب علی ان لوگون سے میری ملاقات نہیں ہین نے آپ مہر کروی حکیم احسان اللہ خان اور میان غلام نجف اور بہادر بیگ اور نبی بخش خان ساکن دریبہ اُنکی مہر ہین ہوگئین محض آپکے پاس بھیجتا ہون۔ خط بیرنگ بھیجا ہے۔ پوسٹ پیڈ خط اکثر تلف ہوجاتے ہین۔ چنانچہ قاضی عبدالجمیل صاحب کا خط جس کا آپ نے ذکر لکھا ہے آنکھین پھوٹ جائیں اگر مین نے دیکھا ہو۔ آپ اُن سے میرا سلام نیاز کہیے۔ اور خط کے نہ پہنچنے کی اُن کو خبر پہنچایئے۔

بنام مفتی سید محمد عباس صاحب

قبلہ حضرت کا نوازشنامہ آیا مین نے اُسکو حرز بازو بنایا آپ کی تحسین میرے واسطے سرمایۂ عزو افتخار ہے فقیر امیدوار ہے کہ یہ دفتر بے معنی سراسر دیکھا جائے نہ پیش نظر دھرا رہے بلکہ اکثر دیکھا جائے مین نے جو نسخہ بھجوایا ہے گویا کسوٹی پر سونا چڑھایا ہے نہ ہٹ دھرم ہون نہ مجھے اپنی بات کی پچ ہے دیباچہ و خاتمہ مین جو کچھ لکھ آیا ہون سب سچ ہے کلام کی حقیقت کی داد چاہتا ہون طرز عبارت کی داد چاہتا ہون نگارش لطافت سے خالی نہ ہوگی گزارش لطافت سے خالی نہ ہوگی علم و ہنر سے عاری ہون لیکن پچپن برس سے محو سخن گزاری ہون مبدء فیاض کا مجھ پر احسان عظیم ہے ماخذ میرا صحیح اور طبع میری سلیم ہے فارسی کے ساتھ ایک مناسبت ازلی و سرمدی لایا ہون۔ مطابق اہل پارس کے منطق کا بھی مزہ ابدی لایا ہون۔ مناسبت خدا داد تربیت اُستاد حسن و قبح ترکیب پہچاننے فارسی کے غوامض جاننے لگا۔ بعد اتنی تکمیل کے تلامذہ کی تہذیب کا خیال آیا۔ قاطع برہان کا لکھنا کیا ہے۔ گویا گڑھی ہیں ہاں آتا

لکھنا کیا تھا کہ سہام ملامت کا ہدف ہوا ہے کہ یہ تنگ مایہ معارض اکابر سلف ہوا۔ ایک صاحب فرماتے ہین کہ قاطع برہان کی ترکیب غلط ہے۔ عرض کرتا ہون کہ حضرت برہان قاطع وقاطع برہان کی ایک نمط ہے۔ برہان قاطع نے کیا لٹھا نینون نین سکہ قطع کیا ہی جو آپنے اُس کو قاطع لقب دیا ہے۔ برہان جب تک غیر کے کسی برہان کو قطع نہ کرے۔ کیون کر برہان قاطع نام پائے گی۔ برہان قاطع کی صحت میں جتنی تقریر یں کیجئے گا وہ قاطع برہان کی صحت ہونے کے کام آے گی۔ قطع تاریخ کا کیا کہنا گویا یہ کتاب معشوق اور یہ قطع اُس کا گہنا ہی جناب نواب صاحب کا نیاز مند اور بندہ فرمانبردار ہون۔ بعد عرض سلام کے شعر کے پسند آنے کا شکر گزار ہون۔ آپکے علم وفضل وفہم وادراک کی جو تعریف کی جائے وہ حق ہے۔ لیکن میرے شعر کی تعریف صرف خریداری دکان بے رونق ہے۔

بنام عضد الدولہ حکیم غلام نجف خان صاحب

سعادت واقبال نشان حکیم غلام نجف خان طال بقاوہ۔ تمھارا رقعہ پہنچا۔ جو دم ہے غنیمت ہے اس وقت تک مین مع عیال واطفال جیتا ہون بعد گھڑی بھر کے کیا ہو کچھ معلوم نہیں قلم ہات میں لئے پر جی بہت لکھنے کو چاہتا ہے مگر کچھ نہیں لکھ سکتا۔ اگر مل بیٹھنا قسمت میں ہے تو کہہ لیں گے۔ ورنہ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ نواسی کا حال معلوم ہوا حق تعالیٰ اُسکی مان کو صبر دے اور زندہ رکھے مین یون سمجھتا ہوں کہ یہ چھوکری قسمت والی تھی تمھاری اُستانی تم کو اور ظہیر الدین کو اور اُس کی مان کو اور اُسکی بہن کو دعا کہتی ہین۔ اور میں پیار کرتا ہوں اور دعا دیتا ہون۔ غالب سہ شنبہ ۱۹ جنوری ۱۸۵۸ء

ایضاً میان حقیقت حال اس سے زیادہ نہیں ہے کہ اب تک جیتا ہوں بھاگ نہیں گیا نکالا نہیں گیا۔ لٹا نہیں کسی محکمہ میں ابھی تک بلایا نہیں گیا معرض باز پرس میں نہیں آیا آیندہ دیکھیے کیا ہوتا ہے۔ بشیر زمان خان نے مجھے آگرہ سے خط لکھا اُس میں ایک رقعہ شیخ نجم الدین حیدر صاحب کی طرف سے بنام ظہیر الدین کے۔ اب مجکو ضرور آپڑا کہ اُس کو

تمھارے پاس بھیجون۔ آدمی کوئی ایسا نظر نہ چڑھا ناچار بطریق ڈاک بھیجتا ہون اگر پہنچ جائے تو آگرہ کا جواب لکھ کر میرے پاس بھیج دینا۔ مین یہان سے آگرہ کو روانہ کر دون گا۔

غالب۔ مرسلہ دوشنبہ۔ چارم جمادی الاول ۱۲۷۸ھ۔ جواب طلب

ایضاً صبح شنبہ۔ ۲۱۔ ماہ اکتوبر ۱۸۶۵ء۔ اقبال نشان عضدالدولہ حکیم غلام نجف خان کو غالب علی شاہ کی دعا پہنچے۔ تمھارے خط سے معلوم ہوا کہ تم کو میرے کھانے پینے کی طرف سے تشویش ہے خدا کی قسم میں یہان خوش اور تندرست ہون۔ دن کا کھانا ایسے وقت آتا ہو کہ پہر دن چڑھے تک میرے آدمی بھی روٹی کھا چکتے ہین۔ شام کا کھانا بھی سویرے آتا ہو کئی طرح کے سالن پلاؤ متنجن پسند ہے دونون وقت روٹیان خمیری چپاتیان۔ مربے آچار مین بھی خوش لڑکے بھی خوش۔ کلوا چھا ہو گیا ہے۔ سقا مشعلچی۔ خاکروب۔ سرکار سے متعین ہو حجام اور دھوبی نوکر رکھ لیا ہے۔ آج دو ملاقاتیں ہوئی ہین تعظیم تواضع اخلاق کسی باب میں کمی نہیں۔ ظہیر الدین خان بہادر کو دعا پہنچے۔ یہ خط لے کر تم اپنی دادی صاحب پاس جاؤ اور یہ خط پڑھ کر سناؤ۔ اور اُن سے یہ کہدو کہ وہ بات جو میں نے تم سے کہی تھی وہ غلط ہو اُس کی کچھ اصل نہیں ہے۔ باقی خیر و عافیت۔

ایضاً میان تمھارا خط پہنچا آج میں نے اُس کو اپنے خط مین ملفوف کر کے آگرہ کو روانہ کیا تم جو کہتے ہو کہ تم نے کبھی مجکو خط نہیں لکھا اور اگر شیخ نجم الدین حیدر کا خط نہ آتا تو اب بھی نہ لکھتے انصاف کرو لکھون تو کیا لکھوں کچھ لکھ سکتا ہون کچھ قابل لکھنے کے ہو تم نے جو مجکو لکھا تو کیا لکھا اور اب جو مین لکھتا ہون تو کیا لکھتا ہون پس اتنا ہی ہو کہ اب تک ہم تم جیتے ہیں زیادہ اس سے نہ تم لکھو گے نہ میں لکھون گا ظہیر الدین کو دعا کہنا اور میری طرف سے پیار کرنا تمکو اور ظہیر الدین کو اور اُسکی مان کو اور اسکی بہن کو اور اسکی لڑکی کو تمھاری مان دعا کہتی ہو۔ اور دعائیں دیتی ہے یہ رقعہ حید رحسن خان کے نام کا ہے انکو حوالہ کر دینا۔ اسد اللہ نگاشتہ شنبہ ۲۶۔ دسمبر ۱۸۵۷ء

ایضاً میان تم کو مبارک ہو کہ حکیم صاحب پر سے وہ سپاہی جو اُن کے اوپر متعین تھا اُٹھ گیا اور

اُن کو حکم ہو گیا کہ اپنی وضع پر رہو مگر شہر میں رہو باہر جانے کا اگر قصد کرو تو پوچھ کر جاؤ اور ہر ہفتہ میں ایک بار کچہری میں حاضر ہوا کرو۔ چنانچہ وہ کچے باغ کے پچھواڑے مرزا جاگن کے مکان میں آرہے صفدر میرے پاس آیا تھا یہ اُس کی زبانی ہے جی اُن کے دیکھنے کو چاہتا ہے۔ مگر ازراہ احتیاط جا نہیں سکتا۔ مرزا بہادر بیگ نے بھی رہائی پائی اب اس وقت سُنا ہے کہ وہ خانصاحب کے پاس آئے ہیں یقین ہے کہ بعد ملاقات باہر چلے جائیں گے یہاں نہ رہیں گے۔ قدم شریف میں وہ رہتے ہیں آج پانچواں دن ہو کہ حکیم محمود خان مع قبائل اور عشائر پٹیالہ کو گئے ہیں بمقتضائے وقت اپنی سکونت کے مکان چھوڑ کر یہاں آرہا ہوں اس طرح کہ محلسرا میں زنانہ اور دیوان خانہ میں مردانہ پنشن کی درخواست کا ابھی کچھ حکم نہیں معلوم ہوا۔ کلکٹر سے کیفیت طلب ہوئی ہی دیکھیے بعد کیفیت کے جانیکے پنشن ملتا ہے یا جواب پنجشنبہ ۱۶ شعبان ۱۲۷۵ھ مطابق یکم مئی ۱۸۵۹ء

ایضاً بھائی ہوش میں آؤ میں نے تم کو خط کب بھیجا اور رقعہ میں کب لکھا کہ شیر زمان کا خط تمھارے پاس بھیجتا ہوں میں نے تو ایک لطیفہ لکھا تھا کہ شیر زمان خان نے میرے خط میں بندگی لکھی تھی اور میں وہ بندگی اس رقعہ میں لپیٹ کر تم کو بھیجتا ہوں۔ بس بات اتنی ہی تھی وہ ہی بندگی لکھی ہوئی گویا لپٹی ہوئی تھی سو حضرت کو پہنچ گئی۔ خاطر عاطر جمع رہے۔

ایضاً میاں چاول بڑے بڑھتے نہیں بلے نہیں پتلے نہیں۔ اب زیادہ قصہ نہ کرو پُرانے اور پتلے چاول آئیں ایک روپیہ کے خرید کر کے بھیج دو۔ یاد رہے نئے چاول قابض ہوتے ہیں اور پُرانے چاول قابض نہیں ہوتے یہ میرا تجربہ ہے شام کو میر مجد الدین صاحب کہتے تھے کہ حکیم غلام نجف خان کے پاس ایک کاتب ہے۔ بھائی دس بارہ جزو کی ایک کتاب نثر کی مجکو لکھوانی ہے یہ معلوم کر لو کہ وہ صاحب روپیہ کے کے جزو لکھیں گے اور روز کس قدر لکھ سکتے ہیں یہ جواب لکھوا در بہر دو پہر کے بعد اُن کو میرے پاس بھیج دو تاکہ میں اُن کو کاغذ اور منقول عنہ حوالہ کروں ظہیر الدین کو دعا کہو اور اُس کا حال لکھو۔ غالب۔

ایضاً حکیم غلام نجف خان سنو اگر تم نے مجھے بنایا ہے یعنی اُستاد اور باپ کہتے ہو۔ یہ امر

ازروئے تمسخر ہے تو خیر اور اگر ازروئے اعتقاد ہے تو میری عرض مانو۔ اور ہیرا سنگھ کی تقصیر معاف کرو بھائی انصاف کرو اُس نے اگر حکیم احسن اللہ خان سے رجوع کی اور وہ تمھارے بھائی بھی ہیں اور تم کو اُن سے استفادہ بھی ہی۔ اگر گھبرا کر حکیم محمود خان کے پاس گیا تو اُن کے باپ سے تم کو نسبت تلمذ کی ہے۔ ابتدا مین اُن سے پڑھے ہو۔ پس یہ غریب سوائے تمھارے اگر گیا تو تمھارے ہی علاقہ میں گیا وہ بھی گھبرا کر اور خفقان سے تنگ آکر اب جو حاضر ہوتا ہی تو لازم ہی کہ اُس پر بہ نسبت سابق کے توجہ زیادہ فرماؤ اور بدل اُسکا معالجہ کرو۔ التفات کا طالب غالب۔

ایضاً میان پہلے ظہیر الدین کا حال لکھو پھر حکیم صاحب کی حقیقت لکھو کہیں اور جائیں گے یا یہاں آئیں گے اگر یہاں آئیں گے تو کب تک آئیں گے پھر تم خط لکھو میان نظام الدین کو اور اُس میں لکھو کہ تم نے غالب کے خط کا جواب نہیں لکھا وہ کہتا ہے کہ مین حیران ہون کہ میان نظام الدین اور میرے خط کا جواب نہ لکھین خدا جانے مجھ سے ایسی کیا تقصیر ہوئی ہی۔ نجات کا خدا سے اور تم سے اس رقعہ کے جواب کا طالب غالب۔

ایضاً بھائی میں تم کو کیا بتاؤن کہ مین کیا ہون۔ طاقت یک قلم جاتی رہی ہے۔ پھوڑا بدستور ہے رِستا ہے۔ خیر محل اندیشہ نہیں ہے۔ رِس رِس کر مادہ نکل جائیگا۔ اس سے اور زیادہ خستہ و افسردہ ہون قبض کہ وہ دشمن جانی ہے ان دنوں مین حد کو پہنچ گیا ہے بہر حال ؎ مرگے ست بنام زندگانی۔ حضرت غور کی جگہ ہے۔ ایک مکان دلکشا۔ کوچہ کی سیر۔ بازار کا تماشہ۔ دو ملکے دو کوٹھریان۔ آتشدان صحن وسیع اس کو چھوڑ کر وہ مکان لون جو ایک تنگ گلی کے اندر ہے دروازہ وہ تاریک کہ دن کو بغیر چراغ کے راہ نہ ملے۔ اور پھر ڈیوڑھی پر حلال خورون کا مجمع گوہ کے ڈھیر۔ کہیں حلال خورون کا بچہ ہگ رہا ہے۔ کہیں بیل بندھا ہوا ہے۔ کہیں گوڑا پڑا ہوا ہے۔ عیاذاً باللہ خدا نہ لیجائے ایسے مکان مین۔ تم نے وہ مسودہ کیون نہیں بھیجا۔ مین خدمت گزاری کو آمادہ ہون۔ ۱۲۔ نجات کا طالب غالب۔

ایضاً صاحب تم سچ کہتے ہو۔ بھائی فضل اللہ خان کی غمخواری اور مددگاری کا کیا کہنا ہی

مگر الور سے مجکو لینا نہیں یا ور کھنا کہ وہان سے مجھے کچھ نہ آئے گا۔ بفرض محال اگر ملا تو ڈھائی سو روپیہ۔ سو وہ بھی مجھے بھائی فضل اللہ خان کا دینا ہے۔ اُن کا قرض ادا ہوجائیگا۔ احیاناً اگر خلاف میرے عقیدے کے پانسو روپیہ کا حکم ہوا اور وہ آجائیں تو تم بعد اطلاع ڈھائی سو میان فضل کو دے کر مجکو لکھنا۔ باقی کے واسطے مین جس طرح لکھون اُس طرح کرنا۔ لو صاحب شیخ چلی بنا خیالی پلاؤ پکا لیا۔ اب رووا و سنو۔ نواب صاحب کا اخلاص والتفات روز افزون ہے، آج منگل کا دن ۴ جمادی الثانی کی اور ۲۴۔ اکتوبر کی ہے۔ کھانے کی اور گھوڑون اور بیلوں کے گھانس دانے کی نقدی ہو گئی لیکن اس میں میرا فائدہ ہے۔ نقصان نہیں۔ دسمبر کی پہلی سے جشن شروع ہوگا۔ ہفتہ دو ہفتہ کی مدت اُس کی ہے۔ بعد جشن کے رخصت ہونگا خدا چاہے تو آخر دسمبر تک تم کو آدیکھتا ہون ظہیر الدین خان کو دعا۔

ایضاً صاحب۔ کل آخر روز تمھارا خط آیا مین نے پڑھا۔ آنکھوں سے لگایا۔ پھر بھائی ضیاء الدین خان صاحب کے پاس بھجوایا۔ یقین ہے کہ اُنھون نے پڑھ لیا ہوگا ما کتب فیہ معلوم کیا ہوگا۔ تمھارے یہان نہ ہونے سے ہمارا جی گھبراتا ہے۔ کبھی کبھی ناگاہ ظہیر الدین کا آنا یاد آتا ہے۔ کہو اب خیر سے کب آؤ گے۔ گئے برس کئے مہینے کئے دن راہ دکھاؤ گے۔ یہان کا حال جیسا کہ دیکھ گئے ہو بدستور ہے ع زمین سخت ہے آسمان دور ہے۔ جاڑا خوب پڑ رہا ہے تونگر غرور سے مفلس سردی سے اکڑ رہا ہے۔ آبکاری کے بندوبست جدید نے مارا۔ عرق کے نہ کھنچنے کی قید شدید نے مارا۔ اِدہر انسداد دروازہ آبکاری ہے اُدہر ولایتی عرق کی قیمت بھاری ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون مولوی فضل رسول صاحب حیدرآباد گئے ہین۔ مولوی غلام امام شہید آگے سے دہان ہین محی الدولہ محمد یار خان سورتی نے اِن صورتون کو وہان بلایا ہے پر یہ نہیں معلوم کہ دہان اُن کو کیا پیش آیا ہے اگر تم معلوم کرسکو یا کچھ تم کو معلوم ہو گیا ہو تو مجکو ضرور لکھو زیادہ کیا لکھون کیون ظہیر الدین کیا میں اس لائق نہ تھا کہ تو ایک خط مجکو الگ لکھتا یا اپنے باپ کے خط مین اپنے ہاتھ سے اپنی بندگی لکھتا حکیم غلام نجف خان خط لکھنے بیٹھے تیری بندگی لکھدی تیرے

فرشتوں کو خبر نہیں اس بندگی کے آگے آنے کی مجھے کیا خوشی. غالب صبح یکشنبہ ۱۱ جمادی الثانی ۱۲۸۶ع
ایضاً بھائی میرا ذکر سنو. ہر شخص کو غم موافق اُس کی طبیعت کے ہوتا ہے. ایک تنہائی سے نفور ہے ایک کو تنہائی منظور ہے. تا ایں ہمیں میری موت ہی ہیں کبھی اس گرفتاری سے خوش نہیں رہا. پنیا لے جانے میں ایک سبکی اور ذلت تھی اگرچہ مجکو دولت تنہائی میسر آجاتی. لیکن اس تنہائی چندروزہ اور تجرید مستعار کی کیا خوشی خدا نے لاولد رکھا تھا. شکر بجالاتا خدا نے میرا شکر مقبول و منظور نہ کیا یہ بلا بھی قبیلہ داری کی شکل کا نتیجہ ہے. یعنی جس لوہے کا طوق اسی لوہے کی دو ہتکڑیان بھی پڑ گئیں خیر اسکا کیا رونا ہے یہ قید جاودانی ہے. جناب حکیم صاحب ایک روز از راہ عنایت یہان آئے کیا کہون کہ اُن کے دیکھنے سے دل کیا خوش ہوا ہے. خدا اُن کو زندہ رکھے میان مین کثیر الاحباب شخص ہون سیکڑوں بلکہ ہزاروں دوست اس باسٹھ برس میں مر گئے خصوصاً اس فتنہ و آشوب میں تو شاید کوئی میرا جاننے والا نہ بچے گا اس راہ سے مجکو جو دوست اب باقی ہین بہت عزیز ہین. واللہ دعا مانگتا ہون کہ اب ان احباب میں سے کوئی میرے سامنے نہ مرے. کیا معنی کہ جو مین مرون کوئی میرا یاد کرنے والا اور مجھ پر رونے والا بھی تو دنیا مین ہو. مصطفے خان کا حال سُنا ہوگا. خدا کرے مرافعہ میں چھوٹ جائے. ورنہ حبس ہفت سالہ کی تاب اس ناز پرورد میں کہان. احمد حسین مے کش کا حال کچھ تم کو معلوم ہے یا نہیں مخنوق ہوا. گویا اس نام کا آدمی شہر میں تھا ہی نہیں پنشن کی درخواست دے رکھی ہے بشرط اجرا بھی میرا کیا گزارہ ہوگا. ہان دو باتین ہیں ایک تو یہ کہ میری صفائی اور بیگناہی کی دلیل ہے. دوسرے یہ کہ موافق قول عوام چو لھے دلدر نہ ہوگا. تجھکو میری جان کی قسم اگر مین تنہا ہوتا تو اس وجہ قلیل مین کیسا فارغ البال اور خوش حال رہتا یہ بھی خبط ہی جو مین کہہ رہا ہون. خدا جانے پنشن جاری ہوگا. یا نہ ہوگا احتمال تعیش و تنعم بشرط تجرید صورت اجرائے پنشن مین سونچتا ہون. اور وہ موہوم ہے. بیدل کا شعر مجکو مزا دیتا ہی ~~

نہ شام ما را سحر نویدی نہ صبح ما را دم سپیدی	چو حاصل ماست نا امیدی غبار دنیا بفرق عقبےٰ

اِسوقت جی تم سے باتین کرنے کو چاہا جو کچھ دل میں تھا وہ تم سے کہا۔ زیادہ کیا لکھون از غالب۔

بنام حکیم غلام نجف خان

جان وجانان واز جان وجان عزیز تر حکیم غلام نجف خان سلمہ اللہ تعالیٰ قبلہ یہ تو معلوم ہوا کہ بعد قتل ہونے دس آدمی کے کہ دو اس میں عزیز بھی تھے یہ سب وہان سے نکالے گئے مگر صورت نہیں معلوم کہ کیون کر نکلے۔ پیادہ یا سوار ہتی دست یا مالدار۔ مستورات کو تو نہیں دے دین تھیں۔ ذکور کا حال کیا ہوا اور پھر وہاں سے نکلنے کے بعد کیا ہوا۔ کہاں رہے اور کہان رہین گے۔ سرکار انگریزی کی طرف سے مورد تفقد و ترحم ہیں یا نہیں۔ رنگ کیا نظر آتا ہو جبر کسر کی توقع ہے یا نہیں تفضل حسین خان کا حال خصوصًا۔ اور ان سوالات کا جواب عمومًا لکھو میرزا مغل میرا حقیقی بھانجا کہ وہ منشی خلیل الدین خان مرحوم کا خویش ہے اُسکی بی بی ہے اور شاید ایک یا دو بچے بھی ہین اذعانی ہے یہ امر کہ وہ بھی قافلہ کے ساتھ ہو گا اگر آپ کو معلوم ہو تو اس کا حال بانفراد لکھیے۔ خواجہ جان اور خواجہ امان کی حقیقت بھی بشرط اطلاع ضروری فرمایئے اور ہاں صاحب آپ جانتے ہون گے۔ علی محمد خان کو وہ جو میر منشی عزیز اللہ خان کا خویش ہے اگر کچھ اُس کا بھی ذکر سنا ہو تو مین اُسکا خیر طلب ہون۔ غالب۔ جواب طلب۔

ایضًا بھائی تمھارے رقعہ کا جواب پہلے تم کو شیر زمان خان نے دیا ہوگا۔ پھر ظہیر الدین خان نے تم سے کہا ہوگا۔ کہو کوئی طرح شہر مین تمھارے آنے کی ٹھہری یا نہیں۔ بُعد تیس کوس اور آدھ کوس کا برابر ہے میری جان تم ہنوز وہ جانے میں ہو مجکو بھی تم جانتے ہو کہ میرا شہر میں رہنا بہ اجازت سرکار کے نہیں اور باہر نکلنا بے ٹکٹ ممکن نہیں پھر مین کیا کرون کیوں کر وہان آؤن شہر مین تم ہوتے تو جرات کر کے تمھارے پاس چلا آتا۔ شیر زمان خان صاحب ایک بار آئے تھے کہہ گئے تھے کہ پھر بھی آؤنگا مگر نہیں آئے۔ خدا جانے اُنکے والد کی رہائی ہوئی یا نہیین۔ اگر تم سے ملین تو میرا سلام کہنا اور اُن کو میرے پاس بھیج دینا۔ اور تم کو اُنکے والد کا

جو حال اُن کی زبانی معلوم ہوا ہو وہ مجکو لکھ بھیجو۔ ظہیر الدین کو دعا۔ از غالب۔

ایضاً بھائی ہان غلام فخر الدین خان کی رہائی زندگی دوبارہ ہے خدا تم کو مبارک کرے سنا ہے لوہارو بھی اُن دونوں صاحبوں کو مل گیا۔ یہ بھی ایک تہنیت ہے خدا سب کا بھلا کرے۔ مجکو ڈپٹی کمشنر نے بلا بھیجا تھا۔ صرف اتنا ہی پوچھا کہ غدر میں تم کہان تھے۔ جو مناسب ہوا وہ کہا گیا دوا ایک خط آمد ولایت میں نے پڑہا ہے تفصیل لکھ نہیں سکتا۔ اندازِ ادا ے پنشن کا بحال و برقرار رہنا معلوم ہوتا ہے۔ مگر ۱۵ مہینے پچھلے ملتے نظر نہیں آتے۔ میان یہ الور میں کیا فساد برپا ہوا ہے خدا خیر کرے واسطے خدا کے جو تم کو معلوم ہوا ہو اور جو معلوم ہو جاوے اُس سے مجکو بھی اطلاع دینا۔ غالب۔

ایضاً برخوردار سعادت و اقبال نشان حکیم غلام نجف خان کو میری دعا پہنچے۔ تمھاری تحریر پہنچی۔ تم جدا گانہ خط کیون نہ لکھا کرو۔ خط لکھا اور بیرنگ یا پوست پید جس طرح چاہا اپنے آدمی کے ہاتھ ڈاک گھر بھیج دیا۔ مکان کا پتا ضرور نہیں ڈاک گھر میرے گھر کے پاس۔ ڈاک منشی میرا آشنا۔ اب تم ایک کام کرو آج یا کل ڈیوڑھی پر جاؤ۔ اور جتنے خط جمع ہیں وہ لوہان سنگی مضبوط کاغذ کا لفافہ کرو اور بیرنگ لکھ کلیان کے ہاتھ ڈاک گھر میں بھجوا دو۔ اور اپنے خط میں جو حال شہر میں نیا ہو وہ مفصل لکھو۔ جناب حکیم صاحب کو سلام نیاز اور ظہیر الدین احمد خان کو دعا کہنا اب میرا حال سنو تعظیم و توقیر بہت ملاقاتیں تین ہوئی ہیں ایک مکان کہ وہ تین چار مکانون پر مشتمل ہے رہنے کو ملا ہے یہان پتھر تو دوا کو بھی میسر نہیں خشتی مکان گنتی کے ہیں کچی دیوارین اور کھپریل سارے شہر کی آبادی اسی طرح پر ہے مجکو مکان ملے ہیں وہ بھی ایسے ہین ہنوز کچھ گفتگو درمیان نہیں آئی ہین خود اُن سے ابتدا نہ کرونگا وہ بھی مجھسے بالمشافہ نہ کہیں گے مگر بواسطہ کارپردازان سرکار دیکھون کیا کہتے ہیں اور کیا مقرر کرتے ہیں میں سمجھا تھا کہ میرے پہنچنے کے بعد جلد کوئی صورت قرار پائے گی لیکن آج تک کہ جمعہ آٹھوان دن میرے پہنچنے کو ہے کچھ کلام نہیں ہوا۔ کھانا دونون وقت سرکار سے آتا ہے اور وہ

سب کو کافی ہوتا ہے غذا میرے بھی خلاف طبع نہین۔ پانی کا شکر کس منہ سے ادا کرون۔ ایک دریا ہے کوسی سبحان اللہ اتنا میٹھا پانی کہ پینے والا گمان کرے کہ یہ پھیکا شربت ہے صاف سبک گوارا سریع النفوذ۔ اس آٹھ دن مین قبض و انقباض کے صدمہ سے محفوظ ہون۔ صبح کو بھوک خوب لگتی ہے۔ لڑکے بھی تندرست۔ آدمی بھی توانا۔ مگر ہان ایک عنایت دو دن سے کچھ بیمار ہے۔ خیر اچھا ہو جائے گا۔ والدعا جمعہ ۳۔ فروری ۱۸۶۶ء

ایضاً میان تم نے برا کیا کہ لفافہ کھول کر نہ پڑھ لیا۔ بارے آج سہ شنبہ ۱۴ فروری صبح کے وقت یہ لفافہ پہنچا اور اُسی وقت پڑھوایا گیا۔ خط لفٹنٹ گورنر بہادر کا نہیں یہ خط نواب گورنر جنرل بہادر کے چیف سکرٹر کا ہے ترجمہ اُسکا یہ ہے۔ از دفتر خانہ سکرٹر اعظم۔ حکم دیا جاتا ہے۔ عرضی دینے والے کو کہ جواب اس عرضی کا نواب گورنر جنرل بہادر بعد دریافت کے ارشاد فرمائیں گے از کیمپ لودھیانہ ۲۹۔ جنوری ۱۸۶۶ء یہان کا یہ حال ہے کہ نواب لفٹنٹ گورنر بہادر آگرہ مرادآباد آیا چاہتے ہین۔ مرادآباد یہان سے بارہ کوس ہے۔ نواب صاحب دو چار دن مین پھر آئیں گے اگر اُن کی ملاقات کو مرادآباد جائیں گے میں بھی ساتھ جاؤنگا اگرچہ گورنر غرب و شمال کو دلی سے کچھ علاقہ نہیں مگر دیکھوں کیا گفتگو درمیان آتی ہے جو واقع ہوگا تمھیں لکھونگا۔ یہ تم کیا لکھتے ہو کہ گھر میں خط جلد جلد لکھا کرو۔ تم کو جو خط لکھتا ہوں گویا تمھاری اُستانی کو لکھتا ہون کیا تم سے اتنا نہیں ہو سکتا کہ جاؤ اور پڑھ کر سناؤ۔ اب اُن کو خیال ہوگا کہ انگریزی خط میں کیا لکھا ہے۔ تم یہ خط میرا ہاتھ مین لے جاؤ اور حرف بہ حرف پڑھ سُناؤ۔ لڑکے دونوں اچھی طرح ہین کبھی میرا دل بہلاتے ہیں کبھی مجکو ستاتے ہین۔ بکریان۔ کبوتر۔ بٹیرین۔ تُکل۔ کنکوا۔ سب سامان درست ہے۔ فروری ہمینے کے دو دو روپے لے کر دس دن مین اُٹھا ڈالے۔ پھر پرسون چھوٹے صاحب آئے کہ دادا جان کچھ ہم کو قرض حسنہ دو۔ ایک روپیہ دونون کو قرض حسنہ دیا گیا۔ آج ۱۴ ہے ہمینا دور ہے دیکھیئے کئے بار قرض لین گے۔ یہانکا رنگ نواب صاحب کے آنے پر جو ہوگا اور جو قرار پائیگا

وہ مفصل تم کو لکھونگا۔ اور تم اپنے والد کو سنا دینا۔ اور ہان بھائی یہ بھی گھر مین پوچھ لینا کہ کدارناتھ نے اندر باہر کی تنخواہ بانٹ دی یا نہیں مین نے تو وفادار اور حلال خوری تک کی بھی تنخواہ بھیج دی ہے۔ غالب۔ سہ شنبہ ۱۴ فروری ۱۸۶۱ء

ایضاً۔ صاحب تمھارے دو خط متواتر آئے۔ ظہیرالدین کا آگرہ جانا میرا خط اوسکا موسومہ تمھارے پاس پہنچنا اور اُس کا آگرہ کو روانہ ہونا۔ ظہیرالدین کی دادی کا بعارضہ سرفہ وسعال رنجور ہونا۔ کدارناتھ کا مجھ سے خفا ہونا مکان کے رہنے کی اجازت کا مانگنا فضل حسن سے میرے واسطے دریوزہ تفقد کرنا یہ مدارج و مطالب معلوم ہوئے ظہیرالدین کا خط تم نے کیون کھولا وہ مغلوب الغضب ہے تم پر خفا ہوگا اُس کی دادی اس موسم مین ہمیشہ ان امراض مین مبتلا ہوجاتی ہے ایک نسخہ اُس کے پاس ماءاللحم کا ہے وہ کھچوا دو اور ذرا خبر لیتے رہو۔ کدارناتھ لڑکا ہے وہ مجھ سے کیا خفا ہوگا روپیہ جو خزانہ مین جمع ہوگا آخر وہی لائے گا۔ خفا مین ہون کہ روپیہ دام دام پایا اور میرا مسک نہ دیا۔ اور چھاپے کا نہ بانٹا۔ مکان کے رہنے کو اور کس طرح لکھون شہاب الدین خان کو لکھا شمشاد علی بیگ کو لکھا۔ اب تم کو لکھتا ہون ستمبر کے چھ دے آیا ہون۔ اکتوبر نومبر دسمبر یہ تین آکر دونگا۔ بلکہ اگر موقع بنے گا تو یہ سہ ماہہ یہان سے بطریق ہنڈوی بھیج دونگا۔ اسمٰعیل خان صاحب کو میری دعا کہو اور یہ کہ ڈیوڑھی کی سیڑھی بنوا دین اور حویلی کے پائخانہ کی صورت درست کروا دین۔ ہائے قسمت اس قسمت پر لعنت کہ میان فضل حسن میرے مربی و محسن بنین اور پھر وائے محرومی کہ مطلب برآری نہ ہو خدا کرے نہ ہو۔ لونڈون کا احسان زہر قاتل ہے فضل اللہ خان میرا بھائی ہے اُسکا احسان مجکو گوارا۔ سو بار اُس سے کہا اور ہزار بار کہونگا خیر جو ہوا سو ہوا اب آپ اُس سے زنہار نہ کہئیے گا نہ لکھئیے گا اگر کچھ کہو تو فضل سے کہو والا لا۔ نواب صاحب دورے سے یا آج شام کو یا کل آجائینگے۔ جشن جمشیدی کی تیاریان ہو رہی ہین۔ نجات کا طالب غالب۔ یکشنبہ ۱۲ نومبر ۱۸۶۰ء۔ صبح کا وقت

ایضاً۔ شنبہ ۴۔ ذی قعدہ یکم اپریل۔ میان تمھارا گلہ میرے سر و چشم پر لیکن میرا حال سن لو

اور اپنے وہم و قیاس پر عمل نہ کرو۔ پہلے ظہیر و لپنر یرکا خط آیا پڑھتے ہی اُسکا جواب لکھ رکھا۔ دوسرے دن ڈاک میں بھجوادیا۔ مضمون بہ تغیر الفاظ یہ تم جو پھوڑے پھنسی میں مبتلا رہتے ہو اسکا سبب یہ کہ مجھ میں تمھارا لہو ملتا ہی اور میں احتراق خون کا پتلا ہون۔ پھر تمھارا خط آیا تیسرے دن اُسکا جواب بھجوادیا۔ مضمون یہ کہ تم سے تو میرا پیارا پوتا ظہیر الدین اچھا کہ جاتے وقت مجھ سے ملگیا اور وہاں پہنچتے ہی مجکو خط لکھا۔ رسید ڈاک گھر سے ملتی نہیں۔ خط دونوں بیرنگ تھے۔ یہاں کے ڈاک گھر میں ممکن نہیں کہ میرے وہ دونوں خط رہ گئے ہوں۔ شیخوپور کی ڈاک کے ہرکارون نے نہ پہنچایا یا میرا کیا قصور۔ البتہ سرنامہ پر صرف بستی کا نام اور تمھارا نام تھا۔ محلہ کا نام نہ تھا شاید اس سبب سے خط نہ پہنچا ہو۔ ایسے وقت تمھارا خط آیا۔ میں نے لیٹے لیٹے یہ سطرین لکھیں۔ اب عنایت اللہ کو تمھارے گھر بھیجتا ہوں اور پُچھوا منگوا تا ہون کہ پتا وہاں سے کیا لکھا جاتا ہی۔ لو صاحب عنایت اللہ آیا اور یہ پرزہ لایا ہے پتہ سرنامہ پر لکھتا ہون۔ مگر ڈاک کا وقت نہیں ہا۔ کل بھیجدونگا حکیم ظہیر الدین خان کو دعا۔ بیٹا اب اسوقت مجھ میں دم نہیں دعا پر قناعت کر۔ تیرے خط کا جواب جیسا کہ اوپر لکھ آیا ہوں بھیج چکا ہون۔ جھوٹے پر لعنت تو بھی کہہ بیش باد۔ نواب مصطفےٰ خان کل شہر میں آگئے مع قبائل آئے ہین۔ ذی قعدہ میں چھوٹے لڑکون کی ختنہ اور ذی الحجہ مین محمد علی خان کی شادی کرین گے۔ آج پانچواں دن ہے۔ شہر مین مُرغ کے انڈے برابر اولے پڑے کہیں کہیں اس سے بڑے بھی۔ نواب لفٹنٹ گورنر بہادر جدید آئے دربار کیا میری تعظیم اور مجھ پر عنایت میری تمنا سے زیادہ کی۔ آؤ گے تو مفصل سُن لوگے۔ نجات کا طالب غالب۔

ایضاً میاں آج صبح کو تم آئے تھے۔ مین اُس ٹکٹ کے قصہ میں اُلجھا کہ تم سے کہنا بھول گیا اب میر عنایت حسین صاحب تمھارے پاس پہنچتے مین جس امر میں یہ تم سے کوشش چاہین تم کو میری جان کی قسم بدل متوجہ ہو کر اُسکام کو انجام دو۔ امر سہل ہے کچھ بات نہیں ہے مگر بصورت سعی خدا کے ہاں سے تم کو بڑا اجر ملیگا اور میں تمھارا ممنون ہوں گا۔ نجات کا طالب غالب

ایضاً میاں میں تم سے رخصت ہو کر اُس دن مرادنگر میں رہا۔ دوسرے دن یعنی جمعہ کو میرٹھ

پہنچا۔ نواب مصطفیٰ خان نے ایک دن رکھ لیا آج شنبہ ۱۲ جنوری یہان مقام ہے۔ نو بج گئے ہین بیٹھا ہوا یہ خط لکھ رہا ہون مفت کا کھانا ہے خوب پیٹ بھر کر کھاؤن گا۔ کل شاہجہانپور پرسون گڈہ مکٹیسر رہون گا مرادآباد سے پھر تم کو خط لکھون گا۔ لڑکون کے ہاتھ کے دو خط لکھے ہوئے اُن کی دادی کو بھجوا دیئے ہین۔ تم اس اپنے نام کے خط کو لیکر ڈیوڑھی پر جانا اور اُستانی جی کو پڑھ کر سنا دینا۔ اور خیر و عافیت کہہ دینا جناب خانصاحب کو میرا سلام نیاز۔ اور ظہیرالدین احمد کو دعا کہہ دینا۔ ہان بھائی مین ازروئے مصلحت اپنے کو مقامات مختلف کا عازم کہہ آیا ہون۔ اب جو شخص تم سے پوچھا کرے اُس سے پردہ نہ کرنا اور صاف کہہ دینا کہ رامپور کو گیا ہے یعنی سب کو معلوم ہوجائے اور کوئی تذبذب مین نہ رہے۔ مرقومہ چاشتگاہ شنبہ ۱۲ جنوری

ایضاً برخوردار حکیم غلام نجف خان کو فقیر غالب علی شاہ کی دعا پہنچے۔ بدھ کا دن پہر بھر دن چڑھا ہوگا کہ مین فقط پالکی پر مرادآباد پہنچا۔ ۲۰ جمادی الاول کی اور ۱۱ اکتوبر کی ہے۔ دونون لڑکے دونون گاڑیان اور رتھ اور آدمی سب پیچھے ہین۔ اب آئے جاتے ہین۔ رات بخیر گزرے بشرط حیات کل رامپور پہنچ جائیں گے۔ گھبرایا ہوا ہون تیسرا دن ہے پاخانہ پھرنے کو۔ لڑکے بخیر و عافیت ہین اپنی اُستانی سے کہہ دینا۔ مرزا شہاب الدین خان کو نواب ضیاءالدین کو سلام۔ میرا رقعہ ان دونوں صاحبوں کو پڑھا دینا ضرور ضرور۔ ظہیرالدین دعا سے خفا ہوگا اسکو میری بندگی کہنا۔ غالب۔

بنام حکیم ظہیرالدین احمد خانصاحب

پنجشنبہ ۲۔ نومبر ۱۸۶۵ء اقبال نشان حکیم ظہیرالدین احمد خان کو فقیر غالب علیشاہ کی دعا پہنچے۔ کہو میان تمھارا مزاج کیسا ہے اور تمھارے بھائی مرزا افضل حسین خان کیسے ہین اگر ملو تو میری دعا کہنا اور مزاج کی خبر پوچھنا اور اپنے والد ماجد کو میری دعا کہنا اور کہنا کہ تمھارا خط میرے خط کے جواب مین تھا اس مین اور کوئی بات جواب طلب نہ تھی۔ سنو میان ظہیرالدین تم اپنی دادی کے پاس ابھی چلے جاؤ اور اُن سے میری اور دونوں لڑکون کی خیر و عافیت کہو۔ اور پوچھو کہ شہاب الدین خان نے اکتوبر کے مہینے کی تنخواہ کے پچاس روپے پہنچا دیئے یا نہیں۔ کدانتا تھ

ڈیوڑہی پر آکر جعفر بیگ وفادار وغیرہ کی تنخواہ بانٹ گیا یا نہیں۔ اچھا میرا بیٹا یہ دونون باتین اپنی دادی سے پوچھ کر جلد مجکو لکھیو دیر نہ کیجیو۔ خط کے جواب کا طالب فقیر غالب۔ ن

از جانب حکیم ظہیر الدین احمد خان بنام نجم الدین حیدر صاحب عم ایشان

جناب فیض مآب چچا صاحب قبلہ وکعبہ دو جہان کے حضور مین کورنش و تسلیم پہنچاتا ہون اور ہزار زبان سے اس توپ کے مرحمت فرمانے کا شکر بجالاتا ہون۔ سبحان اللہ کیا توپ جس کی آواز سے رعد کا دم بند۔ اور رنجک کے رشک سے بجلی کو رنج۔ گولہ اُس کا خدا کا قہر۔ دھوان اُس کا دریائے عشق کی لہر۔ استغفر اللہ کیا باتین کرتا ہون جھوٹ کے دفتر بھرتا ہون۔ کیسی رنجک کیسا دھوان کیسا گر اب۔ یہ وہ توپ ہے کہ بغیر ان عوارض کے صرف اُسکی آواز سے رستم کا زہرہ آب ہو جائے آب بارود ہو تو رنجک اُڑے آگ دہکائیں تو دھوان ہو گولہ چھرا کچھ اسمیں بھرین تو ظاہر میں کہیں نشان ہو۔ صرف اُسکی آواز پر مدار ہے۔ نئی ترکیب اور نیا کاروبار ہے ایک آواز اور اُسمیں یہ اعجاز کہ دوست کو فتح کی شلک کی صدا سنائے۔ دشمن سُنے تو ہیبت کے اُس کا کلیجہ پھٹ جائے آواز کا صدمہ اگرچہ صدائے صور سے دونا ہے مگر ہین یہی کہتے بن آتا ہے کہ صور کا نمونہ ہے۔ کیا خدا کی قدرت ہے دیکھو تو کیسی ندرت ہے۔ توپ کا گولہ توپ ہی میں رہ جائے اور جو قلعہ روبرو آئے وہ ڈہ جائے۔ دانا آدمی اِسے زنجیری گولہ کہتا ہے کہ توپ میں سے نکل کر پھر وہین اُلجھ رہتا ہے۔ اچھے میرے چچا جان یہ توپ کس نے بنائی اور تمھارے ہاتھ کہان سے آئی۔ جو دیکھتا ہے وہ حیران ہوتا ہے اب شہر مین جا بجا اسی کا بیان ہوتا ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ تم کو ہمارے سر پر سلامت رکھے اور ہمیشہ بدولت و اقبال و عز و کرامت رکھے۔

بنام نواب میر ابراہیم علی خان صاحب بہادر المتخلص بہ وفا

ولی نعمت کو غالب کی بندگی۔ بسبب ضعف پیری کے خدمت گزاری مین درنگ واقع ہو جائے تو معاف رہون۔ قاصر کبھی نہ رہونگا انشاء اللہ العظیم دو غزلون میں سے ایک غزل بعد

اصلاح پہنچتی ہے دوسری غزل ہفتہ آئندہ میں پہنچ جائے گی ضعف اعضا اور دوام مرض سے علاوہ اختلال حواس کا کیا حال لکھوں۔ دو تین دن ہوئے کہ قبلہ و کعبہ میر عالم علیخان کا خط آیا وہ لکھتے ہیں کہ آرزدہ تخلص کی دو غزلیں اصلاحی پہنچیں۔ دیکھئے اس سہو کو کہ کس کی غزلیں کس کو پہنچیں۔ مزا اس میں ہے کہ اب یہ بھی یاد نہیں آتا۔ کہ آرزدہ کا نام کیا ہی اور وہ کون ہی اور کہاں کا ہی۔ شاید اس بندہ خدا کو حضرت کی غزلیں بھیجی ہونگی۔ خدا کرے وہ بزرگوار میر صاحب کی غزلیں میر صاحب کی طرح میرے پاس بھیج دے تو میر صاحب کی خدمت میں بھیجدوں۔ اگر ایسا نہ ہوا تو اُن غزلوں کو جواب آئی ہیں دیکھونگا۔ یہ اکہتر برس کی عمر کی خوبی ہی۔ اب میر صاحب قبلہ کو خط پڑھوا دیجئے گا۔ لطف و کرم کا طالب غالب ۲۰۔ اکتوبر ۱۸۶۶ء

ایضاً سید صاحب قبلہ نواب میر ابراہیم علی خان بہادر کو غالب علیشاہ کا سلام۔ وہ غزل جس کا مطلع یہ ہے ع بس شوق قتل سے ہے الخ گم ہوگئی ہی پھر لکھکر بھیجئے اور قصور معاف کیجئے یہ غزل جو اُس غزل کے بعد بھیجی ہے فی الحال بعد اصلاح کے پہنچتی ہے۔ میر صاحب قبلہ سید عالم علیخان بہادر کی دو غزلیں پہنچیں۔ مگر وہ یہ لکھتے ہیں کہ میں رجب کے مہینے میں وطن کو جاؤنگا اور وہاں سے تیرے پاس آؤنگا آج بحساب جنتری ۲۷۔ اور از روئے رویت ۲۶ رجب کی ہی۔ غزلیں اُنکی موجود۔ مگر بھیج نہیں سکتا۔ آپ میری بے گناہی کے گواہ رہیں قبلہ ضعف نے مضمحل کر دیا ہے۔ حواس بجا نہیں۔ اس مہینے یعنی رجب کی آٹھوین تاریخ سے تہتروان برس شروع ہوگیا ہے۔ غذا باعتبار آرد و برنج مفقود محض۔ صبح کو پان سات بادام کا شیرہ ۱۲۰ بجے آب گوشت۔ شام کو چار کباب تلے ہوئے بس آگے خدا کا نام۔ ہاں حضرت جناب حکیم سید احمد حسن صاحب کی تحریر سے کچھ حال ناسازی کا اخوان و احباب سے معلوم ہوا اور وہ علم باعث توزع ضمیر ہے۔ متوقع ہوں کہ اُس فساد کے رفع ہونے سے اور اپنی طمانیت خاطر سے فقیر کو آگہی بخشیئے اور اس خط کا جواب مع رسید غزل جلد ارسال فرمایئے گا۔ اسد بے دستگاہ پنجم دسمبر ۱۸۶۶ء رجب کی تاریخ اوپر لکھ آیا ہوں۔

ایضاً پیر و مرشد جناب سید ابراہیم علی خان صاحب کو بندگی۔ غزل پہنچتی ہے۔ خط از رہے احتیاط بیرنگ بھیجا ہے۔ قبلہ آپکے بھائی صاحب میر علیخان صاحب مجھ پر کیون خفا ہین کہ اپنی غزل نہیں بھیجتے یہ امر اُن کے خاطر نشان ہوجائے کہ غالب آپکے دادا کا غلام اور خدمت بجا لانے کو آمادہ ہے۔ جواب کا طالب غالب۔ نہم ربیع الثانی ۱۲۸۳ھ

ایضاً بخدمت قبلہ سید احمد حسن صاحب مودودی تسلیم۔ بجناب میر ابراہیم علیخان بہادر کورنش مقبول باد۔ تصویر مہر تنویر مجھے پہنچی اور مین نے رسید لکھ بھیجی عجب ہے کہ آپ کو اُس کے پہنچنے مین تردد ہے۔ امسال فقیر نے جو اپنی خاکساری کا یعنی تصویر منشی میان داد خان کی معرفت نذر کی ہے یقین ہے وہ بھی پہنچی ہوگی۔ دونون غزلین بعد اصلاح کے بھیجتا ہون اپنی غزل آپ رہنے دین اور سید صاحب کی غزل اُن کو حوالہ کردین۔ نجات کا طالب غالب جمعہ ۱۷ اگست ۱۸۶۶ء

ایضاً جناب تقدس انتساب سید صاحب قبلہ والامناقب عالیشان نواب سید ابراہیم علیخان بہادر مدظلہ العالی۔ بعد بندگی معروض ہے حضرت سید احمد حسن خان صاحب مدظلہ العالی کی تحریر سے معلوم ہوا کہ آپکے گھر مولود مسعود پیدا ہوا۔ ایک عبارت رنگین مرتب کر کے اکمل الاخبار مین مین نے چھپوا دی ہے۔ اور ایک رباعی اور ایک قطعہ اپنا اور ایک قطعہ سید صاحب ممدوح کا جو اُنھون نے یہان بھیجا تھا وہ بھی چھپوا دیا۔ اور تین قطعے تاریخی بہاری لال منتظم اور میر فخر الدین مہتمم مطبع نے جو یہان تاریخین لکھین تھین وہ چھپوا دین۔ چنانچہ اپنی لکھی ہوئی رباعی اور قطعہ عرض کرتا ہون۔ **رباعی**

حق داد بہ سید زپے انعامش
تاریخ ولادتش بود بے کم و بیش
قطعہ غالب حال سنین ہجری
چون یک صد و بست و چار ماند

فرخ پسرے کہ واجب است اکرامش
ارشاد حسین خان کہ باشد نامش
معلوم کن از خجستہ فرزند
این است شمار عمر دلبند

یہ تو ظاہر ہے کہ ۱۲۸۳ھ ہین جب خجستہ فرزند کے اعداد مین سے ۱۲۸۵ لے لئے تو ایک سو چوبیس ۱۲۴

بچے ہین۔ اُن کو مین نے دعائے عمر مولود قرار دیا حق تعالیٰ اس مولود کو تمھارے سامنے عمر طبعی کو پہنچائے۔ خط کی رسید کا طالب غالب۔

بنام مولوی احمد حسن صاحب قنوجی

یارب یہ ایک خط جو مجکو بڑودہ گجرات سے آیا ہے کاتب نے اپنے کو احمد حسن قنوجی بتایا ہو اودھر سے اظہار آشنائی ہو۔ میری طرف سے یہ بے حیائی ہو کہ مجکو ان کی اور اپنی ملاقات یاد نہین آتی۔ سونچتا ہون کوئی بات یاد نہین آتی۔ خانہ نسیان خراب۔ عشرہ ثمانیہ کے مرحلہ کا رہ پیما ہون۔ شاید اگر جیون گا تو اسکا بھی مجکو علم نہ رہے گا کہ مین کون ہون اور کیا ہون ۵ ے برس کی عمر ہوئی حواس ظاہری مین سے سامعہ و شامہ باطل حواس باطنی مین سے حافظہ زائل بسبب نسیان کے اکثر مطالب ضروری تلف ہوجاتے ہین۔ خدا یا کیا اس عمر میں سب آدمی ایسے خرف ہوجاتے ہین حیران ہون کہ آپ کو سید لکھون مولوی لکھون خان لکھون خط مین تو خیر کچھ لکھدونگا۔ خط کا کیا عنوان لکھون بندہ پرور فقیر معاف رہے حضرت کا دل غبار کدورت سے صاف رہے۔ مولوی عبد الجمیل صاحب بریلوی کو جانتا ہون۔ بلکہ اُن کا احسان مانتا ہون کہ باوجود عدم ملاقات ظاہری اکثر اون کے خطوط آتے رہتے ہین گویا وہ اپنا نام ہمیشہ مجکو یاد دلاتے رہتے ہین نہ آپ کہ بعد ایک عمر کے ناگاہ بنامہ یاد فرمائیں اور اپنی اور میری ملاقات کا زمانہ یاد نہ دلائین بہرحال تمھارا دعاگو ہون۔ خیر جو ہون اس خط کے جواب مین ایسا کچھ لکھو کہ تم کو پہچان جاؤن۔ کب ملے تھے کئی ملاقاتین ہوئی تھیں یہ سب مدارج جان جاؤن۔ نثر کے شیوہ و انداز کا ڈھنگ اچھا ہے۔ خود تمھاری تحریر سے معلوم ہوا کہ شاعر بھی ہو تو تخلص کیا ہے نامہ نگار کا حال بسبیل اجمال یہ ہے کہ سیاست سے محفوظ رہا ہون اور حکام کی عنایت سے محفوظ رہا ہون بیوفائی کا داغ نہیں لگا ہی پنشن قدیم کو بدستور حکم اجرا ہو۔ زندگی کا رنگ اچھا دیکھنا ہون۔ دیکھئے مرنے کے بعد کیا دیکھتا ہون۔ یہ مکرم مخدوم آپکے ہم نام یعنی جناب مولوی احمد حسن صاحب عالی مقام ظاہرا بہت درویش نواز ہین۔ کہ اس گم نام گوشہ نشین کو حضرت نے سلام لکھا ہے

میری طرف سے سلام باشتیاق تمام پہنچائیے۔ والسلام۔ راقم جواب نامہ کا طالب اسد اللہ المتخلص بہ غالب۔

ایضاً مخدوم مکرم مولوی سید احمد حسن خان صاحب باور کرین کہ یہ درویش گوشہ نشین تمھارا دوست اور تمھارا دعا گو ہے تمھاری نثر کی طرز پسند تمھاری خواہش مقبول سید احمد حسن صاحب کی خدمت گذاری منظور ہے

عشق نے غالب نکما کر دیا	ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

۷۵ برس کی عمر ہوئی اضمحلال قویٰ۔ ضعف دماغ کی فکر مرگ غم عقبےٰ۔ جو آپ مجھے دیکھ گئے ہین مین اب وہ نہیں ہون۔ نظم و نثر کا کام صرف ۵۰ برس کی مشق کے زور سے چلتا ہے ورنہ جوہر فکر کی رخشندگی کہان۔ بوڑھا پہلوان پیچ بتا تا ہی زور نہیں دلوا سکتا۔ بہر حال حکیم صاحب کو میرا سلام کہیے اور کہیے کہ آپ بے تکلف اپنا کلام بھیج دیا کرین یہان سے بعد حک و اصلاح خدمت مین پہنچ جایا کرے گا۔ غالب ۱۲ ستمبر ۱۸۶۶ء

بنام حکیم سید احمد حسن صاحب مودودی

حضرت قبلہ پہلے التماس یہ ہے کہ آپ سید صحیح النسب تمام است مرحومہ محمد علیہ السلام کے قبلہ و کعبہ جب آپ مجکو قبلہ و کعبہ لکھین تو پھر مین آپ کو کیا لکھون۔ خدا کے واسطے غور کیجئے کہ قبلہ قبلہ اور کعبہ کعبہ یہ کیا ترکیب ہے چونکہ آپنے مجھے اُستاد گردانا ہے اس التماس کو بھی از قسم اصلاح تصور کیجئے زنہار قبلہ قبلہ کبھی نہ لکھیئے گا یہ سوء ادب ہے بہ نسبت قبلہ عیاذاً باللہ۔ آپ کا عطوفت نامہ پہنچا میرے پہلے خط کا دیر پہنچنا اور اُسکی دیر رسی کا سبب مجکو معلوم ہوا اب اسکا خیال رکھونگا یہ اب آپ کو معلوم رہے کہ آپکے کسی خط کا جواب میرے ذمہ باقی نہیں ہی۔ دو باتین جس خط کا جواب نہین پہنچا اُس کو یہ سمجھیئے کہ وہ خط راہ مین تلف ہوئے اور میرے پاس نہیں پہنچے ہے بہار گلستان احمد حسن ÷ یہ سجع کیا بُرا ہے ہے دل حیدر رو جان احمد حسن ÷ یہ اُس سے بھی بہتر ہے انہیں دونون میں ایک سجع مہر پہ کھدوا لیجئے۔ غزل بعد اصلاح کے پہنچتی ہی۔ غالب ۱۹ ذی الحجہ

ایضاً حضرت پیر و مرشد۔ غزل بعد اصلاح کے پہنچتی ہے۔ غزل سہو سے لکھ گیا ہوں دونون
غزلین پہنچی ہین۔ جناب مولوی انصار علی صاحب سے مجکو تعارف اسمی ہے اُن کو میرا سلام کہیے
اور کہیے کہ حضرت جناب مولوی صدرالدین صاحب بہت دن حوالات مین رہے کورٹ مین مقدمہ
پیش ہوا روبکاریان ہوئین۔ آخر صاحبان کورٹ نے جان بخشی کا حکم دیا۔ نوکری موقوف۔ جائداد
ضبط۔ ناچار خستہ و تباہ لاہور گئے۔ فنانشل کمشنر اور لفٹنٹ گورنر نے از راہ تراحم نصف جائداد واگذاشت
کی۔ اب نصف جائداد پر قابض ہین۔ اپنی حویلی مین رہتے ہین کرایہ پر معاش کا مدار ہے۔ اگرچہ لیہ مدار
اُنکی گذارے کو کافی ہے۔ کس واسطے کہ ایک آپ اور ایک بی بی تیس چالیس روپیہ مہینے کی آمد
لیکن چونکہ امام بخش چپراسی کی اولاد اُن کی عترت ہے اور وہ دس بارہ آدمی ہین لہذا فراغ بال
سے نہیں گزرتی۔ ضعف پیری نے بہت گھیر لیا ہے۔ عشرۂ ثامنہ کے اواخر مین ہین۔ خدا سلامت
رکھے غنیمت ہین۔ غالب ۱۲ا۔ یکشنبہ ۱۹ جنوری سنہ ۱۸۶۲ء۔

ایضاً سید صاحب و قبلہ عنایت نامہ مع قصیدہ پہنچا۔ پس و پیش ایک رافت نامہ پیر و مرشد
سید ابراہیم علیخان صاحب بہادر اور ایک عطوفت نامہ قبلہ و کعبہ سید عالم علی خان بہادر کا
پہنچا مین علی کا غلام اولاد علی کا خانہ زاد لیکن بوڑھا و ناتوان اور مسلوب الحواس اور بے سر و
سامان خدمت بجالانے مین عذر کرون تو گنہگار۔ ورنہ درنگ و توقف کا مضائقہ نہیں۔ لایکلف
اللہ نفساً الا وسعہا خداوند نعمت کیا تم دلی کو آباد اور قلعہ کو معمور اور سلطنت کو بدستور سمجھے
ہوئے ہو۔ جو حضرت شیخ کا کلام اور صاحبزادہ شاہ قطب الدین ابن مولانا فخرالدین علیہ الرحمۃ
کا حال پوچھتے ہو۔ این دفتر را گاؤ خورد و گاؤ را قصاب برد و قصاب در راہ مرد۔ بادشاہ کے دم
تک یہ باتین تھین خو میان کالے صاحب مغفور کا گھر اس طرح تباہ ہوا کہ جیسے جھاڑو دی۔ کاغذ کا پرزا
سونے کا تار پشمینہ کا بال باقی نہ رہا۔ شیخ کلیم اللہ جہان آبادی رحمۃ اللہ علیہ کا مقبرہ اُجڑ گیا کیا ایک
اچھے گانون کی آبادی تھی اُن کی اولاد کے لوگ تمام اُس موضع مین سکونت پذیر تھے۔ اب ایک
جنگل ہے اور میدان ہیں قبر اسکے سوا کچھ نہیں۔ وہان کے رہنے والے اگر گولی سے بچے ہونگے تو خدا ہی

جانتا ہوگا کہ کہان ہین۔ اُن کے پاس شیخ کا کلام بھی تھا کچھ تبرکات بھی تھے اب جب وہ لوگ ہی نہیں تو کس سے پوچھون۔ کیا کرون کہین سے یہ مدعا حاصل نہ ہو سکے گا۔ سید صاحب قبلہ کیون تکلیف کرتے ہیں اگر یہی مرضی ہے تو اتحاف واہدا تکلف محض ہے فقیر بے سوال ہون اگر کچھ بھیج دین گے رد نہ کرونگا کم و بیش پر نظر نہ کرین جتنے کا چاہین نوٹ خط مین لپیٹ کر بھیجدین والسلام از اسد اللہ۔ روز شنبہ یکم ستمبر ۱۸۶۶ء

ایضاً پیر و مرشد تین برس عوارض احتراق خون مین ایسا مبتلا رہا ہون۔ کہ اپنے جسم و جان کی بھی خبر نہیں رہی۔ آپ کے خطوط آئے ہونگے کوئی خط پڑھ لیا ہوگا۔ کوئی عنوان ناکشودہ پڑا رہا ہوگا البتہ حاجی مصطفٰے خان کا آنا مجکو یاد ہے یقین کرتا ہون کہ اُنھون نے از روئے مشاہدہ میری خستگی تن کا حال حضرت کو لکھا ہوگا۔ اب میں اپنی زبان سے یہ کیون کر کہون کہ اچھا ہون مگر بیمار اور عوارض میں گرفتار نہیں ہون۔ بوڑھا۔ بہرا۔ اپاہج۔ بدحواس۔ ناتوان۔ فلک زدہ ہون عہد کرتا ہون کہ جب آپ کا خط آئے گا اُسکا جواب لکھون گا۔ جب غزل آئے گی اُسکو دیکھ کر پھر بھیجون گا۔ مگر حضرت کے مسکن کا پتا بھول گیا ہون۔ یہ خط تو مصطفٰے خان سوداگر کو بھیجے دیتا ہون وہ آپ کو بھجوا دین گے۔ آیندہ جو عنایت نامہ ڈاک مین آئے اُس مین مسکن و مقام و شہر کا نام لکھا جائے۔ نجات کا طالب غالب۔ ۲۴۔ جولائی ۱۸۶۵ء

ایضاً حضرت پیر و مرشد ان دنون میں اگر فقیر کے عرائض نہ پہنچے ہون یا ارشاد کے جواب ادا نہ ہوئے ہون تو موجب ملال خاطر اقدس نہ ہو ؎

اتفاق سفر افتادہ بہ پیری غالب		انچہ از پائے نیامد ز عصا مے آید		

رامپور کی سرکار کا فقیر تکیہ دار روزینہ خوار ہون۔ رئیس حال نے مسند نشینی کا جشن کیا دعا گوئی دولت کو در دولت پر جانا واجب ہوا ہفتم اکتوبر کو دلی سے رامپور کو روانہ ہوا۔ بعد قطع منازل ستہ وہان پہنچا۔ بعد اختتام بزم عازم وطن ہوا ہشتم جنوری کو دلی پہنچا۔ غرض راہ میں بیمار ہوا پانچ دن مرادآباد مین صاحب فراش رہا۔ اب جیسا فرسودہ روان ناتوان تھا ویسا ہون جواب

خطوط مجتمعہ لکھ سکتا ہون۔ بہر حال ایسا ہون۔ نواب میر جعفر علیخان مبرور مغفور کا خاندان سبحان اللہ ؎

این سلسلہ از طلائے ناب ست		این خانہ تمام آفتاب ست	

نواب میر غلام بابا خان میرے دوست اور میرے محسن ہین۔ راہ و رسم نامہ و پیام مدت سے باہم گر جاری ہے۔ آپ کا حکم بے تکلف مانونگا جناب میر ابراہیم علیخان صاحب اور حضرت میر علیخان صاحب کی خدمتگذاری کو اپنا فخر و شرف جانونگا۔ اس وقت بکس کھولا ہی خطوط اطراف و جوانب دیکھ رہا ہون۔ پہلے حضرت کے خط کا جواب بطریق اختصار لکھا ہے اب جب اس کا جواب آئیگا تب فقیر حکم بجالائے گا۔ اسد اللہ۔ چارشنبہ ۱۷ جنوری ۱۸۶۶ء

ایضاً پیر و مرشد آپ کو میرے حال کی بھی خبر ہے۔ ضعف نہایت کو پہنچ گیا۔ رعشہ پیدا ہو گیا بینائی مین بڑا فتور پڑا۔ حواس مختل ہو گئے۔ جہانتک ہو سکا احباب کی خدمت بجالایا۔ اوراق اشعار لیٹے لیٹے دیکھتا تھا۔ اور اصلاح دیتا تھا۔ اب نہ آنکھ سے اچھی طرح سوجھے نہ ہات سے اچھی طرح لکھا جائے۔ کہتے ہین کہ شاہ بوعلی قلندر کو بسبب کبر سن کے خدا تعالے نے فرض اور پیمبر نے سنت معاف کر دی تھی مین متوقع ہون کہ میرے دوست خدمت اصلاح اشعار مجھ پر معاف کرین خطوط شوقیہ کا جواب جس صورت سے ہو سکے گا لکھ دیا کرونگا۔ زیادہ حد ادب۔ راقم اسد اللہ خان غالب ۸۔ اپریل ۱۸۶۶ء

ایضاً پیر و مرشد یکم محرم کا خط کل ۱۸ محرم کو پہنچا آج ۱۹۔ کو جواب لکھتا ہون۔ آپ پر اور میر ابراہیم علیخان پر میری جان نثار ہے مضے ما مضے۔ اب ایک ایک غزل آپ تینون صاحب بھیج دیا کیجیے۔ اسی طرح مین فرداً فرداً بعد اصلاح بھیج دیا کرونگا۔ مگر میرے قبلہ و کعبہ واسطے خدا کے شجرۂ منظومہ ارسال نہ فرمائیے گا۔ اسکی اصلاح میری حد وسع سے باہر ہے۔ میرا شیوہ نہیں ہی خط بیرنگ بھیجنا۔ یہ خط عمداً بیرنگ بھیجتا ہون۔ کہتے ہین کہ پیڈ کے تلف ہونے کا احتمال ہے۔ اور بیرنگ کا نہیں۔ اسد اللہ۔ شنبہ۔ دوم جون ۱۸۶۶ء

ایضاً قبلہ ڈاک کے ہرکارہ نے کل دو خط ایک بار پہنچائے۔ ایک آپ کا خط مع غزل اور ایک نواب میر ابراہیم علیخان کا خط مع غزل۔ آج تین باتین ضروری لکھنی تھیں۔ اس واسطے یہ خط آج

روانہ کرتا ہون۔ ایک بات یہ کہ غزل کا کاغذ واپس بھیجتا ہون نہ اُس کو پھاڑ سکون نہ پانی مین ڈبو سکون شہیدی کی غزل اِن قافیون مین بہ تغیر ردیف ایسی ہی کہ اب اِن قافیون کا باندھنا ہرگز نہ چاہیئے۔ آپ اور غزل لکھیے اس کو ہرگز دیوان مین نہ رکھیئے۔ یہ بھی اس ضمن مین لکھنا مناسب ہے کہ میر ابراہیم علیخان صاحب نے اپنی اصلاحی غزل کی رسید کل کے خط مین لکھ بھیجی آپ اپنے خط مین کس راہ سے لکھتے ہین کہ وہ غزل اصلاحی مانگتے ہین۔ اسی فصل مین یہ بھی اطلاع دیتا ہون۔ کہ آپ کی یہ غزل مُسلاکرسے اور ہناکرسے اور تاریخ ہائے بنائے مسجد دیکھ کر اور اصلاح دیکر آج پانچوان دن ہے کہ ڈاک مین بھیج چکا ہون اور دوسری یہ بات ہی کہ آپ سید صاحب کا حال مفصل لکھیے ایسلک گئے لاکھ کا ملک بڑودہ کی سرکار سے ہمارے محسن کو ملا ہی کہ اُن سے دو لاکھ روپیہ نذرانہ مانگا جاتا ہی۔ آگے اُس راج مین حسام الدین حسین خان بڑے معزز اور مکرم متوسل تھے اور سیر حاصل جاگیرین رکھتے تھے۔ سید ابراہیم علیخان صاحب اُسی خاندان مین سے ہین اور ہان یہ بھی لکھیے کہ میر عالم علیخان کون ہے اور آپ کو ان دونون صاحبون سے کیا قرابت ہی تیسری بات یہ ہے کہ جب نوٹ بھیجیے تو اہل کلکتہ کی طرح آدھا آدھا دو بار کر کے نہ بھیجیے گا میرے نام کا لفافہ جس شہر سے چلے اُسی شہر کے ڈاک گھر مین رہجائے تو رہجائے ورنہ دلی کے ڈاک خانہ مین پہنچ کر کیا امکان ہے کہ تلف ہو۔ اسد اللہ۔ ۲۵ ستمبر سنہ ۱۸۶۶ء

ایضاً حضرت یہ آپ کے جد امجد کا غلام تو مر لیا۔ کثرت احکام تواتر ورود اشعار پھر یہ ہنجار کہ سو روپیہ کے نوٹ کی رسید سو بار مانگتے ہو۔ میر ابراہیم علیخان صاحب کی غزل جس کا ایک شعر یہ ہے ؎

علی علی جو کہا تا سحر تو یون سمجھے
کہ ذو الفقار سے کٹتی ہی اب ہماری رات

بعد اصلاح بھیج چکا ہون اور آپ اُس کا تقاضا کیے جاتے ہین۔ غزلین آپ کی برستی ہین کہان تک دیکھون آپ کی غزلون کیساتھ اور غزلین بھی گم ہوجاتی ہین۔ بہتر برس کا آدمی پھر رنجور دائمی غذا یک قلم مفقود۔ آٹھ پہر مین ایک بار آب گوشت پی لیتا ہون۔ نہ روٹی نہ بوٹی نہ پلاؤ نہ خشکا آنکھ کی بینائی مین فرق ہاتھ کی گیرائی مین فرق رعشہ مستولی۔ حافظہ معدوم۔ جہان جو کاغذ رہا ہو

وہین رہا۔ میر عالم علیخان صاحب کی دو غزلین آئی ہوئی کہین رکھ کے بھول گیا ہون۔ خلاصہ یہ کہ نوٹ عطیہ سید صاحب کا آپ کے خط مین پہنچا۔ روپیہ وصول ہوا۔ معًا خرچ ہوا۔ اُن کی ایک غزل ساری رات بیماری رات جس کا ایک شعر اوپر لکھ آیا ہون۔ بعد اصلاح بھیج چکا ہون اور کوئی غزل اُن کی اب میرے پاس نہین۔ اور جناب میر عالم علیخان صاحب کی دو غزلین یا وہ کہ آئی ہین۔ اگر مل جائین گی تو بعد اصلاح بھیجون گا۔ آپ کی غزلین شمار سے باہر ہین بکس مین دیکھون گا۔ کتابون مین ڈھونڈھون گا۔ مدعا یہ کہ آپ اور دونون سید صاحب اس کا التزام کرین کہ ایک غزل اپنے خط مین بھیجین جب وہ غزل اور اُس خط کا جواب پہنچ جائے تب دوسری غزل خط مین ملفوف ہو کر بھیجی جائے اور خط ہر صاحب کا جُدا ہو۔ آپ یہ میرا خط غور سے پڑھ لین اور دونوں سید صاحبون کو پڑھوا دین از روئے احتیاط بیرنگ بھیجتا ہون۔ اسد یکرنگ۔ ۱۸۔ اکتوبر ۱۸۶۶ء

ایضًا سید صاحب و قبلہ حکیم سید احمد حسن صاحب کو غالب نیم جان کا سلام پہنچے۔ وہ جو آپ نے سُنا ہے کہ اب غالب کو مرض سے افاقت ہی سو محض غلط ہے آگے ناتوان تھا اب نیم جان ہون خط نہیں لکھ سکتا۔ ایک لڑکے سے یہ چند سطرین لکھوا دین ہین جو مین کہتا گیا ہون وہ غریب لکھتا گیا ہے۔ آپ سید ہین اور بزرگ ہین میرے حق مین دعا کرین کہ اب تہتر برس سے آگے نہ بڑھون۔ اور اگر کچھ زندگی اور ہے تو حق تعالیٰ تھوڑی صحت اور طاقت عنایت کرے۔ تاکہ دوستون کی خدمت بجالاتا رہون۔ غالب ۳۔ جولائی ۱۸۶۶ء

ایضًا جناب سید صاحب قبلہ سید احمد حسن صاحب کو غالب نیم جان کی بندگی مقبول ہو اور یہ عرض بھی قبول ہو کہ جناب معلی القاب نواب ابراہیم علیخان بہادر کی خدمت مین میری بندگی عرض کرین۔ بارے بصورت تصویر دونون صاحبون کی خدمت مین میرا سلام پہنچا معلوم ہوا اگرچہ اس صورت مین چلنا پھرنا خدمت بجالانی نہیں ہو سکتی۔ مگر خیر حضرت کے پیش نظر حاضر رہون گا عنایت کی نظر رہے میرے حال پر یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ نواب صاحب

قبلہ کے ہان اس ہمینے مین لڑکا پیدا ہونے والا ہے مجکو تاریخ تولد کا خیال رہے گا جب آپ کی تحریر سے نوید تولد معلوم کر لوں گا تب قطعہ یا رباعی جو کچھ ہو گئی ہو گی وہ بھیج دون گا۔ اور یہ جو آپ نے اپنی اور نواب صاحب کی غزلوں کی اصلاح کے واسطے لکھا ہے مجھے اس حکم کی تعمیل بدل منظور ہے جس ہمینے تک مین زندہ ہون اُس ہمینے تک خدمت بجالاؤنگا۔ ۱۷۔ جولائی ۱۸۶۹ء

بنام تفضل حسین خان صاحب

کیون صاحب یہ چچا بھتیجا ہونا اور شاگردی و اُستادی سب پر پانی پھر گیا۔ اگر کوئی ہزار پان سو کی چیز ہوتی اور مین تم سے مانگتا تو خدا جانے تم کیا غضب ڈھاتے۔ میرا کلام خرید آٹھ دس روپیہ کی سو مہ بھی مین یہ نہیں کہتا کہ مجکو دے ڈالو تم کو مبارک رہے مجکو مستعار دو مین اُس کو دیکھ لون پھر تم کو واپس بھیجدون۔ اس طرح کی طلب پر نہ دینا دلیل اس کی ہے کہ مجکو جھوٹا جانتے ہو میرا اعتبار نہیں یا یہ کہ مجکو آزار دینا اور ستانا بدل منظور ہے وہ کتاب ابھی میرے آدمی کو دیدو باللہ واللہ اُس میں سے جو میرے پاس نہیں ہے نقل کر کے تم کو بھیج دونگا۔ اگر تم کو واپس نہ دون تو مجھپر لعنت اور اگر تم میری قسم کو نہ مانو اور کتاب حامل رقعہ کو نہ دو تو تم کو آفرین ٭ غالب۔

بنام مرزا حاتم علی صاحب مہر

بہت سہے غم گیتی شراب کم کیا ہے
غلام ساقی کوثر ہون مجکو غم کیا ہے
سخن مین خامۂ غالب کی آتش افشانی
یقین ہے ہمکو بھی لیکن اب اس مین دم کیا ہے

علاقہ محبت ازلی کو برحق مان کر اور پیوند غلامی جناب مرتضیٰ علی کو سچ جان کر ایک بات اور کہتا ہون کہ بینائی اگرچہ سب کو عزیز ہے۔ مگر شنوائی بھی تو آخر ایک چیز ہے۔ مانا کہ روشناسی اُس کے اجارے مین آئی ہے یہ بھی دلیل آشنائی ہے کیا فرض ہے کہ جب تک دید وادید نہ ہوے اپنے کو بیگانہ یک دگر سمجھین۔ البتہ ہم تم دوست دیرینہ ہین اگر سمجھیں سلام کے جواب مین خط بہت بڑا احسان ہے خدا کرے خط جسمیں مین نے آپ کو سلام لکھا تھا آپ کی نظر سے

گزر گیا ہو اچیا نا اگر نہ دیکھا ہو تو اب مرزا تفتہ سے لے کر پڑھ لیجئے گا اور خط کے لکھنے کے احسان کو اُس خط کے پڑھ لینے سے دوبالا کیجئے گا۔ ہائے میر جان جا کو ب کیا جوان مارا گیا ہی سچ اُسکا یہ شیوہ تھا کہ اُردو کے فکر کو مانع آتا اور فارسی زبان مین شعر کہنے کی رغبت دلوا تا یہ بھی انہیں مین ہے کہ جن کا مین ماتمی ہون۔ ہزار ہا دوست مر گئے کس کو یاد کرون اور کس سے فریاد کرون جیون تو کوئی غمخوار نہیں مرون تو کوئی عزادار نہیں۔ غزلین آپ کی دیکھیں سبحان اللہ۔ چشم بد دور۔ اُردو کی راہ سے تو سالک ہو گویا اس زبان کے مالک ہو۔ فارسی بھی خوبی مین کم نہیں مشق شرط ہے اگر کہے جاؤ گے لطف پاؤ گے۔ میرا تو گویا بقول طالب آملی اب یہ حال ہے ؎

لب از گفتن چنان بستم کہ گوئی	دہن بر چہرہ زخمے بود بہ شد

جب آپ نے بغیر خط کے بھیجے خط مجکو لکھا ہو تو کیون کر مجکو اپنے خط کے جواب کی نہ تمنا ہو۔ پہلے تو اپنا حال لکھیے کہ مین نے سُنا تھا آپ کہیں کے صدر امین ہین۔ پھر اکبر آباد مین کیون خانہ نشین ہین۔ اس ہنگامہ مین آپ کی صحبت حکام سے کیسی رہی۔ راجہ بلوان سنگھ کا بھی حال لکھنا ضرور ہے کہ کہان ہین اور وہ دو ہزار روپیہ مہینا جو اُن کو سرکار انگریزی سے ملتا تھا اب بھی ملتا ہے یا نہیں ہائے لکھنو کچھ نہین کھُلتا کہ اُس بہارستان پر کیا گزری۔ اموال کیا ہوئے اشخاص کہان گئے خاندان شجاع الدولہ کے زن و مرد کا انجام کیا ہوا۔ قبلہ و کعبہ حضرت مجتہد العصر کی سرگذشت کیا ہے۔ گمان کرتا ہون کہ بہ نسبت میرے تم کو کچھ زیادہ آگہی ہوگی امیدوار ہون کہ جو آپ پر معلوم ہے وہ مجھ پر مجہول نہ رہے۔ پتا مسکن مبارک کا کشمیری بازار سے زیادہ نہیں معلوم۔ ظاہرا اسی قدر کافی ہوگا ورنہ آپ زیادہ لکھتے۔ مرزا تفتہ کو دعا کہیے اور اُن کے اُس خط کے پہنچنے کی اطلاع دیجئے گا جس مین آپکے خط کی اُنھون نے نوید لکھی تھی۔ والسلام۔

ایضاً بھائی صاحب از روئے تحریر مرزا تفتہ آپ کا چھپ کتابونکی تزئین کی طرف متوجہ ہونا معلوم ہوا۔ پھر بھائی منشی نبی بخش نے دوبار لکھا کہ مین باجمال لکھتا ہون مفصل عزیز اماعلی صاحب نے لکھا ہوگا۔ یارب اُن کے دو خط آگئے مرزا صاحب نے اگر لکھا ہوتا تو اُن کا خط کیون نہ آتا اپنے

حسن اعتقاد سے یون سمجھا کہ نہ لکھنا مقتضائے یکدلی ہی جب اپنا کام سمجھ لئے تو مجکو لکھنا کیا ضرور ہے مگر اس کو کیا کرون کہ جواب طلب باتون کا جواب ناہیں مطبع اخبار آفتاب عالمتاب مین یکم ستمبر ۱۸۵۳ء حال سے حکیم احسن اللہ خان کا نام لکھوا دیا۔ اور دو نمبرون کا اخبار ایک بار بھجوا دیا۔ اور آیندہ ہر ہفتہ اُس کے ارسال کا طور ٹھہرا دیا۔ کیون صاحب یہ امر ایسا کیا دشوار تھا کہ آپ نے نہ کیا اور اگر دشوار تھا تو اُسکی اطلاع دینی کیا دشوار تھی۔ ابھی شکایت نہیں کرتا پوچھتا ہون کہ آیا یہ امور مقتضی شکایت ہین یا نہین۔ مرزا تفتہ کے ایک خط میں یہ قصہ لکھ چکا ہون کیا اُنھون نے بھی وہ خط تم کو نہیں پڑھایا ہر چند عقل دوڑائی کوئی درنگ کی وجہ خیال مین نہ آئی۔ اب بعلل معما سے قطع نظر میں یہ سوچ رہا ہون کہ دیکھون چھ مہینے بعد برس دن بعد اگر حضرت صاحب خط لکھتے ہیں تو اِس امر خاص کا جواب کیا لکھتے ہین مین بھی شاعر ہون اگر کوئی مضمون ہوتا تو میرے خیال میں آ جاتا۔ کوئی عذر ایسا میرے ذہن مین نہیں آتا کہ قابل سماعت کے ہو دیکھون تم کیا لکھتے ہو۔

ایضاً صاحب میرے عہدۂ وکالت مبارک ہو موکلون سے کام لیا کیجئے۔ پریوں کو تسخیر کیا کیجئے۔ مثنوی پہنچی۔ جھوٹ بولنا میرا شعار نہیں۔ کیا خوب بے بدل چال ہی۔ انداز اچھا۔ بیان اچھا۔ روزمرہ صاف حبشیوں کا استغاثہ کیا کہوں کیا مزہ دے رہا ہی۔ اس مثنوی نے اگلی مثنویون کو تقویم پارینہ کر دیا بیان بخشایش ہم گنہگارون تک کیون پہنچے گا مگر ہان اس راہ سے ع کہ مستحق کرامت گنہگارانند۔ بخشش کا متوقع ہون۔ مین ابھی تک یہ بھی نہیں سمجھا کہ وہ نسخہ نظم ہے یا نثر ہے۔ اور مضمون اُسکا کیا ہی۔ مرزا یوسف علیخان آٹھ دس مہینے سے مع عیال و اطفال اسی شہر میں مقیم ہین میرے مسکن کے پاس ایک مکان کرایہ کو لے لیا ہے اُس مین رہتے ہین اُن کو خط بھیجو تو میرے مکان کا پتا لکھ دینا۔ اور یہ بھی آپ کو معلوم ہے کہ میرے خط کے سرنامہ پر محلہ کا نام لکھنا ضرور نہین۔ شہر کا نام اور میرا نام قصہ تمام۔ ہان یار عزیز کے خط پر میرے مکان کے قریب کا پتہ ضرور ہی دو روز سے شجاع مہر کو دیکھ رہے ہین۔ اکثر تمھارا ذکر خیر رہتا ہے وہ تو اب ہر وقت یہین تشریف رکھتے ہین رات کو تو پھر چھ گھڑی کی نشست ہر روز رہتی ہی ابھی یہیں سے اُٹھ کر گئے ہین۔ تم کو سلام کہتے ہین

اور شجاع مہر کے مدح اور بیان بخشایش کے مشتاق ہین ÷

ایضاً جناب مرزا صاحب آپ کا غم فزا نامہ پہنچا۔ مین نے پڑھا۔ یوسف علیخان عزیز کو پڑھوا دیا اُنھون نے جو میرے سامنے اس مرحومہ کا اور آپ کا معاملہ بیان کیا یعنی اُسکی اطاعت اور تمھاری اُس سے محبت سخت ملال ہوا اور رنج کمال ہوا۔ سنو صاحب شعرا مین فردوسی اور فقرا مین حسن بصری اور عشاق مین مجنون یہ تین آدمی تین فن مین سر دفتر اور پیشوا ہین۔ شاعر کا کمال یہ ہی کہ فردوسی ہوجائے فقیر کی انتہا یہ ہے کہ حسن بصری سے ٹکر کھائے۔ عاشق کی نمود یہ ہی کہ مجنون کی ہم طرحی نصیب ہو لیلی اُس کے سامنے مری تھی تمھاری محبوبہ تمھارے سامنے مری بلکہ تم اُس سے بڑھکر ہوئے کہ لیلی اپنے گھر مین اور تمھاری معشوقہ تمھارے گھر مین مری بھئی مغل بچے بھی غضب ہوتے ہین جس پر مرتے ہین اُسکو مار رکھتے ہین مین بھی مغل بچہ ہون عمر بھر مین ایک بڑی ستم پیشہ ڈومنی کو مین نے بھی مار رکھا ہے۔ خدا اُن دونون کو بخشے اور ہم تم دونون کو بھی کہ زخم مرگ دوست کھائے ہوئے ہین مغفرت کرے۔ چالیس بیالیس برس کا یہ واقعہ ہے۔ باآنکہ یہ کوچہ چھٹ گیا۔ اس فن سے مین بیگانہ محض ہو گیا ہون۔ لیکن اب بھی کبھی کبھی وہ ادائین یاد آتی ہیں۔ اُسکا مرنا زندگی بھر نہ بھولونگا جانتا ہون کہ تمھارے دل پر کیا گزرتی ہوگی صبر کرو اور اب ہنگامہ عشق مجازی چھوڑو ؎

سعدی اگر عاشقی کنی و جوانی		عشق محمدؐ بس ست و آل محمدؐ	

اللہ بس ما سوی ہوس

ایضاً ؎ شرط اسلام بود ورزش ایمان بالغیب		اے تو غائب زنظر مہر تو ایمان من ست

حلیہ مبارک نظر افروز ہوا۔ جانتے ہو کہ مرزا یوسف علیخان عزیز نے جو کچھ تم سے کہا اس کا منشا کیا ہے کبھی مین نے بزم احباب میں کہا ہوگا کہ مرزا حاتم علی کے دیکھنے کو جی چاہتا ہے۔ سنتا ہون۔ کہ وہ طرحداری کا ذکر مین نے مغل جان سے سنا تھا جس زمانہ مین کہ وہ نواب حامد علیخان کے نوکر تھے اور اُس مین مجھ میں بے تکلفانہ ربط تھا تو اکثر مغل سے پہرون اختلاط ہوا کرتے تھے اُس نے تمھارے شعر اپنی تعریف کے بھی مجکو دکھلائے۔ بہرحال تمھارا حلیہ دیکھکر تمھارے کشیدہ قامت ہونے پر

مجکو رشک نہ آیا ہو کس واسطے میرا قد بھی درازی مین انگشت نما ہو۔ تمھارے گندمی رنگ پر رشک نہ آیا کس واسطے کہ جب مین جیتا تھا تو میرا رنگ چنپئی تھا اور دیدہ ور لوگ اسکی ستایش کیا کرتے تھے۔ اب جو کبھی مجکو وہ اپنا رنگ یاد آتا ہے تو چھاتی پر سانپ سا پھر جاتا ہے ہان مجکو رشک آیا اور مین نے خون جگر کھایا تو اس بات پر کہ ڈاڑہی خوب گھٹی ہوئی ہے وہ مزے یاد آگئے کیا کہون جی پر کیا گزری۔ بقول شیخ علی حزین ؎

تا دسترسم بود زدم چاک گریبان	شرمندگی از خرقۂ پشمینہ ندارم

جب ڈاڑھی موچھ مین بال سفید آگئے تیسرے دن چیونٹی کے انڈے گالون پر نظر آنے لگے اس سے بڑھ کر یہ ہوا کہ آگے کے دو دانت ٹوٹ گئے ناچار مسی بھی چھوڑ دی اور ڈاڑھی بھی مگر یہ یاد رکھئے کہ اس بھونڈے شہر مین ایک وردی ہے عام۔ ملا۔ حافظ۔ بساطی۔ نیچہ بند۔ دھوبی۔ سقہ۔ بھٹیارہ۔ جولاہہ۔ کنجڑا۔ منہ پر ڈاڑہی سر پر بال۔ فقیر نے جس دن ڈاڑھی رکھی اسی دن سر منڈایا۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم کیا بک رہا ہون۔ صاحب بندہ نے دستنبو جناب اشرف الامرا جارج فریڈرک اڈمنسٹن صاحب لفٹنٹ گورنر بہادر غرب وشمال کی نذر بھیجی تھی۔ سو ان کا فارسی خط محررہ دہم مارچ مشتمل بر تحسین و آفرین و اظہار خوشنودی بطریق ڈاک آگیا۔ پھر مین نے تہنیت مین لفٹنٹ گورنری کے قصیدہ فارسی بھیجا اسکی رسید مین نظم کی تعریف اور اپنی رضامندی پر متضمن خط فارسی بسبیل ڈاک مرقومہ چہاردہم آگیا۔ پھر ایک قصیدہ فارسی در تہنیت مین جناب رابرٹ منٹگمری صاحب لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب کی خدمت مین بواسطہ صاحب کمشنر بہادر دہلی بھیجا تھا کل ان کا بھی خط بذریعہ صاحب کمشنر بہادر دہلی آگیا پنشن کے باب مین ابھی کچھ حکم نہیں۔ اسباب توقع کے فراہم ہوتے جاتے ہین۔ دیر آید درست آید۔ اناج کھاتا ہی نہیں ہون آدھ سیر گوشت دن کو اور پاؤ بھر شراب رات کو ملے جاتی ہے ؎

ہر ایک بات پہ کہتے ہو تم کہ تو کیا ہے	تمہیں کہو کہ یہ انداز گفتگو کیا ہے

اگر ہم فقیر سچے ہین اور اس غزل کے طالب کا ذوق پکا ہے تو یہ غزل اس خط سے پہلے پہنچ گئی ہوگی

رہا سلام وہ آپ پہنچا دینگے ؛

ایضًا مرزا صاحب ہمکو یہ باتین پسند نہین پینسٹھ برس کی عمر ہے پچاس برس عالم رنگ و بو کی سیر کی۔ ابتدائے شباب مین ایک مرشد کامل نے یہ نصیحت کی کہ ہمکو زہد و ورع منظور نہین ہم مانع فسق و فجور نہین۔ پیو۔ کھاؤ مزے اڑاؤ۔ مگر یہ یاد رہے کہ مصری کی مکھی بنو شہد کی مکھی نہ بنو سو میرا اس نصیحت پر عمل رہا ہے۔ کسی کے مرنے کا وہ غم کرے جو آپ نہ مرے۔ کیسی اشک افشانی کہان کی مرثیہ خوانی۔ آزادی کا شکر بجالاؤ۔ غم نہ کھاؤ اور اگر ایسے ہی اپنی گرفتاری سے خوش ہو تو چنا جان نہ سہی تو منا جان سہی مین جب بہشت کا تصور کرتا ہون اور سوچتا ہون کہ اگر مغفرت ہو گئی اور ایک قصر ملا۔ اور ایک حور ملی۔ اقامت جاودانی ہے اور اُسی ایک نیک بخت کے ساتھ زندگانی ہے اس تصور سے جی گھبراتا ہے اور کلیجا منہ کو آتا ہے ہے ہے وہ حور اجیرن ہو جائیگی طبیعت کیون نہ گھبرائے گی وہی زمردین کاخ اور طوبیٰ کی ایک شاخ چشم بد دور وہی ایک حور بھائی ہوش مین آؤ کہیں اور دل لگاؤ ؎

زن نو کن اے دوست در نو بہار		کہ تقویم پارینہ ناید بہ کار	

مرزا مظہر کے اشعار کی تضمین کا مسدس دیکھا فکر سراپا پسند ہو کر بہمہ جہت ناپسند ہے اپنے نام کا خط مع اُن اشعار کے مرزا یوسف علیخان عزیز کے حوالہ کیا۔ مکرمی نواب محمد علیخان صاحب کی خدمت مین سلام۔ پروردگار اُن کو سلامت رکھے۔ مولوی عبد الوہاب صاحب کو میرا سلام و ہم وے کے مجھ سے فارسی عبارت مین خط لکھوایا۔ مین منتظر رہا کہ آپ لکھنو جائینگے وہ عبارت جناب قبلہ و کعبہ کو دکھائینگے اُن کے مزاج اقدس کی خیر و عافیت مجکو رقم فرمائینگے۔ کیا جانون کہ حضرت میرے وطن مین جلوہ افروز ہین۔ ع یار در خانہ و من گرد جہان مے گردم ؛ اب ایک مجھے اُن سے یہ استدعا ہے کہ دستخط خاص سے مجکو خط لکھین اور لکھنو نہ جانیکا سبب اور جناب قبلہ و کعبہ کا حال جو کچھ معلوم ہو وہ سب اُس خط مین درج کرین۔

ایضًا مرا بسادہ دلیہائے من توان بخشید		خطا نمودہ ام و چشم آفرین دارم	

کل دوشنبہ کا دن ۲۰ ستمبر کی تھی صبح کو مین نے آپ کو شکایت نامہ لکھا اور بیرنگ ڈاک مین بھیجدیا۔
دوپہر کو ڈاک کا ہرکارہ آیا۔ تمھارا خط اور ایک مرزا تفتہ کا خط لایا۔ معلوم ہوا کہ جس خط کا جواب
مین آپ سے مانگتا ہون وہ نہین پہنچا کچھ شکوہ سے شرمندگی اور کچھ خط کے نہ پہنچنے سے حیرت
ہوئی دوپہر ڈھلے مرزا تفتہ کے خط کا جواب لکھکر ٹکٹ نکالنے لگا بکس مین سے وہ تمھارے نام
کا خط لکھکر بھول گیا ہون اور ڈاک مین نہین بھیجا اپنے نسیان کو لعنت کی اور چپ ہو رہا متوقع
ہون کہ میرا قصور معاف ہو۔ بعد چاہنے عفو جرم کے آپ کے کل کے خط کا جواب لکھتا ہون سبحان اللہ
جلدون کی آرائش کے باب مین کیا اچھی فکر کی ہے میرے دل مین بھی ایسی ہی ایسی باتین تھین یقین ہے کہ
تسلیع شاہوار ہو جائین گی اہار مہرہ اگر ہو جائیگا تو حرف خوب چمک جائین گے اسکا خیال اُن چار
جلدونمین ہے۔ ابھی بارہ روپیہ کی ہنڈوی پہنچتے ہی روپیہ وصول کرکے مجکو اطلاع دیجیے گا ورنہ
مین مشوش رہونگا۔ حضرت یہان دو چیزین مشہور ہین ان کے باب مین آپ سے تصدیق چاہتا ہون
ایک تو یہ کہ لوگ کہتے ہین کہ آگرہ مین اشتہار جاری ہو گیا ہے اور ڈھنڈورا پٹ گیا ہے کہ کمپنی کا ٹھیکہ
ٹوٹ گیا اور بادشاہی عمل ہندوستان مین ہو گیا۔ دوسری خبر یہ ہے کہ جناب اڈمنسٹن صاحب بہادر
گورنمنٹ کلکتہ کے چیف سکرٹر اکبرآباد کے لفٹنٹ گورنر ہو گئے۔ خبر دونون اچھی ہین خدا کرے
سچ ہون اور سچ ہونا ان کا آپ کے لکھنے پر منحصر ہے۔ ہان صاحب ایک بات اور ہے اور وہ محل
غور ہے۔ مین نے حضرت ملکہ معظمہ انگلستان کی مدح مین ایک قصیدہ ان دنون مین لکھا ہے
تہنیت فتح اور عملداری شاہی ساٹھ بیت کا منظور یہ تھا کہ کتاب کے ساتھ قصیدہ ایک اور کاغذ مذہب
پر لکھ کر بھیجون۔ پھر یہ خیال مین آیا کہ دس سطر کے مسطر پر کتاب لکھی گئی ہے یعنی چھاپا ہوئی۔
اگر یہ چھ صفحے یعنی تین ورق اور چھپکر اُس کتاب کے آغاز مین شامل جلد ہو جائین تو بات اچھی ہے
آپ اور منشی نبی بخش صاحب اور مرزا تفتہ منشی شیو نرائن صاحب سے کہہ کر اس کا طور درست
کرین اور پھر مجکو اطلاع دین تو مین مسودہ آپ کے پاس بھیج دون۔ جب کتاب چھپ چکے تو یہ چھپ جائے
دو باتین ہین ایک تو یہ کہ چھپے بعد کتاب کے اور لگایا جائے پہلے کتاب کے دوسرے یہ کہ اس کی سیاہ قلم

کی لوح الگ ہو۔ اور پہلے صفحہ پر جس طرح کتاب کا نام چھاپتے ہین اس طرح یہ بھی چھاپا جاوے کہ قصیدہ درمدح جناب ملکہ انگلستان خلد اللہ ملکہا میرا نام کچھ ضرور نہیں کتاب کے پہلے صفحہ پر تو ہو گا۔ ہنڈوی کی رسید اور اس مطلب خاص کا جواب باصواب یعنی نوید قبول جلد لکھیئے۔

ایضاً بندہ پرور۔ آپ کا مہربانی نامہ آیا۔ آپ کی مہر آگیں اور محبت خیز باتون نے غم بیکسی بھلایا کہان دھیان لڑا ہے۔ کہان سے دستنبو کی مناسبت کے واسطے ید بیضا ڈھونڈھ نکالا ہے۔ آفرین آفرین صد ہزار آفرین تیسرا مصرع اگر یون ہو تو فقیر کے نزدیک بہت مناسب ہے ع نامہ خود سال خویش وادنشان ٭ مرزا تفتہ کا خط ہاتھرس سے آیا۔ اُن کے لڑکے بالے اچھے ہین آپ گھبرائین نہیں وہ آ ئے کے آئے ہین۔ اگر تمہیں بدون اُن کے آرام نہیں تو اُنکو بغیر تمھارے چین کہان۔ صاحب بندہ اثناے عشری ہون۔ ہر مطلب کے خاتمہ پر بارہ کا ہندسہ کرتا ہون۔ خدا کرے کہ میرا بھی خاتمہ اسی عقیدے پر ہو ۱۲۔ ہم تم ایک آقا کے غلام ہین تم جو مجھ سے محبت کرو گے یا میری غمگساری مین محنت کرو گے کیا تم کو عزیز جانون جو تمھارا احسان مانون۔ تم سراپا مہر و وفا ہو۔ واللہ اسم بامسمّی ہو۔ ۱۲ امبالغہ اس کتاب کی تصحیح مین اس واسطے کرتا ہون کہ عبارت کا ڈھنگ نیا ہے۔ صحیح کا درست پڑھنا بڑی بات ہے۔ اگر غلط ہو جائے تو پھر وہ عبارت نری خرافات ہے بارے بسبب التفات بھائی منشی نبی بخش صاحب کے صحت الفاظ سے خاطر جمع ہے۔ متوقع ہون کہ وہ تکلیف سہین اور ختم کتاب تک متوجہ رہین منشی نرائن صاحب نے کاپی میرے دیکھنے کو بھیجی تھی۔ سب طرح میرے پسند آئی۔ چنانچہ اُن کو لکھ بھیجا ہے اگر ہو سکے تو سیاہی ذرا اور بھی رنگت کی اچھی ہو ۱۲ حضرت چار جلدین یہان کے حکام کو دونگا۔ اور دو جلدین ولایت کو بھیجونگا اللہ اللہ کیا غفلت ہے اور کیا اعتماد ہے زندگی پر۔ بہر حال یہ ہوس تھی اور شاید اب بھی ہو کہ اب چھ جلدون کی کچھ تزئین اور آرایش کی جاوے آپ اور بھائی صاحب اور اُن کا فرزند رشید منشی عبداللطیف اور منشی شیو نرائن یہ چارون صاحب فراہم ہون اور باجلاس کونسل یہ امر تجویز کیا جاوے کہ کیا کیا جاوے معہذا دو دو روپیہ کتاب سے زیادہ کا مقدور بھی نہیں ہان یہ

ممکن ہے کہ چار جلدین چھ روپیہ میں تیار ہون۔ پھر سوچتا ہون کہ یا رب آرایش کی گنجائش کہان ناچار چار کتابون کی جلد ڈیڑھ ڈیڑھ روپیہ کی اور دو دو کتابون کی جلد تین تین روپیہ کی بنائی جائے۔ قصہ مختصر کچھ کیا جائے یا یہی لکھ دیا جائے کہ تیری رائے کونسل مین مقبول اور صرف جلدون کی تیاری منظور ہوئی۔ بارہ روپے بھیج دیئے ۱۲ مطالب اور مقاصد تمام ہوئے اور ہم تم بزبان قلم با ہمدگر ہمکلام ہوئے۔

ایضاً مرزا صاحب مین نے وہ انداز تحریر ایجاد کیا ہے کہ مراسلہ کو مکالمہ بنا دیا ہی ہزار کوس سے بزبان قلم باتین کیا کرو ہجر مین وصال کے مزے لیا کرو۔ کیا تم نے مجھ سے بات کرنے کی قسم کھائی ہے۔ اتنا تو کہو کہ یہ کیا بات تمھارے جی مین آئی ہے۔ برسون ہو گئے کہ تمھارا خط نہیں آیا۔ نہ اپنی خیر و عافیت لکھی نہ کتابون کا بیوار بھجوایا۔ ہان مرزا تفتہ نے ہاتھرس سے یہ خبر دی ہے کہ پانچ ورق پانچون کتابون کے آغاز کے اُن کو دے آیا ہون اور اُنھون نے سیاہ قلم کی لوحون کی تیاری کی ہے یہ تو بہت دن ہوے جو تم نے مجکو خبر دی ہی کہ دو کتابون کی طلائی لوح مرتب ہو گئی ہے پھر اب اُن کتابونکی جلدین بن جانے کی کیا خبر ہے اور ان پانچون کتابون کے تیار ہونے مین درنگ کس قدر ہے۔ مہتمم مطبع کا خط برسون آیا تھا وہ لکھتے ہین کہ تمھاری چالیس کتابین بعد منہائی اپنے سات جلدون کے اسی ہفتہ مین تمھارے پاس پہنچ جائینگی اب حضرت ارشاد کرین کہ یہ سات جلدین کب آئینگی۔ ہر چند کاریگرون کے دیر لگانے سے تم بھی مجبور ہو مگر ایسا کچھ لکھو کہ آنکھون کی نگرانی اور دل کی پریشانی دور ہو خدا کرے اُن تینتیس جلدون کے ساتھ یا دو تین روز کے آگے پیچھے یہ سات جلدین آپکی عنایت بھی آئین تا خاص و عام جا بجا بھیجی جائین۔ میرا کلام میرے پاس کبھی کچھ نہین رہا۔ نواب ضیاء الدین خان اور نواب حسین مرزا جمع کر لیتے تھے۔ جو مین نے کہا اُنھون نے لکھ لیا۔ اُن دونون کے گھر لٹ گئے۔ ہزارون روپیہ کے کتاب خانے برباد ہو گئے اب مین اپنے کلام کے دیکھنے کو ترستا ہون۔ کئی دن ہوئے کہ ایک فقیر کہ وہ خوش آواز بھی ہے اور زمزمہ پرداز بھی ہے ایک غزل میری کہیں سے لکھوا لایا اُس نے وہ

کاغذ جو مجکو دکھایا یقین سمجھا کہ مجکو رونا آیا۔ غزل تم کو بھیجتا ہون اور صلہ مین اس خط کے جواب چاہتا ہون۔

غزل

درد منت کش دوا نہ ہوا	مین نہ اچھا ہوا برا نہ ہوا
جمع کرتے ہو کیون رقیبون کو	اک تماشا ہوا گلا نہ ہوا
رہزنی ہے کہ دل ستانی ہے	لے کے دل دلستان روانہ ہوا
زخم گر دب گیا لہو نہ تھما	کام گر رک گیا روا نہ ہوا
کتنے شیرین ہین تیرے لب کہ رقیب	گالیان کھا کے بے مزا نہ ہوا
کیا وہ نمرود کی خدائی تھی	بندگی مین مرا بھلا نہ ہوا
جان دی دی ہوئی اُسی کی تھی	حق تو یون ہے کہ حق ادا نہ ہوا
کچھ تو پڑھیئے کہ لوگ کہتے ہین	آج غالب غزل سرا نہ ہوا

ایضاً بھائی صاحب آپکے خامۂ مشکبار کی صریر نے کتابون کی لوح طلائی کا آوازہ یہان تک پہنچایا بلکہ مجکو اُن کی لوحون کا خط طلائی مانند شعاع آفتاب نظر آیا کیا پوچھنا ہے اور کیا کہنا ہے مجکو تو بموجب اس مصرعہ کے ع خاموشی از ثنائے تو حد ثنائے تست ٭ دل مین خوش ہوکر چپ رہنا ہے۔ حضرت مدح کو ایک موقع ضرور ہے۔ مجکو آپکے حکم کا بجالانا منظور ہے۔ اس نذر کے پہنچنے کے بعد جب کوئی اُن کا عنایت نامہ آئے گا تو بندۂ درگاہ مدح گستری کا جوہر دکھائیگا اُس نظم مین آپکا ذکر خیر بھی آجائے گا۔ اب یہ تو فرمایئے کہ مدت انتظار کب انجام پائے گی اور اور کتابون کی روانگی کی خبر مجکو کب آئے گی۔ آپکے فرط توجہ کا سب طرح یقین ہے۔ سیاہ قلم کی پانچون لوحین بھی اگر بن گئی ہون تو عجب نہین ہے۔ جلدون کا بننا البتہ چھاپے کے اختتام پر موقوف ہے۔ معلوم تو ہوتا ہے کہ بھائی نبی بخش صاحب اور ہمارے شفیق منشی شیو نرائن صاحب کی ہمت اُس کے جلد انجام ہونے پر مصروف ہے۔ یارب اسی اکتوبر کے مہینے مین یہ کام انجام پاجائے اور چالیس جلدون کا پشتارہ میرے پاس آجائے۔ مرزا تفتہ کو کیا دون

اور کیا لکھوں۔ مگر دعا دوں اور دعا لکھوں۔ صاحب اب ڈھیل نہ کرو کام میں تعجیل کرو ؎
اے ز فرصت بے خبر در ہر چہ باشی زود باش ٭ خدا کرے نثر کی تحریر انجام پا گئی ہو۔ اور قصیدہ
کے چھاپنے کی نوبت آ گئی ہو۔ قصیدہ کا نثر سے پہلے لگانا از راہ اکرام و اعزاز ہی ورنہ نثر میں
اور صنعت اور نظم کا اور انداز ہے۔ یہ اُسکا دیباچہ کیوں ہو۔ بلکہ صورت ان دونوں کے اجماع
کی یوں ہو کہ سر رشتہ آمیزش توڑ دیا جائے اور قصیدے کے اور دستنبو کے بیچ میں
ایک ورق سادہ چھوڑ دیا جائے۔ رائے امید سنگھ کا کوئی خط اگر اندور سے آیا ہو تو مجکو بھی آگہی
دو۔ چاہو تمھیں ابتدا کرو اور ایک خط اُن کو لکھو اور اُس کا پرواز اُس بات پر رکھو کہ اب وہ
کتابیں تیار ہونے کو آئی ہیں آپ کی خدمت میں کہاں بھیجی جائیں اور کیا کیا لکھا جائے
یہ خط جواب طلب ہو جائے گا اور اُن کو جواب لکھنا پڑے گا۔

ایضاً بھائی صاحب مطبع میں سے سادہ کتابیں یقین ہے کہ آج کل پہنچ جائیں اور پس و پیش
سات جلدیں آپ کی بنوائی ہوئی آئیں۔ بالفعل ایک اور عقدہ سر رشتہ خیال میں پڑا ہی یعنی اردو کے
اخبار مفید خلایق ذہن لڑا ہے کہ اس ہفتہ میں جناب اڈمنسٹن صاحب بہادر آگرہ آئیں گے اور
وسادۂ لفٹنٹ گورنری پر اجلاس فرمائیں گے۔ اس صورت میں اغلب ہے کہ ولیم میور صاحب بہادر
ان کی جگہ چیف سکرٹر بن جائیں گے۔ پھر دیکھئے کہ یہ محکمہ لفٹنٹ گورنری میں اپنا سکرٹر کس کو
بنائیں گے میر منشی اس محکمہ کے تو وہی منشی غلام غوث خان بہادر رہیں گے۔ ہمارے منشی
مولوی قمر الدین خان کہاں رہیں گے۔ بہر حال آپ سے یہ استدعا ہے کہ پہلے کتابوں کا احوال
لکھئیے اور پھر جُدا جُدا جواب ہر سوال کا لکھئیے۔ جب تک اڈمنسٹن صاحب بہادر چیف سکرٹر تھے
تو یہ خیال میں تھا کہ اُن کی نذر اور نواب گورنر جنرل بہادر کی نذر یعنی دو کتابیں مع اپنے خط کے
اُن کے پاس بھیجونگا اب حیران ہوں کہ کیا کروں۔ آیا ان کی جگہ سکرٹر کون ہوا۔ اور یہ جو لفٹنٹ
گورنر ہوئے تو اُنھوں نے سکرٹر کس کو کیا۔ میر منشی لفٹنٹ گورنر کا کون رہا۔ اور گورنر جنرل کا منشی (مجید)
کون ہی جو آپ کو معلوم ہو وہ اور جو نہ معلوم ہو وہ دریافت کرکے لکھئیے۔ قمر الدین خان کا حال

ضرور منشی غلام غوث خان کا حال پُرضرور۔ بھائی میرے سر کی قسم اس خط کا جواب ضرور لکھنا اور مفصل لکھنا۔ اور ایسا واضح لکھنا کہ مجھ سا کُند ذہن اچھی طرح اُس کو سمجھے۔ زیادہ کیا لکھون غالب

ایضاً بھائی صاحب خدا تم کو دولت و اقبال روزافزون عطا کرے اور ہم تم ایک جگہ رہا کرین۔ خدا کرے قصیدے کے چھاپے کی منظوری اور ہنڈوی کی رسید آئے گویا صفر کے مہینے مین عید آئے۔ ہنڈوی کا روپیہ جب چاہو منگواؤ۔ اور کتابون کی لوحین اور جلدین موافق اپنی رائے کے بنوالو۔ اب آپ دو ورقہ کا ڈاک مین بھیجنا موقوف رکھین اور کتابون کی درستی پر ہمت مصروف رکھین۔ قصیدہ کے مسودہ کا ورق مرزا تفتہ کے خط مین پہنچ گیا ہوگا آپ نے اور مرزا تفتہ نے اور بھائی منشی نبی بخش صاحب نے قصیدہ کو دیکھا ہوگا۔ قصیدہ کا شامل کتاب ہونا بہت ضرور ہے پر دیکھا چاہیئے کہ صاحب مطبع کو کیا منظور ہے۔ اگر وہ کاغذ کی قیمت کا عذر کرین گے تو ہم پانچ سات روپیہ سے اور بھی اُنکا بھرنا بھر دینگے۔ جناب اڈمنسٹن صاحب بہادر سے مین صورت آشنا نہین۔ کبھی مین نے اُن کو دیکھا نہین۔ خطون کی میری اُن کی ملاقات ہے اور نامہ و پیام کی یون بات ہے کہ جب کوئی نواب گورنر جنرل بہادر نئے آتے ہین۔ تو میری طرف سے ایک قصیدہ بطریق نذر جاتا ہے بذریعہ جناب صاحب اجنٹ بہادر دہلی۔ اور نواب لفٹنٹ گورنر بہادر آگرہ بھیجتا ہون اور صاحب سکرٹر بہادر گورنمنٹ کا خط اُس کی رسید مین بسبیل ڈاک پاتا ہون۔ جب جناب لارڈ کیننگ صاحب بہادر نے کرسی گورنری پر اجلاس فرمایا تو مین نے موافق دستور کے قصیدہ ڈاک بھجوایا۔ اڈمنسٹن صاحب بہادر چیف سکرٹر کا جو مجکو خط آیا تو اُنھون نے باوجود عدم سابقہ معرفت میرا القاب بڑھایا۔ قبل ازین خان صاحب بسیار مہربان دوستان میرا القاب تھا۔ اس قدر شناس نے ازراہ قدر افزائی خانصاحب مشفق بسیار مہربان مخلصان لکھا۔ اب فرمایئے ان کو کیونکر اپنا محسن اور مربی نہ جانون کیا کافر ہون جو احسان نہ مانون۔ برخوردار مرزا تفتہ کو دعا کہتا ہون۔ بھائی اب مین اس کا منتظر رہتا ہون۔ کہ تم اور مرزا صاحب مجکو لکھو کہ کو صاحب

دستنبو کا چھاپا تمام کیا گیا اور قصیدہ چھاپ کر ابتدا مین لگا دیا گیا مادہ تاریخ مین کیا بُرائی ہے جو تمھارے جی مین یہ بات آئی ہے کہ مجھسے بار بار پوچھتے ہو مادہ اچھا ہے قطعہ لکھ لو۔ اور خاتمہ کتاب پر لگا دو۔ ایک قطعہ مرزا صاحب کا ایک قطعہ تمہارا۔ یہ دونون قطعے رہین اور اگر وہان کوئی اور صاحب شاعر ہون تو وہ بھی کہیں اس عبارت سے یہ نہ سمجھنا کہ روئے سخن ساری خدائی کی طرف ہے۔ بلکہ خاص یہ اشارہ بھائی کی طرف ہے مولانا حقیر کو توجہ اس باب مین چاہیئے اور اُن کا نام بھی اس کتاب مین چاہیئے۔ اس خط کو لکھ کر بند کر چکا تھا کہ ڈاک کا ہرکارہ میرے مشفق منشی شیونرائن صاحب کا خط لایا۔ بارے قصیدہ کا مسودہ پہنچ گیا اور منشی صاحب نے اُس کا چھاپنا قبول کیا۔ یہ تشویش بھی رفع ہو گئی اب اُن سے میرا سلام کہیئے گا اور یہ کہیئے گا ع شکر رافت ہائے تو چندانکہ رافت ہائے تو ٭ اور یہ اُن کو اطلاع دیجئے گا کہ اخبار کا لفافہ ہرگز مجھکو نہیں پہنچا ورنہ کیا امکان کہ مین اُس کی رسید نہ لکھتا۔

ایضاً خود شکوہ دلیل رفع آزار بس ست		آید بہ زبان ہر آنچہ از دل برود	

بندہ پرور فقیر شکوہ سے بُرا نہیں مانتا۔ مگر شکوہ کے فن کو سوائے میرے کوئی نہیں جانتا شکوہ کی خوبی یہ ہے کہ راہ راست سے مُنہ نہ موڑے اور معہذا دوست کے واسطے جواب کی گنجایش نہ چھوڑے۔ کیا مین یہ نہیں کہہ سکتا کہ مجکو آپ کا فرخ آباد جانا معلوم ہو گیا تھا۔ اس واسطے آپ کو خط نہیں لکھا تھا۔ کیا مین یہ نہیں کہہ سکتا کہ مین نے اس عرصہ مین کئی خط بھجوائے اور وہ اُلٹے پھر آئے آپ شکوہ کاہے کو کرتے مین اپنا گناہ میرے ذمہ دھرتے ہین نہ جاتے وقت لکھا کہ مین کہان جاتا ہون۔ نہ وہان جا کر لکھا کہ مین کہان رہتا ہون۔ کل آپ کا مہربانی نامہ آیا۔ آج مین نے اُس کا جواب بھجوایا۔ کہیئے اپنے دعوے مین صادق ہون یا نہیں پس دوستون کو زیادہ ستانا اچھا نہیں۔ مرزا تفتہ سے آپ فقط اُن کے خط نہ لکھنے کے سبب سرگران ہین مین یہ بھی نہین جانتا کہ وہ ان دنون مین کہان ہین آج توکلتُ علی اللہ سکندرآباد کو خط بھیجتا ہون دیکھون کیا دیکھتا ہون۔

ایضاً بھائی صاحب تمہارا خط اور قصیدہ پہنچا۔ اصل خط تمہارا لفافہ مین لپیٹ کر مرزا تفتہ کو بھیجدیا تاکہ حال اُن کو مفصل معلوم ہوجائے۔ بعد اس رپورٹ کے تم کو تہنیت دیتا ہون۔ پروردگار بہ تصدق ائمہ اطہار یہ پیش آمد اقبال تم کو مبارک کرے۔ اور منصب ہائے خطیر اور مدارج عظیم کو پہنچاوے۔ واقعی یہ کہ تم نے بڑی جرأت کی فی الحقیقت اپنی جان پر کھیلتے تھے۔ بات پیدا کی مگر اپنی مردمی و مردانگی سے۔ دولت کا ہاتھ آنا مع نیک نامی اس سے بہتر دنیا مین کوئی بات نہیں اب یقین ہے کہ خدمت منصفی ملے اور جلد ترقی کرو ایسا کہ سال آیندہ تک صدر الصدور ہوجاؤ۔ اللہ اللہ ایک وہ زمانہ تھا کہ مغل نے تمہارا ذکر مجھ سے کیا تھا اور وہ اشعار جو تم نے اُسکے حُسن کے وصف مین لکھے تھے تمہارے ہاتھ کے لکھے ہوئے مجکو دکھائے تھے۔ اب یہ ایک زمانہ ہے کہ طرفین سے نامہ و پیام آتے جاتے ہین۔ انشاء اللہ تعالیٰ وہ دن بھی آجاویگا کہ ہم تم بیٹھیں اور باتیں کرین۔ قلم بیکار ہوجائے زبان برسر گفتار آئے۔ انشاء اللہ خان کا بھی قصیدہ مین نے دیکھا ہے۔ تم نے بہت بڑھ کر لکھا ہے اور اچھا سمان باندھا ہے۔ زبان پاکیزہ۔ مضامین اچھوتے۔ معانی نازک۔ مطالب کا بیان دل نشین۔ زیادہ کیا لکھون۔

ایضاً خدا کا شکر بجالاتا ہون کہ آپ کو اپنی طرف متوجہ پاتا ہون۔ مرزا تفتہ کا خط جو آپ نے نقل کرکے بھیجدیا ہے۔ مین نے منشی شیونرائن کا بھیجا ہوا اصل خط دیکھ لیا ہی۔ اگر تم مناسب جانو تو ایک بات میری مانو۔ رقعات عالمگیری یا انشاء خلیفہ اپنے سامنے رکھ لیا کرو۔ جو عبارت اس مین سے پسند آیا کرے وہ خط میں لکھ دیا کرو خط مفت مین تمام ہوجایا کریگا اور تمہارے خط کے آنے کا نام ہوجایا کرے گا۔ اگر کبھی کوئی قصیدہ کہا اُس کا دیکھنا مشاہدہ لقا پر موقوف رہا۔ ع برات عاشقان بر شاخ آہو۔ واقعی جو اخبار آگرہ سے دلی آتے ہین وہ میرے سامنے پڑھے جاتے ہین۔ صاحب ہوش میں آؤ اور مجکو بتاؤ کہ یہان جو پارسیون کی دُکانون مین غروب اور شام مین کے درجن دھرے ہوتے ہین یا ساہوکارون اور جوہریون کے روپیہ اور جواہر سے بھرے ہوئے ہین مین کہان وہ شمر اسب پینے جاؤن گا اور وہ مال کیونکر اُٹھاؤن گا

بس اب زیادہ باتین نہ بنایئے اور وہ قصیدہ مجکو بھوایئے۔ مین نے کتابین جا بجا بسبیل پارسل ارسال کی ہین اگرچہ پہنچنے کی خبر پائی ہو مگر نوید قبول ابھی کہیں سے نہیں آئی ہو ؏

رات دن گردش مین ہین سات آسمان	ہو رہے گا کچھہ نہ کچھہ گھبرائین کیا

دیکھنا بھائی اس غزل کا مطلع کیا ہے ؏

جور سے باز آئین پر باز آئین کیا	کہتے ہین ہم تجکو منہ دکھلائین کیا
مِوج خون سر سے گزر ہی کیون نہ جائے	آستانِ یار سے اُٹھ جائین کیا
لاگ ہو تو اُس کو ہم سمجھیں لگاؤ	جب نہ ہو کچھ بھی تو دھوکا کھائین کیا
پوچھتے ہین وہ کہ غالب کون ہے	کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائین کیا

غزل ناتمام ہے

ہے بسکہ ہر اک اُن کے اشارے مین نشان اور	کرتے ہین محبت تو گزرتا ہے گمان اور
تم شہر مین ہو تو ہمیں کیا غم جب اُٹھین گے	لے آئین گے بازار سے جا کر دل و جان اور
لوگون کو ہے خورشیدِ جہانتاب کا دھوکا	ہر روز دکھاتا ہون میں اک داغ نہان اور
ابرو سے ہے کیا اُس نگہِ ناز کو پیوند	ہے تیر مقرر مگر اس کی ہے کمان اور
یارب وہ نہ سمجھے ہین نہ سمجھیں گے میری بات	دے اور دل اُن کو جو نہ دے مجکو زبان اور
ہر چند سبک دست ہوئے بت شکنی مین	ہم ہین تو ابھی راہ مین ہی سنگ گران اور
پاتے نہیں جب راہ تو چڑھ جاتے ہین نالے	رُکتی ہے میری طبع تو ہوتی ہے روان اور
مرتا ہون اس آواز پہ ہر چند سر اُڑ جائے	جلاد کو لیکن وہ کہے جائیں کہ ہان اور
ہین اور بھی دنیا مین سخنور بہت اچھے	کہتے ہین کہ غالب کا ہے اندازِ بیان اور

دوشنبہ کا دن ۲۰۔ دسمبر کی صبح کا وقت ہے انگیٹھی رکھی ہوئی ہے آگ تاپ رہا ہون اور خط لکھ رہا ہون یہ اشعار یاد آگئے تم کو لکھ بھیجے۔ والسلام۔

ایضاً بھائی جان کل جو جمعہ روز مبارک وسعید تھا گویا میرے حق مین روز عید تھا۔ چار گھڑی

دن رہے نامہ فرحت فرجام اور چار گھڑی کے بعد وقت شام سات جلدون کا پارسل پہنچا واہ کیا خوب برمحل پہنچا۔ آدمی کو موافق اُس کی تمنا کے آرزو برآنی بہت محال ہی میری آرزو ایسی برآئی کہ وہ برتر از وہم و خیال ہے۔ یہ بناؤ تو میرے تصور مین بھی نہین گزرتا تھا مین صرف اس قدر خیال کرتا تھا کہ جلدین بندھی ہوئی دو کی لوحین زرین اور پانچ لوحین سیاہ قلم کی ہونگی۔ واللہ اگر تصور مین بھی گزرتا ہو۔ کہ کتابین اس رقم کی ہونگی جب تک جہان ہے تم جہان مین رہو۔ ائمہ اطہار علیہم السلام کی امان مین رہو۔ میرا مقصود یہ تھا کہ ایک کتاب مثل اُن چار کے بن جائے۔ نہ یہ کہ دو کتابون کا سا رنگ دکھلائے۔ اب مین حیران ہون کہ آیا شمار ائمہ نے اُن بارہ روپیون مین برکت دی یا کچھ تمہارا روپیہ صرف ہوا۔ دو پارسلون کا محصول دو رجسٹریون کا معمول۔ تین کتابون کی لوحین طلائی یہ ساری بات اُس روپیہ مین کیون کر بن آئی۔ اور کیون کر معلوم کرون کس سے پوچھون۔ خدا کرے تم تکلف نہ کرو۔ اور اس امر کے اظہار مین توقف نہ کرو ننقفانی آدمی کو بغیر حال معلوم ہوئے آرام نہیں آتا۔ جہان محبتین دینی اور روحانی ہون۔ وہان تکلف نہیں آتا۔ زیادہ اس سے کہ شکرگزار ہون اور شرمسار ہون کیا لکھون۔

ایضًا۔ بندہ پرور آپ کا خط کل پہنچا آج جواب لکھتا ہون۔ واہ دینا کتنا شتاب لکھتا ہون۔ مطالب مندرجہ کے جواب کا بھی وقت آتا ہے پہلے تم سے یہ پوچھا جاتا ہے کہ برابر کئی خطون مین تم کو غم و اندوہ کا شکوہ گزارا پایا ہے پس اگر کسی بے درد پر دل آیا ہے تو شکایت کی کیا گنجائش ہے۔ بلکہ یہ غم تو نصیب دوستان درخور افزایش ہی بقول غالب علیہ الرحمۃ ؎

کسی کو دے کے دل کوئی نوا سنج فغان کیون ہو	نہ ہو جب دل ہی پہلو مین تو پھر مُنہ مین زبان کیون ہو

ہے ہے حُسن مطلع ؎

یہ فتنہ آدمی کے خانہ ویران کو کیا کم ہے	ہوا تو دوست جس کا دشمن اُس کا آسمان کیون ہو

افسوس ہی کہ اس غزل کے اور اشعار یاد نہ آئے۔ اگر خدا نخواستہ باشد غم دنیا ہی تو بھائی ہمارے ہمدرد ہو ہم اس بوجھ کو مردانہ اُٹھا رہے ہین تم بھی اُٹھاؤ اگر مرد ہو بقول غالب مرحوم ؎

دلا یہ درد والم بھی تو مغتنم ہے کہ آخر — نہ گریہ سحری ہے نہ آہ نیم شبی ہے

سحر ہوگی۔ خبر ہوگی۔ اس زمین میں وہ شعر یعنی ع

تمہارے واسطے دل سے مکان کوئی نہیں بہتر — جو آنکھوں میں تمہیں رکھوں تو ڈرتا ہوں نظر ہوگی

کتنا خوب ہے اور اردو کا کیا اچھا اسلوب ہے۔ قصیدہ کا مشتاق ہوں خدا کرے جلد چھپ جاوے تو ہمارے دیکھنے میں بھی آجائے۔ کیا کہیے بھلا کہیے۔ یہ زمین ایک بار یہاں طرح ہوئی تھی مگر بحر اور ہی تھی ع

کہوں جو حال تو کہتے ہو مدعا کہیے — تمہیں کہو کہ جو تم یوں کہو تو کیا کہیے
رہے نہ جان تو قاتل کو خونبہا دیجے — کٹے زبان تو خنجر کو مرحبا کہیے
سفینہ جب کہ کنارے پہ آلگا غالب — خدا سے کیا ستم و جور ناخدا کہیے

اور جو فعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن یہ بحر ہے۔ اس میں میرا ایک قطعہ ہے کہ وہ میں نے کلکتہ میں کہا تھا۔ تقریب یہ کہ مولوی کرم حسین ایک میرے دوست تھے انھوں نے ایک مجلس میں چکنی ڈلی بہت پاکیزہ اور بے ریشہ اپنے کفِ دست پر رکھ کر مجھ سے کہا کہ اسکی کچھ تشبیہات نظم کیجے۔ میں نے وہاں بیٹھے بیٹھے نو دس شعر کا قطعہ لکھ کر اُن کو دیا اور صلہ میں وہ ڈلی اُن سے لی اب سوچ رہا ہوں جو شعر یاد آتے جاتے ہیں لکھتا جاتا ہوں **قطعہ**

ہے جو صاحب کے کفِ دست پہ یہ چکنی ڈلی — زیب دیتا ہے اُسے جس قدر اچھا کہیے
خامہ انگشت بدنداں کہ اسے کیا لکھیے — ناطقہ سر بگریباں کہ اسے کیا کہیے
اخترِ سوختہ قیس سے نسبت دیجے — خالِ مشکینِ رخِ دلکشِ لیلیٰ کہیے
حجر الاسود دیوار حرم کیجے فرض — نافہ آہوئے بیابانِ ختن کا کہیے
صومعہ میں اسے ٹھہرائیے گر مہر نماز — مے کدہ میں اسے خشتِ خمِ صہبا کہیے
مسی آلودہ سر انگشتِ حسیناں لکھیے — سر پستانِ پری زادوے مانا کہیے

غرضکہ بیس بائیس پھبتیاں ہیں۔ اشعار سب کب یاد آتے ہیں اخیر کی بیت یہ ہے ع

اپنے حضرت کے کفِ دست کو دل کیجے فرض — اور اس چکنی سپاری کو سویدا کہیے

لو حضرت آپکے خط کے جواب نے انجام پایا۔ اب میر اور دول سنو برخوردار منشی شیونراین نے میرے دو خطوں کا جواب نہیں لکھا اور وہ خطوط جواب طلب تھے تم اُن کو میری دعا کہو اور کہو۔ کہ میاں میرا کلام بہمہ ہے۔ اس مطلب خاص کا جواب جلد لکھو یعنی اگر وہ کتاب بن چکی ہو تو جلد بھیجو اور اگر اس کے بھیجنے میں دیر ہے تو یہ لکھ بھیجو کہ وہ سیاہ قلم کی لوح ہے یا طلائی۔

ایضاً جناب مرزا صاحب ولی کا حال تو یہ ہے ؎

گھر میں تھا کیا جو ترا غم اُسے غارت کرتا		وہ جو رکھتے تھے ہم اک حسرت تعمیر سو ہے

یہاں دھرا کیا ہے جو کوئی لوٹے گا۔ وہ خبر محض غلط ہے اگر کچھ ہے تو بدین نمط ہے کہ چند روز گوروں نے اہل بازار کو ستایا تھا۔ اہل قلم اور اہل فوج نے بہ اتفاق رائے ہمد گر ایسا بند و بست کیا کہ وہ فساد مٹ گیا اب امن و امان ہے۔ ناسخ مرحوم جو تمھارے اُستاد تھے میرے بھی دوست صادق الوداد تھے۔ مگر یک فنے تھے صرف غزل کہتے تھے۔ قصیدہ اور مثنوی سے اُن کو کچھ علاقہ نہ تھا سبحان اللہ تم نے قصیدہ مین وہ رنگ دکھایا کہ انشا کو رشک آیا مثنوی کے اشعار جو مین نے دیکھے کیا کہوں کیا خط اُٹھایا ؎

فروغ میرزا حاتم علی مہر		خدا سے میں بھی چاہوں ازرہ مہر	

اگر اسی انداز پر انجام پائے گی۔ تو یہ مثنوی کارنامہ اُردو کہلائے گی خدا تم کو جیتا رکھے تمہارا دم غنیمت ہے۔ صاحب میں تم سے پوچھتا ہوں کہ معیار الشعرا میں تم نے اپنا خط کیوں چھپوایا تمھارے ہاتھ کیا آیا۔ سنو تو سہی اگر سب کا کلام اچھا ہو تو امتیاز کیا ہے۔

بنام منشی نبی بخش صاحب مرحوم

بھائی صاحب آپ کا عنایت نامہ پہنچا حال معلوم ہوا۔ میاں کا غذ مقبول و مسموع حق تعالیٰ اُن کو زندہ اور تندرست اور خوش و خورم رکھے اور دولت و اقبال عطا کرے۔ بالفعل جناب مرزا حاتم علی صاحب کا خط آیا اُنھوں نے جو صورت چھ کتابوں کی آرایش کی حسب تفریق سے ٹھہرائی ہے وہ مجکو پسند آئی ہے کل میں نے اُن کو اجازت اُسی طرح کی تزئین کی لکھ بھیجی ہے۔ حال تصحیح کا

بہ تصریح آپ کو لکھ چکا ہون اُسی پر عمل رہے ہیں نے مرزا تفتہ کو کہ وہ غیاث اللغات کے بہت معتقد ہین اس امر کی اطلاع کردی ہے۔ بھائی جان مین نے ایک قصیدہ جناب ملکہ معظمہ انگلستان کی مدح مین لکھا ہے ساٹھ شعر ہیں چھ صفحہ یعنی تین ورق پر چھپ کر دستنبوی پہلے شیرازہ مین شامل کردیئے جائین تو کتاب کو قصیدہ سے عزت اور قصیدہ کو کتاب کے سبب سے شہرت ہوجائے گی۔ کل جناب مرزا صاحب کو یہ خط لکھ چکا ہون یقین ہے کہ وہ بھی آپ سے کہیں گے اور آپ اور مرزا صاحب اور مرزا تفتہ اور منشی شیونرائن صاحب اِس خواہش کو منظور اور اس قاعدہ کو مقبول کرینگے اور جب باتفاق تم چارون صاحب پسند کروگے تو گویا باجلاس کونسل اس قانون کا اجرا منظور ہوجائے گا۔ اور امیدوار ہون کہ اجرائے قانون سے پہلے مجکو منظوری کی اطلاع ہوجائے تاکہ مسودہ اُس قصیدہ کا بھیج دون۔ مہتمم مطبع کو اگر کچھ تامل ہو تو ہو ورنہ بات آسان ہے منشی عبداللطیف کو دعا کہنا۔ اور اِن کے عذر کے مقبول ہونے کی ان کو اطلاع دینا۔ بیگم کو دعا پہنچے اور سب لڑکے بالوں کو یہان باقر حسین اور علی حسین تم کو بندگی اور اپنے بھائی بہنون کو علیٰ قدر مراتب بندگی سلام دعا کہتے ہین۔ ہان حضرت اب ایک امر مختصر کے واسطے جداگانہ خط مرزا تفتہ کو کیا لکھون۔ میری طرف سے دعا کہہ کر اُن کو کہیے گا کہ اخبار گذشتہ کے اوراق مع خط مہتمم مطبع آفتاب عالمتاب حکیم صاحب کو پہنچ گئے۔ کل وہ چار روپیہ کی ہنڈوی اور اُن کے خط کا جواب روانہ کرین گے۔ آپ چتر بھوج سہائے سے کہدیجے گا۔ اور تاکید کر دیجے گا کہ چار نمبر سابق کا منتخب کاتب سے نقل کروا کر جلد بھیجیں بھائی مجکو اس مصیبت میں کیا ہنسی آتی ہے کہ یہ ہم تم اور مرزا تفتہ مین مراسلات یا مکالمت ہوگئی ہے روز باتین کرتے ہین۔ اللہ اللہ یہ دن بھی یاد ہین گے خط سے خط لکھے گئے ہین مجکو اکثر اوقات لفافے بنانے مین گزرتے ہین۔ اگر خط نہ لکھوں گا تو لفافے بناؤنگا غنیمت ہے کہ محصول آدھ آدھ آنہ ہی ورنہ باتین کرنیکا مزہ معلوم ہوتا۔ چارشنبہ ۲۲ ستمبر ۱۸۵۸ء جو باتین جواب طلب ہیں اُن کا جواب طلب ہی۔

ایضاً بھائی میں تم کو اطلاع دیتا ہون کہ آج میرے پاس لکھنؤ کے ایک پارسل کی رسید آگئی۔ دو ہلا

بھی یقینی پہنچ گیا ہوگا خاطر جمع رکھو۔ جناب آرنلڈ صاحب بہادر آج تشریف لے گئے سنتا ہون کہ کلکتے جائیں گے۔ میم اور بچون کو ولایت بھیج کر پھر آئیں گے۔ مجھ سے وہ سلوک کر گئے ہیں اور مجھ پر وہ احسان کر گئے ہین کہ قیامت تک اُنکا شکر گزار رہونگا۔ مرزا حاتم علی صاحب اگر آجائیں تو اُنکو میرا سلام کہنا۔ مرزا تفتہ کو اگر کبھی خط لکھو تو میری دعا لکھنا۔ از غالب مرقومہ دوشنبہ ہفتم جنوری ۱۸۵۹ء

بنام منشی عبد اللطیف صاحب۔ ابن منشی نبی بخش

صاحب آ گے تمہارا ایک خط پھر پارہ کتابون اور ایک جنتری کا پارسل پہنچا بعد اُس کے کل ایک خط اور آیا۔ ریڈر صاحب کے وہاں آنے کا حال معلوم ہوا آج ۶۔ دسمبر کی ہے ۷۔ کو بموجب تمہارے لکھنے کے وہ وہان سے جانے والے ہین اور مجکو معلوم ہے کہ میرٹھ آئیں گے۔ دو دن کے بعد بمقام میرٹھ خط روانہ کرونگا خاطر جمع رکھو۔ وہ صاحب مہر جیسا لکھیں مجکو اطلاع دینا۔ رہی تمہاری مہر اُسکا کچھ خیال نہ کرو وہ جس طرح تم نے لکھا ہے بنجائے گی۔ مگر بھائی ۱۸۵۸ء مین دن گئے باقی رہے ہین۔ آج ۶۔ دسمبر کی ہے ۲۴ و ۲۵ دن باقی رہے ہین ۱۸۵۹ء جنوری مہینے مین خدا چاہے تو کُھد جائے گی۔ تم میرے بجائے فرزند ہو میرے بھتیجے ہو۔ جو تمہارا کام ہو۔ بے تکلف کہو شرم کیا اور تکلف کیون۔ یہ مہر کا کھدنا کون سا کام ہے۔ میرزا حاتم علی صاحب ملین تو میرا سلام کہنا۔ اور مرزا تفتہ کو خط لکھو تو میری سفارش لکھنا وہ مجھ سے خفا ہو گئے ہین اور خط نہیں لکھتے۔ غالب ۶ دسمبر ۱۸۵۸ء

بنام خواجہ غلام غوث خان صاحب میر منشی المتخلص بہ بیخبر

قبلہ اس نامہ مختصر نے وہ کیا جو پارۂ ابر کشت خشک سے کرے۔ یعنی خط اور پارسل کا پہنچ جانا ایسا نہیں کہ اُس کی خبر پاکر بخت کی رسائی کا سپاس گزار نہ ہون۔ یہ تو حضرت کو لکھ چکا ہون کہ دوسرا پارسل اور خط معًا اس خط کے ساتھ بھیجا گیا ہے اور ہر گونہ توقع کا خیال اُسی پارسل پر ہے کس واسطے کہ اُس خط مین حاکم اعظم کے نام کی عرضی ملفوف ہے۔ جانتا ہون کہ محکمہ ایک ڈاک ایک دونوں پارسل اور دونون لفافے ایک دن پہنچے ہونگے مگر دل نہیں مانتا اور کہتا ہے کہ نہ مانونگا جب تک کہ حضرت اس سررشتہ سے معلوم کر کے نہ لکھین گے۔ اب آپ جانیے اور یہ دل سودا زدہ

اسکی سفارش کرنے والا۔ اور اس کے مدعا کا گذارش کرنے والا کون۔ ہان اتنی بات ہو کہ آپ لکھ سکتے ہین۔ بلکہ یہ بھی آپ مجھ پر حالی سکتے ہین۔ کہ نذر ولایت کو روانہ ہوئی یا نہیں میرے جگر کاوی کی قدر دانی ہوئی یا نہیں پیشگاہ حکام سے موافق دستور کے خط کا اُمیدوار رہون یا نہین اپنے حسن طبع کا شکر گزار رہون یا نہین۔ اس خط کا جواب جتنا جلد عنایت کیجئے گا۔ مجکو جلا لیجئے گا۔ لوہارو کا خط ایک معتمد کے ہاتھ بھیج دیا گیا۔

ایضاً قبلہ کبھی آپ کو یہ بھی خیال آتا ہے کہ کوئی ہمارا دوست جو غالب کہلاتا ہو وہ کیا کھاتا پیتا ہے اور کیونکر جیتا ہے پنشن قدیم اکیس مہینے سے بند۔ اور مین سادہ دل فتوح جدید کا آرزومند پنشن کا احاطہ پنجاب کے حکام پر مدار ہے۔ سو اُن کا یہ شیوہ اور یہ شعار ہو کہ نہ روپیہ دیتے ہین نہ جواب نہ مہربانی کرتے ہین نہ عتاب۔ خیر اُس سے قطع نظر کی۔ اب سُنئے اودہ کی سنہ ۱۸۵۶ء سے بموجب تحریر وزیر عطیہ شاہی کا امیدوار رہون۔ تقاضا کرتے ہوئے شہر ۱ دن۔ اگر گنہگار رہون گنہگار ٹھہرتا۔ گولی یا پھانسی سے مرتا اس بات پر کہ مین بے گناہ ہون۔ مقید اور مقتول نہ ہونے سے آپ اپنا گواہ ہون پیشگاہ گورنمنٹ کلکتہ مین جب کوئی کاغذ بھجوایا ہے بقلم چیف سکرٹر بہادر اُس کا جواب پایا ہے اب کی بار دو کتابین بھیجین۔ ایک پیشکش گورنمنٹ اور ایک نذر شاہی ہو نہ اُس کے قبول کی اطلاع نہ اُسکے ارسال سے آگاہی ہو۔ جناب ولیم میور صاحب بہادر نے بھی عنایت فرمائی۔ اُنکی بھی کوئی تحریر مجکو نہ آئی۔ یہ سب ایک طرف اب خبرین ہین مختلف کہتے ہین کہ چیف سکرٹر بہادر لفٹنٹ گورنر ہوئے۔ یہ کوئی نہین کہتا کہ اُن کی جگہ کون سے صاحب عالیشان چیف سکرٹر ہوئے مشہور ہے کہ جناب ولیم میور صاحب بہادر صدر بورڈ مین تشریف لیگئے یہ کوئی نہیں بتاتا کہ لفٹنٹ گورنری کے سکرٹری کا کام کس کو دے گئے۔ آپ کا حال کوئی نہین کہتا کہ اب کہان ہین ہان از روئے قیاس جانتا ہون کہ آپ اُسی منصب و راُسی دفتر مین شاد و شادمان ہین جو اب لفٹنٹی کے سکرٹری ہوئے ہونگے اُن سے علاقہ رہتا ہو گا۔ میور صاحب بہادر سے کاہے کو ملنا ہوتا ہو گا۔ لفٹنٹ گورنری اور صدر بورڈ یہ دونون محکمہ الہ آباد آگئے یا آئین گے بہرحال آپ اب

کیون آگرہ کو جائین گے۔ نواب گورنر جنرل بہادر کی روانگی کی خبر مین اختلاف ہی۔ کوئی کہتا ہی کہ ۲۰ جنوری کو گئے۔ کوئی کہتا ہے فروری مین کوچ فرمائیں گے۔ مین تو ادہر سے بھی ہاتھ دہو بیٹھا، ہر طرح اپنی قسمت کو رو بیٹھا مگر یہ چاہتا ہون حقیقت واقعی پر کما حقہ اطلاع حاصل ہو تاکہ تسلی خاطر اور تسکین دل ہو۔ اگر ان مطالب کا جواب نہ مجمل بلکہ مفصل نہ دیر بلکہ جلد مرحمت کیجئے گا تو گویا مجکو مول لے لیجئے گا۔ زیادہ اس سے کیا لکھون۔

ایضاً جناب عالی آج دوشنبہ ۲ جنوری ۱۸۵۹ء کی ہے۔ پہر دن چڑھا ہوگا کہ ابر گھر رہا ہے ترشح ہو رہا ہی۔ ہوا سرد چل رہی ہی۔ پینے کو کچھ میسر نہیں ناچار روٹی کھائی ہی ؎

افق ہا پر از ابر بہمن مہی
سفالینہ جام من از مے تہی

غمزدہ و دردمند بیٹھا تھا کہ ڈاک کا ہرکارہ تمہارا خط لایا۔ سرنامہ کو دیکھ کر اس راہ سے کہ دستخط خاص کا لکھا ہوا ہے بہت خوش ہوا۔ خط کو پڑھ کر اس رو سے کہ حصول مدعا کے ذکر پر حاوی نہ تھا افسردگی حاصل ہوئی ؎

ما خانہ رمیدگان ظلمیم
پیغام خوش از دیار ما نیست

اسی افسردگی میں جی چاہا کہ حضرت سے باتین کرون با آنکہ خط جواب طلب نہ تھا جواب لکھنے لگا۔ پہلے تو یہ سنئے کہ آپ کے دوست کو آپ کا خط پہنچ گیا مگر وہ دو بار مجکو لکھ چکا ہے کہ مین جواب اس کا نشان مرقومہ لفافہ کے مطابق ڈاک میں بھیج چکا ہون۔ جواب الجواب کا منتظر ہون آپ جانتے ہیں کہ کمال یاس مقتضی استغنا ہی۔ بس اب اس سے زیادہ یاس کیا ہوگی کہ بامید مرگ جیتا ہون اس راہ سے کچھ مستغنی ہوتا چلا ہون۔ ڈہائی برس کی زندگی اور ہے ہر طرح گزر جائے گی۔ جانتا ہون کہ تم کو ہنسی آئے گی کہ یہ کیا بکتا ہے۔ مرنے کا زمانہ کون بتا سکتا ہے۔ چاہیئے الہام سمجھیئے چاہیئے اوہام سمجھیئے۔ بیس برس سے یہ قطعہ لکھ رکھا ہے۔ **قطعہ**

من کہ باشم کہ جاودان باشم
چون نظیری نماند و طالب مرد
در بگویند در کدامی سال
مرد غالب بگو کہ غالب مرد

اب بارہ سو چھہتر ہین اور غالب مرگ کے بارہ سو ستر ہیں۔ اس عرصہ مین جو کچھ مسرّت پہنچی ہو پہنچ رہے۔ ورنہ پھر ہم کہان۔

ایضاً پیر و مرشد یہ خط ہے یا کرامت ہے۔ صاف صفائی ضمیر و کشف حجت کی علامت ہے مدعا ضروری التحریر اور اندیشہ نشان مسکن دامنگیر۔ اگر یہ خط کل نہ آجاتا تو آج خط کیونکر لکھا جاتا سبحان اللہ جس دن یہان مجکو وہ مطلب خطیر پیش آیا ہے اُسی دن آپنے وہان لکھنے کو قلم اُٹھایا ہے۔ آپ کو عارف کامل کیونکر نہ لکھون۔ اور کیا کہون ولی نہ کہون۔ مدعا بیان کرتا ہون مگر یہ گمان کرتا ہون کہ یہ خط پہنچنے نہ پائے گا کہ وہ راز سربستہ آپ پر کھل جائیگا یعنی یکشنبہ ۲۸۔ نومبر کو دو خط اور دو پارسل ایک مین دستنبو کا ایک مجلد اور ایک مین تین متفرق بیرنگ ڈاک روانہ کرچکا ہون خطونکا چتھے پانچوین دن اور پارسلون کا چھٹے ساتوین دن پہنچنا خیال کرتا ہون۔ پارسلون کے عنوان پر خطونکی معیت رقم کی ہے اور خطون کے سرنامہ پر پارسلون کے ارسال کی اطلاع دی ہے تین کتاب والے پارسل اور ایک خط پر جناب سکرٹر بہادر اول کا نام نامی ہے۔ اور ایک کتاب والے پارسل اور ایک خط پر جناب سکرٹر بہادر دوم کا اسم سامی ہے آج پانچوان دن ہے۔ خط دونون اگر پہنچ گئے ہون تو کیا عجب ہے بلکہ سچ تو یون ہے کہ اگر نہ پہنچے ہون تو بڑا غضب ہے۔ اگلے عرائض کے نہ پہنچنے مین کچھ شک نہیں۔ جواب امر آخری دفتر مین اُسکا پتا آج تک نہیں۔ ابکا ر ہروان ڈاک ڈاکو نہ بن جائین۔ اور میرے ان دونون خطون اور پارسلون کو با احتیاط پہنچائیں صرف عنایت کی گنجائش تو آپ جب پائین کہ وہ خط اور پارسل پہنچ جائین گے۔ ابھی تو آپسے مجکو ان کے نہ پہنچنے کا سوال ہی کس واسطے کہ جب تک آپ مجکو اطلاع نہ دین گے ان کے نہ پہنچنے کی بھی خبر مجھ تک پہنچنی محال ہی بہر حال یہ نیاز نامہ جس دن پہنچے اُس کے دوسرے دن جواب لکھیئے۔ جیسا مین نے جلد لکھا ایسا ہی آپ بھی شتاب لکھیئے۔ آپکے عنایت نامہ مین کوئی امر ایسا نہ تھا کہ جس کا جواب لکھا جائے۔ یا اس باب مین کچھ اور عرض کیا جائے۔ لوہارو کی روانگی کا خط آئے گا۔ لوہارو کو بھیج دیا جائیگا۔ جناب منشی نواب جان صاحب اور جناب منشی اظہار حسین صاحب مین

اور آپ مین اگر ربط بے تکلف ہو تو اُن دو صاحبون کی خدمت مین میرا سلام نیاز پہنچانے مین نہ توقف ہو۔ ع تم سلامت رہو قیامت تک +

ایضاً مولانا بندگی۔ آج صبح کے وقت شوق دیدار مین بے اختیار نہ ریل نہ ڈاک۔ توسنِ ہمت پر سوار چل دیا ہون۔ جانتا ہون کہ تم تک پہنچ جاؤنگا مگر یہ نہیں جانتا کہ کہان پہنچونگا۔ اور کب پہنچونگا۔ اتنا بے خبر ہون کہ جب تک تم جواب نہ دوگے مین نہ جانونگا کہ کہان پہنچا اور کب پہنچا۔ آپکا پہلا خط رام پور سے دلی آیا۔ مین راہ مین تھا۔ پھر دلی سے خط رامپور پہنچا مین وہان بھی نہ تھا۔ خط دلی روانہ ہوا۔ اب کئی دن ہوئے کہ مین نے ڈاک سے پایا اُس حال مین کہ مین بیمار تھا۔ معہذا جاڑے کی شدت مہاوٹ کا مینہ۔ دھوپ کا پتا نہین۔ پردے چھٹے ہوئے لیکن تاریک آج نیر اعظم کی صورت نظر آئی۔ دھوپ مین بیٹھا ہون خط لکھ رہا ہون حیران ہون کہ کیا لکھون۔ اِس خط کے مضامین اندوہ فزا نے دل کو مضمحل کر دیا۔ جانتا تھا کہ خواجہ صاحب مغفور تمھارے ماموں ہین۔ مگر اُن کے اور تمھارے معاملات مہر و ولا جیسے کہ تمھاری تحریر سے اب معلوم ہوئے میرے دل نشین نہ تھے۔ ایسے محب کا فراق اور پھر بقید دوام کیونکر جان گزا نہ ہو۔ حق تعالیٰ اُن کو بخشے اور تم کو صبر دے۔ حضرت مین بھی اب چراغ سحری ہون۔ رجب ۱۲۷۷ھ حال کی آٹھوین تاریخ سے اکہتّروان سال شروع ہو گیا طاقت سلب حواس مفقود۔ امراض مستولی بقول نظامی ع یکے مردہ شخصم بمردی روان + آج مین اور بھی باتین کرتا۔ مگر میرا خاص تراش آگیا۔ مہینا بھر سے حجامت نہیں بنوائی۔ خط لپیٹ کر ڈاک مین بھیجتا ہون اور خط بنواتا ہون۔

ایضاً قبلہ پیری و صد عیب ساتوین دہاکے کے مہینے گن رہا ہون۔ قولنج آگے دوری تھا۔ اب دائمی ہو گیا ہے۔ مہینا بھر مین پانچ سات بار فضول محتبسہ دفع ہو جاتے ہین اور یہی منشاء حیات ہے غذا کم ہوتے ہوتے اگر معدوم نہ کہو تو بمنزلہ مفقود کہو۔ پھر گرمی نے مار ڈالا۔ ایک حرارتِ غریبہ جگر مین پاتا ہون جس کی شدت سے بھُنا جاتا ہون۔ اگرچہ جرعہ جرعہ پیتا ہون۔ مگر صبح سے سوتے وقت تک نہین جانتا کہ کتنا پانی پی جاتا ہون۔ میرے ایک رشتہ کے بھتیجے نے بوستانِ خیال کا

اُردو مین ترجمہ کیا ہے مین نے اُس کا دیباچہ لکھا ہے۔ ایک دو ورقہ اسکا بصورت پارسل بلکہ بہیئت خط بھیجتا ہون۔ آپ کا مقصود دیباچہ ہے سو نقل کر لیجئے میرا مدعا اس دو ورقہ کے ارسال سے یہ ہے کہ اگر آپ کے پسند آوے یا اور اشخاص خرید کرنا چاہین تو چھ روپیہ قیمت اور محصول ذمہ خریدار ہے۔

ایضاً بندہ گناہگار شرمسار عرض کرتا ہے کہ پرسون غازی آباد کا اُٹھا ہوا گیارہ بجے اپنے گھر مثل بلائے ناگہانی نازل ہوا ہون ؎

باید کہ کنم ہزار نفرین برخویش	اما بہ زبان جادۂ راہ وطن

خواجہ صاحب کی رحلت کا اندوہ بقدر قرب و قرابت آپ کو اور باندازہ مہر و محبت مجکو وہ مغفور میرا قدردان اور مجھپر مہربان تھا حق تعالےٰ اسکو اعلیٰ علیین مین بسبیل دوام قیام دے۔ رامپور ہی مین تھا کہ اودہ اخبار مین حضرت کی غزل نظر فروز ہوئی کیا کہنا ہو ابداع اسکو کہتے ہین جدت طرز اسکا نام ہے جو ڈھنگ تازہ نوایان ایران کے خیال مین نہ گزرا تھا وہ تم بروئے کار لائے خدا تم کو سلامت رکھے۔ اور میرے اور دکھنی برہان قاطع کے جھگڑے مین بخلاف اور فارسی دانون کے توفیق انصاف عطا کرے۔ لو اب اس خط کا جواب جلد بھیجو تا یہ طریقہ مسلسل ہو جائے۔

ایضاً قبلہ آپ کا خط پہلا آیا اور مین اُسکا جواب لکھنا بھول گیا۔ کل دوسرا خط آیا۔ مگر شام کو اُسی وقت پڑھ لیا آدمی کے حوالہ کیا۔ اُس نے آج صبح دم مجکو دیا مین جواب لکھ رہا ہون۔ بعد اختتام تحریر معنون کرکے ڈاک مین بھجوا دونگا۔ والی رامپور کو خدا سلامت رکھے۔ اپریل مئی ان دو مہینون کا روپیہ موافق دستور قدیم آیا۔ جون ماہ آیندہ کا روپیہ خدا چاہے تو آجائے۔ جمعہ، جولائی ہے معمول یہ ہے کہ دسوین بارہوین کو رئیس کا خط مع ہنڈوی آیا کرتا ہے۔ مین نے قصیدہ تہنیت جلوس بھیجا اُسکا جواب آگیا اب مین نظم و نثر کا مسودہ نہین رکھتا اول اس فن سے نفور ہی۔ دو ایک دوستون کے پاس اُسکی نقل ہے اُن کو اسوقت کہلا بھیجا ہے اگر آج وہ آگیا۔ کل اور اگر کل آیا پرسون بھیج دونگا۔ بھائی امین الدین خان صاحب کے اصرار سے خسرو کی غزل پر ایک غزل لکھی ہے علاء الدین خان

نے اسکی نقل اُن کو بھیج دی۔ مین دیوان پہ نہین چڑھاتا مسودہ بھیجتا ہون۔ تقدیم و تاخیر سنہ سون کے مطابق ملحوظ رہے۔ گرمی کی شدت سے حواس بجا نہیں۔ معہذا امراض جسمانی و آلام روحانی۔

ایضاً ۵ در نومیدی بسے امید است ✤ پایان شب سیہ سپید است

قبلہ آج آپ کی خوشی اور خوشنودی کے واسطے اپنی روداد لکھتا ہون تو طیہ ۱۸۶۰ء مین لارڈ صاحب بہادر نے میرٹھ مین دربار کیا۔ صاحب کمشنر بہادر دہلی کو ساتھ لے گئے مین نے کہا مین بھی چلون فرمایا کہ نہیں جب لشکر میرٹھ سے دلی مین آیا بموافق اپنے دستور کے روز ورود لشکر مخیم مین گیا میر منشی صاحب سے ملا۔ اُن کے خیمہ مین سے اپنے نام کا ٹکٹ صاحب سکرٹر بہادر کے پاس بھیجا جواب آیا کہ تم غدر کے دنون مین بادشاہ باغی کی خوشامد کیا کرتے تھے۔ اب گورنمنٹ کو تم سے ملنا منظور نہین مین گدائے مبرم اس حکم پر ممنوع نہ ہوا۔ جب لارڈ صاحب بہادر کلکتہ پہنچے مین نے قصیدہ حسب معمول قدیم بھیج دیا۔ مع اس حکم کے واپس آیا۔ کہ آپ یہ چیزین ہمارے پاس نہ بھیجا کرو۔ مین مایوس مطلق ہو کر بیٹھ رہا۔ اور حکام شہر سے ملنا ترک کیا۔ واقع اواخر ماہ گذشتہ یعنی فروری ۱۸۶۳ء مین نواب لفٹنٹ گورنر پنجاب دلی آئے اہالی شہر صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر و صاحب کمشنر بہادر کے پاس دوڑے اور اپنے نام لکھوائے۔ مین تو بیگانہ محض اور مطرود حکام تھا جگہہ سے نہ ہلا کسی سے نہ ملا۔ دربار ہوا ہر ایک کا مرگ رہوا۔ شنبہ ۲ فروری کو آزاداﷲ منشی من پھول سنگھ صاحب کے خیمہ مین چلا گیا۔ اپنے نام کا ٹکٹ صاحب سکرٹر صاحب بہادر پاس بھیجا بلایا گیا۔ مہربان پاکر صاحب کی ملازمت کی استدعا کی وہ بھی حاصل ہوئی۔ وہ حاکم جلیل القدر کی وہ عنایتین دیکھین جو میرے تصور مین بھی نہ تھیں۔ جملہ معترضہ میر منشی لفٹنٹ گورنر سے سابقہ تعارف نہ تھا وہ بطریق حسن طلب میرے خواہان ہوے تو مین گیا جب حکام مجھ واستدعا مجھ سے بے تکلف ملے تو مین قیاس کرسکتا ہون کہ میر منشی کی حسن طلب بہ ایمائے حکام ہو گی۔ وللہ حسن الطاف خفیہ بقیہ روداد یہ ہے کہ دوشنبہ دوم مارچ کو سواد شہر مخیم خیام گورنری ہوا آخر روز مین اپنے شفیق قدیم جناب مولوی اظہار حسین خان بہادر کے پاس گیا۔ اثنائے

گفتگو مین فرمایا کہ تمہارا دربار و خلعت بدستور بحال و برقرار ہے۔ متحیرانہ مین نے پوچھا کہ حضرت کیونکر حضرت نے کہا کہ حاکم حال نے ولایت سے آکر تمھارے علاقہ کے سب کاغذ انگریزی و فارسی دیکھے۔ اور باجلاس کونسل حکم لکھوایا۔ کہ اسد اللہ خان کا دربار اور نمبر اور خلعت بدستور بحال و برقرار رہے۔ مین نے پوچھا کہ حضرت یہ امر کس اصل پر متفرع ہوا فرمایا کہ ہم کو کچھ معلوم نہین بس اتنا جانتے ہین کہ یہ حکم دفتر مین لکھوا کر ۴ دن یا ۵ دن بعد اوپر کو روانہ ہوئے ہین مین نے کہا سبحان اللہ ؎

کارساز ما بفکر کار ما	فکر ما در کار ما آزار ما

شنبہ ۲۳ مارچ کو ۱۲ بجے نواب لفٹنٹ گورنر بہادر نے مجکو بلایا خلعت عطا کیا۔ اور فرمایا کہ لارڈ صاحب بہادر کے ہان کا دربار اور خلعت بھی بحال ہے۔ انبالہ جاؤ گے تو دربار اور خلعت پاؤ گے عرض کیا گیا حضور کے قدم دیکھے خلعت پایا۔ لارڈ صاحب بہادر کا حکم سن لیا۔ نہال ہو گیا۔ اب انبالہ کہان جاؤن جیتا رہا تو اور دربار مین کامیاب ہو رہون گا ؎

کار دنیا کسے تمام نہ کرد	ہرچہ گیرید مختصر گیرید

ایضاً۔ حضور خدا کا شکر بجا لاتا ہون کہ آپ نے خط لکھا اور میرا حال پوچھا یہ پرسش حکم نشتر کا رکھتی ہے۔ اب رگ قلم کی خونابہ فشانی دیکھو۔ گورنر اعظم نے میرٹھ مین دربار کا حکم دیا صاحب کمشنر بہادر دہلی نے سات جاگیر دارون مین سے جو تین بقیۃ السیف تھے انکو حکم دیا اور دربار عام مین سے سوائے میرے کوئی نہ تھا۔ یا چند ہا جن مجکو حکم نہ پہنچا۔ جب مین نے استدعا کی تو جواب ملا کہ اب نہین ہو سکتا جب یہ سرزمین مخیم خیام گورنری ہوئی مین اپنی عادت قدیم کے موافق خیمہ گاہ مین پہنچا۔ مولوی اظہار حسین خان صاحب بہادر سے ملا چیف سکرٹر بہادر کو اطلاع کی جواب آیا کہ فرصت نہین مین سمجھا کہ اس وقت فرصت نہین دوسرے دن پھر گیا میری اطلاع کے بعد حکم ہوا کہ ایام غدر مین تم باغیون سے اخلاص رکھتے تھے اب گورنمنٹ سے کیون ملنا چاہتے ہو۔ اُس دن چلا آیا۔ دوسرے دن مین نے انگریزی خط اُن کے نام کا لکھکر انکو بھیجا

مضمون یہ کہ باغیون سے میرا اخلاص مظنہ محض ہو امیدوار ہون کہ اسکی تحقیقات ہوتاکہ میری صفائی اور بے گناہی ثابت ہو۔ یہان کے مقامات پر جواب نہ ہوا۔ اب ماہ گذشتہ یعنی فروری مین پنجاب کے ملک سے جواب آیا کہ لارڈ صاحب بہادر فرماتے ہین کہ ہم تحقیقات نہ کرین گے پس یہ مقدمہ طے ہوا اور بار و خلعت موقوف پنشن مسدود۔ وجہ نامعلوم لاموجود الا اللہ ولاموثر فی الوجود الا اللہ ۱۸۵۹ء مین نواب یوسف علیخان بہادر والی رامپور کہ میرے آشنائے قدیم ہین اس سال ۱۸۵۹ء مین میرے شاگرد ہوئے ناظم اُن کو تخلص دیا گیا ہین کچھ غزلین اُردو کی بھیجتے ہین اصلاح دیکر بھیج دیتا۔ گاہ گاہ کچھ روپیہ اُدھر سے آتا رہتا قلعہ کی تنخواہ جاری انگریزی پنشن کھلا ہوا اُن کے عطایا فتوح گنے جاتے تھے۔ جب وہ دونون تنخواہین جاتی رہین تو زندگی کا مدار اُن کے عطیہ پر رہا بعد فتح دہلی وہ ہمیشہ میرے مقدم کے خواہان رہتے تھے۔ مین عذر کرتا تھا جب جنوری ۱۸۶۰ء مین گورنمنٹ سے وہ جواب پایا کہ اوپر لکھ آیا ہون تو مین آخر جنوری مین رامپور گیا چھ سات ہفتہ وہان رہکر دلی آیا۔ یہان آپ کا خط محررہ ۱۰ مارچ پایا جواب بھیجا جاتا ہو۔

ایضاً قبلہ مین نہین جانتا کہ ان روزون مین بقول ہندی اختر شناسون کے کون سی کھوٹی گرہ آئی ہوئی ہے کہ ہر طرف سے رنج و زحمت کا ہجوم ہے۔ مولوی صاحب سے میری ایک ملاقات جب وہ دلی آئے تھے اور میر خیراتی کے گھر مین اُترے ہوئے تھے شرفا مین تعارف بنائے محبت اور مروت ہی۔ چہ جائے آنکہ معانقہ اور مکالمہ اور مشاعرہ واقع ہوا ہو۔ روز ملاقات سے اُس دن تک کہ حضرت دکن کو روانہ ہوے کوئی امر ایسا کہ باعث ناخوشی کا ہو درمیان نہیں آیا اور میرے اس قول کی اس راہ سے کہ مولوی صاحب آپکے ہمنشین و ہمدم تھے۔ اور مجھ مین آپ مین پیوند ولاے روحانی متحقق ہے۔ آپ بھی گواہ ہو سکتے ہین۔ اگر خدا نخواستہ مجھ مین اُنمین رنج پیدا ہوتا تو آپ بہت جلد اصلاح بین الذاتین کی طرف متوجہ ہوتے۔ اب سنئے حال منشی حبیب اللہ کا مین نے اُن کو دیکھا ہو نہ آنکھین پھوٹین۔ تین چار برس ہوئے کہ ناگاہ ایک خط حیدرآباد سے آیا۔ اُس مین دو غزلین خط کا مضمون یہ کہ مین مختار الملک کے دفتر مین نوکر ہون

آپ کا تلمذ اختیار کرتا ہون ان دونون غزلون کو اصلاح دیجئے ما سوا اس امر کے فقط وہ بادی نہیں بریلی اور لکھنؤ اور کلکتہ اور بمبئی اور سورت سے اکثر حضرات نظم و نثر فارسی اور ہندی بھیجتے رہتے ہیں۔ مین خدمت بجالاتا ہون اور وہ صاحب میرے حک و اصلاح کو مانتے ہین۔ کلام کا حسن و قبح میری نظر مین رہتا ہے۔ اور ہر ایک کا پایہ اور دستگاہ فن شعر مین معلوم ہو جاتا ہی عاوات و عندیات عدم ملاقات ظاہری کے سبب مین کیا جانون۔ آمدم بر سر مدعا۔ منشی حبیب اللہ ذکا کے اشعار آتے رہے اور مین اصلاح دے کر بھیجتا رہا۔ بعد وارو ہونے مولوی صاحب کے ایک غزل اُن کی آئی اور اُنہون نے یہ لکھا کہ مولوی غلام امام شہید اکبرآبادی کی غزل پر یہ غزل لکھکر بھیجتا ہون۔ مین نے حسب معمول غزل کو اصلاح دیکر بھیجا اور یہ لکھا کہ مولانا شہید اکبرآباد کے نہین لکھنؤ اور الہ آباد کے ہین۔ اس کلمہ سے زیادہ کوئی بات مین نے نہین لکھی۔ اس مین سے توہین کے معنے مستنبط ہون تو مین اُن کا ستھن سہی۔ اب مین نہین جانتا کہ منشی صاحب نے مولوی صاحب سے کیا کہا اور مولوی صاحب نے آپ کو کیا لکھا۔

ایضاً۔ قبلہ میرا ایک شعر ہے ؎

	خود پیش خود گفیل گرفتاری من است		ہر دم بہ پرسش دل مایوس میرسد	

یہ معاملہ میرا اور آپ کا ہی خارج سے مسموع ہوا کہ مین نے جو اغلاط برہان قاطع کے نکال کر ایک نسخہ موسوم بہ قاطع برہان لکھا ہے۔ اور ایک مجلد اُس کا آپ کو بھی بھیج دیا ہے۔ آپ اُسکی تردید مین کوئی رسالہ لکھ رہے ہین۔ اگرچہ باور نہیں آیا لیکن عجب آیا۔ ایک مولوی نجف علی صاحب ہین۔ باوجود فضیلت علم عربی فارسی مین اُن کا نظیر نہیں وہ جو ایک شخص مجہول الحال نے اہل دہلی مین سے میرے کلام کی تردید مین کتاب تصنیف کی ہی مسمی بہ محرق قاطع برہان۔ اُنہون نے اُس کی توہین اور مسودہ کی تفضیح مین دو جزو کا ایک نسخہ مختصر لکھا ہے۔ اور ایک طالب علم مسمی بہ عبدالکریم نے سعادت علی مولف محرق قاطع سے سوالات کئے ہین۔ اور ایک مختصر اُس نے بفحوائے علمائے شہر مرتب کیا ہی۔ ایک میرے دوست نے بصرف زر اُسکو چھپوایا ہی

ایک نسخہ اُسکا آج اُسی خط کے ساتھ بسبیل پارسل ارسال کیا ہے۔ اس شہر میں ایک میلہ ہوتا ہے۔ پھول والوں کا میلہ کہلاتا ہو۔ بھادوں کے مہینے میں ہوا کرتا ہے۔ اُمرائے شہر سے لیکر اہل حرفہ تک قطب جاتے ہین۔ دو تین ہفتہ تک وہین رہتے ہین مسلمان و ہنود دونون فرقے کی شہر مین دوکانین بند پڑی رہتی ہین۔ بھائی ضیاء الدین خان اور شہاب الدین خان اور میرے دونون لڑکے سب قطب گئے ہوئے ہین۔ اب دیوان خانہ مین ایک میں ہوں اور ایک داروغہ اور ایک بیمار خدمتگار۔ بھائی صاحب وہان سے آئیں گے تو مقرر آپ کو خط لکھیں گے۔ بڑے پہاڑ سے اُترے چھوٹے پہاڑ پر چڑھ گئے۔ عدم تحریر کی وجہ یہ ہے۔

ایضاً قبلہ حاجات قطعہ مین جو حضرت نے الہام درج کیا ہے وہ تو ایک لطیفہ بسبیل دعا ہو مگر ہان یہ کشف یقینی ہے۔ اور مخدوم کی روشن دلی اور دوبینی ہے کہ جو سوالات مین نے ۳ جنوری کو کئے اُن کے جواب تم نے ۲۷ جنوری لکھ کر بھیج دیئے کیون نہ کہون روشن ضمیر ہو۔ اگرچہ جوان ہو مگر میرے پیر ہو۔ خلاصہ تقریر یہ کہ ۳۰ جنوری کو آخر روز مین نے ڈاک مین خط بھجوایا۔ اور ۳۱ کو ڈاک کا ہرکارہ پہر دن چڑھے تمہارا خط لایا۔ سوالات میں ایک سوال کا جواب باقی رہا ہو یعنی جناب اڈمنسٹن صاحب بہادر کی جگہ چیف سکرٹر گورنمنٹ کلکتہ کون ہوا۔ یہ دل مین پیچ و تاب باقی رہا۔ کتاب کے باب مین جو کچھ لکھا ہے واقعی یہ کہ درست اور بجا ہے جو کچھ واقع ہوا اُسکو مفید مطلب فرض کرون لیکن اگر اجازت پاؤن تو اسی باب مین یہ عرض کرون کہ پیشگاہ گورنمنٹ مین بتوسط چیف سکرٹر بہادر سابق اور لفٹنٹ گورنر بہادر حال دو مجلد پیش کئے ہین ایک نذر گورنمنٹ اور دوسری کے واسطے یہ سوال کہ میری عزت بڑھائی جاوے اور یہ مجلد حضور حضرت شاہنشاہی مین بھجوائی جاوے۔ اچھا نذر گورنمنٹ میں تو مولوی اظہار حسین صاحب کا وہ اظہار ہے۔ نذر سلطانی کے ارسال و عدم ارسال میں کیا دارومدار ہے۔ دو نسخے جو اُن دونون صاحبون کے پیشکش مقرر ہوئے اُن مین سے ایک صدر بورڈ کے حاکم اور لفٹنٹ گورنر ہوئے رد و قبول، نفرین و آفرین کچھ بھی نہیں قیاساً جو چاہون سو کرون یقین کچھ بھی نہیں

۱۷ دسمبر ۱۸۵۶ء کا لکھا ہوا حکم وزیر اعظم کا ولایت کی ڈاک میں مجکو آیا ہے کہ اُس قصیدہ کے صلہ اور جائزہ کے واسطے کہ جو بتوسط لارڈ الن برا سائل نے بھجایا ہے۔ خطاب اور خلعت اور پنشن کی تجویز ضرور ہے۔ جو حکم صادر ہو گا سائل کو بتوسط گورنمنٹ اُسکی اطلاع دینی ضرور ہے یہ حکم مورخہ ۱۷ دسمبر ۱۸۵۶ء آخر جنوری ۱۸۵۷ء مین مین نے پایا۔ فروری مارچ اپریل خوشی اور توقع میں گذرے۔ مئی ۱۸۵۷ء مین فلک نے یہ فتنہ اُٹھایا۔ اب اس کتاب اور دوسرے قصیدے کی جا بجا نذر کرنے کا یہ سبب ہے کہ سائل محکمہ ولایت کو یاد دہی کرتا ہے اور گورنمنٹ سے تحسین طلب ہے جب یہاں سے نوید تحسین نہیں تو ولایت کو نذر کے ارسال کا بھی یقین نہیں تحسین اور آفرین سے گزرا۔ نذر کے ولایت جانے کا یقین کیونکر حاصل ہو۔ جہان یہ تفرقہ اور بے اتفاقی اور یہ دشواری اور یہ مشکل ہو۔ جی میں آتا ہے کہ نواب گورنر جنرل بہادر اور نواب لفٹنٹ گورنر بہادر اور حاکم صدر بورڈ کو ایک ایک عریضہ جُدا جُدا لکھون۔ پھر یہ سوچتا ہون کہ انگریزی لکھواؤن۔ فارسی لکھوں اور دونوں صورتوں میں کیا لکھوں کل کا بھیجا ہوا خط اور یہ آج کا خط یقین ہے کہ دونوں معًا ایک وقت مین پہنچین وہ تو جواب طلب ہے نہیں اسکا جواب لکھیے اور بہت شتاب لکھیے۔

ایضًا میں سادہ دل آزردگی یار سے خوش ہون		یعنی سبق شوق مکرر نہ ہوا تھا

پیر و مرشد خفا نہیں ہوا کرتے یون سُنا ب مجھے با ور نہ آیا۔ یہانتک تو مین مورد عتاب نہیں ہو سکتا جھگڑا استعجاب پر ہی مجل استعجاب وہ ہے کہ آپ کا دوست کہتا ہے کہ میر منشی نواب لفٹنٹ گورنر بہادر میرے شاگرد ہین اور وہ قاطع برہان کا جواب لکھ رہے ہین۔ اولیا کا یہ حال ہی۔ وا اے برحال ہم اشقیا کے یہ حکایت ہے شکایت نہین۔ میں دنیا داری کے لباس مین فقیری کر رہا ہون لیکن فقیر آزاد ہون نہ شیاد و کیاد۔ ستر برس کی عمر ہے بے مبالغہ کہتا ہون ستر ہزار آدمی نظر سے گزرے ہونگے۔ زمرہ خواص میں سے عوام کا شمار نہین۔ دو مخلص صادق الولا دیکھے ایک مولوی سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ۔ دوسرا منشی غلام غوث سلمہ اللہ تعالیٰ۔ لیکن وہ مرحوم حسن صورت نہین رکھتا تھا۔ اور خلوص اخلاص اُسکا خاص میرے ساتھ تھا۔ اللہ اللہ دوسرا دوست

خیر خواہ خلق حسن وجمال چشم بد دور کمال مہر ووفا صدق وصفا نور اعلیٰ نور۔ مین آدمی ہون۔ آدم شناس ہون ؎

مژدہ با واہل ریا را کہ ز میدان رفتم	نگہم نقب ہمیز د بہ نہان خانۂ دل

غایت مہر ومحبت جس کے ملکہ کا تم کو مالک سمجھا ہون وہ بہ نسبت اپنے اس قدر یقین کرتا ہون۔ کہ پہلے دو آدمیوں کو اپنے بعد اپنا ماتم دار سمجھا ہوا تھا۔ ایک کو تو مین رو لیا۔ اب اللہ آمین کا ایک دوست رہ گیا۔ دعائین مانگتا ہون کہ خدا یا اُس کا داغ نہ مجھے دکھائیو۔ اِس کے سامنے مرون میان مین تمھارا عاشق صادق ہون۔ بھائی ابھی قطب سے نہیں آئے۔ دافع ہذیان کے دو مجلد اور بھیج دون گا۔

بنام نواب ضیاء الدین احمد خان صاحب بہادر

جناب قبلہ وکعبہ آپ کو دیوان کے دینے میں تامل کیون ہے۔ روز آپ کے مطالعہ مین نہیں رہتا بغیر اسکے دیکھے آپ کو کھانا ہضم نہ ہوتا ہو یہ بھی نہیں۔ پھر آپ کیون نہین دیتے۔ ایک جلد ہزار جلد بن جائے میرا کلام شہرت پائے۔ میرا دل خوش ہو۔ تمھاری تعریف کا قصیدہ اہل عالم دیکھیں تمھارے بھائی کی تعریف کی نثر سب کی نظر سے گزرے۔ اتنے فوائد کیا تھوڑے ہین۔ رہا کتاب کے تلف ہونے کا اندیشہ یہ خفقان ہے۔ کتاب کیون تلف ہو گی۔ احیاناً اگر ایسا ہوا اور دلی لکھنؤ کی عرض راہ میں ڈاک لٹ گئی تو مین فوراً بسبیل ڈاک رام پور جاؤں گا۔ اور نواب فخر الدین خان مرحوم کے ہاتھ کا لکھا ہوا دیوان تم کو لا دوں گا۔ اگر یہ کہتے ہو کہ اب وہاں سے لیکر بھیج دو۔ وہ نہ کہیں گے کہ وہین سے کیوں نہیں بھیجتے۔ ہاں یہ لکھون کہ نواب ضیاء الدین خان صاحب نہیں دیتے تو کیا وہ یہ نہیں کہہ سکتے۔ کہ جب وہ تمھارے بھائی اور تمھارے قریب ہوکر نہیں دیتے تو مین اتنی دور سے کیوں دوں۔ اگر تم یہ کہتے ہو کہ تفصیل سو لکھ کر بھیج دو وہ اگر نہ دین تو مین کیا کرون۔ اگر دین تو میرے کس کام کا پہلے تو ناتمام پھر ناقص بعض بعض قصائد اس مین سے اور کے نام کر دیئے گئے ہین اور اس مین اُسی ممدوح سابق کے نام پر ہین۔

شہاب الدین خان کا دیوان جو یوسف مرزا لے گیا ہے اس مین یہ دونون قباحتین موجود تیسری یہ کہ سراسر غلط ہر شعر غلط ہر مصرعہ غلط یہ کام تمہاری مدد کے بغیر انجام نہ پائیگا اور تمہارا کچھ نقصان نہیں ہان احتمال نقصان وہ بھی ازروئے وسوسۂ وہم اس صورت مین مین تلافی کا کفیل جیسا کہ اوپر لکھ آیا ہون۔ بہر حال راضی ہو جاؤ۔ اور مجکو لکھو تو مین طالب کو اطلاع دون اور طلب اُسکی جب دوبارہ ہو تو کتاب بھیج دون۔ رحم و کرم کا طالب۔ غالب۔

بنام مرزا شہاب الدین احمد خان صاحب

بھائی تمہارا خط حکیم محمود خان صاحب کے آدمی کے ہاتھ پہنچا۔ خیر و عافیت معلوم ہوئی۔ انصاف کرو کتاب کوئی سی ہو اُسکا پتہ کیون کر لگے۔ لوٹ کا مال چوری چوری کہتے کہتے دون مین بک گیا۔ اور اگر ٹرک پر بھی بکا تو مین کہان جو دیکھون۔ صبر کرو اور چپ ہو رہو ؎

بر دل نفس اندہ گیتی لب بر آرید	گیرید کہ گیتی ہمہ یکسر بسر آمد

آدمی تو آتے جاتے رہتے ہین خدا کرے یہان کا حال سن لیا کرتے ہو۔ اگر جیتے رہے اور ملنا نصیب ہوا تو کہا جائے گا ورنہ قصہ مختصر تمام ہوا لکھتے ہوئے ڈرتا ہون۔ اور وہ بھی کون سی خوشی کی بات ہے جو لکھون اپنے گھر مین اور اپنے بچون کو میری اور میرے گھر کی طرف سے دعا کہدینا۔ اور تم کو بھی تمہاری اُستانی دعا کہتی ہین زیادہ زیادہ از غالب دوشنبہ ۸۔ فروری سنہ ۱۸۵۹ع

ایضاً بھائی شہاب الدین خان واسطے خدا کے تم نے اور حکیم غلام نجف خان نے میرے دیوان کا کیا حال کر دیا ہے۔ یہ اشعار جو تم نے بھیجے ہین خدا جانے کس ولد الزنا نے داخل کر دیئے ہین۔ دیوان تو چھاپے کا ہے متن مین۔ اگر یہ شعر ہون تو میرے ہین اور اگر حاشیہ پر ہون۔ تو میرے نہین ہین۔ بالفرض اگر یہ شعر متن مین پائے بھی جاوین تو یون سمجھنا کہ کسی ملعون زن جلب نے اصل کلام کو چھیل کر یہ خرافات لکھدیئے ہین۔ خلاصہ یہ کہ جس مفسد کے یہ شعر ہین اُسکے باپ پر اور دادا پر لعنت اور وہ ہفتاد پشت تک ولد الحرام اس کے سوا اور کیا لکھون ایک تو لڑکے میان غلام نجف۔ دوسرے تم میری بدبختی بڑھاپے مین آئی کہ میرا کلام تمہارے

ہاتھ پڑا۔ بعد ان سطرون کے لکھنے کے تمھارا خط پہنچا یہ دوسرا حادثہ مجکو پہلے ہی معلوم ہوگیا تھا قضا و قدر کے امورمین دم مارنے کی گنجایش نہیں ہے کہین جاگیر پر جلد جانے کی اجازت ہوجائے تاکہ سب یک جا باہم آرام سے رہو۔ اپنے کاتب کو کہہ دینا کہ یہ خرافات متن میں نہ لکھے۔ اگر لکھ دیئے ہون تو وہ ورق نکلوا ڈالنا۔ اور ورق اوسکے بدلے لکھوا کر لگا دینا مناسب تو یون ہے کہ تم کسی آدمی کے ہاتھ وہ دیوان جو تمھارے کاتب نے نقل کیا ہو میرے پاس بھیج دو۔ تاکہ میں اُسکو ایک نظر دیکھکر پھر تم کو بھیج دون۔ زیادہ زیادہ۔ آج میرے پاس ٹکٹ ہے نہ دام معاف رکھنا۔ والسلام۔

ایضاً بھائی تمھارا خط پہنچا کوئی مطلب جواب طلب نہیں تھا کہ مین اُسکا جواب لکھتا پھر سوچا کہ مبادا تم آزردہ ہو اس واسطے آج یہ رقعہ تم کو لکھتا ہون۔ میرا جی تو یہ چاہتا تھا کہ اب جو خط تمھیں لکھون اُس کے آغاز مین یہ لکھون کہ مبارک ہو۔ تمھارے اب و عم مع الخیر اپنی جاگیر کو روانہ ہوگئے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اب کے جو خط تم کو لکھون گا اُسکا مضمون یہی ہوگا۔ خاطر جمع رکھنا۔ اور اگر میرا خط دو چار دن نہ پہنچے تو مجکو اُسی مضمون کے ظہور کا منتظر سمجھنا اور گلہ نہ کرنا اور ہان صاحب تم جو خط لکھتے ہو تو اُس مین احمد سعید خان کا کچھ ذکر نہیں لکھتے لازم ہے کہ اُس کی خیر و عافیت اور اُسکی بہن کی خیر و عافیت لکھتے رہا کرو۔ یہاں تمھاری پھوپھی اور تمھارے دونون بھتیجے اچھی طرح ہیں۔ والدعا۔ از غالب یکشنبہ ۱۲۔ اپریل ۱۸۵۸ء

ایضاً میان مرزا شہاب الدین خان۔ اچھی طرح رہو۔ غازی آباد کا حال شمشاد علی سے سُنا ہوگا ہفتے کے دن دو تین گھڑی دن چڑھے احباب کو رخصت کرکے راہی ہوا قصد یہ تھا کہ پلکنو سے رہون وہان قافلے کی گنجایش نہ پائی۔ ہاپوڑ کو روانہ ہوا۔ دونون برخوردار گھوڑوں پر سوار پہلے چلدیتے۔ چار گھڑی دن رہے مین ہاپوڑ کی سرائے میں پہنچا۔ دونوں بھائیوں کو بیٹھے ہوئے اور گھوڑون کو ٹہلتے ہوئے پایا۔ گھڑی بھر دن رہے قافلہ آیا۔ مین نے چھٹانک بھر گھی داغ کیا۔ دو شامی کباب اُس میں ڈالدیئے۔ رات ہوگئی تھی شراب

پی لی کباب کھا لئے۔ لڑکون نے ارہر کی کھچڑی پکوائی خوب گھی ڈال کر آپ بھی کھائی اور سب آدمیون کو بھی کھلائی۔ ون کے واسطے سادہ سالن پکوایا۔ ترکاری نہ ڈلوائی۔ بارے آجتک دونون بھائیوں میں موافقت ہی۔ آپس کی صلاح و مشورت سے کام کرتے ہین۔ اتنی بات البتہ ہے کہ حسین علی منزل پہ اُتر کر پاپڑ اور مٹھائی کے کھلونے خرید لاتا ہے۔ دونون بھائی مل کر کھا لیتے ہین۔ آج مین نے تمھارے والد کی نصیحت پر عمل کیا۔ چار بجے پانچ کے عمل میں ہاپوڑ سے چل دیا۔ سورج نکلے بابوگڈہ کی سرائے مین آپہنچا۔ چارپائی بچھائی اُسپر بچھونا بچھا کر حقہ پی رہا ہون اور یہ خط لکھ رہا ہوں۔ دونون گھوڑے کوتل آگئے۔ دونون لڑکے رتھ مین سوار آتے ہین۔ اب وہ آئے اور کھانا کھالیا اور چلے۔ تم اپنی اُستانی کے پاس جاکر یہ رقعہ سراسر پڑھ کر سنا دینا۔ شمشاد کو کتاب کے مقابلے اور تصحیح کی تاکید کر دینا۔

ایضاً میان وہ قاضی تو مسخرہ چوتیا ہے اُن کا خط دیکھ لیا خیر ہان علاء الدین خان کا خط گھنٹہ بھر بھانڈ کے طائفہ کا تماشا ہے۔ اب تم کہو اُستاد میر جان کو کیون کر بھیجو گے اُن کو کہان پاؤ گے۔ اور علاء الدین خان نے حسب الحکم تمھارے چچا کو لکھا ہے۔ لوہارو کی سواریان آئی ہوئی شاید کل یا پرسون جائین اس کی فکر آج کرو۔ امین الدین خان بیچارہ اکیلا گھبراتا ہوگا۔ چکیدن دہیم۔ رمیدن دہیم یہ غزل علاء الدین کو بھیج چکا ہون۔ تم علاؤ الدین خان کو لکھو۔ کہ بڑی شرم کی بات ہے کہ مصرع ع ہر دم آزردگی غیر سبب را چہ علاج ؂ اس غزل کو حافظ کی غزل سمجھتے ہو۔ واہ واہ غیر سبب یہ کہان کی بولی ہے۔ مصرع ع از خواند قرآن تو قاری چہ فائدہ عیاذاً باللہ امیر خسرو قرآن کو کہ بسکون رائے قرشت والفاظ مد وہ ہے۔ قرآن بروزن پُران لکھین گے۔ یہ دونون غزلین دوگدھون کی ہین۔ شاید ایک نے مقطع میں حافظ اور ایک نے مقطع مین خسرو لکھ دیا ہو۔

ایضاً نور چشم شہاب الدین خان کو دعا کے بعد معلوم ہو یہ جو رقعہ لے کر پہنچتے ہین ان کا نام حسن علی ہے اور یہ سید ہین۔ دوا سازی مین یگانہ۔ رکاب داری مین یکتا۔ جان محمد ان کا

باپ ملازم سرکار شاہی تھا۔ اب ان کا چچا میر فتح علی پندرہ روپیہ مہینے کا الور مین نوکر ہے بہر حال ان سے کہا گیا کہ پانچ روپیہ مہینا ملے گا اور لوہارو جانا ہوگا انکار کیا کہ پانچ روپیہ مین مین کیا کھاؤنگا۔ یہان زن و فرزند کو کیا بھجواؤنگا۔ جواب دیا گیا کہ سرکار بڑی ہے اگر کام تمھارا پسند آئے گا تو اضافہ ہو جائے گا۔ اب وہ کہتا ہی کہ خیر توقع پر یہ قلیل مشاہرہ قبول کرتا ہون مگر دونون وقت روٹی سرکار سے پاؤن بغیر اس کے کسی طرح نہین جا سکتا۔ سنو میان حق بجانب اس غریب کے ہے روٹی بغیر بات نہیں بنتی یقین ہے تم رپورٹ کروگے تو اس امر کی منظوری کا حکم آجائے گا۔ یہ قصہ فیصل ہوا۔ اب یہ کہتا ہے کہ وہ ماہہ بہ پیشگی دو تاکہ کچھ کپڑا لتا بناؤن اور کچھ گھر مین دے جاؤن راہ مین روٹی اور سواری سرکار سے پاؤن تو یہان بھی حق بجانب سائل کے جانتا ہون۔ مگر کچھ کہہ نہیں سکتا۔ اپنی رائے اس باب مین لکھ نہیں سکتا خیر تم بھی میرا رقعہ اپنے نام کا علائی مولائی کو بھیجدو۔ غالب سہ شنبہ ۲۴ ستمبر ۱۸۶۱ء

ایضاً تمھارے بھائی کا خط تمھارے پاس بھیجتا ہون۔ کلیات اُردو جو تم نے خریدے ہین ایک اُس مین سے چاہو اپنے چچا کی نذر کرو چاہو بھائی کو تحفہ بھیجو۔ مین نے اس وقت اُن کے نام کا خط لوہارو کو روانہ کیا ہے۔ بعد ارسال خط مولوی سعید الدین خان صاحب میرے ہان آئے۔ اُنھانے حرف و حکایت مین میں نے شاہین کی حقیقت پوچھی جواب دیا کہ ہان عربی میں ایک باجے کا نام شاہین ہے۔ صورت اُس کی پوچھی گئی کہا مجھے معلوم نہین صراح مین مین نے دیکھا ہے فقط تم جو مولانا علائی کو خط لکھو یہ رقعہ ملفوف کردو۔ غالب۔

رباعی

رقعہ کا جواب کیون نہ بھیجا تم نے	ثاقب حرکت یہ کی ہے بیجا تم نے
حاجی کلو کو دیکے بے وجہ جواب	غالب کا پکا دیا کلیجا تم نے

ایضاً

اے روشنی دیدہ شہاب الدین خان	کٹتا ہے بتاؤ کس طرح سے رمضان

ہوتی ہے تراویح سے فرصت کب تک	سنتے ہو تراویح میں کتنا قرآن

بنام نواب انوارالدولہ سعدالدین خان صاحب شفق

ہرگز نہ میرد آنکہ دلش زندہ شد بہ عشق	ثبت ست برجریدۂ عالم دوام ما

خداوند نعمت آج دوشنبہ ۶۔ رمضان کی اور ۱۵۔ فروری ہے۔ اس وقت کہ بارہ پر تین بجے ہین بعطوفت نامہ پہنچا۔ اُدھر پڑھا۔ اِدھر جواب لکھا۔ ڈاک کا وقت نہ رہا۔ خط کہ معنون کر رکھتا ہون۔ کل سشنبہ ۱۶۔ فروری کو ڈاک میں بھجوا دونگا۔ سال گزشتہ مجھ پر بہت سخت گزرا ۱۲۔ ۱۳ مہینے صاحب فراش رہا۔ اُٹھنا دشوار تھا۔ چلنا پھرنا کیسا۔ نہ تپ۔ نہ کھانسی۔ نہ اسہال نہ فالج نہ لقوہ ان سب سے بدتر ایک صورت پُرکدورت یعنی احتراق کا مرض مختصر یہ کہ سر سے پاؤن تک بارہ پھوڑے ہر پھوڑہ ایک زخم۔ ایک غار ہر روز بے مبالغہ بارہ تیرہ پھائے اور پاؤ بھر مرہم درکار۔ نو دس مہینے بے خور و خواب رہا ہون۔ اور شب و روز بیتاب راتیں یون گزرین ہین۔ کہ اگر کبھی آنکھ لگ گئی دو گھڑی غافل رہا ہون گا کہ ایک آدھ پھوڑے مین ٹیس اُٹھی۔ جاگ اُٹھا۔ تڑپا کیا۔ پھر سو گیا۔ پھر ہوشیار ہو گیا۔ سال بھر مین سے تین حصے دن یون گزرے۔ پھر تخفیف ہونے لگی۔ دو تین مہینے مین لوٹ پوٹ کر اچھا ہو گیا نئے سر سے روح قالب مین آئی۔ اجل نے میری سخت جانی کی قسم کھائی اب اگرچہ تندرست ہون۔ لیکن ناتوان و سست ہون۔ حواس کھو بیٹھا۔ حافظہ کو رو بیٹھا اگر اُٹھتا ہون تو اتنی دیر میں اُٹھتا ہون کہ جتنی دیر مین ایک قد آدم دیوار اُٹھے۔ آپ کی پرسش کے کیون نہ قربان جاؤن کہ جب تک میرا مرنا نہ سنا میری خبر نہ لی میری مرگ کے مخبر کی تقریر اور مثلاً میری یہ تحریر آدھی سچ اور آدھی جھوٹ بصورت مرگ نیم مردہ اور درحالت حیات نیم زندہ ہون ؎

درکشاکش ضعفم نگسلد روان از تن	اینکہ من نمے میرم ہم زناتوانیہا ست

ان سطور کی نقل میرے مخدوم مولوی غلام غوث خان صاحب بہادر میر منشی لفٹنٹ گورنری غرب و شمال کے پاس بھیج دیجئے گا تو اُن کو خوش اور مجکو ممنون کیجئے گا۔

ایضاً پیر و مرشد حضور کا توقیع خاص اور آپ کا نوازشنامہ۔ یہ دونون حرز بازو ایک دن اور ایک وقت پہنچے۔ توقیع کا جواب دو چار دن مین لکھون گا۔ ناسازی مزاج مبارک موجب تشویش و ملال ہوئی۔ اگرچہ حضرت کی تحریر سے معلوم ہوا کہ مرض باقی نہیں مگر ضعف باقی ہی لیکن تسکین خاطر منحصر اس مین ہے کہ آپ بعد اس تحریر کے ملاحظہ فرمانے کے اپنے مزاج کا حال پھر لکھین۔ ہنڈوی پہنچی۔ اس کا بھی حال سابق کی سی ہی ہنڈوی کا ساہو یعنی ساہوکار کہتا ہے کہ ابھی ہم کو کالپی کے ساہوکار کی اجازت نہیں آئی جو ہم روپیہ دین۔ اگر سرکار کے کارپرداز وہان کے ساہوکار سے کہہ کر اجازت لکھوا بھیجین تو مناسب ہے۔ صہبائی کے تذکرہ کی ایک جلد میری ملک میں سے میرے پاس تھی وہ مین اپنی طرف سے بسبیل ارمغان آپکو بھیجتا ہون نذر قبول ہو۔ اب مین حضرت سے باتین کر چکا۔ خط کو سرنامہ کر کے کہار کو دیتا ہون کہ ڈاک مین دے آوے۔ بارہ پر دو بجے کتاب کا پارسل بطریق بیرنگ روانہ کرون گا۔ پیشگاہ وزارت مین میری بندگی پہنچے۔ عرضداشت بعد اس کے پہنچے گی۔ جناب میر صاحب قبلہ میر امجد علی صاحب کو سلام نیاز اور جناب منشی نادر حسین خان صاحب کو سلام۔

ایضاً پیر و مرشد اگر مین نے امیدگاہ بکاف عربی ازراہ شکوہ لکھا تو کیا گناہ کیا نہ خط کا جواب نہ قصیدہ کی رسید ؎

درین خستگی پوزش از من مجوی ‏ بود بندہ خستہ گستاخ گوی

اور یہ جو آپ فرماتے ہیں کہ ان موانع کے سبب سے میں قصیدہ کی تحسین نہیں لکھ سکا بندہ بے ادب نہیں تحسین طلب نہیں ایسے مجمع مین محشور کہ سوائے احترام الدولہ کے کوئی سخندان نہیں مین جو اپنا کلام آپ کے پاس بھیجتا ہون گویا آپ اپنے پر احسان کرتا ہون ؎

وائے بر جانِ سخن گر بہ سخندان نہ رسد ✤ افسوس کہ میرا حال اور یہ لیل و نہار آپ کی نظر مین نہیں ورنہ آپ جانین کہ اس بجھے ہوئے دل اور اس ٹوٹے ہوئے دل اور اس مرے ہوئے دل پر کیا کر رہا ہون۔ نواب صاحب اب نہ دل میں وہ طاقت نہ قلم مین وہ زور سخن گستری کا

ایک ملکہ باقی ہے بے تامل اور بے فکر جو خیال مین آجائے وہ لکھ لون ورنہ فکر کی صعوبت کا متحمل نہین ہوسکتا بقول مرزا عبدالقادر بیدل ؎

جہد ہا در خورِ توانائی ست	ضعف یکسر فراغ مے خواہد

مُہر کا حال معلوم ہوا پہلے آپ لکھ بھیجئے کہ کیا کھدوا جائے گا۔مہدی حسن خان۔مہدی حسین خان بہادر لکھ رہا ہون بصرف یاد پر لکھ رہا ہون ورنہ خط لڑکون نے کھو دیا یاد پڑتا ہو کہ نگینہ وہان سے بھیجنے کو آپنے لکھا ہے سو اب مین مکرر خواہان ہون کہ یہ معلوم ہوجائے کہ نگینہ بھیجئے گا یا یہان خریدا جائے گا۔اور نقش نگین کیا ہوگا تاکہ شمار حروف کا مجکو معلوم رہے اب جب آپ مجکو لکھین گے تب مین اس کا جواب لکھون گا۔حافظ صاحب کا پہنچنا تقریبًا معلوم ہوا۔یعنی اُن کی طرف سے آپنے مجکو سلام لکھا ہے۔سو مین بھی اُن کی خدمت مین بندگی اور جناب منشی نادر حسین خان صاحب کی جناب مین سلام عرض کرتا ہون۔زیادہ حد ادب

ایضًا قبلہ حاجات قصیدہ دوبارہ پہنچا چونکہ پیشانی پر دستخط کی جگہ نہ تھی ناچار اُسکو ایک اور دو ورقہ پر لکھوایا اور حضور مین گزرانا اور تمنائے دیرینہ حاصل کی یعنی دستخط خاص مشتمل اظہار خوشنودی طبع اقدس ہوگئے۔احترام الدولہ بہادر میرے ہم زبان اور آپکے ثناخوان رہے گویا اس امر خاص مین وہ شریک غالب ہین۔ہم بطریق کسرۂ اضافی وہم بطریق کسرۂ توصیفی پروردگار اس بزرگوار کو سلامت رکھے کہ قدردان کمال بلکہ حق تو یون ہے کہ خیر محض ہو غیاث اللغات ایک نام موقر و معزز جیسے الفربہ خواہ مخواہ ہر آدمی آپ جانتے ہین کہ یہ کون ہو ایک معلم فرومایہ رامپور کا رہنے والا۔فارسی سے ناآشنائے محض اور صرف و نحو مین ناتمام انشاء خلیفہ و منشیات مادھورام کا پڑھانے والا چنانچہ دیباچہ مین اپنا ماخذ بھی اس نے خلیفہ شاہ محمد و مادھورام وغنیمت و قتیل کے کلام کو لکھا ہے۔یہ لوگ راہ سخن کے غول ہین آدمی کے گمراہ کرنیوالے یہ فارسی کو کیا جانین۔ہان طبع موزون رکھتے تھے شعر کہتے تھے ؎

ہرزہ مشتاب و پے جادہ شناسان بردار	اے کہ در راہ سخن چون تو ہزار آمد و رفت

میرا دل جانتا ہے کہ آپکے دیکھنے کا مین کس قدر آرزومند ہون میرا ایک بھائی مامون کا بیٹا کہ وہ نواب ذوالفقار بہادر کی حقیقی خالہ کا بیٹا ہوتا تھا اور مسند نشین حال کا چچا تھا۔ اور وہ میرا ہم شیر بھی تھا یعنی مین نے اپنی نانی اور اُس نے اپنی پھوپی کا دودھ پیا تھا وہ باعث ہوا تھا میرے باندا بوندیل کھنڈ آنے کا مین نے سب سامان سفر کر لیا۔ ڈاک مین روپیہ ڈاک کا دیدیا قصد یہ تھا کہ فتح پور تک ڈاک مین جاؤن گا۔ وہان سے نواب علی بہادر کے ہان کی سواری مین باندے جا کر ہفتہ بھر رہ کر کالپی ہوتا ہوا آپکے قدم دیکھتا ہوا بسبیل ڈاک دلی چلا آؤن گا۔ ناگاہ حضور والا بیمار ہو گئے۔ اور مرض نے طول کھینچا وہ ارادہ قوت سے فعل مین نہ آیا۔ اور پھر مرزا اورنگ خان میرا بھائی مر گیا۔ مصرع اے بسا آرزو کہ خاک شدہ ۔ واللہ وہ سفر اگرچہ بھائی کی استدعا سے تھا مگر مین نتیجہ اس شکل کا آپکے دیدار کو سمجھا ہوا تھا۔ ہرزہ سرائی کا جرم معاف کیجئے گا۔ میرا جی آپکے ساتھ باتین کرنے کو چاہا۔ اسواسطے جو دل مین تھا وہ اس عبارت سے زبان پر لایا۔

ایضًا پیر و مرشد۔ کورنش۔ مزاج اقدس۔ الحمدللہ تو اچھا ہے حضرت دعا کرتا ہون۔ پرسون آپ کا خط مع سارٹیفکٹ کے پہنچا۔ آپ کو مبدأ فیاض سے اشرف الوکلا خطاب ملا۔ مجتبا نہ ایک لطیفہ نشاط انگیز سنیئے ڈاک کا ہرکارہ جو بلی ماروں کے خطوط پہنچاتا ہے ان دنون مین ایک بنیا پڑھا لکھا حرف شناس کوئی فلان ناتھ۔ ڈھمکٹ اس ہی مین بالاخانہ پر رہتا ہون حویلی مین آکر اُس نے داروغہ کو خط دے کر مجھ سے کہا کہ ڈاک کا ہرکارہ بندگی عرض کرتا ہے اور کہتا ہے کہ مبارک ہو آپ کو جیسا کہ دلی کے بادشاہ نے نوابی کا خطاب دیا تھا۔ اب کالپی سے خطاب کپتانی کا ملا حیران کہ یہ کیا کہتا ہے۔ سرنامہ کو غور سے دیکھا۔ ہاہین قبل از اسم مخدوم نیاز کیشان لکھا تھا۔ اُس قرمساق نے اور الفاظ سے قطع نظر کر کے کیشان کو کپتان پڑھا۔ بھائی ضیاء الدین خان صاحب شملہ گئے ہوئے ہین۔ شاید ماہ حال یعنی جولائی۔ یا اول ماہ آیندہ یعنی اگست مین یہان آجائین آپ کو نوید تخفیف تصدیع دیتا ہون۔ آپ نواب صاحب سے کتاب کیون مانگین اور زحمت کیون اُٹھائین جس قدر کہ علم اُن کو اس خاندان مجدت نشان کے حال پر حاصل ہو گیا

ہے کافی ہے۔ مولانا قلق کے نام کی عرضی اُن کو پہنچا دیجئے گا۔ اور جناب نادر حسین خان صاحب کو میرا سلام فرما دیجئے گا۔

ایضاً پیر و مرشد شب رفتہ کو مینھ خوب برسا۔ ہوا مین فرط برودت سے گزند پیدا ہو گیا۔ اب صبح کا وقت ہے ہوا ٹھنڈی بے گزند چل رہی ہے۔ ابر تنک محیط ہے۔ آفتاب نکلا ہے پر نظر نہیں آتا ہے۔ مین عالم تصور مین آپ کو مسند عز و جاہ پر جانشین۔ اور منشی نادر حسین خان صاحب کو آپ کا جلیس مشاہدہ کر کے آپ کی جناب مین کورنش بجا لاتا ہون اور منشی صاحب کو سلام کرتا ہون۔ کافر نعمت ہو جاؤن۔ اگر یہ مدارج بجا نہ لاؤن۔ حضرت نے اور منشی صاحب نے میری خاطر سے کیا زحمت اُٹھائی ہے۔ بھائی صاحب بہت خوشنود ہوئے۔ منت پذیری مین میرے شریک غالب ہین۔ فی الحال بتوسط میرے سلام نیاز عرض کرتے ہین اغلب ہے کہ نامہ جداگانہ بھی ارسال کرین۔ حضرت آپ غالب کی شرارتین دیکھتے ہین سب کچھ کہے جاتا ہے اور اُس اصل کا کہ جسپر یہ مراتب متفرع ہون ذکر نہین کرتا۔ فقیر کو یہ طرز پسند نآئی۔ مطلب اصلی کو مقدر چھوڑ جانا کیا شیوہ ہے۔ یون لکھنا تھا کہ آپ کا عنایت نامہ اُس کے ساتھ نسب نامہ خاندان مجد و علا کا پارسل پہنچا مین ممنون ہوا۔ نواب ضیاء الدین خان بہادر بہت ممنون و شاکر ہوئے۔ جناب عالی ہین تو غالب ہرزہ سرا کا معتقد نہ رہا۔ آپنے اُس کو مصاحب بنا رکھا ہے۔ اسکا دماغ چل گیا ہے۔ قبلہ و کعبہ جناب مولانا قلق مین حضرت شفق نے جو غالب کی شکایت کی تھی وہ مقبول نہ ہوئی۔ اب جناب ہاشمی کو اپنا ہم زبان اور مددگار بنا کر پھر کہتے ہین آپ کی بات اس باب مین کبھی نہ مانون گا جب تک سید صاحب کا خوشنودی نامہ نہ بھجوائیے گا اس سارٹیفکٹ کے حصول مین رشوت دینے کو بھی موجود ہین والسلام۔

ایضاً پیر و مرشد مین آپ کا بندہ فرمانبردار۔ اور آپ کا حکم بطیب خاطر بجا لاتا ہون مگر سمجھ تو لون کہ کیا لکھون۔ وہ مکتوب کہان بھیجون۔ آپکے پاس بھیج دون یا انہیں منشی صاحب کے پاس بھیج دون۔ اور رسیم الدین ظہیر الدین کو منشی میر شیخ خواجہ۔ کیا کر کے لکھون وہ حاکم کی برائے کے

شمول کا قیدی اور اُس زمانہ مین سینکڑون جزیرہ نشین رہائی پاکر اپنے اپنے گھر آ گئے با این ہمہ منشی کو کیا اختیار ہے کہ وہ چھوڑ دے۔ یہ آپ کی تحریر سے نہیں معلوم ہوتا کہ اب سعی منحصر اس مین ہے کہ قیدی دریائے شور کو نہ جاوے اور یہیں محبوس رہے یا یہ منظور ہے کہ جزیرہ کو بھی نہ جاوے اور یہان کی قید سے بھی رہائی پائے۔ خواہش کیا ہے اور کارپرداز سے کس طرح کی اعانت چاہتے ہون۔ پہلے تو یہ سوچتا ہون کہ کیا لکھون۔ پھر جو کچھ لکھون اُس کو کہان بھیجون طرق یہ ہے کہ میان امیر الدین وہ نگارش لے کر منشی صاحب کے پاس جائین۔ اور بذریعہ اُس خط کے روشناس ہون۔ مین کیا جانون کہ امیر الدین کا مسکن کہان ہے منشی صاحب کو خط بھیج دون۔ اُن کے نزدیک احمق بنون کہ کس امر موہوم مجہول مین مجکو لکھا ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ اس خط کو پڑھ کر تفحص کرین کہ امیر الدین کون ہے اور کہان ہے اور کیا جانتا ہے بہر حال اس خط کے ساتھ ایک اور لفافہ آپکے نام کا روانہ کرتا ہون۔ اُس مین صرف ایک خط مسودہ منشی صاحب ہے۔ کھلا ہوا اُس کو پڑھ کر میان امیر الدین کے پاس بھیج دیجئے گا۔ مگر گوند لگا کر اور اگر یہ منظور نہ ہو تو میری طرف سے منشی صاحب کے نام کے خط کا مسودہ لکھ کر میرے پاس بھیجے کہ اُس مسودہ کو صاف کر کے کہان بھیجون۔

ایضاً خداوند نعمت۔ شرف افزا نامہ پہنچا۔ شاہ اسرار الحق کے نام کا مکتوب اُن کی خدمت مین بھیج دیا گیا۔ جناب شاہ صاحب سالک مجذوب یا مجذوب سالک ہین اگر جواب بھجوا دین گے تو جناب مین ارسال کیا جائے گا قصیدہ کو بارہا دیکھا اور غور کی جس طور پر ہے اُس مین گنجایش اصلاح کی نہ پائی۔ یعنی لفظ کی جگہہ لفظ مرادف بالمعنی لانا صرف اپنی دستگاہ کا اظہار ہے ورنہ کوئی لفظ بے محل اور بے موقع نہیں۔ کوئی ترکیب فارسی ٹکسال سے باہر نہین۔ مگر ہان طرز گفتار کا بدلنا اُس کے واسطے چاہئیے۔ دوسرا قصیدہ اس زمین مین ایک اور لکھنا اور وہ تکلف بارد ہے۔ بلکہ شاید حضرت کو یہ منظور بھی نہ ہو۔ پس شرم کم خدمتی سے دل ریش اور فرط خجلت سے سر در پیش ہو کر قصیدہ کو اس لفافہ مین بھیجتا ہون۔ خدا کرے مورد عتاب

نہ ہون۔ غلہ کی گرانی آفت آسمانی امراض وموی بلائے جانی انواع واقسام کے اوہام وبثور شایع۔ چارہ ناسود مند وسعی ضایع۔ مین نہین جانتا کہ ۱۱ مئی ۱۸۵۷ء کو پہر دن چڑھے وہ فوج باغی میرٹھ سے دلی آئی تھی۔ یا خود قہر الٰہی کا پے درپے نزول ہوا تھا۔ بقدر خصوصیت سابق دلی ممتاز ہے۔ ورنہ سرتاسر قلمرو ہند مین فتنہ و بلا کا دروازہ باز ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۝ جناب میر امجد علی صاحب کو بندگی۔ جناب منشی نادر حسین خان صاحب کو سلام۔

ایضاً پیر و مرشد ۱۲ بجے تھے مین ننگا اپنے پلنگ پر لیٹا ہوا حقہ پی رہا تھا کہ آدمی نے آکر خط دیا۔ مین نے کھولا پڑھا۔ بھلے کو انگرکھا یا کرتا گلے مین نہ تھا اگر ہوتا تو مین گریبان پھاڑ ڈالتا حضرت کا کیا جاتا میرا نقصان ہوتا۔ سرے سے سنیئے آپ کا قصیدہ بعد اصلاح بھیجا اُس کی رسید آئی۔ کٹے کٹے شعر اُلٹے آئے اُن کی قباحت پوچھی گئی۔ قباحت بتائی گئی۔ الفاظ قبیح کی جگہ بے عیب الفاظ لکھہ دیئے گئے۔ لو صاحب یہ اشعار بھی قصیدہ مین لکھ لو۔ اس نگارش کا جواب آج تک نہیں آیا۔ شاہ اسرار الحق کے نام کا کاغذ اُن کو دیا۔ جواب مین جو کچھ اُنھون نے زبانی فرمایا۔ آپ کو لکھا گیا۔ حضرت کی طرف سے اس تحریر کا بھی جواب ملا ۝

پُرہون مین شکوہ سے یون راگ سے جیسے باجا	اک ذرا چھیڑئیے پھر دیکھئے کیا ہوتا ہے

سونچتا ہون کہ دونون خط بیرنگ گئے تھے۔ تلف ہونا کسی طرح متصور نہیں۔ خیر اب بہت دن کے بعد شکوہ کیا لکھا جائے۔ باسی کڑہی مین اُبال کیون آئے۔ بندگی بیچارگی۔ پانچ لشکر کا حملہ پے درپے اس شہر پر ہوا۔ پہلا باغیون کا لشکر اُس مین اہل شہر کا اعتبار لٹا۔ دوسرا لشکر خاکیون کا۔ اُس مین جان و مال و ناموس و مکان و مکین و آسمان و زمین و آثار ہستی سراسر لٹ گئے۔ تیسرا لشکر کال کا اُس مین ہزارہا آدمی بھوکے مرے۔ چوتھا لشکر ہیضہ کا اُس مین بہت سے پیٹ بھرے مرے۔ پانچوان لشکر تپ کا اُس مین تاب و طاقت نہ پائی اب تک اس لشکر نے شہر سے کوچ نہیں کیا۔ میرے گھر مین دو آدمی تپ مین مبتلا مین ایک بڑا لڑکا اور ایک میرا داروغہ۔ خدا ان دونون کو جلد صحت دے۔ برسات یہان بھی اچھی ہوئی ہے

لیکن نہ ایسی کہ جیسی کالپی اور بنارس مین۔ زمیندار خوش۔ کھیتیان تیار ہیں۔ خریف کا بیڑا پار ہے ربیع کے واسطے پوہ ماہ مین مینھ کی درکار ہے کتاب کا پارسل پرسون ارسال کیا جائیگا آہا ہاہا جناب حافظ محمد بخش صاحب میری بندگی۔ مغل علیخان غدر سے کچھ دن پہلے مستعفی ہوکر مر گئے ہے ہے۔ کیونکر لکھون حکیم رضی الدین خان کو قتل عام مین ایک خاکی نے گولی ماردی۔ اور احمد حسین خان اُن کے چھوٹے بھائی اُسی دن مارے گئے۔ طالع یار خان کے دونون بیٹے ٹونک سے رخصت لیکر آئے تھے غدر کے سبب جا نہ سکے یہین رہے۔ بعد فتح دہلی دونون بے گناہون کو پھانسی ملی۔ طالع یار خان ٹونک مین ہین۔ زندہ ہین پر یقین ہے کہ مردہ سے بدتر ہوں گے۔ میر چھوٹم نے بھی پھانسی پائی۔ حال صاحبزادہ میان نظام الدین کا یہ ہے کہ جہان سب اکابر شہر کے بھاگے تھے۔ وہ بھی بھاگ گئے تھے۔ بروودہ میں رہے اورنگ آباد مین رہے۔ حیدرآباد مین رہے۔ سال گزشتہ یعنی جاڑون مین یہان آئے۔ سرکار سے اُن کی صفائی ہوگئی۔ لیکن صرف جان بخشی۔ روشن الدولہ کا مدرسہ جو عقب کوتوالی چبوترہ ہے وہ اور خواجہ قاسم کی حویلی جس مین مغل علیخان مرحوم رہتے تھے وہ اور خواجہ صاحب کی حویلی یہ املاک خاص حضرت کالے صاحب کی اور کالے صاحب کے بعد میان نظام الدین کی قرار پاکر ضبط ہوئی۔ اور نیلام ہوکر روپیہ سرکار مین داخل ہو گیا۔ ہان قاسم جان کی حویلی جس کے کاغذ میان نظام الدین کی والدہ کے نام کے ہین وہ اُن کو یعنی میان نظام الدین کی والدہ کو مل گئی ہے۔ فی الحال میان نظام الدین پاک پٹن گئے ہین۔ شاید بھاولپور بھی جائیں گے۔

ایضاً پیر و مرشد آداب۔ غلطنامہ قاطع برہان کو بھیجے ہوئے تین دن۔ اور آپ کی خیر و عافیت مولوی حافظ عزیز الدین کی زبانی سُنے ہوئے دو دن ہوئے تھے کہ کل آپکا نوازشنامہ پہنچا۔ قاطع برہان کے پہنچنے سے اطلاع پائی معتقدان برہان قاطع برچھیان اور تلوارین پکڑ پکڑ کے اُٹھ کھڑے ہوئے ہین۔ ہنوز دو اعتراض مجھ تک پہنچے ہین۔ ایک تو یہ کہ قاطع برہان غلط ہے

یعنی ترکیب خلاف قاعدہ ہے۔ کلام قطع کیا جاتا ہے۔ برہان قاطع نہیں ہوسکتی ہے۔ لو صاحب برہان قاطع صحیح اور قاطع برہان غلط۔ مگر برہان قطع کی فاعل ہوسکتی ہے اور قطع کا فعل آپ نہیں قبول کرتے۔ قاطع برہان مین جو برہان کا لفظ ہے یہ مخفف برہان قاطع ہے۔ برہان قاطع کی رو کو قطع سمجھ کر قاطع برہان نام رکھا تو کیا گناہ ہوا۔ دوسرا ایراد یہ ہے مصرع
باانگشتیان ستیز بے جا ٭ انگلش کا نون تلفظ مین نہیں آتا۔ مین پوچھتا ہون خدا کے واسطے انگلش اور انگریز کا نون با علان کہاں ہے اور اگر ہے بھی تو ضرورت شعر کے واسطے لغات عربی میں سکون وحرکت کو بدل ڈالتے ہین اگر انگلش کے نون کو غنہ کر دیا تو کیا گناہ ہوا۔ وہ ورق جو چھاپے کا آپ کے پاس بھیجا ہے اُس کو غلط نامہ شاملہ کے بعد لگا کر جلد بندھوا لیجئے گا۔ حضرت کیون آپ نے مراسلہ اور میرے مکتوب کا حال پوچھا مصرع
این ہم کہ جوابے نہ نویسند جواب ست ٭ سمجھ لو اور چپ رہو میں نے مانا جس کو تم نے لکھا ہو وہ لکھے گا کہ میں نے مختار سے پوچھا۔ اس نے یوں کہا پھر میں نے یون کہا۔ اب یہ بات قرار پائی ہے تو اس تقریر کو حضرت ہی باور کرین گے فقیر کبھی نہ مانے گا۔ ایک حکایت سنو امجد علی شاہ کی سلطنت کے آغاز مین ایک صاحب میرے نیم آشنا یعنی خدا جانے کہان کے رہنے والے کسی زمانہ مین وارد اکبرآباد ہوئے تھے۔ کبھی یہان کے تحصیلدار بھی ہوگئے تھے زبان آور اور چالاک اکبرآباد میں نوکری کی جستجو کی کہیں کچھ نہ ہوا میرے ہان دو ایک بار آئے تھے پھر وہ خدا جانے کہاں گئے میں دلی آرہا کم وبیش بیس برس ہوئے ہونگے۔ امجد علی شاہ کے عہد مین اُن کا خط ناگاہ مجکو بسبیل ڈاک آیا۔ چونکہ اُن دنون میں دماغ درست اور حافظہ برقرار تھا مین نے جانا کہ یہ وہی بزرگوار ہین۔ خط مین مجکو پہلے یہ مصرعہ لکھا مصرع از بخت شکر دارم واز روزگار ہم ٭ آپ سے جُدا ہوکر بیس برس آوارہ پھرا اجے پور مین نوکر ہوگیا وہان سے دو برس کے بعد کہان گیا اور کیا کیا۔ اب لکھنؤ مین آیا ہون وزیر سے ملا ہون۔ بہت عنایت کرتے ہین۔ بادشاہ کی ملازمت اُنہین کے ذریعہ سے حاصل ہوئی ہے۔ بادشاہ نے خان اور

بہادر کا خطاب دیا ہے۔ مصاحبون مین نام لکھا ہے۔ مشاہرہ ابھی قرار نہیں پایا۔ وزیر کو مین نے آپ کا بہت مشتاق کیا ہے۔ اگر آپ کوئی قصیدہ حضور کی مدح میں اور عرضی یا خط جو مناسب جانیں وزیر کے نام لکھ کر میرے پاس بھیج دیجئے تو بیشک بادشاہ آپ کو بلائیں گے اور وزیر کا خط فرمان طلب آپ کو پہنچے گا۔ مین نے اُسی عرصہ مین ایک قصیدہ لکھا تھا۔ جس کی بیت اسم یہ ہے ؎

امجد علی شہ آنکہ بہ ذوق دعاے او	صد رہ نماز صبح قضا کرد روزگار

الخ متردد تھا کہ کس کی معرفت بھیجون۔ توکلتُ علی اللہ بھیج دیا رسید آگئی۔ صرف پھر دو ہفتہ کے بعد ایک خط آیا کہ قصیدہ وزیر تک پہنچا۔ وزیر پڑھ کر بہت خوش ہوا بہ آئین شایستہ پیش کرنے کا وعدہ کیا۔ مین متوقع ہون کہ میان بدرالدین مہرکن سے میری مُہر خطابی کھدوا کر بھیج دیجئے۔ چاندی کا نگینہ مربع اور قلم جلی فقیر نے سرانجام کر کے بھیج دیا۔ رسید آئی۔ اور قصیدہ کی بادشاہ تک گزرنے کی نوید۔ بس پھر دو مہینے تک اُدھر سے کوئی خط نہ آیا۔ میں نے جو خط بھیجا اُلٹا پھر آیا۔ ڈاک کا یہ توقیع کہ مکتوب الیہ یہان نہین۔ ایک مدت کے بعد حال معلوم ہوا کہ اس بزرگ کا وزیر تک پہنچنا اور حاضر رہنا سچ بادشاہ کی ملازمت اور خطاب ملنا غلط۔ بہادری کی مہر تم سے بغیر حاصل کئے مرشدآباد کو چلا گیا۔ چلتے وقت وزیر نے دو سو روپیہ دیئے تھے۔ ایک قاعدہ کلیہ ولی کا سمجھ لو۔ خالق کی قدرت مقتضی اِس کی ہے جو کہ اس شہر پناہ کے اندر پیدا ہوا۔ مرد یا عورت۔ خفقان۔ مراق۔ اُس کی خلقت و فطرت مین ہو۔ آٹھ دس برس کے بعد ساون کے آخر مین مینہ خوب برسا۔ لیکن نہ دریا جاری ہوئے نہ طوفان آیا۔ ہان شہر کے باہر ایک دن بجلی گری۔ دو ایک آدمی کچھ جانور تلف ہوئے۔ مکان گرے دس بیس آدمی دب کر مرے۔ دو تین شخص کوٹھے پر سے گر کر مرے۔ مراقیون نے غل مچانا شروع کیا۔ اپنے اپنے عزیزان بسفر رفتہ کو لکھا۔ جابجا اخبار نویسون نے اُن سے سُن کر درج اخبار کیا۔ لو اب دس بارہ دن سے مینہ کا نام نہیں۔ دھوپ آگ سے زیادہ تر تیز ہے

وہی خفقانی صاحب روتے پھرتے ہیں کہ کھیتیاں جلی جاتی ہیں. اگر مینھ نہ برسے گا تو پھر کال پڑے گا. مکانات کے گرنے کا حال یہ ہے کہ چار پانچ برس ضبط رہے. یغمائی لوگ کڑی تختہ کیواڑ، چوکھٹ بعض مکانات کی چھت کا مصالح سب لے گئے. اب اُن غربا کو وہ مکان ملے تو اُن مین مرمت کا مقدور کہان. فرمایئے مکانات کیوں کر نہ گرین.

ایضاً پیر و مرشد ایک نوازشنامہ آیا. اور دستنبو کے پہنچنے کا مژدہ پایا. اُس کا جواب یہی کہ کارپردازان ڈاک کا احسان مانا. اور اپنی محنت کو رائگان نہ جانا. چند روز کے بعد ایک عنایت نامہ اور پہنچا. گویا ساغر التفات کا دوسرا دور پہنچا. اب ضرور آپڑا کہ کچھ حال اس ستارہ دم دار کا لکھون. چنانچہ جس وقت سے وہ خط پڑا ہے. سوچ رہا ہون کہ کیا لکھون. چونکہ بسبب فقدان اسباب یعنی عدم رصد و کتاب کچھ نہین کہا جاتا ہے. ناچار مرزا صاحب کا مصرع زبان پر آجاتا ہے **مصرع** ازین ستارۂ دنبالہ دار می ترسم * یہ مطلع ہے. اور یہ پہلا مصرع ہے **مصرع** زخال گوشۂ ابروے یار می ترسم * کیا آپ مجکو بے ہنری اور ہیچ میرزی مین صاحبِ کمال نہیں جانتے. اور اس عبارت فارسی کو میرا مصداق حال نہیں مانتے.
پیش ملا طبیب و پیش طبیب ملا پیش ہیچ ہر دو و پیش ہر دو ہیچ آرایش مضامین شعر کے واسطے کچھ تصوف کچھ نجوم لگا رکھا ہے ورنہ سوائے موزونی طبع کے یہان اور کیا رکھا ہے. بہرحال علم نجوم کے قاعدہ کے موافق جب زمانہ کے مزاج مین فساد کی صورتین پیدا ہوتی ہین، تب سطح فلک پر یہ شکلین دکھائی دیتی ہین جس برج مین یہ نظر آئے اُس کا درجہ و دقیقہ دیکھتے ہین ہزار طرح کی چال ڈالتے ہین، تب ایک حکم لگاتے ہین. شاہجہان آباد مین بعد غروب آفتاب اُفق غربی شہر پر نظر آتا تھا. اور چونکہ اُن دنون مین آفتاب اول میزان مین تھا تو یہ سمجھا جاتا تھا کہ یہ صورت عقرب مین ہے درجہ و دقیقہ کی حقیقت نامعلوم رہی. بہت دن شہر مین اس ستارہ کی دھوم رہی. اب دس بارہ دن سے نظر نہین آتا. وہان شاید اب نظر آتا ہے جو آپ نے اس کا حال پوچھا ہے بس مین اتنا جانتا ہون کہ یہ صورتین قہر الٰہی کی ہین

اور ویلیین ملک کی تباہی کی۔ قران النحسین پھر کسوف۔ پھر خسوف۔ پھر یہ صورت پُر کدورت عیاذاً باللہ و پناہ بخدا۔ یہان پہلی نومبر کو بدھ کے دن حسب الحکم حکام کوچہ و بازار مین روشنی ہوئی اور شب کو کمپنی کا ٹھیکہ ٹوٹ جانا اور قلمرو ہند کا بادشاہی عمل مین آنا سنایا گیا۔ نواب گورنر جنرل لارڈ کیننگ بہادر کو ملکہ معظمہ انگلستان نے فرزند ارجمند خطاب دیا اور اپنی طرف سے نائب اور ہندوستان کا حاکم کیا۔ مین قصیدہ پہلے ہی اس تہنیت مین لکھ چکا ہون جناب بہ شمول دستنبو نظر انور سے گذرا ہوگا ؎

تا نہالِ دوستی کے بر دہد		حالیا رفتیم و تخمے کاشتیم	

ایضاً حضرت پیر و مرشد اگر آج میرے سب دوست و عزیز یہان فراہم ہوتے اور ہم اور وہ باہم ہوتے تو مین کہتا کہ آؤ اور رسم تہنیت بجالاؤ۔ خدا نے پھر وہ دن دکھایا کہ ڈاک کا ہرکارہ انوار الدولہ کا خط لایا۔ مصرع این کار کہ مے بینم بہ بیداریست یارب یا بخواب۔ منہ پیٹتا ہون اور سر پٹکتا ہون کہ جو کچھ لکھا چاہتا ہون نہین لکھ سکتا ہون۔ آلہی حیات جاودانی نہین مانگتا۔ پہلے انوار الدولہ سے مل کر سرگذشت بیان کرون۔ پھر اُن کے بعد مرون روپیہ کا نقصان اگرچہ جان کاہ اور جان گزا ہے۔ پر بموجب تلف المال خلف العمر غم فزا ہے جو روپیہ ہاتھ سے گیا ہے اُس کو عمر کی قیمت جانیئے اور ثبات ذات و بقائے عرض و ناموس کو غنیمت جانیئے۔ اللہ تعالیٰ وزیر اعظم کو سلامت رکھے۔ اور اس خاندان کے نام و نشان و غوو شان کو برقرار تا قیامت رکھے۔ مین نے گیارھوین مئی ۱۸۵۷ء سے اکتیسوین جولائی ۱۸۵۸ء تک روداد نثر مین بعبارت فارسی ناآمیختہ بعربی لکھی ہے۔ اور وہ پندرہ سطر کے مسطر سے چار جزو کی کتاب آگرہ کو مفید الخلائق مین چھپنے کو گئی ہے۔ دستنبو اسکا نام رکھا ہے اور اُس مین صرف اپنی سرگذشت اور اپنے مشاہدہ کے بیان سے کام رکھا ہو بعد چھپ جانے کے وہ نسخہ حضرت کی نظر سے گزرانونگا اور اُس کو ہم سخنی اور ہمزبانی جانونگا جناب میر امجد علی صاحب کا جو آپکے خط مین ذکر نہین آیا ہے تو اس خیر خواہ احباب کا

دل گھبرایا ہے۔ اب جو خط لکھیئے تو اُن کی خیر و عافیت بہر نمط لکھیئے۔ اُن کو بندگی اور جناب منشی نادر حسین خان صاحب کو سلام پہنچے۔

ایضاً پیر و مرشد معاف کیجئے گا مین نے جمنا کا کچھ حال نہ لکھا۔ یہان کبھی کسی نے اِس دریا کی کوئی حکایت ایسی نہین کی کہ جس سے استبعاد اور استعجاب پایا جائے پرسش کے بعد بھی کوئی بات نہین سُنی۔ سنیئے تو سہی موسم کیا ہے گرمی۔ جاڑا۔ برسات تین فصلین اکٹھی ہو گئی ہین۔ تگرگ باری علاوہ ایک بحر روان کی حقیقت متغیر ہو جائے تو محل استعجاب کیون ہو۔ اور یہ بات کہ دلی مین تغیر نہ ہو۔ اور پورپ مین ہو۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ یہان جمنا بانفرادہ رہی ہے اور وہان کہین کین کہین اور ندی کہین گنگا باہم مل گئی ہین۔ مجمع البحار ہی۔ حضرت نے خوب وکالت کی۔ مولانا قلق سے تقصیر میری معاف نہ کروائی۔ کہہ وو گے کہ گناہ معاف ہو گیا مین بغیر سارٹیفکٹ کے کب مانون گا یہ دن مجھ پر بڑے گذرتے ہین۔ گرمی مین میرا حال بعینہ وہ ہوتا ہے۔ جیسا زبان سے پانی پینے والے جانورون کا۔ خصوصاً اس تموز مین کہ غم و ہم کا ہجوم ہے ؎

آتشِ دوزخ میں یہ گرمی کہان		سوزِ غم ہائے نہانی اور ہے	

ایضاً قبلہ و کعبہ وہ عنایت نامہ جس مین حضرت نے مزاج کی شکایت لکھی تھی پڑھکر بے چین ہو گیا ہون۔ اور عرض کر چکا ہون کہ مزاج کا حال مفصل لکھیئے۔ چونکہ آپنے کچھ نہیں لکھا تو اور زیادہ مشوش ہون بنسخہ رفع تشویش یعنی شفقت نامہ جلد بھیجئے۔ جناب منشی نادر حسین خان صاحب کا کچھ حال معلوم نہین۔ حضرت میر امجد علی صاحب کا کچھ حال معلوم نہین متوقع ہون کہ اِن دونون صاحبون کی خدمت مین میرا سلام پہنچے اور آپ اِن کی خیر و عافیت لکھین۔ کبوترون کا نسخہ جیسا کہ میرے پاس آیا بجنسہ ارسال کرتا ہون۔ آپ کو معلوم ہو گا کہ میرن صاحب نے انتقال کیا یہ چھوٹے بھائی تھے مجتہد العصر لکھنؤ کے نام اُن کا سید حسین اور خطاب سید العلما نقش نگین۔ میر حسین ابن علی مین نے ان کی رحلت کی ایک تاریخ پائی۔

اُس مین پانچ بڑھتے ہین یعنی ۱۲۰۷ ہوتے تھے۔ تخرجہ نئی روش کا میرے خیال مین آیا
مین تو جانتا ہون اچھا ہے دیکھون آپ پسند فرماتے ہین یا نہین۔ قطعہ

حسین ابن علی ابروے علم و عمل	کہ سید العلما نقش خاتمش بودے
نماند و ماندے اگر بودے پنج سال دگر	غم حسین علی سال ماتمش بودے

زیادہ حد ادب۔ فقط۔

ایضاً پیر و مرشد یہ خط لکھنا نہین ہے باتین کرنی ہین۔ اور یہی سبب ہے کہ مین القاب وآداب نہین لکھتا۔ خلاصہ عرض کا یہ ہے کہ آج شہر مین بدرالدین علی خان کا نظیر نہین۔ بس مُہر اور کون کھود سکے گا۔ ناچار مین نے آپ کا نوازشنامہ جو میرے نام تھا وہ اُن کے پاس بھجوا دیا۔ اُنھون نے رقعہ میرے نام آج بھیجا۔ سو وہ رقعہ حضرت کی خدمت مین بھیجتا ہون آپ پڑھ لین اور سمجھ لین اور نگین باحتیاط ارسال فرماوین۔ پھر اُس کے بھیجنے کی بھی ضرورت نہین ہے۔ جب مین عرض کرون تب بھیجئے گا۔ تعجب ہے کہ جناب میر امجد علی صاحب قلق کا اس خط مین سلام نہ تھا۔ متوقع ہون کہ چھاپے کے قصیدے اُن کو سنا دیئے جاوین۔ اور میری بندگی کہی جاوے۔ جناب منشی نادر حسین خان صاحب کو میرا سلام بہ ہزار اشتیاق پہنچے۔

ایضاً لله الشکر کہ پیر و مرشد کا مزاج اقدس بہ خیر و عافیت ہی۔ پہلے نوازشنامہ کا جواب باآنکہ وہ مشتمل ایک سوال پر تھا۔ ہنوز لکھنے نہین پایا۔ کہ کل ایک مکرمت نامہ آیا۔ بندہ عرض کر چکا ہے کہ مسہل مین ہون چنانچہ کل میرا مسہل ہو گا۔ اس سبب سے اس توقیع کا پاسخ لکھا نہ ہو سکا اور لکھتا بھی تو یہی لکھتا جو آپنے لکھا ہے۔ ارنی کی رے کی حرکت و سکون کے باب مین قول فیصل یہی ہے جو حضرت نے لکھا ہے۔ اگر تقطیع شعر مساعدت کر جائے۔ اور ارنی بر وزن خیمے گنجایش پائے تو نعم الاتفاق ہے ورنہ قاعدہ تصرف مقتضی جواز ہی
مرزا عبدالقادر بیدل ؎

چو رسی بطور ہمت ارنی مگو و مگریز	کہ نیرزد این تمنا بجواب لن ترانی

اسد اللہ بیگ غالب ؎

رفت آنکہ ما ز حسن مدارا طلب کنیم
ہر رشتہ در کف ارنی گوے طور بود

زوائد سے فارغ ہو کر عرض کرتا ہون۔ کہ ہائے کیا غزل لکھی۔ قبلہ آپ فارسی کیون نہیں کہا کرتے کیا پاکیزہ زبان ہے اور کیا طرز بیان۔ کیا مین سخن ناشناس اور ناانصاف ہون کہ ایسے کلام کے حک و اصلاح پر جرأت کرون **مصرع** چہ حاجت ست بشاطہ روے زیبا را۔ ہان ایک جگہ آپ تحریر مین سہو کر گئے ہین **مصرع** اے مطرب جادو فن بازم رہ ہوشم زن ۞ دو میم آپڑے ہین ایک میم محض بیکار ہے دیگر کی جگہ آپ بازم لکھ گئے ہین ؎ اے مطرب جادو فن دیگر رہ ہوشم زن آپ دیکھیے اور صاحبون کی غزلین کب آتی ہین۔ اتنی عنایت فرمایئے گا کہ صاحب کے تخلص کے ساتھ اُن کا اسم مبارک اور کچھ حال رقم کیجئے گا۔ زیادہ حد ادب۔

ایضاً کیون کر کہون کہ مین دیوانہ نہیں ہون۔ ہان اتنے ہوش باقی ہین کہ اپنے کو دیوانہ سمجھتا ہون واہ کیا ہوشمندی ہے کہ قبلہ ارباب ہوش کو خط لکھتا ہون نہ القاب نہ آداب نہ بندگی نہ تسلیم سُن غالب ہم تجھ سے کہتے ہین بہت مصاحب نہ بن۔ اے ایاز حد خود بشناس مانا کہ تو نے کئی برس کے بعد نوبیت کی غزل لکھی ہے اور آپ اپنے کلام پر وجد کر رہا ہے مگر یہ تحریر کی کیا روش ہے۔ پہلے القاب لکھ پھر بندگی عرض کر۔ پھر ہاتھ جوڑ کر مزاج کی خبر پوچھ پھر عنایت نامہ کے آنے کا شکر ادا کر۔ اور یہ کہہ کہ جو مین تصور کر رہا تھا وہ ہوا یعنی جس دن صبحکو مین نے خط بھیجا۔ اُسی دن آخر روز حضور کا فرمان پہنچا۔ معلوم ہوا کہ حرارت ہنوز باقی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ رفع ہو جائے گی موسم اچھا آگیا ہے ؎

گرمی از آب برون رفت و حرارت ز ہوا
محمل مہر جہانتاب بمیزان آمد

اگر صرف تبرید و تعدیل سے کام نکل جائے تو کیا کہنا ہے ورنہ بحسب رائے طبیب تنقیہ کر ڈالیے مجکو بھی آج دسوان منضج ہے۔ پانچ سات دن کے بعد مسہل ہو گا۔

ایضاً پیر و مرشد۔ آداب۔ مزاج مقدس۔ میرا جو حال آپنے پوچھا اس پرسش کا شکر

بجالاتا ہون۔ اور عرض کرتا ہون کہ آپ کا بندہ بے درم خریدہ اچھی طرح ہے۔ ایک فصد بائیں منضج۔ چار مسہل۔ کہان تک آدمی کو ضعیف نہ کرے۔ بارے آفتاب عقرب مین آگیا۔ پانی برف آب ہو گیا ہے۔ کابل وکشمیر کا میوہ بکنے لگا ہے۔ یہ ضعف ضعفِ قسمت تو نہیں کہ ایسے ایسے اُمور اُس کو زائل کرسکین غزلون کو پرسون سے پڑھ رہا ہون۔ اور وجد کر رہا ہون خوشامد میرا شیوہ نہین ہے۔ جو اُن غزلون کی حقیقت میری نظر مین ہے وہ مجھ سے سُن لیجئے اور میری دادو دینے کی داد دیجئے۔ مولانا قلق نے متقدمین یعنی امیر خسرو وسعدی وجامی کی روش کو سر حد کمال کو پہنچایا ہے۔ اور میرے قبلہ وکعبہ مولانا شفق اور مولانا ہاشمی اور مولانا عسکری متاخرین یعنی صائب وکلیم وقدسی کے انداز کو آسمان پر لے گئے ہین اور تکلف وتملق سے کہتا ہون تو مجکو ایمان نصیب نہ ہو۔ یہ جو آپ اپنے کلام کے حک واصلاح کے واسطے مجھ سے فرماتے ہین یہ آپ میری آبرو بڑہاتے ہین۔ کوئی بات بیجا ہو۔ کوئی لفظ ناروا ہو تو مین حکم بجالاؤن زیادہ حد ادب۔

ایضاً قبلہ وکعبہ کیا لکھون۔ امور نفسانی مین اضداد کا جمع ہونا محالات عادیہ مین سے ہے کیونکر ہوسکے ایک وقت خاص مین ایک امر خاص موجب انشراح کا بھی ہوا اور باعث انقباض کا بھی ہو۔ یہ بات مین نے آپکے اس خط مین پائی کہ اُس کو پڑہ کر خوش بھی ہوا اور غمگین بھی ہوا۔ سبحان اللہ اکثر امور مین تم کو اپنا ہم طالع پاتا ہون۔ عزیزون کی ستم کشی اور رشتہ دارون سے ناخوشی میرا ہم قوم تو سراسر قلم رو ہند مین نہین سمرقند مین دو چار۔ یا دشت خفچاق مین سو دو سو ہون گے۔ مگر ہان اقربائے سببی ہین۔ سو پانچ برس کی عمر سے اُن کے دام مین اسیر ہون۔ اکسٹھ برس ستم اُٹھاتے ہین ؎

گرو ہم شرح ستم ہائے عزیزان غالب	رسم امید ہمانا ز جہان برخیزد

نہ تم میری خبر لے سکتے ہو نہ مین تم کو مدد دے سکتا ہون۔ اللہ اللہ دریا سارا تیر چکا ہون ساحل نزدیک ہے دو ہاتھ لگائے اور بیڑا پار ہے ؎

عمر بھر دیکھا کیا مرنے کی راہ	مرگئے پر دیکھیے دکھلائیں کیا

شاہ اسرار الحق کو حافظ نظام الدین صاحب کا خط بھجوا دیا۔ ہفتہ بھر کے بعد جواب مانگا جواب دیا کہ اب بھیجتا ہوں۔ دس بارہ دن ہوئے کہ حضرت خود تشریف لائے۔ جواب آپکے اور حافظ جی کے خط کا مانگا کہا کہ کل بھیج دونگا۔ اس واقعہ کو آج قریب دو ہفتہ کے عرصہ ہوا۔ ناچار اُن کے جواب سے قطع نظر کرکے آپ کو یہ چند سطرین لکھین ؎

از خون دل نوشتم نزدیک دوست نامہ	انی رایت دہرا فی ہجرک القیامہ

حافظ جی صاحب کو میری بندگی کہیے گا اور یہ خط اُن کو پڑھوا دیجیے گا۔ جناب منشی نادر حسین خان صاحب کو میر اسلام پہنچے۔ اگرچہ آپ مبتلائے رنج والم ہو مگر یہ شرط کیا کم ہے کہ انوار الدولہ کے ہم ورد ہو۔ مورد ستمہائے روزگار ہونا شرافت ذاتی کی دلیل ہے ساطع اور برہان ہے قاطع ہان حضرت بہت دن سے جناب میر امجد علی صاحب کا کچھ حال معلوم نہیں اُن کے تخلص نے مجکو حیران کر رکھا ہے یعنی قلق میں مبتلا ہون آپ اُن کا حال لکھیے۔ خواجہ اسمٰعیل خان صاحب کہان ہین۔ اور کس طرح۔ سنیئے قبلہ مین تو آپ سے شاہ انوار الحق کے خط کے جواب کا طالب نہیں ہون۔ کہ آپ اُنکے خط کے حاصل ہونے کے انتظار مین مجکو خط نہ لکھ سکین مترصد ہون کہ اس اپنے خط کا جواب جلد پاؤن۔

بنام میر افضل علی عرف میرن صاحب

سعادت و اقبال نشان میر افضل علی صاحب المعروف بہ میرن صاحب خدا اُنکو سلامت رکھے اور پھر تمھاری صورت مجکو دکھاوے۔ تمہارا خط پہنچا۔ آنکھون سے لگایا۔ آنکھون مین نور آیا۔ دل پر رکھا مزہ پایا۔ کل تک اُس نام کو سُن کر شرماتے تھے۔ اور آپ ہی آپ کھلے جاتے تھے اب بن بن کر باتین بناتے ہو اور ہم کو کڑیاں سناتے ہو۔ کاشکے تم یہان آجاؤ تب اس تحریر کا مزہ پاؤ میر مہدی صاحب وہ تحریر تمھاری بہ نسبت میرے دیکھکر بہت خفا ہوئے چنانچہ اب جو تمہاری ان کی ملاقات ہوگی تو تم کو معلوم ہوگا۔ بھائی تمھارے سالے صاحب غرور کے پتلے مین دو ایکبار

میں نے اُن کو بلایا اُنھوں نے کرم نہ فرمایا۔ تم سچ کہتے ہو یہ لوگ اور ہی آب و گل کے ہیں۔ تمھاری ان کی کبھی نہ بنے گی اور گھڑی نہ چھنے گی۔ وہیں بیٹھے رہو دیکھو خدا کیا کرتا ہے انشاء اللہ تعالےٰ یہ رنج و عذاب کا زمانہ جلد گزرتا ہے۔ میر سرفراز حسین صاحب کو میری دعا کہنا اور کہنا بھائی وہ زمانہ آیا ہے کہ سینکڑوں عزیز راہی ملک عدم ہوئے۔ سینکڑوں ایسے مفقود الخبر ہوئے کہ اُن کی مرگ و زیست کی خبر نہیں دو چار جو باقی رہے ہیں خدا جانے کہاں بستے ہیں کہ ہم اُن کے دیکھنے کو ترستے ہیں۔ میر نصیر الدین کو پہلے بندگی پھر دعا۔ دوشنبہ ۹۔ نومبر ۱۸۵۸ء بین الظہر و العصر۔ حوالہ میر مہدی طال عمرہٗ۔

ایضاً برخوردار کامگار میر فضل علی عرف میرن صاحب طال عمرہٗ۔ بعد دعا کے واضح رائے سعادت انتمائے ہو۔ آپ کا خط پہنچا اگرچہ میں نے صرف پڑھا میر مہدی کے جلانے کو لکھتا ہوں کہ میں نے آنکھوں سے لگایا۔ ہاں صاحب تم نے جو لکھا ہے کہ قبلہ و کعبہ کہنے سے وہ صاحب بہت خوش ہوتے ہیں۔ کیوں نہ خوش ہوں خوشی کی بات ہے۔ تمھارے سر کی قسم میں گویا دیکھ رہا ہوں اور میری نظر میں پھر رہا ہے۔ وہ میر سرفراز حسین کا شرما کر آنکھیں نیچی کرنی اور مسکرانا خدا کبھی مجکو بھی وہ صورت دکھائے۔ میر نصیر الدین یہاں آگئے ہیں۔ تم مجتہد العصر اور حکیم میر اشرف علی کو میری دعا کہنا اور میر مہدی پوچھیں تو کہنا کہ تم کو کچھ نہیں لکھا۔ کل میں نے خبر منگوائی تھی سو لڑکی کو ابھی تپ آئے جاتی ہے یقین ہے کہ تم نے وہاں پہنچ کر مولوی مظہر علی کو خط لکھا ہوگا۔ ہاں تم کو ضرور ہے اُن سے نامہ و پیام کی رسم رکھنی۔ والدعا۔ چارشنبہ ششم جولائی ۱۸۵۹ء

ایضاً میری جان تمھارا رقعہ پہنچا۔ نہ کھلا کہ میر سرفراز حسین جے پور کیوں جاتے ہیں۔ بہر حال میر مہدی کو دعا کہنا۔ اور میر سرفراز حسین سے یہ پوچھنا کہ تم جے پور چلے میں نے تم کو خدا کو سونپا تم مجھے کس کو سونپ چلے۔ جواب کا طالب غالب ۲۱۔ جولائی ۱۸۶۴ء

بنام مرزا قربان علی بیگ خان صاحب سالک

وللہ حسن الطاف خفیہ۔ خیر و عافیت تمھاری معلوم ہوئی۔ دم غنیمت ہے۔ جان ہے تو جہان ہے

کہتے ہین کہ خدا سے نا امیدی کفر ہے مین تو اپنے باب مین خدا سے نا امید ہو کر کافر مطلق ہو گیا موافق عقیدہ اہل اسلام جب کافر ہو گیا تو مغفرت کی بھی توقع نہ رہی چل بھئی نہ دنیا نہ دین۔ مگر تم حتی الوسع مسلمان بنے رہو۔ اور خدا سے نا اُمید نہ ہو۔ اِن مع العسر الیسر اکو اپنے نصب العین رکھو۔ ع در طریقت ہر چہ پیش سالک آید خیر اوست ٭ گھر مین تمھارے سب طرح خیر و عافیت ہے۔ محمد میرزا پنجشنبہ اور جمعہ کو داستان کے وقت آجاتا ہے۔ رضوان ہر روز شب کو آتا ہے۔ یوسف علیخان عزیز سلام اور باقر اور حسین علی بندگی کہتے ہین کلو داروغہ کورنش عرض کرتا ہے۔ اور ون کو یہ پایہ حاصل نہیں کہ وہ کورنش بھی بجا لائین خط بھیجتے رہا کرو۔ والدعا۔ اپنی مرگ کا طالب غالب صبح دوشنبہ ۶۔ صفر و ۱ جولائی سالحال۔

ایضاً میری جان کن اوہام مین گرفتار ہے۔ جہان باپ کو پیٹ چکا اب چچا کو بھی رو تجکو خدا جیتا رکھے۔ اور تیرے خیالات و احتمالات کو صورت وقوعی دے۔ یہان خدا سے بھی توقع باقی نہین مخلوق کا کیا ذکر کچھ بن نہین آتی۔ اپنا آپ تماشائی بن گیا ہون۔ رنج و ذلت سے خوش ہوتا ہون یعنی مین نے اپنے کو اپنا غیر تصور کیا ہے جو دکھ مجھے پہنچتا ہے کہتا ہون لو غالب کے ایک اور جوتی لگی بہت اتراتا تھا کہ مین بڑا شاعر اور فارسی دان ہون۔ آج دور دور تک میرا جواب نہین لے اب تو قرضدارون کو جواب دے۔ سچ تو یون ہے کہ غالب کیا مرا بڑا الحد مرا۔ بڑا کافر مرا ہم نے ازراہ تعظیم جیسا بادشاہون کو بعد اُن کے جنت آرامگاہ و عرش نشیمن خطاب دیئے ہین۔ چونکہ یہ اپنے کو شاہ قلمرو سخن جانتا تھا۔ سقر مقر اور ہاویہ زاویہ خطاب تجویز کر رکھا ہے۔ آیئے نجم الدولہ بہادر ایک قرضدار کا گریبان مین ہاتھ ایک قرضدار بھوگ سُنا رہا ہے۔ مین اُن سے پوچھ رہا ہون۔ اجی حضرت نواب صاحب۔ نواب صاحب کیسے۔ اور غلان صاحب آپ سلجوقی اور افراسیابی ہین یہ کیا بے حرمتی ہو رہی ہے کچھ تو اُکسو کچھ بولو۔ بولے کیا بے حیا بے غیرت کوٹھی سے شراب۔ گندھی سے گلاب۔ بزاز سے کپڑا۔ میوہ فروش سے آم۔ صراف سے دام قرض لئے جاتا ہے یہ بھی تو سونچا ہوتا کہان سے دون گا۔

بنام مرزا شمشاد علی بیگ خان صاحب رضوان

فرزند دلبند شمشاد علی بیگ خان کو۔ اگر خفا نہ ہون تو دعا اور اگر آزردہ ہون تو بندگی۔ غازی آباد سے جا کر طبع اقدس ناساز ہوگئی مصرع ع از آمدن کعبہ پشیمان شدہ باشی ٭ قربان علی بیگ خان کو دعا کہنا مرزا تفضل حسین خان کو دعا کہنا۔ اور اُن کا حال لکھنا۔ آج شنبہ ۴۔ نومبر کی ہے۔ پرسون نواب صاحب دورہ کو گئے ہین۔ فرما گئے ہین کہ دو ہفتہ مین آؤن گا۔ اگر چار روز یہان رہینگے پھر نمایش گاہ بریلی کی سیر کو جائین گے۔ وہان سے پھر کر جب آئین گے تو صاحب کمشنر بریلی کا انتظار فرمائین گے وہ پنجم دسمبر تک آجائین گے۔ تین دن جشن رہے گا۔ اُس کے دو چار روز بعد غالب رخصت ہوگا۔ خدا کرے تم تک زندہ پہنچ جائے۔ پیر جی بہت یاد آتے ہین اُن کو دعا کہنا اور یہ کاغذ پہلے تم پڑہنا پھر سالک کو پڑہانا۔ پھر میان خواجہ امان اور حکیم رضا خان کو دکھانا۔ پھر مرزا تفضل حسین خان کے پاس لے جانا۔ اس قصیدہ کے ساتھ کی نثر نواب ضیاء الدین خان یا مرزا ثاقب سے مانگ لینا۔ اور اُسکی نقل کر لینا۔ اور قاطع برہان کا حال لکھنا۔ مین نے تین روپیہ کی ہنڈوی سو روپیہ کی باقی حکیم جی کو بہیجدی ہے حضرت نے رسید بھی نہین لکھی اُن سے رسید لکھوا بھیجو۔ اور سب جلدون کے شیرازے بندھ جائین اور موٹا کاغذ دونون طرف لگ جائے خبردار کوئی نسخہ بے جلد نرہے۔ تین سو مجلد کے تیار ہونے کی خبر اور بقیہ حساب میرے پاس بہیجدینا یا روپیہ فوراً بھیج دون گا یا آکر دون گا۔ گورنر کا حال لکھو۔ کون کون حاضر ہوا کس کس کی ملاقات ہوئی۔ فرخ سیر کے دادا صاحب آئے ہین یا نہین اگر آئے ہین تو روداد مفصل لکھو ہان بھائی ٹونک والے سید سراج احمد کا بھی حال ضرور لکھنا علی نقی خان وزیر شاہ اودھ کی حقیقت بھی ضرور لکھنا۔ اور مجکو ان مقاصد کے جواب کا منتظر سمجھنا آج دوشنبہ ۹۔ نومبر کی ہے آٹھ دن مین خط کی آمد و شد یقینی ہے نودن راہ دیکھون گا۔ دسوین دن اگر تمہارا خط نہ آیا تو مین تمہارا رافضی بن جاؤن گا۔ مطالب مندرجہ کے جواب کا طالب غالب۔

ایضاً مرزا رسم تحریر خطوط بسبب ضعف ترک ہوتی جاتی ہے۔ تحریر کا تارک نہیں ہون بلکہ

متروک ہون۔ اب مجھے ویسا نہ سمجھو جیسا چھوڑ گئے ہو۔ رام پور کے سفر مین تاب و طاقت حسن فکر لطف طبیعت یہ سب اسباب لٹ گیا۔ اگر تمھارے خط کا جواب نہ لکھون تو محل ترحم ہی نہ مقام شکایت سنو میرے خط کے نہ پہنچنے سے تم کو تشویش کیون ہو۔ جب تک زندہ ہون غمزدہ و افسردہ ناتوان و بیجان ہون۔ جب مر جاؤنگا تو میرے مرنے کی خبر سن لوگے۔ پس جب تک میرے مرنے کی خبر نہ سنو جانا کہ غالب جیتا ہے۔ خستہ و نشرمدر بخوردو رومندیہ سطرین لکھ کر اس وقت تمھارے بھائی پاس بھیجتا ہون مگر اُن کو ہمیشہ سفر در وطن ہے۔ بفرض محال اگر گھر مین ہین تو عنایت اللہ اُن کو مسنہ محمد مرزا کو دے سکے گا۔ ربیع الثانی جمعہ کا دن صبح کا وقت ہے۔

بنام مرزا باقر علی خان صاحب کامل

اقبال نشان مرزا باقر علی خان کو غالب نیم جان کی دعا پہنچے۔ تمھارا خط آیا۔ تمھارے روزگار کی درستی آگے سُن چکا تھا۔ اب تمھارے لکھنے سے دیکھ بھی لی۔ دل میرا خوش ہوا اور تم خاطر جمع رکھو جیسا کہ مہاراج نے تم سے کہا ہے تمھاری ترقی انشاء اللہ تعالیٰ جلد ہو گی مجھ سے جو تم گلہ کرتے ہو خط کے نہ بھیجنے کا بھائی اب میری اُنگلیان نکمی ہو گئی ہین۔ اور بصارت مین بھی ضعف آگیا ہے دو سطرین نہین لکھ سکتا۔ اطراف و جوانب کے خطوط آئے ہوئے دھرے رہتے ہین جب کوئی دوست آجاتا ہے مین اُس سے جواب لکھوا دیتا ہون۔ پرسون کا تمھارا خط آیا ہوا دھرا تھا۔ اب اس وقت مرزا یوسف علیخان آگئے مین نے اُن سے یہ خط لکھوا دیا۔ تمھاری دادی اچھی طرح ہے۔ تمھارا بھائی اچھی طرح ہے۔ تمھارے گھر میں سب طرح خیر و عافیت ہی۔ تمھاری لڑکی اچھی طرح ہے۔ کبھی روز کبھی دوسرے تیسرے میرے پاس آجاتی ہے۔

ایضاً نور چشم و راحت جان مرزا باقر علی خان کو فقیر غالب کی دعا پہنچے۔ تمھارا خط جو میرے خط کے جواب مین تھا وہ مجکو پہنچا۔ اُس میں کوئی بات جواب طلب نہ تھی۔ اس خط مین ایک نئے امر کی تمھین اطلاع دیتا ہون وہ امر یہ ہے کہ مین نے اگلے مہینے مین سبد چین کی ایک جلد مع عرضی اقبال نشان مرزا تفضل حسین خان کی معرفت الور کو بھجوائی تھی سوا ب کے ہفتے مین حضور پُر نور مہاراؤ راجہ بہادر کا

خط نہین کی معرفت مجکو آیا حضور نے ازراہ بندہ پروری و قدر افزائی القاب بہت بڑا مجھے لکھا اور خط مین فقرے بہت عنایت اور التفات کے بھرے ہوئے درج کئے تم تو وہین ہو تم کو اُسکی اطلاع ہو گئی تھی یا نہین۔ اور اگر ہو گئی تھی تو تم نے مجکو کیون نہین لکھا۔ اب مین تم سے یہ پوچھتا ہون کہ کبھی دربار مین کچھ میرا بھی ذکر آتا ہے یا نہین۔ اور اگر آتا ہے تو کس طرح آتا ہے حضور سُن کر کیا فرماتے ہین۔ غالب ۷۔ دسمبر ۱۸۶۷ء

ایضاً اقبال نشان باقر علی خان کو غالب نیمجان کی دعا پہنچے۔ بہت دن ہوئے کہ تمہارا خط آیا مگر تم نے اپنے مکان کا پتا تو لکھا ہی نہ تھا فقط الور کا نام لکھکر چھوڑ دیا مین کیونکر خط بھیجتا۔ بارے اب شہاب الدین خان کی زبانی پتا معلوم ہوا۔ سو اب مین تم کو خط لکھتا ہون۔ جینا بیگم اچھی طرح ہی میرے پاس آتی رہتی ہے اور تمھارے گھر مین سب طرح خیر و عافیت ہی۔ اکتوبر کے مہینے کی تمہاری تنخواہ تمھارے گھر بھیج دی۔ مرزا حسین علیخان بندگی عرض کرتا ہے۔ اسد اللہ تحریر بتاریخ ۱۶۔ نومبر ۱۸۶۷ء

بنام ذوالفقار الدین حیدر خان عرف حسین مرزا صاحب

بھائی تمھارے خطون کا اور یوسف مرزا کے خطون کا جواب بھیج چکا ہون۔ محمد قلی خان صاحب ہمہ تن مصروف ہین۔ دوالی کی تعطیل ہو چکی ہے۔ نوندرائے کی بی بی مر گئی ہی وہ غمزدہ ہو رہا ہی مگر خیر کام کریگا۔ کاشی ناتھ بے پروا آدمی ہی۔ تم ایک خط تاکیدی اُسکو بھی لکھ بھیجو۔ اکثر وہ کہا کرتا ہے کہ حسین مرزا صاحب جب لکھتے ہین مرزا نوشہ صاحب ہی کو لکھتے ہیں یہ امر اُس پر ظاہر نہ ہو کہ مین نے تمہیں یون لکھا ہے مطلب اپنا اُس کو لکھو۔ مین کیا کرون۔ اگر کہوں کہ میری جان بھی تمھارے کام آئے تو مین حاضر ہوں یہ کہنا تکلف محض ہی۔ کون جان دیتا ہی اور کون کسی سے جان مانگتا ہی مگر جو فکر مجکو تمھاری ہی اور جو میری دسترس ہی اسکو میرا خدا اور میرا خداوند جانتا ہی۔ دسترس کو تو تم بھی جانتے ہو انشاء اللہ تعالیٰ اوائل ماہ آیندہ یعنی نومبر میں نیر والا مقدمہ درست ہو جائے ان سطور کی تحریر سے مراد یہ ہے کہ ابھی چنی لال تمھارا قرض خواہ آیا تھا۔ تمھارا حال پوچھتا تھا کچھ جھوٹ کہہ کر اُسکو اُس راہ پر لایا ہون کہ سو دو سو روپیہ تم کو بھیج دے۔ بنیوں کی طرح کی تقریر اُسکو

سمجھائی ہے کہ لالہ جس درخت کا پھل کھانا منظور ہوتا ہے تو اُسکو پانی دیتے ہین حسین مرزا تمھارے کھیت ہین۔ پانی دو کوانا ج پیدا ہو۔ بھائی کچھ تو نرم ہوا ہے تمہارے مکان کا پتا لکھوا کرے گیا ہے اور یہ کہہ گیا ہے کہ مین اپنے بیٹے رامجی داس سے صلاح کرکے جو بات ٹھہرے گی آپسے آکر کہونگا۔ اگروہ روپیہ ہی بھیج دے تو تو کیا کہنا ہے اور اگر وہ خط لکھے اور تم اُسکا جواب لکھو تو یہ ضرور لکھنا کہ اسد اللہ نے جو تم سے کہا ہے وہ سچ ہے اور وہ امر ظہور مین آنے والا ہے بس زیادہ کیا لکھون۔ یہانتک لکھ چکا تھا کہ سردار مرزا صاحب تشریف لائے۔ مین نے خط اُنکو نہین دکھایا مگر عند الاستفسار کہا گیا کہ خط حسین مرزا صاحب کو لکھتا ہون اُنہون نے کہا میرا سلام لکھنا اور لکھنا کہ یہان سب خیر و عافیت سے ہین۔ اور سب کو دعا سلام کہتے ہین یوسف مرزا کو بعد دعا کے معلوم ہو کہ اسوقت سردار مرزا سے دریافت ہو گیا کہ عباس مرزا کی نام کا تمہارا رقعہ اُنکو پہنچ گیا۔ شنبہ ۲۹۔ اکتوبر

ایضًا نواب صاحب آج تیسرا دن ہو کہ تم کو حال لکھ چکا ہون۔ محمد قلی خان آئے۔ ہم مین اُن مین باہم گفتگو ہوئی۔ نواب گورنر کی آمد آمد مین کچہریان بند۔ حکام میرٹھ کو چلے جاتے ہین۔ ۹ یا ۱۰ دسمبر کو میرٹھ مخیم خیام ہوگا۔ دربار وہین ہوگا۔ رہا دلی کا آنا مشتبہ فیہ ہے۔ کوئی کہتا ہو نہ آئینگے کوئی کہتا ہی جریدہ بسبیل ڈاک آئین گے۔ کوئی کہتا ہے مع لشکر آئین گے ۱۳ دن یہان رہین گے۔ آج ۱۵۔ دسمبر کی ہے جو کچھ واقع ہوگا وہ تم کو لکھون گا نقل حکم کی درخواست اور اس مقدمہ کی فکر بعد اس ہنگامہ کے عمل مین آئے گی خاطر عاطر جمع رہے۔ تمھارا دوست بھی حسب الحکم کمشنر ہانسی حصار کل یا پرسون میرٹھہ کو جائے گا اور ادھر سے امین الدین خان بھی وہان آئے گا۔ میرا دربار اور خلعت دریا برد ہو گیا نہ پنشن کی توقع نہ دربار و خلعت کی صورت نہ سزا نہ انعام نہ رسم معمولی قدیم۔ یوسف مرزا صاحب کو دعا پہنچے۔ پر کلو جو تالے آیا۔ کل دونون طرف سے کھلا ہوا لے کر گیا۔ ڈاک کے کار پردازون نے اُلٹا پھیر دیا۔ اور کہا کہ پولندہ بنا لاؤ۔ پولندہ بنا کر لے گیا کہا بارہ پر دو بجے سے لیا۔ بٹھا رہا۔ رات کو نو بجے اُس کے سامنے روانہ ہوا۔ رسید لیکر اپنے گھر آیا خدا کرے تم کو پہنچ جائے اور پسند آئے۔ قصیدہ کے باب مین مین مایوس مطلق ہون

مگر خیر جو کچھ واقع ہو بطریق خبر لکھ بھیجنا۔ مثنوی باد مخالف کی رسید تمھاری تحریر سے معلوم ہو گئی خیر مفتی صاحب کے حکم کی تعمیل ہو گئی۔ فیل خانہ ملک پیرالال ڈگی کے محاذی کے مکانات سب گرائے گئے بلاقی بیگم کا کوچہ البتہ ابین ہے اہلِ فوج ڈھانا چاہتے ہین۔ اہل قلم بچاتے ہین۔ پایان کار دیکھیئے کیا ہو۔ جمعہ ۱۶ دسمبر ۱۸۵۹ء

ایضاً جناب عالی کل آپ کا خط لکھا ہوا سہ شنبہ یکم نومبر کا پہنچا۔ لطف یہ کہ کل وہی سہ شنبہ کا دن ۸۔ نومبر کی تھی۔ آج بدھ کا دن ۹۔ نومبر کی صبح کے وقت مین تم کو خط لکھنے بیٹھا تھا کہ برخوردار یوسف مرزا خان کا خط لکھا ہوا ۱۳۔ نومبر کا پہنچا۔ اب مین دونون خطون کا جواب باہم لکھتا ہون۔ دونون صاحب باہم پڑھ لین۔ ۱۲۔ مرزا آغا جانی صاحب اچھی طرح ہین اُن کو تپ آ گئی تھی۔ اب تپ مفارقت کر گئی ہے مگر ضعف باقی ہے آج چوتھا دن ہے کہ میرے پاس آئے تھے۔ کاشی ناتھ سراسر پہلو تہی کرتا ہے۔ نوندرائے یکسر ہزار رسوا محمد قلی خان اکثر علی جی رہتے ہین کبھی یہان آجاتے ہین تب نوندرائے کو تاکید کرتے ہین آج کل یہان پنجاب احاطہ کے بہت حاکم فراہم ہین۔ پون ٹوٹی کے باب مین کونسل ہوئی۔ پرسون ۷۔ نومبر سے جاری ہو گئی سالگرام خزانچی چھناّمل بھیش داس ان تین شخصون کو یہ کام بطوق امانی سپرد ہوا ہے۔ غلہ اور اُپلے کے سوا کوئی جنس ایسی نہین کہ جس پر محصول نہ ہو۔ آبادی کا حکم عام ہے خلق کا ازدحام ہے۔ آگے حکم تھا کہ مالکان رہین کرایہ دار نہ رہین پرسون سے حکم ہو گیا کہ کرایہ دار بھی رہین کہین یہ نہ سمجھنا کہ تم یا مین یا کوئی اپنے مکان مین کرایہ دار کو آباد کرے۔ وہ لوگ جو گھر کا نشان نہین رکھتے اور ہمیشہ سے کرایہ کے مکان مین رہتے تھے وہ بھی آ رہین مگر کرایہ سرکار کو دین۔ تم انصاف کرو ہمشیرہ کی بابت درخواست کیونکر گزرے جب وہ خود آئین اور درخواست دین اور منظور ہو اور مکان ملے تو اس تمام شہرستان ویران مین سے ایک حویلی ملے گی اور اُن کو یہان رہنا ہوگا۔ کیونکر اُس ویرانہ مین تنہا رہین گی۔ سہم کر دم نکل جائیگا مانا کہ جبر اختیار کر کر رہین۔ کھائیں گی کہان سے۔ بہرحال یہ سب خیالات خام اور جملے ناتمام ہین ہان نقل لینی اور مرافعہ نکرنا اور نقل حکم لینی اور پھر مرافعہ کرنا پھر اُس حکم کی نقل لینی

یہ امور ایسے نہیں کہ جلد فیصل ہو جائیں۔ حکام بے پروا مختار عدیم الفرصت ہین پاشکستہ محمد قلی خان۔ کبھی یہان کبھی وہان وقت پر موقوف ہی۔ گھبراؤ نہیں حکیم احسن اللہ خان کے مکانات شہر اُن کو مل گئے۔ اور یہ حکم ہے کہ شہر سے باہر نہ جاؤ۔ دروازہ سے باہر نہ نکلو۔ اپنے گھر میں بیٹھے رہو۔ نواب حامد علیخان کے مکانات سب ضبط ہوگئے وہ قاضی کے حوض پر کرایہ کے مکانات مین مع ممتوعہ کے رہتے ہین۔ باہر جانے کا حکم اُن کو بھی نہیں۔ مرزا الٰہی بخش کو حکم کراچی بندر جانے کا ہے اُنہون نے زمین پکڑی ہے۔ سلطان جی میں رہتے ہین عذر کررہے ہین۔ دیکھئے یہ جبر اُٹھ جائے یا یہ خود اُٹھ جائیں۔

ایضاً نواب صاحب پرسون صبح کو تمہارا خط پہنچا۔ پہر دن چڑھے لارڈ صاحب کا لشکر آیا۔ کابلی دروازہ کی فصیل کے قریب بھولو شاہ کی قبر کے سامنے خیمہ خاصہ برپا ہوا۔ اور باقی لشکر تیس ہزاری باغ تک اُترا ہی پنجشنبہ ۲۹۔ دسمبر ۱۸۵۹ء۔ اب غالب کی مصیبت کی داستان سینئے۔ پرسون تمہارا خط پڑھکر لشکر کو گیا میر منشی سے ملا اُن کے خیمہ مین بیٹھکر صاحب سکرٹر بہادر کو اطلاع کروائی۔ چپراسی کے ساتھ کلو بھی گیا تھا۔ جواب آیا کہ ہمارا سلام دو اور کہو کہ فرصت نہین ہی۔ خیر مین اپنے گھر آیا۔ کل پھر گیا خبر کروائی حکم ہوا کہ غدر کے زمانہ مین تم باغیون کی خوشامد کرتے رہتے تھے اب ہم سے ملنا کیون مانگتے ہو۔ عالم نظر مین تیرہ و تار ہوگیا۔ یہ جواب پیام نومیدی جاوید ہے نہ دربار نہ خلعت نہ پنشن۔ انا للہ وانا الیہ راجعون بقیہ خبر لشکر یہ ہے کہ راجہ بھرت پور برات لیکر ٹپیالے گیا تھا۔ اور اس سبب سے آگرہ مین لارڈ صاحب سے نہیں ملا تھا۔ ایک ہفتہ سے معاودت کرکے یہان آیا ہوا تھا آج اُنکی ملازمت ہے شنبہ ۳۱۔ دسمبر ۱۸۵۹ء لو گیارہ بجے ہونگے مین خط لکھ رہا ہون توپین چل رہی ہین۔ شاید راجہ صاحب کی ملاقات اسی وقت ہوئی۔ کل یکشنبہ ہے پردوشنبہ کو یا سہ شنبہ کو لارڈ صاحب کا کوچ ہے۔ کہتے ہین کہ پشاور تک جائیں گے۔ کل صبح کو محمد قلی خان آئے ایک عرضی انگریزی اُن کے ہاتھ مین، کہنے لگے یہ عرضی طالب علی فیلبان نے مجکو پھیر دی ہی اور کہا ہے کہ اسکے گزراننے کا موقع نہین ہین اس وقت سوار ہوا چاہتا تھا تمہاری پاس سُن کر گیا۔ اپنا داغ حسرت جیسا اوپر لکھ آیا ہون

لے کر آیا۔ ابراہیم علیخان الور مین مستقی ہو کر مر گئے۔ خدا اُن کو بخشے اور مجکو بھی یہ دن نصیب کرے۔ کمشنر صاحب کا نائب یہان کوئی نہیں اور نہ کسی انگریزی خوان سے اسکی تصدیق ہو سکتی ہی۔ اتنا مسموع ہوا ہی کہ ایک محکمہ لاہور مین معاوضہ نقصان رعایا کے واسطے تجویز ہوا ہی اور حکم یہ ہی کہ جو رعیت کا مال کالون نے لوٹا ہی۔ البتہ اُس کا معاوضہ بحساب دہ یک سرکار سے ہو گا۔ یعنی ہزار روپیہ کے مانگنے والے کو سو روپیہ ملین گے اور جو گورون کے وقت کی غارت گری ہی وہ مدِر اور بحل ہے اُسکا معاوضہ نہ ہو گا۔ شاید یہی کمشنر ہون۔ مکانات کو حامد علیخان کا کر کر کیون لکھتے ہو وہ تو مدت سے ضبط ہو کر سرکار کا مال ہو گیا۔ باغ کی صورت بدل گئی۔ محل سرا اور کوٹھی مین گورے رہتے تھے۔ اب پھاٹک اور سر تا سر دُکانین گرا دی گئیں۔ سنگ و خشت کا نیلام کر کے روپیہ داخل خزانہ ہوا۔ مگر یہ نہ سمجھو کہ حامد علیخان کے مکان کا عملہ بکا ہی۔ سرکار نے اپنا مملوکہ و مقبوضہ ایک مکان ڈھا دیا جب باوشاہ اودھ کی املاک کا وہ حال ہو تو رعیت کی املاک کو کون پوچھتا ہی تم اب تک سمجھے نہیں ہو کہ حکام کیا سمجھتے ہین اور نہ کبھی سمجھو گے۔ کیسا فوندہ رائے کیسی نقل حکم کیسا مرافعہ۔ جو احکام کہ دلی مین صادر ہوئے ہین وہ احکام قضا و قدر ہین اُن کا مرافعہ کہین نہین اب یون سمجھ لو کہ نہ ہم کبھی کہین کے رئیس تھے نہ جاہ و حشم رکھتے تھے نہ املاک رکھتے تھے نہ پنشن رکھتے تھے رام پور زندگی مین میرا مسکن اور بعد مرگ میرا مدفن ہو لیا۔ جب تم لکھتے ہو کہ للہ تم وہان جاؤ تو مجکو ہنسی آتی ہے مین یقین کرتا ہون کہ ہلال ماہ رجب المرجب رام پور مین دیکھون جو تدبیر وثیقہ کے باب مین تم نے کی ہے وہ بہت مناسب ہے بشرط پیش ہونے کے اور ولایت پہنچنے کے سجاد مرزا اور اکبر مرزا اپنی پیرانہ سری مین اُس پر قابض ہو رہین گے۔ انشاء اللہ العلی العظیم۔ یوسف مرزا خان کو دعا پہنچے۔ حال قصیدہ و مخمس کا معلوم ہوا۔ قبلہ و کعبہ وہ کر رہے ہین جو آبا اولاد سے اور آقا غلام سے سلوک کرتا ہی۔ اُن کو منظور ہے کہ دعا کا عطیہ جدا پاؤن اور ثنا کا صلہ جدا پاؤن سے کارساز ما بفکرِ کار ما۔ لیکن میری جان انصاف تو کر ان صلون مین زندگی تو بسر نہین ہوتی یہ فکر بھی بیہودہ ہے۔ زندگی میری کب تک سات مہینے یا اور بارہ مہینے سال آیندہ کے۔ اسی مہینے مین

اپنے آقا کے پاس جا پہنچتا ہون۔ وہان نہ روٹی کی فکر نہ پانی کی پیاس نہ جاڑے کی شدت نہ گرمی کی حدت۔ نہ حاکم کا خوف نہ مخبر کا خطرہ۔ نہ مکان کا کرایہ دینا پڑے۔ نہ کپڑا خریدنا پڑے نہ گوشت گھی منگاؤں نہ روٹی پکواؤن۔ عالم نور اور سراسر سرور ٥

یارب این آرزوے من چہ خوش ست	تو بدین آرزو مرا برسان

بندہ علی ابن ابی طالب آرزومند مرگ۔ غالب۔ روز شنبہ ۳۱۔ دسمبر ۱۸۵۹ء

بنام یوسف مرزا صاحب

کوئی ہے ذرا یوسف مرزا کو بلائیو۔ لو صاحب وہ آئے۔ میان مین نے کل خط تم کو بھیجا ہے مگر تمہارے ایک سوال کا جواب رہ گیا ہے۔ اب سُن لو تفضل حسین خان اپنے ماموں مؤید الدین خان پاس میرٹھ ہے شاید دلی آیا ہو مگر میرے پاس نہین آیا۔ والد اُن کے غلام علی خان اکبر آباد مین ہین۔ مکتب داری کرتے ہین لڑکے پڑہاتے ہین۔ روٹی کھاتے ہین۔ تم لکھتے ہو کہ بچاس محل واجد علی شاہ کے کلکتے گئے۔ تمہارے ماموں محمد قلیخان کے خط مین لکھتے ہین کہ شاہ اودھ بنارس آگئے۔ اس خبر کو اُس خبر کے ساتھ منافات نہین ہے۔ اُودھر سے آپ بنارس کو چلے ہون اودھر سے بیگمات کو وہان بلایا ہو مگر میری جان ہم کو کیا۔ مصرع عالم ہمہ مرگ ما چہ دریا چہ سراب۔

ایضاً اُو صاحب میرے پاس بیٹھ جاؤ۔ آج یکشنبہ کا دن ہے۔ ساتوین تاریخ رمضان کی اور اٹھیسوین اپریل کی صبح کو بھائی فضلو جن کو میر کاظم علی بھی کہتے ہین۔ اور ہم نے احتلام الدولہ خطاب دیا ہے وہ تین پاؤ کھجورین اور ایک ٹین کا لوٹا اور دو سوت کی رسیان لیکر بھٹیارے کے ٹٹو پر سوار ہو کر الور کو روانہ ہوئے۔ پہر دن چڑہے ڈاک کا ہرکارہ تمہارا خط میرے نام کا اور ایک حکمنامہ محکمہ لاہور موسومہ میر کاظم علی لایا۔ یہان تک لکھ چکا تھا کہ تمہارے ماموں صاحب مع سجاد مرزا تشریف لائے۔ تمہارا خط اُن کو دیدیا وہ اُس کو پڑہ رہے ہین اور مین یہ خط تم کو لکھ رہا ہون پہلے تو یہ لکھتا ہون کہ حکمنامہ میر کاظم علی کو دے دینا اور میری طرف سے تعزیت کرنا کہ خیر بھائی صبر کرو اور چپ ہو رہو۔ تاریخ کے دو قطعون مین ایک قطعہ رہا۔ ماہرو

خوش خرام کی جگہ مہ رُخ خوش خرام بنا دیا ہے ۔ قطعہ اچھا ہے بشرط آنکہ متوفیہ کا شوہر یہ الفاظ اپنی زوجہ کے واسطے گوارا کرے ۔ خواجہ جان جھوٹ بولتا ہے والی رامپور کو اس پنشن کے اجرا مین کچھ دخل نہین یہ کام خداساز ہے ۔ بہ علی ابن ابیطالب علیہ السلام ۔ ناظر جی نے تمھارے قول کی تصدیق کی ۔ اور کہا کہ ہان مسودہ عرضی کا میرے پاس آگیا مین تم کو دکھاؤنگا خیر تمنے جو لکھا ہوگا وہ مناسب ہوگا خدا راس لائے اور کام بن جائے ۔ الگزنڈر ہدرلی صاحب میرے دوست کے فرزند ہین اور نیک بخت اور سعادت مند ہین میر کاظم علی وغیرہ کی تنخواہ مین میری سپارش کو دخل نہین ہے ۔ تم میر کاظم علی سے دریافت کرلو ۔ ہان دو مقدمون مین مین نے اُن کو دو خط لکھے مگر انھون نے ایک کا بھی جواب نہین لکھا ۔ اور اُن مقدمون مین کوشش بھی نہیں کی ۔ اب اس کو سمجھکر جو کچھ تم لکھو اوس کے موافق عمل مین لاؤن ۔ ناظر جی صاحب اور سجاد مرزا اپنے گھر گئے وہ تم کو دعا ۔ اور سجاد بندگی کہہ گیا ہے ۔ اپنے آنے مین جلدی نہ کرو ماں کی رضاجوئی کو سب امور پر مقدم جانو ۔ مین ابھی رامپور نہین جاتا برسات بعد بشرط حیات جاؤنگا یعنی اواخر اکتوبر یا اوائل نومبر مین قصد ہے یقین ہے کہ یہ خط دو دن میر کاظم علی کے پہنچنے سے پہلے تمھارے پاس پہنچے ۔ اُن کے نام کا حکمنامہ بہت احتیاط سے اپنے پاس رہنے دینا خبردار جاتا نہ رہے ۔ جب وہ پہنچین تب اُن کو حوالہ کرنا ۔ صاحب نہ خمس نہ نذر یہ باتین غیرت کی ہین جس طرح اپنے اور بچون کو دونگا مظفر میرزا اور تم کو بھی اُسی طرح بھجوا دونگا ہمشیرہ عزیزہ کو یعنی اپنی والدہ کو میری دعا کہنا جمعہ یکشنبہ وقت نیم روز ہفتم رمضان ۲۹ ۔ اپریل غالب

ایضاً یوسف مرزا کو بعد دعا کے معلوم ہو کہ تمہارا خط کل منگل کو پہنچا ۔ آج بدھ ۱۷ شوال اور ۹ مئی کی ہے اسکا جواب بھیجتا ہون ۔ خدا کی قسم تامس ہڈرلی صاحب سے میری ملاقات نہین ہے ہان الکھ صاحب ہے سو اُن کے نام کا خط کھلا ہوا تم کو بھیجتا ہون پڑھکر بند کر کر اُن کو دو ۔ اور اُن سے ملو ۔ اور جو کچھ وہ کہین مجکو لکھو ۔ احتشام الدولہ بھائی فضلو میر کاظم علی بہادر کیا جانے ۔ کباب کس کو کہتے ہین ۔ اور آگرہ کس ہتھیار کا نام اور سکندر شاہ کون سے درخت کا پھل

ہے میرا اُردو کا دیوان میرٹھ کو گیا۔ سکندر شاہ ے گئے مصطفٰی خان کو دے آئے ڈاک مین اُسکی رسید آ گئی۔ نہ برہان قاطع نہ قاطع برہان۔ کل جب وقت تمہارا خط آیا اُس وقت منشی میر احمد حسین میرے پاس بیٹھے تھے اور اس وقت سالک مجذوب بیٹھا ہوا ہے۔ یہ دونوں صاحب تم کو اور بھائی فضلو کو سلام کہتے ہین۔ اور بھائی فضلو سے یہ کہدینا کہ باتفاق رائے منشی میر احمد حسین اب باغ کی درخواست کی عرضی بیفائدہ بلکہ مضر ہے۔ تمہارا کاغذ قیمتی ایک روپیہ کا منشی جی کے پاس موجود ہے وہ اُس کو بیچ کر روپیہ تم کو بھجوادین گے۔ غالب۔

ایضاً یوسف مرزا کیونکر۔ تجکو لکھون کہ تیرا باپ مر گیا۔ اور اگر لکھون تو پھر آگے کیا لکھون کہ اب کیا کرو مگر صبر۔ یہ ایک شیوہ فرسودہ ابنائے روزگار کا ہے۔ تعزیت یون ہی کیا کرتے ہین اور یہی کہا کرتے ہین کہ صبر کرو۔ ہائے ایک کا کلیجا کٹ گیا ہے اور لوگ اُسے کہتے ہین کہ تو نہ تڑپ بھلا کیونکر نہ تڑپے گا۔ صلاح اس امر مین نہین بتائی جاتی۔ دعا کو دخل نہین دوا کا لگاؤ نہین پہلے بیٹا مرا پھر باپ مرا۔ مجھ سے اگر کوئی پوچھے کہ بے سروپا کس کو کہتے ہین۔ تو مین کہونگا یوسف مرزا کو۔ تمھاری دادی لکھتی ہین کہ رہائی کا حکم ہو چکا تھا یہ بات سچ ہے۔ اگر سچ ہے تو جوانمرد ایک بار دونون قیدون سے چھوٹ گیا نہ قیدِ حیات رہی نہ قیدِ فرنگ۔ ہان صاحب وہ لکھتی ہین کہ پنشن کا روپیہ مل گیا تھا وہ تجہیز و تکفین کے کام آیا۔ یہ کیا بات ہی جو مجرم ہو کر ۱۴ برس کو مقید ہوا ہو اُس کا پنشن کیونکر ملے گا۔ اور کس کی درخواست سے ملے گا۔ رسید کس سے لی جائے گی مصطفٰے خان کی رہائی کا حکم ہوا مگر پنشن ضبط۔ ہرچند اس پرسش سے کچھ حاصل نہین لیکن بہت عجیب بات یہ ہے تمھارے خیال مین جو کچھ آئے وہ مجکو لکھو۔ دوسرا امر یعنی تبدل مذہب عیاذاً باللہ علی کا غلام کبھی مرتد نہ ہوگا۔ ہان یہ ٹھیک کہ حضرت چالاک اور سخن ساز اور ظریف تھے سوچے ہونگے کہ اُن دمون مین اپنا کام نکالو۔ اور رہا ہو جاؤ۔ عقیدہ کب بدلتا ہے۔ اگر یہ بھی تھا تو اُن کا گمان غلط تھا۔ اس طرح رہائی ممکن نہین۔ قصہ مختصر تمہاری دادی کا خط جو تمہارے بھائی نے مجکو بھیجا تھا وہ مین نے ماموں کے پاس بھیج دیا۔ اُن کی جاداد کی واگذاشت کا حکم

ہو تو گیا ہے اگر ان کے بڑے بھائی کے یار ان کو چھوڑین۔ دیکھئے انجام کار کیا ہوتا ہے منظفر مرزا کو دعا پہنچے۔ تمہارا خط جواب طلب نہ تھا۔ تمہارے چچا کا آغاز اچھا ہے خدا کرے انجام اسی آغاز کے مطابق ہو۔ ان کا مقدمہ دیکھکر تمہاری پھوپھی کا اور تمہارا سر انجام دیکھا جائے گا کہ کیا ہوتا ہے۔ ہوگا کیا اگر جاوادین مل بھی گئین تو قرضدار وام وام لے لین گے۔ رزاق حقیقی پنشن دلوا دے کہ روٹی کا کام چلے۔ جناب میر قربان علی صاحب کو میرا سلام نیاز اور میر کاظم علی کو دعا

غالب۔ مرقومہ شنبہ ۲۷۔ شوال و ۹۔ مئی سال حال۔

ایضاً اے میری جان اے میری آنکھین ۔

ز ہجران طفلے کہ در خاک رفت	چہ نالی کہ پاک آمد و پاک رفت

وہ خدا کا مقبول بندہ تھا۔ وہ اچھی روح اور اچھی قسمت لے کر آیا تھا یہان رہ کر کیا کرتا ہرگز غم نہ کرو۔ اور ایسی ہی اولاد کی خوشی ہے تو ابھی تم خود بچے ہو خدا تم کو جیتا رکھے اولاد بہت۔ نانا نانی کے مرنے کا ذکر کیون کرتے ہو وہ اپنی اجل سے مرے ہین۔ بزرگون کا مرنا بنی آدم کی میراث ہے۔ کیا تم یہ چاہتے تھے کہ وہ اس عہد مین ہوتے اور اپنی آبرو کھوتے۔ ہان منظفر الدولہ کا غم منجملہ واقعات کربلائے معلی ہے یہ داغ ماتم جیتے جی نہ مٹے گا۔ والد کی خدمت بجا نہ لانے کا ہرگز افسوس نہ چاہیئے کچھ ہو سکتا ہو اور نہ کیا ہو تو مستحق ملامت ہوتے کچھ ہو ہی نہ سکے تو کیا کرو اب تو فکر یہ پڑی ہوئی ہے۔ کہ رہیئے کہان۔ اور کھائیے کیا۔ مولانا کا حال کچھ تم سے مجکو معلوم ہوا کچھ تم مجھ سے معلوم کرو۔ مرافعہ مین حکم دوام حبس بحال رہا۔ بلکہ تاکید ہوئی کہ جلد دریائے شور کی طرف روانہ کرو۔ چنانچہ تم کو معلوم ہو جائے گا۔ ان کا بیٹا ولایت میں اپیل کیا چاہتا ہے۔ کیا ہوتا ہے جو ہونا تھا سو ہو لیا انا للہ و انا الیہ راجعون ناظر جی کو سلام کہنا اور کہنا کہ حال اپنا مفصل تم کو لکھ چکا ہون وہ دہلی اردو اخبار کا پرچہ اگر مل جائے تو بہت مفید مطلب ہے ورنہ خیر کچھ محل خوف و خطر نہیں ہے۔ حکام صدر ایسی باتون پر نظر نہ کرینگے مین نے سکہ کہا نہین اگر کہا تو اپنی جان اور حرمت بچانے کو کہا یہ گناہ نہین اور اگر گناہ بھی ہے

تو کیا ایسا سنگین ہے کہ ملکہ معظمہ کا اشتہار بھی اُس کو نہ مٹا سکے۔ سبحان اللہ گولہ انداز کا بارود بنانا اور توپین لگانی اور بنک گھر اور میگزین کا لوٹنا معاف ہو جائے اور شاعر کے دو مصرعے معاف نہون۔ ہان صاحب گولہ انداز کا ہنوئی مددگار ہے اور شاعر کا سالا بھی جانب دار نہین۔ لو حضرت میر عنایت حسین صاحب کل آئے۔ میر اتضی حسین کا خط دیدیا۔ عینک لگا کر خوب پڑہا۔ کہہ گئے ہین کہ اسکا جواب کل لاؤن گا۔ مین تو صبح کو یہ خط روانہ کرتا ہون وہ آج یا کل جب خط لاوینگے اُسکو جداگانہ لفافہ مین روانہ کرونگا۔ مظفر مرزا دیکھیے کب تک آوے اور مجھ سے کیونکر ملے۔ ایک لطیفہ پرسون کا سنو۔ حافظ ممو بے گناہ ثابت ہو چکے رہائی پا چکے۔ حاکم کے سامنے حاضر ہوا کرتے ہین۔ املاک اپنی مانگتے ہین قبض و تصرف ان کا ثابت ہو چکا ہے صرف حکم کی دیر۔ پرسون وہ حاضر ہین مثل پیش ہوئی۔ حاکم نے پوچھا حافظ محمد بخش کون عرض کیا کہ مین۔ پھر پوچھا کہ حافظ ممون کون عرض کیا کہ مین اصل نام میرا محمد بخش ہے۔ ممو ممو مشہور ہون۔ فرمایا یہ کچھ بات نہین۔ حافظ محمد بخش بھی تم حافظ ممو بھی تم سارا جہان بھی تم۔ جو دُنیا مین ہے وہ بھی تم۔ ہم مکان کس کو دین مثل داخل دفتر ہوئی میان ممو اپنے گھر چلے آئے۔ ہان صاحب خواجہ بخش درزی کل سہ پہر کو میرے پاس آیا مین نے جانا ایک ہاتھی کوٹھے پر چڑھ آیا۔ کہتا تھا کہ آغا صاحب کو میری بندگی لکھ بھیجنا۔ میرن صاحب آج کل پانی پت کو جایا چاہتے ہین۔ میر کاظم علی ابن میر قلندر علی الور سے آئے ہوئے سلطان جی مین اترے ہوئے ہین۔ دن پندرہ ایک ہوئے محمد قلی خان میری ملاقات کو آئے تھے علی جی مین رہتے ہین۔ رضا شاہ پاٹودی گئے ہوئے ہین۔ میر اشرف علی ابن میر اسد علی مرحوم نے رہائی پائی۔ ابھی املاک کی درخواست نہیں دی۔ ہماری بھابی صاحبہ یعنی زوجہ میر احمد علیخان مغفور اپنی حویلی مین چین کر رہی ہین۔ ایک آدھ دن مین جاؤن گا خدا جانے جمعہ کے دن ناظر جی کی درخواست پر کیا گزری۔ اس وقت تک اُن کا کوئی خط نہین آیا۔ دھیان لگا ہوا ہے۔ زیادہ کیا لکھون۔

ایضاً میری جان خدا تیرا نگہبان ہین نے گڑ پھنک کو دام مین پھنسایا۔ پھر قفس مین بند کر کے
یہ رقعہ لکھوایا۔ میر ارتضیٰ حسین کو فقط اُن کے نام کی جو عبارت ہے وہ پڑھا دینا تاکہ اُن کی
خاطر جمع ہو جائے۔ مثنوی کبھی اصلاح نہ پائے گی جب تک تمام نہ ہو۔ مثنوی جب تک
سب نہ لکھی ہو کیونکر اصلاح دی جائے۔ اپنے چھوٹے ماموں صاحب کو میر اسلام باعتبار محبت
کے اور بندگی باعتبار سیادت کے اور دعا باعتبار یگانگی اور اُستادی کے کہنا اور کہنا کہ بھائی
اور کیا لکھون جس حکم کی نقل کے واسطے تم لکھتے ہو وہ اصل کہان ہے کہ جس کی نقل لون
ہان زبان زد خلق ہے کہ قدیم نوکرون سے باز پرس نہین۔ مشاہدہ اس کے خلاف ہی لے لو
کئی دن ہوئے کہ حمید خان گرفتار آیا ہے۔ پاؤن مین بیڑیان ہاتھون مین ہتکڑیان حوالات
مین ہین دیکھئے حکم اخیر کیا ہو۔ صرف نوند رائے کی مختار کاری پر قناعت کی گئی۔ جو کچھ ہونا ہی
وہ ہو رہے گا۔ ہر شخص کی سر نوشت کے موافق حکم ہو رہے ہین نہ کوئی قانون ہی نہ قاعدہ ہی نہ نظیر
کام آئے نہ تقریر پیش جائے۔ ارتضیٰ خان ابن مرتضیٰ خان کی پوری دو سو روپے کی پنشن کی
منظوری کی رپورٹ گئی اور اُن کی دو بہنین سو سو روپیہ مہینہ پانے والیون کو حکم ہوا کہ چونکہ تمھارے
بھائی مجرم تھے تمھاری پنشن ضبط۔ بطریق ترحم دس دس روپیہ مہینا تم کو ملے گا ترحم یہ ہے
تو تغافل کیا قہر ہوگا مین خود موجود ہون اور حکام صدر کا روشناس۔ پنشن نہیں اُکھڑ سکتا
۳۰ برس کا پنشن تقرر اُس کا بہ تجویز لارڈ لیک و منظوری گورنمنٹ اور پھر نہ ملا ہے نہ ملے گا۔
خیر احتمال ہے ملنے کا۔ جانتے ہو کہ علی کا بندہ ہون اُس کی قسم کبھی جھوٹ نہین کھاتا اس
وقت کلو کے پاس ایک روپیہ سات آنے باقی ہین بعد اسکے نہ کہین سے قرض کی اُمید ہی نہ
کوئی جنس رہن و بیع کے قابل۔ اگر رامپور سے کچھ آیا تو خیر ورنہ انا للہ و انا الیہ راجعون بعض
لوگ یہ بھی گمان کرتے ہین کہ اس مہینے مین پنشن کی تقسیم کا حکم آجائے گا۔ دیکھئے آتا ہی یا نہیں اگر
آتا ہے تو مین مقبولون میں ہون یا مردودون مین مظفر مرزا کا خط الور سے آگیا بخیر و عافیت پہنچے
میر قاسم علی کا قافلہ بھی وہین ہے میر قاسم علی کی بی بی الور کی تنخواہ بن سے بموجب سہام شرعیہ

دو ثلث مرزا کو اور ایک ثلث اپنے کو تجویز کرتی ہے۔ ظاہرا بموجب تعلیم میر قاسم علی کے ہے۔ غالب محررہ جمعہ ۱۳۔ ذی الحجہ و ۱۵ جولائی سال حال۔

ایضاً میاں پرسوں قریب شام مرزا آغا جانی صاحب آئے وہ اور اُن کے متعلق سب اچھی طرح ہیں جسو بیگ ہانسی گئے۔ کل تمہارا خط آیا۔ بھائی تمہیں خارش کیوں ہوئی حسین مرزا صاحب کیوں بیمار ہوئے۔ خدایا اُن آوارگان دشت غربت کو جمعیت حسب تو چاہے عنایت کر۔ مگر تصدق مرتضیٰ علی کا تندرست رکھ۔ اللہ اللہ حسین مرزا کی ڈاڑھی سفید ہو گئی یہ شدت غم و رنج کی خوبیاں ہیں۔ اس خط کے پہنچتے ہی اپنی اور ان کی خیر و عافیت لکھنا۔ جہاں تم نے اپنے نام کا خط پڑھا وہاں کا حال یہ ہے ؎

بگفت احوال ما برق جہان ست	دمے پیدا و دیگر دم نہان ست
گہے بر طارم اعلیٰ نشینم	گہے بر پشت پائے خود نہ بینم

ہمارے خداوند ہیں۔ قبلہ و کعبہ ہیں خدا اُن کو سلامت رکھے۔ آغا باقر کا امام باڑہ اس کے علاوہ کہ خداوند کا عزاخانہ ہے ایک بنائے قدیم رفیع مشہور۔ اس کے انہدام کا غم کس کو نہ ہوگا یہاں دو سڑکیں دوڑتی پھرتی ہیں۔ ایک ٹھنڈی سڑک اور ایک آہنی سڑک محل ان کا الگ الگ اس سے بڑھ کر یہ بات ہے کہ گوروں کا بارگھ بھی شہر میں بنے گا اور قلعہ کے آگے جہاں لال ڈگی ہے ایک میدان نکالا جائے گا مجبوب کی دکانیں۔ بھیلیوں کے گھر۔ فیلخانہ۔ بلاقی بیگم کے کوچہ سے خاص بازار تک یہ سب میدان ہو جائیگا۔ یوں سمجھو کہ اموجان کے دروازہ سے قلعہ کی خندق تک سوائے لال ڈگی اور دو چار کنوؤں کے آثار عمارت باقی نہ رہے گی۔ آج جان نثار خاں کے چھتے کے مکان ڈھنے شروع ہو گئے ہیں۔ کیوں ہیں ولی کے ویرانے سے خوش نہوں جب اہل شہر ہی نہ رہے۔ شہر کو لے کے کیا چولھے میں ڈالوں حسین مرزا صاحب کو میرا سلام کہنا یہ رقعہ پڑھا دینا۔ اُن کا خط موسومہ محمد قلی خان آیا۔ کلو کے ہاتھ اُن کے گھر بھجوا دیا۔ اُن کا گھر کہاں وہ تو میر احمد علیخان مرحوم کی بی بی کے ہاں رہتے ہیں۔ وہ نہ تھے جب بھابی صاحب کو معلوم ہوا کہ

میرے دیور کا آدمی ہے۔ اُنھون نے مدعا دریافت کرکے خط رکھ لیا اور کلو سے کہا کہ بھائی کو سلام کہنا کہ محمد قلی خان علی جی گئے ہوئے ہین خط اُن کے پاس بھجوا دون گی۔ کل رضا شاہ آئے تھے مین نے اُن کو کہا تھا کہ تم میر احمد علیخان کی بی بی کو تاکید کر دینا کہ خط ضرور کا ہے اُسکو باحتیاط پہنچا دینا۔ صاحب تمہاری انا کو مین کیا جانون کس پتے سے ڈھونڈون وہ اسے مین نے پوچھا امیر النسا کو وہ نہ سمجھی واجد علی کی مان کرکے پہچانا۔ سو وہ کہتی تھی کہ واجد علی مع اپنی مان کے پہاڑ گنج ہے ہمشیرہ کی عرضی کے روانہ ہونے کا حال معلوم ہوا۔ تم سمجھو اگر وہ عرضی فی الحقیقت کمشنر نے بھیج دی ہے تو بیشک مدعائے سائلہ قبول کرکے بھیجی ہے اگر خود نہ منظور کرتا تو کبھی نہ بھیجتا۔ باقر علی اور حسین علی اپنی دادی کے ساتھ ضیاء الدین خان کی والدہ کے پاس قطب صاحب گئے ہوئے ہین۔ ایاز اور نیاز علی ان کے ساتھ ہیں۔ دو بندگیان اور ایک دعا اور دو آداب ملتوی۔ دعا اور کلو اور کلیان کی بندگیان پہنچین۔ قمر الدین خان پرسون آیا تھا اب آئے گا تو دعا تمہاری اُسکو کہدون گا۔ غالب۔

ایضاً حق تعالیٰ تمھین عمر و دولت و اقبال و عزت دے۔ خط محررہ دوم محرم مین کوئی مطلب جواب طلب نہ تھا۔ مرزا حیدر صاحب کی رحلت کی خبر تھی اور بس۔ کل بدھ کا دن دونون مہینون کی ۱۷ تاریخ تھی۔ صبح کے وقت مرزا آغا جانی صاحب آئے اور اُنھون نے فرمایا کہ حسین مرزا کی حرم لکھنؤ سے آئی تھی۔ بی فتن کے ہان اُتری تھی اب وہ پٹودی کو اپنے بیٹے کے پاس گئی کہتی تھی کہ نصیب اعدا ناظر جی بہت بیمار ہین خدا خیر کرے۔ یوسف مرزا میری جان نکل گئی کیا کرون کیونکر خبر منگاؤن۔ یا علی یا علی یا علی دس بارہ بار دل مین کہا ہو گا کہ مداری کا بیٹا دوڑا ہوا آیا اور تین خط لایا یعنی وہ نیچے حویلی مین تھا۔ ڈاک کے ہرکارہ نے خط لا کر دیئے۔ نیاز علی اوپر لے آیا ایک خط یار عزیز کا اور ایک خط ہرگوپال تفتہ کا۔ اور ایک خط ذوالفقار الدین حیدر مولوی کا۔ میان قریب تھا کہ خوشی کے مارے مجکو رونا آجائے۔ بارے اُس خط کو مین نے آنکھون سے لگایا پھلیان لین۔ اب تم تماشا دیکھو ۱۳۔ محرم کا خط ۱۷ کو مجھے پہنچا اُس مین مندرج کہ جمعہ کے دن

۱۹ ۔ کو بسبیل ڈاک کلکتے جاؤں گا۔ اور پھر حضرت مجھ سے مطلب کا جواب مانگتے ہیں۔ ہاں جب کلکتے پہنچ لین گے اور وہان سے مجکو خط بھیجیں گے۔ اور اپنے مسکن کا پتہ لکھین گے تب جو کچھ مجکو لکھنا ہوگا لکھون گا۔ آغا صاحب کو سب خط سُنا دیا۔ اور اُن کو اُسی وقت کاشی ناتھ کے پاس بھیجا ہی تاکہ وہ اُسکو گرمائیں اور شرمائیں اور کچھ سجاد مرزا کے واسطے بھجوائیں۔ ضیاء الدین خان دو ہفتہ سے یہان ہیں اپنے باغ میں اُترے ہوئے ہیں۔ دو بار میرے پاس بھی دو دو گھڑی کیواسطے آئے تھے کچھ اُنکو منظور ہے۔ رعایت اخلاص و محبت قدیم خدا چاہے تو کچھ سجاد مرزا کو اور کلکتے سے اُن کے خط کے آنے کے بعد کچھ ناظر جی کو اُن سے بھجواؤن۔ میرا وہی حال ہی بھوکا نہیں ہوں مگر کسی خدمتگزاری کی توفیق نہین ہی۔ بُرے بھلے حال سے گزرے جاتی ہی۔ افسوس ہزار افسوس جو تم سے اور ناظر جی سے میرے دل کا حال ہی اگر کہون تو کون باور کرے اور وہ بات خود کہنے کی نہین کرنے کی ہی سو کرنے کا مقدور نہین تفضل حسین خان ابن غلام علیخان میرٹھ مین اپنے ماموں صاحب کے پاس ہی۔ شہر مین آیا تھا میرے پاس بھی آیا تھا تمہارا سلام کہدیا۔ پرسون پھر وہ میرٹھ گیا بھائی فضلو عرب سرا مین رہتے ہین۔ پرسون سے آئے ہوئے ہین یہین اُترے ہوئے ہین۔ دورُتے ہین۔ عرضیان دیتے پھرتے ہین۔ کوئی سنتا نہین تم کو سلام کہتے ہین۔ آمد و رفت کا ٹکٹ موقوف ہوگیا۔ فقیر اور ہتھیار جس پاس ہو وہ نہ آئے۔ اور باقی ہند و مسلمان عورت مرد۔ سوار پیادہ جو چاہے چلا آئے چلا جائے مگر غیر آبادی کے ٹکٹ کی رات کو شہر مین رہنے نہ پائے۔ وہ شور و غل تھا کہ سڑکین نکلین گی اور گوروں کی چھاؤنی بنے گی کچھ بھی نہ ہوا۔ مرہٹ کر ایک جان نثار خان کے چھتے کی سڑک نکلی ہے۔ دلی والون نے لکھنؤ کا خاکہ اُڑا رکھا ہے۔ کہتے ہین کہ لاکھون مکان ڈھا دیئے ہے۔ اور صاف میدان کر دیا۔ مین جانتا ہون ایسا نہ ہوگا۔ بات اتنی ہی ہی جو تم نے لکھی ہے۔ بہر حال اب جو کچھ ہو لکھو۔ اور ناظر جی کے روانہ ہو جانے کی خبر اور سجاد۔ اور اکبر اور اُن کی مان کی خیریت اور اپنے باپ کا حال لکھو۔ پنجشنبہ ۔ ۱۸ محرم الحرام۔

ایضاً میری جان شکوہ کرنا سیکھو۔ یہ باب مین نے کوبھی پڑہایا نہین۔ کوئی خط تمہارا نہیں آیا

کہ مین نے اُسی دن یا دوسرے دن جواب نہ لکھا ہو. بلکہ مین ایسا جانتا ہون کہ یہ جو تم نے مجکو شکایت نامہ بھیجا ہے اس سے بعد ایک خط میرا ابھی تم کو پہنچا ہوگا یہ خط کل آیا آج مین اسکا جواب لکھتا ہون سُنو صاحب تم جانتے ہو کہ مین ہفت پارچہ کا خلعت ایک بار اور ملبوس خاص شال رومال و دوشالہ ایک بار پیشگاہ حضرت سلطان عالم سے پا چکا ہون مگر یہ بھی جانتے ہو کہ وہ خلعت مجکو دو بار کس کے ذریعہ سے ملا ہے یعنی جناب قبلہ و کعبہ حضرت مجتہد العصر مدظلہ العالی اب آدمیت اسکی مقتضی نہین ہے کہ مین بے اُن کے توسط کے مدح گستری کا قصد کرون. چنانچہ قصیدہ لکھکر اور جیسا کہ میرا دستور ہے کاغذ کو بنوا کر حضرت پیر و مرشد کی خدمت مین بھیجیا ہی یقین ہے کہ حضرت نے وہان بھیج دیا ہوگا. اور مین تم کو بھی لکھ چکا ہون کہ مین نے قصیدہ لکھنؤ کو بھیج دیا ہی اوسی خط مین یہ بھی تم کو لکھا ہے کہ حضرت زبدۃ العلما سید نقی صاحب اگر کلکتے پہنچ گئے ہون تو مجکو اطلاع دو. تارو علگی املاک کے باب مین جو مناسب اور معقول اور واقعی ہو وہ مین بے پروہ عالیشان مظفر حسین خان کے خط مین لکھتا ہون. یہ ورق پڑھکر ان کی خدمت مین گزران دو اور جو وہ ارشاد کرین مجکو لکھو. تمہارے اس خط کے مطالب مندرجہ کا جواب ہو چکا اس سے زیادہ میرے پاس کوئی بات اسوقت لکھنے کو نہین ہے. مگر یہ کہ ایک خط تمہارے ماموں صاحب کے نام کا بھیج چکا ہون اگر وہ پہنچے گا اور خدا کرے پہنچے تو اُس سے تم کو ایک حال معلوم ہوگا. غالب. شنبہ ۵ نومبر ۱۸۵۹ء

ایضاً یوسف مرزا میرا حال سوائے میرے خدا اور خداوند کے کوئی نہین جانتا. آدمی کثرت غم سے سودائی ہوجاتے ہین عقل جاتی رہتی ہی. اگر اس ہجوم غم مین میری قوت متفکرہ مین فرق آگیا ہو تو کیا عجب ہے بلکہ اسکا باور نہ کرنا غضب ہے. پوچھو کہ غم کیا ہے. غم مرگ. غم فراق. غم رزق. غم عزت. غم مرگ مین قلعہ نامبارک سے قطع نظر کرکے اہل شہر کو گنتا ہون. مظفر الدولہ میر ناصر الدین مرزا عاشور بیگ میرا بھانجا. اُسکا بیٹا احمد مرزا اُنیس برس کا بچہ مصطفٰے خان ابن اعظم الدولہ اُس کے دو بیٹے ارتضیٰ خان اور مرتضیٰ خان. قاضی فیض اللہ. کیا مین اُن کو اپنے عزیزون کے برابر

نہین جانتا تھا اسے لو بھول گیا حکیم رضی الدین خان۔ میر احمد حسین میکش اللہ اللہ ان کو کہان سے لاؤن۔ غم فراق حسین مرزا۔ یوسف مرزا میر مہدی۔ میر سرفراز حسین۔ میرن صاحب خدا ان کو جیتا رکھے کاش یہ ہوتا کہ جہان ہوتے وہان خوش ہوتے گھر ان کے بے چراغ وہ خود آوارہ۔ سجاد اور اکبر کے حال کا جب تصور کرتا ہون کلیجا ٹکڑے ٹکڑے ہوتا ہے۔ کہنے کو ہر کوئی ایسا کہہ سکتا ہے مگر مین علی کو گواہ کرکے کہتا ہون کہ ان اموات کے غم مین اور زندون کے فراق مین عالم میری نظر مین تیرہ و تار ہے حقیقی میرا ایک بھائی دیوانہ مرگیا۔ اُس کی بیٹی اُس کے چار بچے اُس کی مان یعنی میری بھاوج جےپور مین پڑے ہوتے ہین۔ اس تین برس میں ایک روپیہ اُن کو نہیں بھیجا بھتیجی کیا کہتی ہوگی کہ میرا بھی کوئی چچا ہے۔ یہان اغنیا اور امرا کے ازواج و اولاد بھیک مانگتے پھرین اور مین دیکھون بس مصیبت کی تاب لانے کو جگر چاہیئے۔ اب خاص اپنا دکھ روتا ہون۔ ایک بیوی دو بچے تین چار آدمی گھر کے کلو کلیان ایاز یہ باہر۔ مداری کی جورو بچے بدستور گویا مداری موجود ہے۔ میان گھمن گئے گئے مہینا بھر سے آگئے کہ بھوکا مرتا ہون۔ اچھا بھائی تم بھی رہو۔ ایک پیسے کی آمد نہین بیس آدمی روٹی کھانے والے موجود۔ مقام معلوم سے کچھ آئے جاتا ہے۔ وہ بقدر سد رمق ہے۔ محنت وہ ہے کہ دن رات مین فرصت کام سے کم ہوتی ہے ہمیشہ ایک فکر برابر چلی جاتی ہے۔ آدمی ہون دیو نہین بھوت نہین۔ ان رنجون کا تحمل کیونکر کرون۔ بڑھاپا ضعف قوی۔ اب مجھے دیکھو تو جانو کہ میرا کیا رنگ ہے شاید کوئی دو چار گھڑی بیٹھتا ہون ورنہ پڑا رہتا ہون گویا صاحب فراش ہون نہ کہین جانے کا ٹھکانا نہ کوئی میرے پاس آنے والا وہ عرق جو بقدر طاقت بنائے رکھتا تھا۔ اب میسر نہین۔ سب سے بڑھ کر آمد آمد گورنمنٹ کا ہنگامہ ہے دربار مین جاتا تھا خلعت فاخرہ پاتا تھا۔ وہ صورت اب نظر نہین آتی نہ مقبول ہون نہ مردود ہون نہ بے گناہ ہون نہ گناہ گار ہون نہ مخبر نہ مفسد۔ بھلا اب تم ہی کہو۔ اگر یہان دربار ہوا اور مین بلایا جاؤن تو نذر کہان سے لاؤن۔ دو مہینے دن رات خون جگر کھایا اور ایک قصیدہ چونسٹھ بیت کا لکھا محمد افضل مصور کو دے دیا وہ پہلی دسمبر کو مجکو دے گا یہ اُسکا مطلع ہے ؎

زسال نو وگر آبے بروے کار آمد		ہزار و ہشت صد و شصت در شمار آمد		

اس مین التزام اپنی سرگذشت کے لکہنے کا کیا ہے اسکی نقل تم کو بھیجون گا۔ میرے آقا زادہ روشن گہر جناب مفتی میر عباس صاحب کو دکھانا۔ اس بجھے ہوئے بلکہ مرے ہوئے دل پر کلام کا یہ اسلوب ہے۔ جہان پناہ کی مدح کی فکر نہ کر سکا۔ یہ قصیدہ ممدوح کی نظر سے گذرا نہ تھا مین نے اسی مین امجد علی شاہ کی جگہ واجد علی شاہ بٹھا دیا۔ انوری نے بارہا ایسا کیا ہی کہ ایک کا قصیدہ دوسرے کے نام پر کر دیا۔ مین نے اگر باپ کا قصیدہ بیٹے کے نام کر دیا تو کیا غضب ہوا۔ اور پہر کیسی حالت اور کیسی مصیبت مین کہ جس کا ذکر بطریق اختصار اوپر لکھ آیا ہون۔ اس قصیدہ سے مجکو غرض دستگاہ سخن منظور نہین۔ گدائی منظور ہے۔ بہر حال یہ تو کہو قصیدہ پہنچا یا نہین پہنچا۔ پرسون تمہارے ماموں کا خط آیا۔ وہ قصیدہ کا پہنچنا لکھتے ہین۔ کل تمہارا خط آیا اُس مین قصیدہ کے پہنچنے کا ذکر نہین۔ اس تفرقہ کو مٹاؤ۔ اور صاف لکھو کہ قصیدہ پہنچا یا نہین۔ اگر پہنچا تو حضور مین گذرا یا نہین اگر گذرا تو کس کی معرفت گذرا اور کیا حکم ہوا۔ یہ امور جلد لکھو۔ اور ہان یہ بھی لکھو کہ املاک واقع شہر دہلی کے باب مین کیا حکم ہوا مین تم کو اطلاع دیتا ہون کہ کل مین نے فرد فہرست دیہات و باغات و املاک مع حاصل ہر ایک باغ و دہ و ملک ناظر جی کو بھیج دی ہے۔ اس خط سے ایک دن پہلے وہ فرد پہنچے گی۔ یہ فرد کلکٹری کے دفتر سے لی ہے مگر اتنا معلوم ہے کہ شہر کی عمارت جو ضبط مین نہین آئی۔ اور برسات مین ڈہ نہین گئی وہ سب خالی پڑی ہے۔ کرایہ دار کا نام نہین۔ مجکو یہان کی املاک کا علاقہ حسین مرزا کے واسطے مطلوب ہے۔ مین تو پنشن کے باب مین حکم اخیر سُن لون۔ پھر رام پور چلا جاؤن گا۔ جمادی الاول سے ذی الحجہ تک ۸ مہینے اور پھر محرم سے ۲۷۵ءسال شروع ہو گا۔ اس سال کے دو چار حدوس گیارہ مہینے غرضکہ اُنیس مہینے ہر طرح بسر کرنے مین۔ اس مین رنج و راحت و ذلت و عزت جو مقسوم مین ہے وہ پہنچ جائے اور پھر علی علی کہتا ہو املک عدم کو چلا جاؤن جسم رامپور مین اور روح عالم نور مین

یا علی یا علی یا علی۔ میان ہم تمہین ایک اور خبر لکھتے ہین ہیرا سنگھ کا بیٹا دو دن بیمار پڑا تیسرے دن مر گیا ہے۔ ہے ہے کیا نیکبخت غریب لڑکا تھا۔ باپ اُسکا شیو جی رام اُس کے غم مین مردہ سے بدتر ہے۔ یہ دو مصاحب میرے یون گئے ایک مردہ دل افسردہ کون ہے جس کو تمہارا سلام کہون۔ یہ خط اپنے ماموں صاحب کو پڑھا دینا اور فرد اُن سے لیکر پڑھ لینا۔ اور جس طرح اُنکی رائے مین آئے اُس پر حصول مطلب کی بنا اُٹھانا اور اِن مدارج کا جواب شتاب لکھنا۔ ضیاءالدین خان رہتک چلے گئے اور وہ کام نہ کر گئے۔ دیکھیئے آ کر کیا کہتے ہین۔ یارات کو آ گئے ہون یا شام تک آ جائین۔ کیا کرون کس کے دل مین اپنا دل ڈالون۔ مرتضیٰ علی پہلے سے نیت مین یہ ہے کہ جو شاہ اودھ سے ہاتھ آئے حصّہ برابر نہ کرون۔ نصف حسین مرزا اور رقم اور نجات۔ نصف مین مفلسون کا مدار۔ حیات خیالات یہ ہے۔ مگر اُسی خیالات سے اُن کا حسن طبیعت معلوم ہو جاتا ہے۔ والسلام خیر ختام۔ دوشنبہ دوم جمادی الاوّل ۱۲۷۶ھ مطابق ۲۸ نومبر وقت صبح۔

ایضاً میان صبح کو تمہارے نام کا خط روانہ کیا شام کو تمہارا ایک خط اور آیا۔ حضرت زبدۃ العلما کا اب تک وہان نہ پہنچنا تعجب کی بات ہے۔ حق تعالیٰ اُن کو جہان رہین اپنے حفظ و امان مین رکھے جب چاہین وہان پہنچین۔ میرا مقصود تو اتنا ہی ہے کہ قصیدہ گزرے اور کچھ ہمارے تمہارے ہاتھ آئے لیکن کل کے خط کی پشت پر جو سطرین ناظر جی کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تھین اُس کے دیکھنے سے آس ٹوٹ گئی۔ کچھ ہاتھ آتا نظر نہین آتا۔ املاک واقع شہر دہلی کے سوال کا جواب اب کی بار قلم انداز ہوا۔ مکرر اگر کہا جائے گا تو بے شک یہ جواب آئے گا کہ ہم نے تو عوض اُن مکانات کے یہ مکانات دیئے معاوضہ ہو گیا۔ بھائی مین پہلے ہی جانتا تھا کہ یہ املاک قتل ہوئی اور وہ سوا لاکھ روپیہ جو علاوہ زر مقررہ ملا ہے وہ ولی کی املاک کا خونبہا ہے پرسون ناظر جی کے نام کے سرنامے مین فرد فہرست مجموع املاک بھیج چکا ہون خیر یہ وار بھی خالی گیا۔ مولانا غالب علیہ الرحمتہ خوب فرماتے ہین ؎

منحصر مرنے پہ ہو جس کی امید		ناامیدی اس کی دیکھا چاہیئے

تمھارے ماموں صاحب کی دستخطی تحریر نے جو میرا حال کیا ہے وہ کس زبان سے ادا کروں۔ ہے ہے حسین مرزا اور یہ کہے کہ مین کہان جاؤن اور کیا کرون۔ اور مجھ کمبخت سے اسکا جواب سر انجام نہ ہو سکے۔ بہت بڑا امیر تھا اور سرکار کی خدمت نہ سہی عہدہ نہ سہی علاقہ نہ سہی سو ڈیڑھ سو روپیہ درماہہ مقرر ہو جانا کیا مشکل تھا۔ دلی کے آدمی خصوصاً امرائے شاہی ہر شہر مین بدنام اتنے ہین کہ لوگ ان کے ساتھ بھاگتے ہین۔ مرشد آباد بھی ایک سرکار تھی۔ حیدرآباد بہت بڑا گھر ہی مگر بے ذریعہ و واسطہ کیونکر جائے اور جائے تو کس سے ملے کیا کہے۔ ناچار وہین رہو۔ کسی طرح شاہ اودھ کا سامنا ہو جائے اور مین کہان کی صلاح بتاؤں۔ وہ صاحب رہتک گئے ہین کل یقین ہے کہ آ گئے ہونگے مجھے ابھی خبر نہین آئی۔ اگر مشیت الٰہی مین ہی تو دسمبر مہینے مین کچھ ظہور مین آ جائے گا۔ نواب گورنر جنرل بہادر یقین ہے کہ آج آگرہ مین رونق افروز ہون۔ الور جے پور۔ دھولپور۔ گوالیار۔ ٹونک۔ جاورہ۔ چھ رئیسوں کی وہاں ملازمت کی خبر ہے۔ خیر ہمکو کیا۔ لیث الدولہ حسین علیخان بہادر کی خدمت مین میرا سلام نیاز اور شکر یاد آوری۔ مرقومہ صبح شنبہ ۲۹۔ نومبر ۳۰۔ جمادی الاول بحساب جنتری۔

ایضاً میاں تمہارا خط رامپور پہنچا۔ اور رامپور سے دلی آیا۔ مین ۲۲ شعبان کو رامپور سے چلا اور ۳۰ شعبان کو دلی پہنچا۔ اسی دن چاند ہوا۔ یکشنبہ رمضان کی پہلی آج دوشنبہ ۹ رمضان کی ہے سو نواں دن مجھے یہاں آئے ہوئے ہے۔ مین نے حسین مرزا کو رامپور سے لکھا تھا کہ یوسف مرزا کو میرے آنے تک الور نہ جانے دینا۔ انکی زبانی معلوم ہوا کہ وہ میرا خط ان کو تمہاری روانگی کے بعد پہنچا۔ جو مجکو اپنے ماموں کے مقدمہ مین لکھتے ہو کیا مجکو ان کے حال سے غافل اور ان کی فکر سے فارغ جانتے ہو کچھ بنا ڈال آیا ہون۔ اگر خدا چاہے تو کوئی صورت نکل آئے۔ اب تم کہو کہ کب تک آؤ گے۔ صرف تمہارے دیکھنے کو نہیں کہتا شاید تمہارے آنے پر کچھ کام بھی کیا جائے۔ مظفر مرزا کا اور ہمشیرہ صاحبہ کا آنا تو کچھ ضرور نہین شاید آگے بڑھکر

کچھ حاجت پڑے۔ بہر حال جو ہوگا وہ سمجھ لیا جائیگا۔ تم چلے آؤ۔ ہمشیرہ عزیزہ کو میری دعا کہدینا مظفر مرزا کو دعا پہنچے۔ بھائی تمہارا خط رام پور پہنچا۔ ادھر گے چلنے کی فکر مین جواب نہ لکھ سکا بخشی صاحبون کا حال یہ ہے کہ آغا سلطان پنجاب کو گئے۔ جگراؤن مین منشی رجب علی کے مہمان ہین۔ صفدر سلطان اور یوسف سلطان وہان ہین۔ نواب مہدی علیخان بقدر قلیل بلکہ اقل کچھ اُن کی خبر لیتے ہین۔ میر جلال الدین خوشنویس اور وہ دونون بھائی باہم رہتے ہین۔ مین وہین تھا کہ صفدر سلطان دلی کو آئے تھے۔ اب جو مین یہان آیا تو سُنا کہ وہ میرٹھ گئے۔ خدا جانے رامپور جائین یا کسی اور طرف کا قصد کرین۔ تباہی ہے۔ قہر آلہی ہے۔ مجکو لڑکون نے بہت تنگ کیا۔ ورنہ چند روز اور رامپور مین رہتا۔ زیادہ کیا لکھون۔ راقم غالب مرقومہ دوشنبہ ۹۔ رمضان و ۲۰۔ اپریل۔

بنام منشی شیونراین صاحب

صاحب خط پہنچا۔ اخبار کا لفافہ پہنچا۔ لفافون کی خبر پہنچی۔ آپ نے کیون تکلیف کی۔ لفافے بنانا دل کا بہلانا ہے۔ بیکار آدمی کیا کرے۔ بہر حال جب لفافے پہنچ جائیں گے۔ ہم آپکا شکر بجالائین گے ع ہر چہ از دوست میرسد نیکوست ٭ یہان آدمی کہان ہے کہ اخبار کا خریدار ہو مہاجن لوگ جو یہان بستے ہین وہ یہ ڈھونڈھتے پھرتے ہین کہ گیہون کہان سستے ہین بہت سخی ہونگے تو جنس پوری تول دینگے۔ کاغذ روپیہ مہینہ کا کیون مول لین گے۔ کل آپکا خط آیا رات بھر مین نے فکر شعر مین خون جگر کھایا۔ ۲۱ شعر کا قصیدہ کہکر تمہارا حکم بجالایا میرے دوست خصوصاً میرزا تفتہ جانتے ہین۔ کہ مین فن تاریخ کو نہیں جانتا۔ اس قصیدہ مین ایک روش خاص سے اظہار ۱۸۵۸ء کا کر دیا ہے۔ خدا کرے تمہارے پسند آوے تم خود قدر دان سخن ہو۔ اور تین اُستاد اس فن کے تمہارے یار ہین میری محنت کی داد ملجائے گی۔

قصیدہ

ملاذ کشور و لشکر پناہ شہر و سپاہ	جناب عالی ایلین برون والا جاہ

بلند رتبہ وہ حاکم وہ سرفراز امیر
کہ باج تاج سے لیتا ہے جسکا طرف کلاہ

وہ محض رحمت و رافت کہ بہر اہل جہان
نیابت دم عیسی کرے ہے جس کی نگاہ

وہ عین عدل کہ دہشت سے جسکی پرسش کے
بنے ہے شعلۂ آتش انیس پرہ کاہ

زمین سے سودہ گوہر اُٹھے بجائے غبار
جہان ہو توسن حشمت کا اُسکے جولان گاہ

وہ مہربان ہو تو انجم کہین الٰہی شکر
وہ خشمگین ہو تو گردون کہے خدا کی پناہ

یہ اُسکے عدل سے اضداد کو ہے آمیزش
کہ دشت و کوہ کے اطراف مین بہر سر راہ

ہزبر پنجے سے لیتا ہے کام شانے کا
کبھی جو ہوتی ہے اُلجھی ہوئی دُم روباہ

نہ آفتاب وے آفتاب کا ہم چشم
نہ پادشاہ وے مرتبہ مین ہمسر شاہ

خدا نے اُسکو دیا ایک خوبرو فرزند
ستارہ جیسے چمکتا ہوا بہ پہلوے ماہ

زہے ستارۂ روشن کہ جو اُسے دیکھے
شعاع مہر درخشان ہو اُس کا تار نگاہ

خدا سے ہے یہ توقع کہ عہد طفلی مین
بنے گا شرق سے تا غرب اس کا بازیگاہ

جوان ہوکے کرے گا یہ وہ جہانبانی
کہ تابع اس کے ہون روز و شب سپید و سیاہ

کہے گی خلق اسے داور سپہر شکوہ
لکھین گے لوگ اسے خسرو ستارہ سپاہ

عطا کرے گا خداوند کارساز اسے
روان روشن و خوے خوش و دل آگاہ

ملے گی اس کو وہ عقل نہفتہ دان کہ اسے
پڑے نہ قطع خصومت مین احتیاج گواہ

یہ ترکتاز سے برہم کرے گا کشور روس
یہ لے گا بادشاہ چین سے چھین تخت و کلاہ

سنین عیسوی اٹھارہ سو اور اٹھاون
یہ چاہتے ہین جہان آفرین سے شام و پگاہ

یہ جتنے سینکڑے ہین سب ہزار ہو جاوین
ورانہ اس کی ہو عمر اِس قدر سخن کوتاہ

امیدوار عنایات شیو نارائن
کہ آپ کا ہے نمک خوار اور دولت خواہ

یہ چاہتا ہے کہ دنیا مین عز و جاہ کے ساتھ
تمہین اور اس کو سلامت رکھے سدا اللہ

ایضاً شفیق میرے مکرم میرے منشی شیو نراین صاحب تم ہزارون برس سلامت رہو تمہارا

مہربانی نامہ اسوقت پہنچا اور مین نے اسی وقت جواب لکھا بات یہ ہے کہ مین نہین چاہتا کہ دو جزو
یا چار جزو کی ہو۔ چھ جزوے کتاب کم نہ ہو بسطر دس گیارہ سطر ہو مگر حاشیہ تین طرف بڑا ہے شیرازہ
کی طرف کا کم ہو۔ یہ باتین سب میرزا تفتہ کو لکھ چکا ہون۔ اُس یار بے پروا نے تم سے شاید کچھ
نہین کہا۔ اس کے سوا یہ ہے کہ کاپی کی تصحیح ہو۔ غلط نامہ کی حاجت نہ پڑے۔ آپ خود متوجہ
رہیئے گا۔ اور منشی نبی بخش صاحب کو اگر کہیئے گا تو وہ بھی شریک رہین گے اور میرزا تفتہ تو
مالک ہی ہین۔ کاغذ شیورام پوری ہو خیر مگر سفید و مہرہ کیا ہوا اور لعاب دار ہو۔ پھر یہ ہو کہ حاشیہ
پر جو لغات کے معنی لکھے جائین تو اُسکی طرز تحریر اور تقسیم دل پسند اور نظر فریب ہو۔
حاشیہ کا قلم بہ نسبت متن کے قلم کے خفی ہو۔ خلاصہ یہ ہے کہ ان جلدون مین سے
دو جلدین ولایت کو جائین گی۔ ایک جناب فیض مآب ملکہ معظمہ انگلستان کی نذر اور ایک
میرے آقائے قدیم لارڈ الن برا بہادر کی نذر۔ اور چار جلدین یہان کے چار حاکمون
کی نذر کرون گا۔ میرزا تفتہ کو پانچ جلدون کو لکھا تھا لیکن اب چھ جلدین تیار کر دیجئے گا۔
یعنی شیرازہ اور جلد اور جدول اور ان چھ جلدون کی جو لاگت پڑے۔ روپیہ جلدی سے لیکر
دور و پیہ جلد تک وہ مجھ سے منگوا بھیجئے گا۔ مین بمجرد طلب کے فوراً ہنڈوی بھیج دونگا۔ ایک
خریدار پچاس جلد کے وہان پہنچے ہین واسطے خدا کے مرزا تفتہ سے کہیئے کہ اُن سے ملین یعنی
راجہ امید سنگھ بہادر اندور والے وہ چھلی اینٹ مین پولس کے پچھواڑے رہتے ہین تعجب ہے
کہ آپ کا خط آ گیا اور میرزا تفتہ نے مجھے پارسل کی رسید نہین لکھی۔ اب میرا خط فارسی اپنے نام کا
اور یہ خط دونون خط اُن کو دکھا دیجئے گا اور راجہ امید سنگھ سے ملنے کو کہیئے گا۔ اور ہان صاحب
یہ اُن کو تاکید کیجئے گا کہ وہ رباعی جو مین نے لکھ بھیجی ہے اُس کو سب سے پہلے جہان اُس کا نشان
دیا ہے اُسی فقرے کے آگے ضرور ضرور اور وہ رباعی بیسوین صفحہ مین اس فقرہ کے
آگے ہے نے نے اختر بخت خسرو و ربلندی بجائے رسید کہ رُخ از خاکیان نہفت۔ تم انکو
یاد دلا کر اُن سے لکھوا لینا ضرور ضرور۔ یہ جو تم نے لکھا کہ صاحب نے سُن کر اُس کو پسند کیا ہے

حیران ہون کہ کون سا مقام تم نے پڑھا ہوگا کیونکر کہون کہ صاحب اس عبارت کو سمجھے ہون گے.
اسکی جو حقیقت ہو مفصل لکھو. زیادہ زیادہ. راقم اسد اللہ ۔ سہ شنبہ ۲ ماہ اگست ۱۸۵۸ء ضروری جواب طلب.
ایضاً مہاراج سخت حیرت مین ہون کہ منشی ہرگوپال صاحب نے مجکو خط لکھنا کیون چھوڑا اگر مجھ سے
خفا ہین تو کیون خفا ہین اور اگر شہر مین نہین تو کہان گئے اور کیون گئے ہین. اور کب تک آئیں گے
آپ مہربانی فرماکر یہ امور مجکو لکھ بھیجیے. اس سے علاوہ ایک رباعی مرزا تفتہ کو بھیجی ہو اور اُن کو
لکھا ہے کہ اُسکو دستنبو مین فلان جگہہ درج کر دینا اور ایک دو فقرے بھائی منشی نبی بخش صاحب
کو لکھے ہین اور اُن کو بھی دستنبو مین لکھنے کا محل بتا دیا ہے مین نہین جانتا اُن دونون صاحبون
نے میرے کہنے پر عمل کیا اور انہون نے نظم کو اور اُنہون نے نثر کو کتاب کے حاشیہ پر چڑہا دیا یا نہین
تم سے بہزار آرزو خواہش کرتا ہون کہ اگر وہ رباعی اور وہ فقرے حاشیہ پر چڑہ گئے ہین تو مجکو اُن کے
لکھے جانے کی اطلاع دیجئے کہ تشویش رفع ہو. اور اگر اُن دونون صاحبون نے بے پروائی کی
ہے تو واسطے خدا کے آپ میرزا تفتہ سے رباعی اور منشی نبی بخش صاحب سے دونون فقرے
لے لیجئے اور محل تحریر میرے خط سے معلوم کر کے اُن کو جا بجا حاشیہ پر رقم کیجئے اور مجکو اطلاع
دیجئے ضرور ضرور ضرور. اور ایک اور کام آپ کو کرنا چاہیئے کہ شاید تیسرے صفحے کے آخر مین
یا چوتھے صفحے کے اول مین یہ فقرہ ہے. اگر در دم دیگر بہ نہیب مباش بہم بر وند. نہیب کا لفظ
عربی ہے یہ سہو سے لکھا گیا ہے اسکو چھیل ڈالیئے گا اور اسکی جگہ نوائے مباش بنا دیجئے گا.
حقیقت لکھ کر. اب سوالات الگ الگ لکھتا ہون پہلا سوال میرزا تفتہ کا حال اور اُن کے
خط کے نہ آنے کی وجہ لکھیئے. دوسرا سوال میرزا تفتہ نے اگر رباعی دستنبو کے حاشیہ
پر لکھ دی ہے تو اسکی اطلاع ورنہ اُن کے نام کے خط سے رباعی اور تحریر کا حال معلوم
کر کے آپ حاشیہ پر لکھدین. اور مجکو اطلاع دین. تیسرا سوال منشی نبی بخش صاحب نے
اگر میری بھیجی ہوئی نثر درج کر دی ہے تو اسکی اطلاع ورنہ اُن سے لیکر اور محل معلوم کر کے
حاشیہ کتاب پر لکھ دیجئے اور مجکو لکھ بھیجئے چوتھا سوال اب جس طرح لکھ آیا ہون نہیب کی جگہ

نوا کا لفظ بنا کر مجکو عنایت کیجئے۔ پانچوان سوال۔ خریدار پچاس جلدون کے پہنچنے میرزا تفتہ سے ملے روپیہ پچاس جلد کی قیمت کا دیا یا ہنوز یہ امور وقوع مین نہین آئے اس کی اطلاع ضرور دیجئے۔ چھٹا سوال۔ چھاپا شروع ہو گیا یا نہین۔ اگر شروع نہین ہوا تو کیا سبب متوقع ہون کہ میرے یہ سب کام از راہ عنایت بنا کر ان چھ سوال کا جواب اسی طرح جُدا جُدا لکھیے اور ضرور لکھیے اور جلد لکھیے۔ راقم اسد اللہ خان روز جمعہ سوم ستمبر ۱۸۵۸ء

ایضاً نور بصر لخت جگر منشی شیو نرائن کو دعا پہنچے۔ خط اور رپورٹ کا لفافہ پہنچا اور سب حال تمہارے خاندان کا دریافت ہوا بس سب میرے جگر کے ٹکڑے ہین اور تم اپنے دودمان کے چشم و چراغ ہو العلة طاقة۔ شوق سے لکھو آخر کے صفحہ کی دو سطرین از روئے مضمون سراسر کتاب مضمون کے خلاف ہین مین نے سرکار کی فتح کا حال نہین لکھا۔ صرف اپنے پندرہ مہینے کی سرگزشت لکھی ہے تقریباً شہر و سپاہ کا بھی ذکر آ گیا ہے۔ اور وہ اپنی سرگزشت جو مین نے لکھی ہے سو ابتدا ۱۱ مئی ۱۸۵۷ء سے ۳۱ جولائی ۱۸۵۸ء تک لکھی ہے۔ شہر ستمبر مین فتح ہوا۔ اسکا بھی بیان ضمناً آ گیا۔ خوب ہوا جو تم نے مجھ سے پوچھا ورنہ بڑی قباحت ہوتی۔ اب مین جس طرح سے کہون سو کرو پہلے سوچو کہ تقسیم یون ہے کہ تین سطرین اوپر اور تین سطرین نیچے اور بیچ مین ایک سطر اسمین کتاب کا نام۔ کیون میان تقسیم یون ہی ہے۔ اب مین دوسرے صفحہ پر ساتون سطرین لکھ دیتا ہون۔ اُسکو ملاحظہ کرو اور میرا کہنا مانو۔ ورنہ کتاب کی حقیقت غلط ہو جائے گی اور مطبع پر بات آئے گی۔ اس صفحہ مین دو ایک باتین اور سمجھا دون کہ وہ ضروری ہین۔ سُنو میری جان نوابی کا مجکو خطاب ہے۔ نجم الدولہ اور اطراف و جوانب کے امرا سب مجکو نواب لکھتے ہین۔ بلکہ بعض انگریز بھی چنانچہ صاحب کمشنر بہادر دہلی نے جو ان دنون مین ایک روبکاری بھیجی ہے تو لفافہ پر نواب اسد اللہ خان لکھا۔ لیکن یہ یاد رہے نواب کے لفظ کے ساتھ میرزا یا میر نہین لکھتے یہ خلاف دستور ہے یا نواب اسد اللہ خان لکھو یا میرزا اسد اللہ خان لکھو اور بہادر کا لفظ تو دونون حال مین واجب اور لازم ہے۔

ایضاً برخوردار نورچشم منشی شیونراین کو معلوم ہو کہ مین کیا جانتا تھا کہ تم کون ہو جب یہ جانا کہ تم ناظر بنسی دھر کے پوتے ہو تو معلوم ہوا کہ میرے فرزند دلبند ہو۔ اب تم کو مشفق و مکرم لکھون تو گنہگار۔ ہمارے خاندان اور اپنے خاندان کی آمیزش کا حال کیا معلوم ہے مجھ سے سنو تمھارے دادا کے والد عہد نجف خان وہمدانی ہیں میرے نانا صاحب مرحوم خواجہ غلام حسین خان کے رفیق تھے۔ جب میرے نانا نے نوکری ترک کی اور گھر بیٹھے تو تمھارے پردادا نے بھی کمر کھولی اور پھر کہین نوکری نہ کی یہ باتین میرے ہوش سے پہلے کی ہین مگر جب مین جوان ہوا تو مین نے یہ دیکھا کہ منشی بنسی دھر۔ خان صاحب کے ساتھ ہین اور اُنھون نے جو کیتھم گانون اپنی جاگیر کا سرکار مین دعوی کیا تو منشی بنسی دھر اُس امر کے منصرم ہین اور وکالت اور مختاری کرتے ہین مین اور وہ ہم عمر تھے شاید منشی بنسی دھر مجھ سے ایک دو برس بڑے ہون یا چھوٹے ہون۔ انیس بیس برس کی میری عمر اور ایسی ہی عمر اُن کی باہم شطرنج اور اختلاط اور محبت آدھی آدھی رات گزر جاتی تھی۔ چونکہ گھر اُن کا بہت دُور نہ تھا اسواسطے جب چاہتے تھے چلے جاتے تھے بس ہمارے اور اُن کے مکان مین چھیا رنڈی کا گھر اور ہمارے دو کڑے درمیان مین تھے ہماری بڑی حویلی وہ ہے کہ جواب لکھمی چند سیٹھ نے مول لی ہے اسی کے دروازہ کی سنگین بارہ دری پر میری نشست تھی اور پاس اُسکے ایک کٹھیا والی حویلی اور سلیم شاہ کے تکیہ کے پاس دُوسری حویلی اور کالے محل سے لگی ہوئی ایک اور حویلی اور اُس سے آگے بڑھ کر ایک کٹرہ کہ وہ گڈریون والا مشہور تھا اور ایک کٹرہ کہ وہ کشمیرن والا کہلاتا تھا اُس کٹرے کے ایک کوٹھے پر مین پتنگ اُڑاتا تھا اور راجہ بلوان سنگھ سے پتنگ لڑا کرتے تھے واصل خان نامی ایک سپاہی تمھارے دادا کا پیش دست رہتا تھا اور وہ کٹرون کا کرایہ اوگا کر اُن کے پاس جمع کرواتا تھا سنو تو سہی تمہارا دادا بہت کچھ پیدا کر گیا ہے علاقے مول لئے تھے اور زمیندارا اپنا کر لیا تھا۔ دس بارہ ہزار روپے کی سرکار کی مالگذاری کرتا تھا۔ آیا وہ سب کارخانے تمھارے ہاتھ آئے یا نہین اسکا حال ازروئے تفصیل جلد مجکو لکھو۔ اسداللہ روز سہ شنبہ ۱۹ اکتوبر وقت ورود خط

ایضاً برخوردار اقبال نشان منشی شیونراین کو بعد دعا کے معلوم ہو. تمہارے دو خط متواتر پہنچے میرے بھی دو خط پس و پیش پہنچے ہونگے موافق اُس تحریر کے عمل کیا ہوگا. وہ جلدین پرتکلف اور پانچ جلدین بہ نسبت اُس کے کم تکلف مرزا حاتم علی صاحب کے عہد اہتمام مین ہین اُس سے ہم کو اور تم کو کچھہ کام نہین وہ جیسی چاہین بنواکر بھیج دین. تم ایک جلد بس زیادہ صرف کیون کرو. اپنے طور پر اپنی طرف سے جیسی چاہو بنواکر بھیج دو. مین تم کو اپنے پیارے ناظر بنسی دھر کی نشانی جانتا ہون. اُس کو تمہاری نشانی جان کر اپنی جان کے برابر رکھون گا. باقی حال اپنے خاندان اور تمہارے خاندان اور باہم پل کر اپنا اور بنسی دھر کا بڑے ہونا سب تم کو لکھ چکا ہون مکرر کیون لکھون. بادشاہ کی تصویر کی یہ صورت ہے کہ اُجڑا ہوا شہر نہ آدمی نہ آدم زاد. مگر ہان دو ایک مصورون کی آبادی کا حکم ہوگیا ہے وہ رہتے ہین سو وہ بھی بعد اپنے گھرون کے لٹنے کے آباد ہوئے ہین تصویرین بھی اُنکے گھرون مین سے لٹ گئین کچھ جو رہین وہ صاحبان انگریز نے بڑی خواہش سے خرید کرلین ایک مصور کے پاس ایک تصویر ہے وہ تیس روپیہ سے کم کو نہین دیتا. کہتا ہے کہ تین تین اشرفیون کو مین نے صاحب لوگون کے ہاتھ بیچی ہین. تم کو دو اشرفی کو دون گا. ہاتھی دانت کی تختی پر وہ تصویر ہے مین نے چاہا کہ اُسکی نقل کاغذ پر اُتار دے. اُسکے بھی بیس روپیہ مانگتا ہے اور پھر خدا جانے اچھی ہو یا نہ ہو. اتنا صرف بیجا کیا ضرور ہے مین نے دو ایک آدمیون سے کہہ رکھا ہے اگر کہین سے ہاتھ آجائے گی تو لے کر تم کو بھیج دونگا مصورون سے خرید کرنے کا نہ خود مجھے مقدور نہ تمہارا نقصان منظور. اب چھاپا تمام ہوگیا ہوگا وہ پانچ اور دو سات کتابین جو میرزا صاحب کی تحویل مین ہین وہ اور وہ ایک جلد جو تم نے مجکو دینی کی ہے وہ یہ سب لوح اور جلد کی درستی کے بعد پہنچ جائیں گی. مگر وہ چالیس کتابین سراسری جو مجھے چاہیئے ہین وہ تو آج کل مین روانہ کردو. اور ہان میری جان یہ چالیس کتابون کا اشتہار کیونکر پہنچے اور محصول اسکا کیا ہوگا. اور یہ بھی تو بتاؤ کہ وہ دس جلدین رائے امید سنگھ کے پاس کہان بھیجی جائین گی. میرزا تفتہ ہاتھرس کو جاتے ہوئے اُن کا اندور نہ ہونا اور شاید پھر آگرہ اور دلی کا آنا مجکو لکھ

چکے ہین۔ ان باتون کا جواب مجکو لکھو تصویر کے باب مین جو کچھ لکھو وہ کرون اور ان مقدمات سے اطلاع پاؤن جواب جلد لکھو اور مفصل لکھو۔ از غالب نگاشتہ و روان داشتہ شنبہ ۲۳۔ اکتوبر ۱۸۵۸ء

ایضاً میان تمھارے کمال کا حال معلوم کرکے مین بہت خوش ہوا۔ اگر مجکو کبھی انگریزی لکھوانا ہوگا تو یہان سے اُردو مین لکھکر بھیج دونگا تم وہان سے انگریزی لکھکر بھیج دیا کرنا۔ قصہ قاصدان شاہی مین نے دیکھا۔ اصلاح کے باب مین سونچا کہ اگر سب فقرون کو مقفٰی اور عبارت کو رنگین بنانے کا قصد کرون تو کتاب کی صورت بدل جائے گی۔ اور شاید تم کو بھی یہ منظور نہ ہو۔ ناچار اس پر قناعت کی کہ جو الفاظ ٹکسال سے باہر تھے وہ بدل ڈالے۔ مثلاً "وے" کو کہ یہ گنوارو بولی ہے۔ "وہ" یہ ٹھیٹ اُردو ہے۔ "کرانا" یہ بیرونجات کی بولی ہے "کروانا" یہ فصیح ہے۔ "راجے" یہ غلط ہے "راجہ" صحیح ہے۔ کہین کہین روابط و ضمائر نامربوط تھے اُن کو مربوط کر دیا ہے۔ اور ایک جگہ "گہنے بسے" یہ لفظ میری سمجھ مین نہ آیا اس کو تم سمجھ لینا۔ باقی اور سب مربوط اور خوب صاف ہے۔ حاجت اصلاح کی نہین۔ صاحب کتابین کب روانہ ہونگی۔ دوالی بھی ہو لی۔ اگر گنگا جانیکا قصد ہو تو بھائی میری کتابین بھیجکر جانا۔ اور ہان یہ مین نہین سمجھا کہ مرزا مہر کی بنائی ہوئی سات کتابین بھی انہین کتابون کے ساتھ بھیجوگے یا وہ اپنے طور پر جُدا روانہ کرینگے۔ وہ تم نے اپنی بنوائی ہوئی کتاب کا آٹھ دن کا وعدہ کیا تھا اور اس وعدہ سے یہ بات تراوش کرتی تھی کہ سات وہ کتابین پہلے روانہ ہونگی اور وہ ایک کتاب ہفتہ کے بعد سو وہ ہفتہ بھی گزر گیا۔ یقین ہے کہ اب وہ سب یک جا پہنچین اور شاید کل پرسون آجائین۔ "وہ نمبر اخبار کا جو تم نے مجکو بھیجا تھا اُس مین او منٹمن صاحب کے لفٹنٹ ہونے کی اور بہت جلد آگرہ آنے کی خبر لکھی تھی۔ یہان مجکو کئی باتین پوچھنی ہین ایک تو یہ کہ چیف سکرٹر نواب گورنر جنرل کے تھے۔ جب یہ لفٹنٹ گورنر ہوئے تو اب وہان چیف سکرٹر کون ہوگا۔ یقین ہے کہ ولیم میور صاحب اس عہدہ پر مامور ہون پس اگر یون ہی ہے تو ان کے محکمہ مین چیف سکرٹر کون ہوگا۔ دوسری بات یہ کہ میر منشی ان کے تو وہی منشی غلام غوث خان صاحب رہین گے یقین ہے کہ انکے ساتھ آوین۔ تیسری بات یہ کہ گورنر جنرل کے فارسی دفتر کے میر منشی ایک بزرگ تھے بلگرام کے رہنے والے

منشی سید جان خان. آیا اب بھی وہی ہین یا اُن کی جگہ کوئی اور صاحب ہین. ان سب باتون مین سے جو آپ کو معلوم ہون وہ اور جو نہ معلوم ہو اُس کو معلوم کر کے مجکو لکھیے اور جلد لکھیے اور ضرور لکھیے یقین تو ہے کہ تم سمجھ گئے ہو کہ مین کیون پوچھتا ہون. کتابین جا بجا بھیجنی ہین جبتک نام اور مقام معلوم نہ ہو تو کیون کر بھیجون جواب لکھو اور شتاب لکھو. کتابین بھیجو اور جلد بھیجو
شنبہ ۹. نومبر ۱۸۵۸ء

ایضاً برخوردار کامگار منشی شیو نراین طال عمرہ و زاد قدرہٗ. کل جمعہ کے دن ۱۲. نومبر کو ۳۲ کتابین آگئین. مین بہت خوش ہوا اور تم کو دعائین دین. خط تمہارے نام کا ابھی میرا کہار ڈاک مین لے گیا ہے. اس رقعہ کی تحریر سے مقصود یہ ہے کہ میان عبد الحکیم بہت نیک بخت اور اشراف اور ہنرمند آدمی ہین. دلّی گزٹ مین حرفون کے چھاپے کا کام کیا کرتے تھے چونکہ وہ چھاپہ خانہ اب آگرہ مین ہے یہ بھی وہین آتے ہین تمہارے پاس حاضر ہونگے ان پر مہربانی رکھنا بھلا وہ شہر بیگانہ ہے ان کو تمہاری خدمت مین شناسائی رہے گی تو اچھی بات ہے. صحافی کا کام بھی بقدر ضرورت کر سکتے ہین. شاید اگر دہلی گزٹ مین ان کا طور درست نہ ہو تو اُس صورت مین بشرط گنجایش اپنے مطبع مین ان کو رکھ لینا. راقم اسد اللہ نگاشتہ شنبہ ۱۳. نومبر ۱۸۵۸ء

ایضاً صاحب تمہارا خط آیا دل خوش ہوا. دیکھئے مرزا مہر کب روانہ کرتے ہین. اگر بھیج چکے ہین تو یقین ہے کہ آج یہان آپہنچین آج نہ آئین کل آئین. کل سے مین شام تک راہ دیکھتا ہون. مہر نیم ماہ نہین اُسکا نام مہر نیم روز ہے اور وہ سلاطین تیموریہ کی تواریخ ہے. اب وہ بات ہی گئی گزری بلکہ وہ کتاب اب نہ چھپانے کے لائق ہے نہ چھپوانے کے قابل. اُردو کے خطوط جو آپ چھاپا چاہتے ہین یہ بھی زائد بات ہے. کوئی رقعہ ایسا ہوگا کہ جو مین نے قلم سنبھال کر اور دل لگاکر لکھا ہوگا. ورنہ صرف تحریر سرسری ہے اُسکی شہرت میری سخنوری کے شکوہ کے منافی ہے اس سے قطع نظر کیا ضرور ہے کہ ہمارے آپس کے معاملات اورون پر ظاہر ہون. خلاصہ یہ کہ ان رقعات کا چھپانا میرے خلافِ طبع ہے. محررہ پنجشنبہ ۱۸. نومبر ۱۸۵۸ء

ایضاً برخوردار اقبال نشان کو دعا پہنچے۔ کل جمعہ کے دن ۱۹۔ نومبر ۱۸۵۸ء کو سات کتابون کے دو پارسل پہنچے۔ واقعی کتابین جیسا کہ میرا جی چاہتا تھا اُسی روپ کی ہین۔ حق تعالے میرزا مہر کو سلامت رکھے رقعون کے چھاپنے کے باب مین ممانعت لکھ چکا ہون۔ البتہ اِس باب مین میری رائے پر تم کو اور میرزا تفتہ کو عمل کرنا ضرور ہے۔ مطلب عمدہ جو اس خط کی تحریر سے منظور ہے وہ یہ ہے کہ جو کتاب تم نے بنوائی ہے اور مین نے تم کو لکھا تھا کہ پہلے ورق کے دوسرے صفحہ پر انگریزی عبارت لکھکر بھیجنا۔ خدا کرے وہ عبارت تم نے نہ لکھی ہو۔ اگر لکھ دی ہو تو ناچار اور اگر نہ لکھی ہو تو اب نہ لکھنا اور صفحہ سادہ رہنے دینا اور اسی طرح میرے پاس بھیجدینا یہ بھی معلوم رہے کہ اب اِن کتب کی تقسیم اُس کتاب کے آنے تک ملتوی رہے گی اور وہ کتاب میرے پاس جلد پہنچ جائے تو بہتر ہے۔ ۲۰۔ نومبر ۱۸۵۸ء۔ جواب طلب بلکہ کتاب طلب۔

ایضاً صاحب تم کندھولی سے کب آئے اور جب آئے تو وہ میرا خط بیرنگ کہ جس مین سات روپیہ کی ہنڈوی ملفوف تھی پایا یا نہین پایا۔ اگر پایا تو موافق اُس تحریر کے عمل کیون نہ فرمایا۔ اور اُس خط مین ایک مطلب جواب طلب تھا اس کا جواب کیون نہ بھجوایا۔ اچھا اگر تم ایک آدہ دن کے واسطے کندھولی گئے تھے تو کاربرداران مطبع نے خط رکھ چھوڑا ہوگا اور جب تم آئے ہوگے تو وہ خط تمہین دیا ہوگا پھر کیا سبب جو تم نے جواب نہ لکھا یا ابھی کندھولی سے تم نہین آئے۔ یا وہ خط میرا تلف ہوگیا۔ تاریخ تحریر خط مجھے یاد نہین۔ اب یہ لکھتا ہون کہ اگر خط پہنچا تو مجکو خط کی اور ہنڈوی کی رسید اور میرے سوال کا جواب لکھو اور اگر خط نہین پہنچا تو اس کی تدبیر بتاؤ کہ اب مین ساہوکار سے کیا کہون اور ہنڈوی کا مثنیٰ کس طرح سے مانگون۔ از اسد اللہ مضطرب۔ روز شنبہ ۲۳۔ نومبر ۱۸۵۸ء۔ جواب طلب شتاب طلب۔

ایضاً صاحب تم خط کے جواب نہ بھیجنے سے گھبرا رہے ہوگے۔ حال یہ ہے کہ قلم بنانے مین میرا ہاتھ انگوٹھے کے پاس سے زخمی ہوگیا اور ورم کر آیا۔ چار دن روٹی بھی مشکل سے کھائی گئی ہے۔ بہر حال اب اچھا ہون۔ ترجیع آہنگ تم نے مول لے لی۔ اچھا کیا۔ دو چھاپے ہین ایک

بادشاہی چھاپے خانے کا اور ایک منشی نور الدین کے چھاپہ خانے کا۔ پہلا ناقص ہے دوسرا سراسر غلط ہے۔ کیا کہون تم سے ضیا الدین خان جاگیر دار لوہارو میرے نسبی بھائی اور میرے شاگرد رشید ہین۔ جو نظم و نثر مین مین نے کچھ لکھا ہے وہ اُنھون نے لیا اور جمع کیا چنانچہ کلیات نظم فارسی چون پچپن جزو۔ اور پنج آہنگ اور مہر نیم روز اور دیوان ریختہ سب ملکر سو سوا سو جز مطلی اور مذہب اور انگریزی ابری کی جلدین الگ الگ کوئی ڈیڑہ سو دو سو روپیہ کے صرف مین ہوائی میری خاطر جمع کہ کلام میرا سب یک جا فراہم ہے۔ پھر ایک شاہزادہ نے اس مجموع نظم و نثر کی نقل لی۔ اب دو جگہ میرا کلام اکٹھا ہوا۔ کہان سے یہ فتنہ برپا ہوا اور شہر لٹے۔ وہ دونون جگہ کا کتاب خانہ خوان یغما ہو گیا۔ ہر چند مین نے آدمی دوڑائے کہین سے اُن مین سے کوئی کتاب ہاتھ نہ آئی وہ سب قلمی ہین۔ غرض اس تحریر سے یہ ہے کہ قلمی فارسی کا کلیات قلمی ہندی کا کلیات قلمی پنج آہنگ قلمی مہر نیم روز۔ اگر کہین ان مین سے کوئی نسخہ بکتا ہوا آوے تو اُسکو میرے واسطے خرید کر لینا اور مجکو اطلاع کرنا مین قیمت بھیج کر منگوالون گا۔ جناب ہنری اسٹورٹ ریڈ صاحب کو ابھی مین خط نہین لکھ سکتا اُن کی فرمایش ہے اُردو کی نثر وہ انجام پائے تو اُس کے ساتھ اُن کو خط لکھون۔ مگر بھائی تم غور کرو اُردو مین مین اپنی قلم کا زور کیا صرف کرون گا۔ اور اُس عبارت مین معانی نازک کیونکر بھرون گا۔ ابھی تو یہی سوچ رہا ہون کہ کیا لکھون کون سی بات کون سی کہانی کونسا مضمون تحریر کرون اور کیا تدبیر کرون تمہاری رائے مین کچھ آئے تو مجکو بتاؤ ایک قرینہ سے مجکو معلوم ہوا ہے کہ شاید گورنمنٹ سو دو سو دستنبو کی خریداری کرے گی اور ان نسخون کو ولایت بھیجے گی۔ کیا بعید ہے کہ ہفتہ دو ہفتہ مین تمہارے پاس الہ آباد سے حکم پہنچے۔ روز دوشنبہ ۱۱- دسمبر ۱۸۵۸ء

ایضاً بھائی یہ بات تو کچھ نہین کہ تم خط کا جواب نہین لکھتے۔ خیر دیر سے لکھو اگر شتاب نہین لکھتے۔ تمہارا خط آیا اُس کے دوسرے دن مین نے جواب بھجوایا۔ آجتک تم نے اسکا جواب نہ بھیجا۔ حال آنکہ اُس مین جواب طلب باتین تھین یعنی مین نے اپنی نظم نثر کی کتب کا حال تم کو

لکھ کر تم سے یہ استدعا کی تھی کہ قلمی جو نسخہ تمھارے ہاتھ آجائے وہ تم خرید کر کے مجھے بھیج دینا۔
ریڈ صاحب کے باب مین مین نے یہ لکھا تھا کہ جب کچھ اُردو کی نثر اُن کے واسطے لکھ لونگا تو دستنبو
کی خریداری کی خواہش کرونگا معہذا تم سے صلاح پوچھی تھی کہ کس حکایت اور کس روایت کو
فارسی سے اُردو کرون۔ تم نے اس بات کا بھی جواب نہ لکھا۔ سید حفیظ الدین احمد کی مُہر کے کھدوانے
کو تم نے لکھا تھا کہ ملتوی رہے پھر اسکا بھی کچھ بیورا نہ لکھا مین اس کو ابھی کچھ نہین سمجھا۔ اسکو
یکسو کرو۔ ہان نان لکھ بھیجو۔ تمھاری مہر بدر الدین علیخان کو دی گئی ہے یقین تو یہ ہے کہ اسی
دسمبر مہینے مین تمھارے پاس پہنچ جائے اور ۱۸۵۸ سن کھُدین۔ شاید کچھ دیر ہو تو جنوری ۱۸۵۹ع
مین کھدے اس سے زیادہ درنگ نہ ہوگی۔ تم کو روپیہ حرف سے آٹھ آنے حرف سے کیا علاقہ
تم کو اپنی مُہر سے کام۔ سچ تو کہو کیا پھر کنند صولی گئے ہو کیا کر رہے ہو کس شغل مین ہو یا مجھ سے خفا
ہوا گر خفا ہو تو اور کچھ نہ لکھو خفگی کی وجہ لکھو۔ بہر حال اس خط کا جواب شتاب بھیجو۔ اور اسی خط
مین بعد ان سب باتوں کے جواب کے مولوی قمر الدین خان کا حال لکھو کہ وہ کہان ہین اور کس طرح
ہین برسر کار ہین یا بیکار ہین۔ اچھا میرا بھائی اس خط کے جواب مین درنگ نہ ہو۔ زیادہ کیا
لکھون۔ غالب۔ مرسلہ چہار شنبہ ۱۵۔ دسمبر ۱۸۵۸ع

ایضاً برخوردار آج اس وقت تمھارا خط مع لفافون کے لفافے کے آیا۔ دل خوش ہوا۔
بھائی مین اپنے مزاج سے ناچار ہون۔ یہ لفافے از مقام و در مقام و تاریخ و ماہ مجکو پسند نہین
آگے جو تم نے مجھے بھیجے تھے وہ بھی مین نے دوستون کو بانٹ دیئے۔ اب یہ لفافون کا
لفافہ اس مراد سے بھیجتا ہون کہ ان کی عوض یہ لفافے جو در مقام و از مقام سے خالی ہین جنمین
تم اپنے خط بھیجا کرتے ہو مجکو بھیج دو اور یہ لفافے اُسکے عوض مجھ سے لے لو اور اگر اس طرح
کے لفافے نہون تو اُن کی کچھ ضرورت نہین۔ مہر کے واسطے صاحب زمرد کا نگینہ اور یشم
چنے کی دال کی برابر اور ہشت پہلو۔ اس اُجڑے شہر مین کہان ملے گا عقیق بہت خوشرنگ
سیاہ یا سُرخ جیسا تم نے آگے لکھا ہے ہشت پہلو ہوگا یہ مہر میری طرف سے تم کو پہنچے گی تمکو

مہر حرف ۱۰ حرف سے کچھ مدعا نہین آپ اپنی مہر جا ہو زمرد پر چاہو الماس پر کھدواؤ مین تو عقیق کی مہر تم کو دو نگا رہی وہ دوسری مہر جب تمہاری مہر کھد چکے گی جس طرح تم کہو گے کھد جائیگی بیان کیا قرینہ بتاؤن گورنمنٹ کی خریداری کا ایک بات ایسی ہے کہ ابھی مین کچھ نہین کہہ سکتا. خدا کرے اُس کا ظہور ہو جائے. ابھی مجھ سے کچھ نہ پوچھو. جناب ریڈ صاحب صاحبی کرتے ہین مین اُردو مین اپنا کمال کیا ظاہر کر سکتا ہون. اس مین گنجائش عبارت آرائی کی کہان ہے بہت ہوگا تو یہ ہوگا. کہ میرا اُردو بہ نسبت اورون کے اُردو کے فصیح ہوگا. خیر بہر حال کچھ کرونگا. اور اُردو مین اپنا زور قلم دکھاؤن گا. قے کا ہونا اور ستون کا آنا یہ چاہتا ہے کہ تم نے رات کو بری قسم کی شراب مقدار مین زیادہ پی ہوگی کچھ تبرید کرو. اور شراب زیادہ نہ پیا کرو. میرا رقعہ تمہارے نام کا اور تفتہ کا رقعہ تمہارے نام کا حسب الحکم تمہارے واپس بھیجا جاتا ہے. مین نے تفتہ کا خفا ہونا اسی طرح لکھا تھا جیسا تم کو تمہارا خفا ہونا لکھا تھا. بھلا وہ میرے فرزند کی جگہہ ہین. مجھ سے خفا کیون ہونگے. اُس دن سے آج تک دو تین خط اُن کے آ چکے ہین. چنانچہ ایک خط ابھی تمہارے خط کے ساتھ ڈاک کا ہرکارہ دے گیا ہے. محررہ شنبہ ۱۸. دسمبر ۱۸۵۸ء

ایضاً اب ایک امر خاص کو سمجھو دو جلدین دستنبو کی مجکو لکھنو بھیجنی ہین. اور میرے پاس کوئی جلد نہین ہے. اب جو تم سے منگاؤن اور یہان سے لکھنو بھجواؤن تو ایک قصہ ہے یہ صاحب لوگ اطراف و جوانب سے مجھ پر فرمائشین بھیجتے ہین. تم سے بقیمت کوئی نہین منگواتا. چالیس جلدین پہلی اور بارہ یہ حال کی سب تقسیم ہو گئین. ان دونون صاحبون کی خاطر مجکو بہت عزیز ہے. ایک روپیہ کے ۲۳ ٹکٹ اور ۲ ر کے دو ٹکٹ اس خط مین ملفوف کر کے تم کو بھیجتا ہون دو پارسل الگ الگ لکھنو کو ارسال کرو. آنے آنے کے ٹکٹ اُسپر لگا دو. ایک پارسل پر یہ لکھو. این پارسل بصیغہ بیم فلٹ پاکٹ اسٹامپ پیڈ در لکھنو بہ محلہ نخاس نزد امام باڑہ اکرام اللہ خان بمکان میرزا عنایت علی بخدمت میر حسین علی صاحب برسد. مرسلہ شیو نرائن مہتمم مطبع مفید خلائق از آگرہ. دوسرے پارسل پر بھی یہی عبارت. مگر مکان کا پتہ اور نام اور در لکھنو بہ احاطہ خانساماں

متصل تکیہ شیر علیشاہ بمکانات مولوی عبدالکریم مرحوم بخدمت مولوی سراج الدین احمد صاحب برسد بھیجے لئے یعنی دو پارسل اسٹامپ پیڈ دونون لکھنؤ کو ایک بنام میر حسین علی اور ایک بنام سراج الدین احمد بسبیل ڈاک روانہ کردو۔ اور وہان صاحب ان دونون پارسلون کی روانگی کی تاریخ مجکو لکھ بھیجو۔ تاکہ مین اپنے خط مین اُن کو اطلاع دون۔ ایک امر اور ہے اگر تم بھی اس رائے کو پسند کرو یعنی جس طرح سے تم نے ایک جلد ہنری اسٹورٹ ریڈ صاحب کو اپنی طرف سے بھیجی ہے اسی طرح دو جلدین ان دونون صاحبون کو جنکا نام کاغذ مین لکھا ہوا ہے بھیجدو مگر اپنی ہی طرف سے میرا اُسمین اشارہ نہ پایا جاوے اور یہ دونون صاحب بالفعل والی ہین اور ہین یہ بات ایسی نہین ہے کہ خواہی نخواہی اسکو کیا ہی چاہیئے۔ ایک صلاح ہے اور نیک صلاح ہے۔ مناسب جانو کرو ورنہ جانے دو۔ میان اُردو کیا لکھون میرا یہ منصب ہے کہ مجھ پر اُردو کی فرمایش ہو خیر ہوئی۔ اب مین کہانیان قصے کہان ڈھونڈھتا پھرون۔ کتاب نام کو میرے پاس نہین پنشن مل جائے حواس ٹھکانے ہوجائین تو کچھ فکر کرون پیٹ پڑین روٹیان تو سبھی گلان موٹیان۔ زیادہ زیادہ۔ غالب روز شنبہ ۸ جنوری ۱۸۵۹ء جواب طلب۔

ایضاً بہ سون اور کل دو ملاقاتین جناب آرنلڈ صاحب بہادر سے ہوئین۔ کیا کہون کہ مجھ پر بے سابقہ معرفت کیا عنایت فرمائی ہین یہ جانتا ہون کہ گویا مجکو مول لے لیا۔ آج وہ یہان اور ہین کل جائین گے۔ دستنبو تمھاری بھیجی ہوئی اُن کے پاس نہین پہنچی ناچار ایک دستنبو اور ایک پنج آہنگ اپنے پاس سے اُن کی نذر کر آیا ہون۔ لکھنؤ کے دونون پارسلون کی رسید مجکو آج تک نہین آئی۔ آخر رسید تو تم کو پارسلون کی ملی ہوگی۔ ڈاک ہین سے معلوم کر کے مجکو لکھ بھیجو۔ دیر نہ کرو۔ ورنہ مین مشوش رہون گا۔ از غالب نگاشتہ صبح شنبہ ۱۵۔ جنوری ۱۸۵۹ء

ایضاً صاحب مین ہندی غزلین بھیجون کہان سے۔ اُردو کے دیوان چھاپے کے ناقص ہین بہت غزلین اُس مین نہین ہین قلمی دیوان جو اتم اور اکمل تھے وہ لٹ گئے۔ یہان سب کو یہ کہہ رکھا ہے کہ جہان بکتا ہوا نظر آجائے لے لو تم کو بھی لکھ بھیجا اور ایک بات اور تمھارے خیال مین رہے گی۔

میری غزل پندرہ سولہ بیت کی بہت شاذ و نادر ہے۔ بارہ بیت سے زیادہ اور نو شعر سے کم نہین ہوتی جس غزل کے تم نے پانچ شعر لکھے ہین یہ نو شعر کی ہے ایک دوست کے پاس اُردو کا دیوان چھاپے سے کچھ زیادہ ہے اُس نے کہین کہین سے مسودات متفرق بہم پہنچا لئے ہین چنانچہ پنہان ہوگئین ویران ہوگئین یہ غزل مجکو اُسی سے ہاتھ آگئی ہے۔ اب مین نے اُسکو لکھا ہے۔ اور تم کو یہ خط لکھ رہا ہون۔ خط لکھ کر رہنے دونگا جب اُس کے پاس سے ایک غزل آجائیگی تو اسی خط مین ملفوف کرکے بھیج دونگا۔ یہ خط یا آج روانہ ہوجائے یا کل مین نے ایک قصیدہ اپنے محسن و مربی قدیم جناب فریڈرک آنڈمنشٹن صاحب لفٹنٹ گورنر بہادر غرب و شمال کی مدح مین اور ایک قصیدہ جناب منٹگمری لفٹنٹ گورنر بہادر ملک پنجاب کی تعریف مین لکھا ہے اگر کہو تو یہ بھیج دون مگر فارسی مین اور چالیس چالیس پینتالیس پینتالیس شعر ہین۔ کتب دستنبو کے بک جانے سے مین خوش ہوا۔ خدا کرے جس کو دی ہو دو تین غلطیان جو معلوم ہین وہ بنا دی ہون۔ یہ نہ معلوم ہوا کہ صاحب لوگون نے خریدین یا ہندوستانیون نے لین۔ تم یہ بات مجکو ضرور ضرور لکھو۔ دیکھو صاحب تم گھبراتے تھے آخر یہ جنس پڑی نہ رہی اور بک گئی۔ بھائی ہندوستان کا قلمرو بے چراغ ہوگیا۔ لاکھون مر گئے جو زندہ ہین اُن مین سیکڑون گرفتار بند بلا ہین جو زندہ ہے اُس مین مقدور نہین۔ مین ایسا جانتا ہون کہ یا تو صاحبان انگریز کی خریداری آئی ہوگی یا پنجاب کے ملک کو یہ کتابین گئی ہونگی۔ پورب مین کم بکی ہونگی۔ میان مین تم کو اپنا فرزند جانتا ہون۔ خط لکھنے نہ لکھنے پر موقوف نہین ہے تمہاری جگہ میرے دل مین ہے۔ اب مین طبع آزمائی کرتا ہون اور جو غزل تم نے بھیجی ہے اوسکو لکھتا ہون خدا کرے نو کے نو شعر یاد آجاوین۔

غزل

ہر ایک بات پہ کہتے ہو تم کہ تو کیا ہے	تمہیں کہو کہ یہ انداز گفتگو کیا ہے
چپک رہا ہے بدن پر لہو سے پیراہن	ہماری جیب کو اب حاجت رفو کیا ہے
جلا ہے جسم جہان دل بھی جل گیا ہوگا	کریدتے ہو جو اب راکھ جستجو کیا ہے

رگون مین دوڑنے پھرنے کے ہم نہین قائل	جب آنکھ ہی سے نہ ٹپکا تو پھر لہو کیا ہے
وہ چیز جس کے لئے ہو ہمین بہشت عزیز	سوائے بادۂ گلفام مشکبو کیا ہے
پیون شراب اگر خم بھی دیکھ لون دو چار	یہ شیشہ و قدح و کوزہ و سبو کیا ہے
یہ رشک ہے کہ وہ ہوتا ہے ہم سخن تجھ سے	وگرنہ خوف بدآموزیِ عدو کیا ہے
رہی نہ طاقتِ گفتار اور اگر ہو بھی	تو کس امید پہ کہیئے کہ آرزو کیا ہے
ہوا ہے شہ کا مصاحب پھرے ہے اتراتا	وگرنہ شہر مین غالب کی آبرو کیا ہے

یہ تمہارا اقبال ہے کہ نو شعر یاد آ گئے ایک غزل یہ اور دو غزلین وہ جو آیا چاہتی ہین۔ تین ہفتہ کا گودام تمہارے پاس فراہم ہو گیا اگر منگواؤ گے تو قصیدے دونون بھیجدون گا

مرقومہ شنبہ ۱۹۔ ماہ اپریل ۱۸۵۹ء۔

ایضاً بھائی حاشا ثم حاشا اگر یہ غزل میری ہو مصرع اسد اور لینے کے دینے پڑے۔ اِس غریب کو مین کچھ کیون کہون لیکن اگر یہ غزل میری ہو تو مجھ پر ہزار لعنت اس سے آگے ایک شخص نے یہ مطلع میرے سامنے پڑھا اور کہا کہ قبلہ آپ نے کیا خوب مطلع کہا ہے ؎

اسد اس جفا پر بتون سے وفا کی	میرے شیر شاباش رحمت خدا کی

مین نے بھی اُن سے کہا کہ اگر یہ مقطع میرا ہو تو مجھ پر لعنت۔ بات یہ ہے کہ ایک شخص میر امانی اسد ہو گزرے ہین یہ مطلع اور یہ غزل اُن کے کلام معجز نظام مین سے ہے۔ اور تذکرون مین مرقوم ہے مین نے تو کوئی دو چار برس ابتدا مین اسد تخلص رکھا ہے ورنہ غالب ہی لکھتا رہا ہون۔ تم طرز تحریر اور روش فکر پر بھی نظر نہین کرتے۔ میرا کلام اور ایسا مزخرف۔ یہ قصہ تمام ہوا وہ غزل جو تمہارے پاس پہنچ گئی ہے چھاپنے سے پہلے ایک نقل اُسکی میرزا حاتم علی مہر کو دیدینا جسدن یہ میرا خط پہنچے اُسی دن وہ غزل نقل کرکے اُن کو بھیجدینا۔ دستنبو کی خریداری کا حال معلوم ہو گیا میرا بھی یہی گمان تھا کہ لاہور کے ضلع مین گئے ہونگے جناب میکلوڈ صاحب فنانشل کمشنر پنجاب نے بذریعہ صاحب کمشنر دہلی مجھ سے منگوائی تھی ایک جلد اُنکی بھی

بھیج چکا ہون۔ قصیدے مین نے دو لکھے ہین۔ ایک اپنے مربی قدیم جناب فریڈرک اڈمنسٹن صاحب بہادر کی تعریف مین اور ایک جناب منٹ گمری صاحب بہادر کی مدح مین۔ ایک پچپن شعر کا۔ ایک چالیس بیت کا اور پھر فارسی۔ اُن کو ریختہ کی غزلون مین کیا چھاپو گے جانے بھی دو۔ رہین غزلین سابق کی وہ جو میرے ہاتھ آتی جائینگی بھجواتا جاؤنگا۔ میان تمہاری جان کی قسم نہ میرا اب ریختہ لکھنے کو جی چاہے نہ مجھ سے کہا جائے۔ اس دو برس مین صرف وہ پچپن شعر بطریق قصیدہ تمہاری خاطر سے لکھ کر بھیجے تھے۔ سوائے اُسکے اگر مین نے کوئی ریختہ کہا ہوگا تو گنہگار بلکہ فارسی غزل بھی واللہ نہین لکھی صرف یہ دو قصیدے لکھے ہین۔ کیا کہون کہ دل و دماغ کا کیا حال ہے۔ پرسون ایک خط تمہین اور لکھ چکا ہون اب اُسکا جواب نہ لکھنا۔ والدعا۔ چارشنبہ ۲۶ - اپریل ۱۸۵۹ء۔

ایضاً برخوردار منشی شیونراین کو دعا پہونچے۔ خط تمہارا مع اشتہار کے پہنچا۔ یہان کا حال یہ ہی کہ مسلمان امیرون مین تین آدمی نواب حسن علیخان۔ نواب حامد علیخان۔ حکیم احسن اللہ خان سو ان کا حال یہ ہے کہ روٹی ہے تو کپڑا نہین۔ معہذا یہان کی اقامت مین تذبذب۔ خدا جانے کہان جائین کہان رہین۔ حکیم احسن اللہ خان نے آفتاب عالمتاب کی خریداری کر لی ہو اب وہ مکرر حالات دربار شاہی کیون لین گے۔ سوائے ساہوکارون کے یہان کوئی امیر نہین ہی وہ لوگ اس طرف کیون توجہ کرین گے۔ تم ادھر کا خیال دل سے دھو ڈالو۔ رہا نام اس رسالے کا تاریخی جانے دو۔ رستخیز ہند۔ غوغائے سپاہ۔ فتنہ محشر۔ ایسا کوئی نام رکھو۔ اب تم یہ بتاؤ کہ رئیس رامپور کے ہان بھی تمہارا اخبار یا معیار الشعرا جاتا ہے یا نہین۔ اب کے تمہارے معیار الشعرا مین مین نے یہ عبارت دیکھی تھی کہ امیر شاعر اپنی غزلین بھیجتے ہین ہم کو جب تک انکا نام و نشان معلوم نہ ہوگا ہم اُن کے اشعار نہ چھاپین گے سو مین تم کو لکھتا ہون کہ یہ میرے دوست ہین اور امیر احمد ان کا نام ہے اور امیر تخلص کرتے ہین لکھنو کے ذی عزت باشندون مین ہین اور وہان کے بادشاہون کے روشناس اور مصاحب رہے ہین اور اب وہ رامپور مین نواب

صاحب کے پاس ہین بیں انکی غزلین تمہارے پاس بھیجتا ہون میرا نام لکھکر ان غزلون کو چھاپ دو
یعنی غزلین غالب نے ہمارے پاس بھیجین اور اُس کے لکھنے سے ان کا نام اور ان کا حال معلوم
ہوا نام اور حال وہ جو مین اوپر لکھ آیا ہون اس کو اپنے معیار الشعرا مین چھاپ کر ایک دو ورقہ
یا چہار ورقہ رام پور اُن کے پاس بھیج دو۔ اور سرنامہ پر یہ لکھو کہ در رامپور بر در دولت حضور رسیدہ
بخدمت مولوی امیر احمد صاحب امیر تخلص برسد اور مجکو اسکی اطلاع دو۔ اور اس امر کی بھی اطلاع
دو کہ رامپور کو تمہارا اخبار جاتا ہے یا نہین۔ ۲۰ ماہ سلخ یکشنبہ ۱۲ جون ۱۸۵۹ع

ایضاً برخوردار نورچشم منشی شیونراین کو دعا پہنچے۔ صاحب مین تو منتظر تمہارے آنے کا تھا۔
کس واسطے کہ منشی پیارے لال بھائیون مین ہین ماسٹر رام چندر کے۔ اُنہون نے پرسون
مجھ سے کہا تھا کہ منشی شیونراین دو تین دن مین آیا چاہتے ہین۔ آج صبح کو ناگاہ تمہارا خط آیا۔ اب مجکو
اسکا پوچھنا تم سے ضرور ہوا کہ آنے کی تمہاری خبر جھوٹ تھی یا ارادہ تھا اور کس سبب سے موقوف ہا۔ بابو
ہرگوبند سہائے کا مین بڑا احسان مند ہون حق تعالیٰ اس کوشش کے اجر مین اُن کو عمر و دولت
دے۔ سعادت مند اور نیکبخت آدمی ہین ۱۲ تمہاری خواہش کو مین اچھی طرح سمجھا نہیں۔ مصرع
تم نے لکھا اور وہ چھاپا گیا۔ ہزار پانسو دو ورقے چھپ گئے۔ اب جو مصرع اور کہین سے
ہم پہنچے گا۔ وہ کس کام آئے گا۔ خود لکھتے ہو کہ پہلا جزو تم کو بھیجا ہے۔ صبر کرو وہ جزو آنے
دو مین اُس کو دیکھ لون یقین ہے کہ قلمی ہوگا اُس کو دیکھ کر اور مضامین کو سمجھ کر مصرعہ بھی تجویز کر دونگا
مگر اتنا تم اور بھی لکھو کہ آیا یون منظور ہے کہ اس مصرع کی جگہ اور مصرع لکھ دیا یہی چاہتے ہو کہ یہ
بھی رہے اور وہ بھی رہے۔ خط تمہارا آج آگیا ہے پم فلٹ پاکٹ یا آج شام کو یا کل شام تک
آجائے گا ۱۲ شنبہ ۲۰ جولائی ۱۸۵۹ع۔

ایضاً برخوردار کو بعد دعا کے معلوم ہو تمہارا خط پہنچا اور خط سے کئی دن پہلے رسالہ بغاوت ہند
پہنچا۔ تمہارے تصمیم عزیمت سے مین خوش ہوا۔ اللہ اللہ اپنے یا منی دہر کے پوتے کو دیکھون گا
رسالہ بغاوت ہند ماہ بماہ اور معیار الشعرا ہر مہینے مین دو بار پہنچتا رہے۔ باقی گفتگو عند الملاقات

ہو رہے گی اپنے شفیق ولی ماسٹر رامچندر صاحب کو تمھارے آنے کی اطلاع دی وہ بہت خوش ہوئے۔ جو رقعہ اُنہون نے میرے رقعہ کے جواب مین لکھا ہے وہ تم کو بھیجتا ہون پڑھ لینا اگر دستنبو نہین باقی ہون تو دو اپنے ساتھ لیتے آنا۔ غالب ۔ بشنبہ ۲۳ جولائی ۱۸۵۹ء۔

ایضاً میان یہ کیا معاملہ ہے ایک خط اپنی رسید کا بھیج کر پھر تم چپکے ہو رہے نہ معیار الاشعار نہ بغاوت ہند۔ نہ میرے خط کا جواب نہ ہنڈوی کی رسید۔ برخوردار نواب شہاب الدین خان نے اگست سے دسمبر تک پنجماہہ معیار الاشعار و بغاوت ہند کا بھیجا ہے یعنی ۱۲ ؎ مجکو دیئے اور مین نے ہنڈوی لکھوا کر وہ ہنڈوی اپنے خط مین لپیٹ کر تم کو بھیجی یہ بھی نہین معلوم کہ وہ خط پہنچا یا نہین پہنچا۔ جب ان مطالب جزئی کا یہ حال ہو تو کتاب اور انگریزی عرضی کا تو ابھی کیا ذکر ہے خدا کے واسطے اِن سب مقاصد کا جواب جُدا جُدا لکھو۔ آج اگست کی ۱۷۔ بدھ کا دن ہو۔ پہلا لمبر معیار الاشعار کا بھی نہین آیا ۔ (بھئی کیا) پھر تمہاری کھدنی شروع ہو گئی ہو۔ اسی اگست کے مہینے مین تمھارے پاس پہنچ جائے گی۔ اچھا میرا بھائی اس خط کا جواب جلد پاؤن اور کتاب اور عرضی کا بھی اگر تقاضا کرون تو بعید نہین۔ مگر آج شام تک اس خط کو رہنے دونگا اگر تمہارا خط یا معیار الاشعار یا بغاوت ہند یا کوئی لفافہ شام تک آیا تو اس خط کو پھاڑ ڈالونگا ورنہ کل صبح کو ڈاک مین بھجوا دونگا۔ اپنے والد کو دعا اور اشتیاق دیدار کہدینا۔ مرقومہ چہارشنبہ ۱۷ ماہ اگست ۱۸۵۹ء وقت دوپہر۔

ایضاً کیون میری جان تم نے خط لکھنے کی قسم کھائی ہے یا لکھنا ہی بھول گئے ہو شہر مین ہو یا نہین ہو۔ تمھارے مطبع کا کیا حال ہے۔ تمہارا کیا طور ہے۔ تمہارے چچا کا مقدمہ کیونکر فیصل ہوا میرا کام تم نے کس طرح درست کیا۔ کروگے یا نہین۔ معیار الاشعار کا پارسل پہنچ گیا بغاوت ہند کا پارسل ابھی نہین آیا ان سب مطالب کا جواب لکھو۔ اور شتاب لکھو۔ غالب محررہ پنجشنبہ ۲۲۔ ستمبر ۱۸۵۹ء۔

ایضاً برخوردار منشی شیونراین کو بعد دعا کے معلوم ہو کیا میرے خط نہین پہنچتے کہ جواب اسکا دہرے

نہین آتا. وہ مجلد بغاوت ہند کے زیادہ پہنچے ہین اسکے واسطے تم سے پوچھا گیا تھا اُس کا جواب بھی نہ آیا. مین نے یوسف علیخان عزیز کے خط مین کچھ عبارت تمہارے نام لکھی تھی اُنہون نے تم کو نہ پڑہائی ہوگی. اُس کا بھی تم نے جواب نہ لکھا. ولایت عرضی اور کتاب کے باب مین تو مین کچھ کہتا ہی نہین جو اُس کا جواب مانگون کچھ مجھ سے خفا ہو گئے ہو تو ویسی کہو. یہ خط تم کو بیرنگ بھیجتا ہون تاکہ تم کو تقاضا معلوم ہو. اے لو ایک اور بات سنو تمہارا تو یہ حال کہ مجکو خط لکھنے کی گویا تم نے قسم کھائی ہے اور میری خواہش کہ نواب گورنر جنرل بہادر کی خبر جو وہان تم کو معلوم ہوا کرے مجکو لکھا کرو. خصوصاً اکبرآباد مین آکر جو کچھ واقع ہو وہ مفصل لکھو آیا جناب لفٹنٹ گورنر بہادر بھی ساتھ آئین گے یا جُدا جُدا آکر یہان فراہم ہو جائیں گے. دربار کی صورت خیر خواہون کے تقسیم انعام کی حقیقت کوئی نیا بندوبست جاری ہو اُسکی کیفیت یہ سب مراتب مجکو لکھا کرو. دیکھو خبردار اس امر مین تساہل نہ کرنا اب کیا سنتے ہو لکھنؤ سے کہان آئے ہین. کانپور فرخ آباد ہوتے ہوئے آگرہ آئین گے. کہان کہان کون کون رئیس آملے گا. لکھنؤ کے دربار کا حال جو کچھ سُنا ہو وہ لکھو اگرچہ یہان لوگون کے ہان اخبار آتے رہتے ہین اور میری بھی نظر سے گذر جاتے ہین مگر مین چاہتا ہون کہ تمہارے خط سے آگہی پاتا رہون تم جو لکھوگے منقح اور مفصل لکھوگے یقین ہے کہ برادرزادہ عزیز یعنی تمہارے والد ماجد نے مرزا یوسف علیخان سے کام کی درستی لالہ جوتی پرشاد کی سرکار مین کردی ہوگی اس کی بھی اطلاع ضرور ہے. صبح چارشنبہ ۲ نومبر ۱۸۵۹ء جواب کا طالب غالب.

ایضاً برخوردار دو خط آئے اور آج یکشنبہ ۱۳ نومبر کو لفافہ اخبار آیا. یہ اودھ اخبار. بھائی ضیاء الدین خان کے ہان آتا ہے اور وہ میرے پاس بھیج دیا کرتے ہین اسکی حاجت نہین اپنے اور میرے ٹکٹ کیون برباد کرو میرا مقصود اسی قدر ہے کہ فرخ آباد کے اخبار بسبب قرب کے وہان معلوم ہوتے ہونگے جو سنو وہ مجکو لکھو. اور جب نواب معلی القاب آگرے مین آجائین تو اپنا مشاہدہ مجکو لکھتے رہو بس غرض اتنی ہی ہے. آج کا اخبار لفافہ بدل کر آج ہی بھیجدیتا ہون

اور دونون کتابین بغاوت ہند پرسون بھیج چکا ہون۔ تمہارے والد کی طرف سے مجکو بڑی تشویش ہے۔ دعا کر رہا ہون خدا میری دعا قبول کرے اور اُن کو شفائے کامل دے۔ میری دعا اُن کو پہنچا دینا۔ مرزا یوسف علیخان عزیز کا حال معلوم ہوا یہ عالی خاندان اور ناز پرورده آدمی ہین۔ اُن کو جو راحت پہنچاؤ گے اور جو اُن کی خدمت بجا لاؤ گے اُسکا خدا سے اجر پاؤ گے۔ زیادہ سوائے دعا کے کیا لکھون ۱۲ غالب روز یکشنبہ ۱۳۔ نومبر ۱۸۵۹ء

ایضاً میری جان دو جلدین بغاوت ہند کی پرسون میرے پاس پہنچین اُس وقت برخوردار میرزا شہاب الدین خان بیٹھے ہوئے تھے ایک جلد ان کو دی۔ کل ایک پارسل اور میرے نام کا آیا مین خوش ہوا کہ ولایت کی عرضی اور دستنبو کا پارسل ہوگا دیکھا تو وہی دو جلدین بغاوت ہند کی ہین حیران رہ گیا کہ یہ کیا۔ ظاہر اہتمام ارسال نے ازراہ سہو دوبارہ بھیجدی ہین چاہتا تھا کہ لفافہ بدل کر ڈبل ٹکٹ لگا کر بھیج دون پھر سوچا کہ پہلے تم کو اطلاع کرون شاید یہین کسی اور کو دلوا دو۔ بس اب تمہارے کہنے کا انتظار ہے جو کہو سو کرون۔ کہو تم کو بھیج دون۔ کہو کہین اور تمہاری طرف سے بھیجدون مجھے کسی کام کی نہیں۔ والدعا راقم اسد اللہ مرقومہ ۲۰۔ اکتوبر ۱۸۵۹ء

ایضاً برخوردار کامگار کو بعد دعا کے معلوم ہو کہ دستنبو کے آغاز کی عبارت از روئے احتیاط دوبار ارسال کی ہے یقین ہے کہ پہنچ گئی ہوگی اور چھاپی گئی ہوگی اور آپنے اُسی عبارت سے اشتہار بھی اخبار مین چھاپہ ہوگا یا اب چھاپیئے گا۔ بہرحال اس شہر کے اخبار سنیئے۔ حکم ہوا ہے کہ دوشنبہ کے دن پہلی تاریخ نومبر کو رات کے وقت سب خیر خواہان انگریز اپنے اپنے گھرون مین روشنی کرین اور بازارون مین اور صاحب کمشنر بہادر کی کوٹھی پر بھی روشنی ہوگی۔ فقیر بھی اس تہیہ ستی مین کہ اٹھارہ مہینے سے پنشن مقرری نہین پاتا۔ اپنے مکان پر روشنی کرے گا اور ایک قطعہ پندرہ بیت کا لکھ کر صاحب کمشنر شہر کو بھیجا ہے آپ کے پاس اُسکی نقل بھیجتا ہون۔ اگر تمہارا جی چاہے تو اُسکو چھاپ دو اور جس نمبر مین یہ چھاپا جاوے وہ نمبر میرے دیکھنے کو بھیجدینا۔ اور اب فرمائیے کہ مین کتابون کے آنیکا

کب تک انتظار کرون قطعہ

درین روزگار ہمایون و فرخ — کہ گوئی بود روزگارِ چراغان
شدہ گوش پر نور چون چشم بینا — ز آوازۂ اشتہارِ چراغان
مگر شہر دریائے نور ست کانیجا — نگہ گشتہ ہر سو دوچارِ چراغان
بسر بردہ بر چرخ مہر منوّر — ہمہ روز در انتظارِ چراغان
گواہِ من اینک خطوط شعاعی — کہ خارو ولش خار خارِ چراغان
درین شب روا باشد ار چرخ گردان — کند گنج انجم نثارِ چراغان
نبوداست در دہر زین پیش ہرگز — بدین روشنی روئے کارِ چراغان
شد از فیض شاہنشہ انگلستان — فزون رونقِ کاروبارِ چراغان
جہاندار وکٹوریا کز فروغش — ز آتش دمد لالہ زارِ چراغان
ز عدلش جہان گشت پروانہ این — کہ شد دیدبانِ حصارِ چراغان
بفرمانِ سر جان لارنس صاحب — شد این شہر آئینہ دارِ چراغان
بدھلی فلک رتبہ سانڈرس صاحب — برآراست نقش و نگارِ چراغان
شد از سعیِ ہنری اجرٹن بہادر — روان ہر طرف جوئبارِ چراغان
سخن سنج غالب ز روئے عقیدت — دعا مے کند در بہارِ چراغان
کہ بادا فزون سال عمر شہنشہ — بروئے زمین از شمارِ چراغان

ایضاً برخوردار منشی شیونراین کو دعائے دوام دولت پہنچے۔ کل تمہارا خط پہنچا دل خوش ہوا باقر علیخان اور حسین علیخان یہ دو میرے پوتے ہین اور تم بھی میرے پوتے ہو لیکن چونکہ تم عمر مین بڑے ہو تو پہلے تم اور بعد تمہارے یہ مین حسب الطلب نواب صاحب کے دوستانہ یہان آیا ہون اور اپنی صفائی بذریعہ ان کے گورنمنٹ سے چاہتا ہون دیکھون کیا ہوتا ہے کتاب اور عرضی اواسط ماہ جنوری مین ولایت کو روانہ کر کے یہان آیا ہون چھ ہفتہ مین

جہاز پہنچتا ہے یقین ہے کہ پارسل ولایت پہنچ گیا ہوگا ٥

بہ بینیم کہ تا کردگارِ جہان			وزین آشکارا چہ دارد نہان	

اپنے والد کو میری دعا کہدینا۔ میرزا یوسف علیخان کو میری دعا کہنا اور کہنا کہ مین تمہاری فکر سے فارغ نہین ہون۔ اگر خدا چاہے تو کوئی راہ نکل آئے۔ سہ شنبہ ۳۰۔ مارچ ۱۸۶۶ء غالب۔

ایضاً برخوردار اقبال آثار منشی شیونراین کو بعد دعا کے معلوم ہو کہ ایک نسخہ بغاوت ہند کا ایک دو ورقہ معیار الشعرا کا معرفت برخوردار میرزا شہاب الدین خان کے پہنچا۔ اور آج چارشنبہ ۱۴۔ مارچ کی ہے کہ ایک نسخہ بغاوت ہند بھیجا ہوا تمہارا رامپور پہنچا۔ خدا تم کو جیتا رکھے۔ اب مین شنبہ کے دن ۱۷۔ مارچ کو دلی روانہ ہونگا تم کو بطریق اطلاع لکھا ہے۔ اب بدستور ارسال خطوط دلی کو رہے یہان نہ بھیجنا۔ ہان بھائی ان دنون مین برخوردار مرزا یوسف علیخان وہان آئے ہوئے ہین آج ہی اُن کا خط مجکو پہنچا ہے تم ضرور اُن سے ملنا۔ منشی امیر علی صاحب کے ہان وہ اُترے ہوئے ہین اُنکو بلا کر میری دعا کہنا اور کہنا کہ اچھا ہے دلی چلے آؤ وہان جو مجھے ملو گے تو زبانی سب کلام ہو رہے گا۔ اور اگر وہ ہاتر س گئے ہون تو یہ رقعہ جو تمھارے نام کا ہی ایک کاغذ مین لپیٹ کر ٹکٹ لگا کر ہاترس کو شیخ کریم بخش چوکیداروں کے دفعدار کے گھر کے پتے سے بھیج دینا۔ ضرور ضرور۔ از غالب۔ روان داشتہ چہارشنبہ ۱۴۔ مارچ ۱۸۶۶ء وقت دوپہر۔

ایضاً میان دیوان کے میرٹھ مین چھاپے جانے کی حقیقت سُن لو تب کچھ کلام کرو مین رامپور مین تھا کہ ایک خط تمہارا پہنچا۔ سرنامہ پر لکھا تھا ع ضداشت عظیم الدین احمد منمقام میرٹھ۔ واللہ باللہ اگر مین جانتا ہون کہ عظیم الدین کون ہے اور کیا پیشہ رکھتا ہے۔ بہرحال پڑھا معلوم ہوا کہ ہندی دیوان اپنی سوداگری اور فائدہ اُٹھانے کے واسطے چھاپا چاہتے ہین۔ خیر چپ ہو رہا۔ جب مین رامپور سے میرٹھ آیا۔ بھائی مصطفےٰ خان صاحب کے ہان اُترا وہان منشی ممتاز علی صاحب میرے دوست قدیم مجکو ملے اُنہون نے کہا کہ اپنا اُردو کا دیوان مجکو بھیج دیجئے گا عظیم الدین ایک کتاب فروش اُس کو چھاپا چاہتا ہی۔ اب تم سنو دیوان ریختہ

اتم و اکمل کہان تھا۔ ہان مین نے غدر سے پہلے لکھوا کر نواب یوسف علیخان بہادر کو رام پور
بھیج دیا تھا۔ اب جو مین دلی سے رامپور جانے لگا تو بھائی ضیاء الدین خان صاحب نے مجکو تاکید
کردی تھی کہ تم نواب صاحب کی سرکار سے دیوان اُردو لے کر اُس کو کسی کاتب سے لکھوا کر
مجکو بھیج دینا۔ مین نے رامپور مین کاتب سے لکھوا کر بسبیل ڈاک ضیاء الدین خان کو دلی بھیج دیا تھا۔
آمدم بر سر مدعائے سابق۔ اب جو منشی ممتاز علی صاحب نے مجھ سے کہا تو مجھے یہی کہتے بن آئی
کہ اچھا دیوان تو مین ضیاء الدین خان سے لیکر بھیج دونگا مگر کاپی کی تصیحح کا ذمہ کون کرتا
ہے۔ نواب مصطفےٰ خان نے کہا کہ مین، اب کہو مین کیا کرتا۔ دلی آ کر ضیاء الدین خان سے
دیوان ایک آدمی کے ہاتھ نواب مصطفےٰ خان کے پاس بھیج دیا۔ اگر مین اپنی خواہش سے
چھپواتا تو اپنے گھر کا مطبع چھوڑ کر پرائے چھاپے خانے مین کتاب کیون بھجواتا۔ آج اسی
وقت مین نے تم کو یہ خط لکھا اور اسی وقت بھائی مصطفےٰ خان صاحب کو ایک خط بھیجا ہی
اور اُن کو لکھا ہے اگر چھاپا شروع نہ ہوا ہو تو نہ چھاپا جائے۔ اور دیوان جلد میرے پاس
بھیجا جائے۔ اگر دیوان آگیا تو فوراً تمھارے پاس بھیج دون گا۔ اور اگر وہان کاپی شروع
ہوگئی ہی تو مین ناچار ہون میرا کچھ قصور نہین ہی۔ اگر سرگزشت کو بھی سن کر مجکو گنہگار ٹھہراؤ تو اچھا میرا
بھائی میری تقصیر معاف کیجیو۔ رمضان اور عید کا قصہ لگا ہوا ہی یقین ہے کہ کاپی شروع
نہ ہوئی ہو۔ اور دیوان میرا میرے پاس آئے اور تم کو پہنچ جائے ۱۹ یا ۲۰ جنوری سنہ ۱۸۶۶ء کتاب
اور دونون عرضیان ولایت کو روانہ کر کے رامپور گیا ہون تین مہینے کی جہاز کی آمد و رفت
ہے سو گذر چکی ہے۔ خواہی اسی مہینہ مین خواہی آغاز ماہ آیندہ یعنی مئی مین جواب کے آنے کا
مترصد ہون۔ دیکھیے آئے یا نہ آئے۔ آئے تو خاطر خواہ آئے یا ایسا ہی سرسری آئے۔

ایضاً برخوردار منشی شیو نراین کو دعا کے بعد معلوم ہو۔ تصویر پہنچی۔ تحریر پہنچی۔ بستو میری عمر ستر برس
کی ہے اور تمہارا دادا میرا ہم عمر اور ہمباز تھا۔ اور مین نے اپنے ناناصاحب خواجہ غلام حسین مرحوم
سے سُنا کہ تمہارے پردادا صاحب کو اپنا دوست بتاتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ مین

بنسی دہر کو اپنا فرزند سمجھتا ہون. غرض اس بیان سے یہ ہے کہ سو سوا سے برس کی ہماری تمھاری ملاقات ہے. پھر آپس مین نامہ و پیام کی راہ و رسم نہین. اور اس راہ و رسم کے مسدود ہونے کا حاصل یہ ہے کہ ایک کو دوسرے کے حال کی خبر نہین اگر تم کو میرے حال سے آگاہی ہوتی تو مجکو بسبیل ڈاک کبھی اکبر آباد نہ بلاتے لو اب میری حقیقت سنو. چھٹا مہینا ہے کہ سیدھے ہاتھ مین ایک پھنسی نے صورت پھوڑے کی پیدا کی. پھوڑا پک کر پھوٹ کر ایک زخم. زخم کیا ایک غار بن گیا. ہندوستانی جراحون کا علاج رہا. بگڑتا گیا. دو مہینے سے کالے ڈاکٹر کا علاج ہے. سلائیان دوڑ رہی ہین. اُسترے سے گوشت کٹ رہا ہے. بیس دن سے صورت افاقت کی نظر آنے لگی ہے آب ایک اور داستان سُنو. غدر کے رفع ہونے اور دلی کے فتح ہونے کے بعد میرا پنشن کھُلا. چڑھا ہوا روپیہ وام وام ملا. آیندہ کو بدستور بے کم و کاست جاری ہوا. مگر لارڈ صاحب کا دربار اور خلعت جو معمولی و مقرری تھا مسدود ہو گیا یہان تک کہ صاحب سکرٹری مجھ سے نہ ملے اور کہلا بھیجا کہ اب گورنمنٹ کو تم سے ملاقات کبھی منظور نہین. مین فقیر متکبر مایوس دائمی ہو کر اپنے گھر بیٹھ رہا. اور حکام شہر سے بھی ملنا موقوف کر دیا. بڑے لارڈ صاحب کے ورود کے زمانے مین نواب لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب بھی دلی مین آئے دربار کیا خیر کرو مجکو کیا. ناگاہ دربار کے تیسرے دن بارہ بجے چپراسی آیا اور کہا کہ نواب لفٹنٹ گورنر نے یاد کیا ہے. بھائی یہ آخر فروری ہے. اور میرا حال یہ ہے کہ علاوہ اُس دائین ہاتھ کے زخم کے سیدھی ران مین اور بائین ہاتھ مین ایک ایک پھوڑا جدا ہے. حاجتی مین پیشاب کرتا ہون اُٹھنا دشوار ہے. بہر حال سوار ہو گیا پہلے صاحب سکرٹر بہادر سے ملا پھر نواب صاحب کی خدمت مین حاضر ہوا. تصور مین کیا بلکہ تمنا مین بھی جو بات نہ تھی وہ حاصل ہوئی. یعنی عنایت سے عنایت. اخلاق سے اخلاق. وقت رخصت خلعت دیا اور فرمایا کہ یہ ہم تجکو اپنی طرف سے از راہ محبت دیتے ہین. اور مژدہ دیتے ہین کہ لارڈ صاحب کے دربار مین بھی تیرا نمبر اور خلعت کھُل گیا

انبالہ جا اور بار مین شریک ہو خلعت پہن۔ حال عرض کیا گیا فرمایا خیر اور کبھی کے دربار مین یک ہونا۔ اس پھوڑے کا بُرا ہوا انبالہ نہ جا سکا آگرے کیونکر جاؤن۔ بابو ہر گوبند سہائے صاحب کو سلام بمضمون واحد ۲۷ مئی۔

ایضاً میان تمہاری باتون پر ہنسی آتی ہے۔ یہ دیوان جو مین نے تم کو بھیجا ہے اتم واکمل ہے وہ اور کون سی دو چار غزلین ہین جو مرزا یوسف علیخان عزیز کے پاس ہین۔ اور اس دیوان مین نہیں۔ اس طرف سے آپ اپنی خاطر جمع رکھین کہ کوئی مصرع میرا اس دیوان سے باہر نہین ہاں معہذا اُن سے بھی کہون گا اور وہ غزلین اُن سے منگا کر دیکھ لون گا۔ تصویر میری لے کر کیا کروگے بیچارہ عزیز کیون کر کھچوا سکے گا۔ اگر ایسی ہی ضرورت ہے تو مجکو لکھو۔ مین مصور سے کھچوا کر تم کو بھیج دون نہ نذر در کار نہ نثار۔ مین تم کو اپنے فرزندون کے برابر چاہتا ہون اور شکر کی جگہہ ہے کہ تم فرزند سعادت مند ہو۔ خدا تم کو جیتا رکھے اور مطالب عالیہ کو پہنچا دے شنبہ ۳۔ جولائی سنہ ۱۸۶۰ء۔ غالب۔

ایضاً میان مین جانتا ہون کہ مولوی میر نیاز علی صاحب نے وکالت اچھی نہین کی میرا مدعا یہ تھا کہ وہ تم پر اس امر کو ظاہر کرین کہ دلی مین ہندی دیوان کا چھپنا پہلے اُس سے شروع ہوا ہے کہ حکیم احسن اللہ خان صاحب تمہارا بھیجا ہوا فرمہ مجکو دین۔ اور وہ جو مین نے یہان کے مطبع مین چھاپنے کی اجازت دی تھی یہ سمجھ کر دی تھی کہ اب تمہارا ارادہ اُسکے چھاپنے کا نہین غور کرو۔ میرٹھ کے چھاپے خانے والے محمد عظیم نے کس عجز و الحاح سے دیوان لیا تھا۔ اور مین نے نظر تمہاری ناخوشی پر بجبر اُس سے پھیر لیا۔ یہ کیونکر ہو سکتا تھا کہ اور کو چھاپنے کی اجازت دون تم نے جو خط لکھنا موقوف کیا مین سمجھا کہ تم خفا ہو مین نے مولوی نیاز علی صاحب سے کہا کہ برخوردار شیو نراین سے میری تقصیر معاف کروا دینا بھائی خدا کی قسم مین تم کو اپنا فرزند دلبند سمجھتا ہون ہاں اس دیوان اور تصویر کا ذکر کیا ضرور ہے۔ رامپور سے وہ دیوان صرف تمہارے واسطے لکھوا کر لایا۔ دلی مین تصویر بہ ہزار جستجو بہم پہنچا کر مول لی اور وہ دونون چیزین تم کو بھیجدین

وہ تمہارا مال ہے۔ چاہو اپنے پاس رکھو چاہو کسی کو دے ڈالو۔ چاہو پھاڑ کر پھینک دو۔ تم نے دستنبو کی جدول اور جلد بنوانے کے ہم کو سوغات بھیجی تھی۔ ہم نے اپنی تصویر اور اردو کا دیوان تم کو بھیجا میرے پیارے دوست ناظر بنسی دھر کے تم یادگار ہو مصرع اے گل بتو خرسندم تو بوے کسے داری ہ خوشنودی کا طالب غالب۔ ۱۰ جنوری سنہ ۱۸۶۲ء۔

بنام بابو ہرگوبند سہائے صاحب

برخوردار بہت دن ہوئے کہ مین نے تم کو خط لکھا ہے۔ اب اس خط کا جواب ضرور لکھو اور جلد لکھو۔ دو سوال ہین تم سے۔ ایک تو یہ کہ یہان مشہور ہے کہ نواب گورنر جنرل بہادر الہ آباد سے کانپور آ گئے۔ کوئی کہتا ہے آوین گے۔ اسکا حال جو کچھ تم کو معلوم ہو لکھو۔ دوسرا سوال یہ ہی کہ دو قسم کی انگریزی شراب ایک تو کاس ٹیلن اور ایک اوڈ لٹام یہ مین ہمیشہ پیا کرتا تھا اور یہ دونون قسم بیس روپیہ صد چوبیس درجن آتی تہی۔ اب یہان پہلے تو نظر ہی نہین آتی تھی۔ اب پچاس روپیہ اور ساٹھ روپیہ درجن آتی ہے۔ وہان تم دریافت کرو کہ اسکا نرخ کیا ہی اور یہ بھی معلوم کرو کہ بطریق ڈاک پہنچ سکتی ہے یا نہین۔ یہ دونون امر دریافت کرکے مجکو جلد لکھو۔ اگر بقیمت مناسب ہاتھ آئے اور اُسکا بھیجنا ممکن ہو تو یہان سے روپیہ کی ہنڈوی بھیجدون اور تم خرید کر بیل گاڑی کی ڈاک پر روانہ کر دو۔ جاڑون مین مجکو بہت تکلیف ہی۔ اور یہ گرچپال کی شراب مین نہین پیتا یہ مجکو مضرت کرتی ہے اور مجھے اس سے نفرت ہے۔ چارشنبہ ۲۹ دسمبر سنہ ۱۸۵۸ء ضروری جواب طلب از غالب جان بلب۔

ایضاً صاحب تم کو دعا کہتا ہون اور دعا دیتا بھی ہون۔ شراب کی قیمت کے دو خط بھیجے بھائی کاس ٹیلن اور اوڈ لٹام دونون چوبیس روپیہ درجن مین ہمیشہ لیا کرتا تھا اب یہان مہنگی ملتی ہے۔ مین نے تم سے پوچھا جب وہان بھی اس قیمت کو ملتی ہے تو میرا مقدور نہین مین سمجھا تہا کہ شاید وہاں ارزان ہو۔ خیر اسکو جانے دو روٹی ہی ملے جائے تو غنیمت ہی مہینہ بھر کی روٹی کا مول ایک درجن کی قیمت ہے۔

بنام نواب امین الدین احمد خانصاحب بہادر رئیس لوہارو

بھائی صاحب ساٹھ برس سے ہمارے تمہارے بزرگون مین قرابتین ہم پہنچین بیچ کا میرا تمہارا معاملہ یہ کہ پچاس برس سے مین تم کو چاہتا ہون بے اس کے کہ چاہت تمہاری طرف سے بھی ہو۔ چالیس برس سے محبت کا ظہور طرفین سے ہوا مین تمہیں چاہتا رہا تم مجھے چاہتے رہے وہ امر عام اور یہ امر خاص کیا مقتضی اس کا نہین کہ مجھ مین تم مین حقیقی بھائیون کا سا اخلاص پیدا ہو جائے وہ قرابت اور یہ مودت کیا پیوند خون سے کم ہے۔ تمہارا یہ حال سنون اور بیتاب نہ ہو جاؤن اور وہان نہ آؤن مگر کیا کرون مبالغہ نہ سمجھو مین ایک قالب بے روح ہون مصرع ع یکسر دہ شخصم مپرورمی روان چہ انحلال روح کا روز افزون ہے۔ صبح کو تبرید قریب دوپہر کے روٹی شام کو شراب اس مین سے جس دن ایک چیز اپنے وقت پر نہ ملی مین مر لیا۔ واللہ نہین آسکتا۔ باللہ نہین آسکتا۔ دل کی جگہ میرے پہلو مین پتھر بھی تو نہین۔ دوست نہ سہی دشمن بھی تو نہ ہون گا۔ محبت نہ سہی عداوت بھی تو نہ ہو گی۔ آج تم دونون بھائی اس خاندان مین شرف الدولہ اور فخر الدولہ کی جگہہ ہو مین لم یلد ولم یولد ہون میری زوجہ تمہاری بہن میرے بچے تمہارے بچے ہین خود جو میری حقیقی بھتیجی ہے اسکی اولاد بھی تمہاری ہی اولاد ہے۔ نہ تمہارے واسطے بلکہ ان بیکسون کے واسطے تمہارا دعا گو ہون اور تمہاری سلامتی چاہتا ہون۔ تمنا یہ ہے اور انشاء اللہ تعالی ایسا ہی ہو گا کہ تم جیتے رہو اور تم دونون کے سامنے مر جاؤن تاکہ اس قافلہ کو اگر روٹی نہ دو گے تو چنے تو دو گے اور اگر چنے بھی نہ دو گے اور بات نہ پوچھو گے تو میری بلا سے مین تو موافق اپنے تصور کے مرتے وقت ان فلک زدون کے غم مین نہ الجھونگا جناب والدہ ماجدہ تمہاری یہان آنا چاہتی ہین ناصر ضیاء الدین خان اسی واسطے وہان پہنچتے ہین۔ سنو بعد تبدیل آب و ہوا دو فائدے اور بھی بہت بڑے ہین کثرت اطبا صحبت احبا تنہائی سے نہ ملول رہو گے۔ حرف و حکایت مین مشغول رہو گے۔ آؤ آؤ شتاب آؤ بھائی میرزا علاؤ الدین خان تم کو کیا

لکھون جو وہان تمہارے دل پر گذرتی ہو۔ یہان میری نظر مین ہے۔ خیر دعائے مزید عمر و دولت۔ نجات کا طالب غالب۔

ایضاً برادر صاحب جمیل المناقب عمیم الاحسان سلامت۔ بعد سلام مسنون و دعائے بقائے دولت روز افزون عرض کیا جاتا ہے کہ عطوفت نامہ کی رو سے فارسی دو غزلونکی رسید معلوم ہوئی تیسری غزل گوہر نتوان گفت۔ اختر نتوان گفت۔ جو تمہارے حسب الطلب بھیجی گئی ہے کیا نہین پہنچی بے شبہہ پہنچی ہوگی تم بھول گئے ہوگے وکیل حاضر باش دربار اسد اللّٰہی یعنی علائی مولائی نے اپنے موکل کی خوشنودی کے واسطے فقیر کی گردن پر سوار ہو کر ایک اُردو کی غزل لکھوائی اگر پسند آئے تو مطرب کو سکھائی جائے جھنجھوٹی کے اونچے سرون مین راہ رکھوائی جائے۔ اگر جیتا رہا تو جاڑون مین آکر مین بھی سن لون گا۔ والسلام مع الاکرام۔ نجات کا طالب غالب۔ چہار شنبہ ۲۰۔ ربیع الاول ۱۲۸۲ ہجری۔

غزل

مین ہون مشتاق جفا مجھ پہ جفا اور سہی
تم ہو بیداد سے خوش اس سے سوا اور سہی

غیر کی مرگ کا غم کس لئے اے غیرتِ ماہ
ہین ہوس پیشہ بہت وہ نہ ہوا اور سہی

تم ہو بت پھر تمہین پندار خدائی کیون ہے
تم خداوند ہی کہلاؤ خدا اور سہی

حسن مین حور سے بڑھ کر نہین ہونے کی کبھی
آپ کا شیوہ و انداز و ادا اور سہی

تیرے کوچہ کا ہے مائل دل مضطر میرا
کعبہ ایک اور سہی قبلہ نما اور سہی

کوئی دنیا مین مگر باغ نہین ہے واعظ
خلد بھی باغ ہے خیر آب و ہوا اور سہی

کیون نہ فردوس مین دوزخ کو ملا لین یارب
سیر کے واسطے تھوڑی سی فضا اور سہی

مجکو وہ دو کہ جسے کھا کے نہ پانی مانگون
زہر کچھ اور سہی آب بقا اور سہی

مجھ سے غالب یہ علائی نے غزل لکھوائی
ایک بیداد گرِ رنج فزا اور سہی

ایضاً برادر صاحب جمیل المناقب عمیم الاحسان سلامت۔ تمہارے تفریح طبع کے واسطے ایک غزل نئی لکھ کر بھیجی ہے خدا کرے پسند آئے اور مطرب کو سکھائی جائے آج شہر کے

اخبار لکھتا ہون سوانح لیل و نہار لکھتا ہون. کل پنجشنبہ ۲۵ مئی کو اول روز پہلے بڑے زور کی آندھی آئی پھر خب مینہ برساوہ جاڑا پڑا کہ شہر کرۂ زمہریر ہو گیا. بڑے دریبہ کا دروازہ ڈھایا گیا. قابل عطار کے کوچہ کا بقیہ مٹایا گیا. کشمیری کٹرہ کی مسجد زمین کا پیوند ہو گئی. سڑک کی وسعت دوچند ہو گئی. اللہ اللہ گنبد مسجدون کے ڈھائے جاتے ہین اور ہنود کے ڈیو ہریون کے جھنڈیون کے پرچم پھراتے ہین. ایک شیر مرور آور اور پلیتن بندر پیدا ہوا ہے مکانات جابجا ڈھاتا پھرتا ہے فیض اللہ خان بنگش کی حویلی پر جو گلدستے ہین جسکو عوام گمٹری کہتے ہین اُن ہیون سے ہلا ہلا کر ایک کی بنا ڈھا دی اینٹ سے اینٹ بجا دی واہ رے بندریہ زیادتی اور پہر شہر کے اندر ریگستان کے ملک سے ایک سردار زادہ کثیر العیال عسیر الحال عربی فارسی انگریزی تین زبانون کا عالم ولی ہین وارد ہوا ہے بلی مارون کے محلہ مین ٹھہرا ہے بحسب ضرورت حکام شہر سے مل لیا ہے. باقی گھر کا دروازہ بند کئے بیٹھا رہتا ہے. گاہ گاہ نہ ہر شاہ و بیگاہ غالب علیشاہ درویش کے تکیہ پر آجاتا ہے. اہل شہر حیران ہین کہ کھاتا کہان سے ہے اس کے پاس روپیہ آتا کہان سے ہے کوئی کہتا ہو کہ یہ باپ سے پھر گیا ہے مین جانتا ہون کہ بے سبب باپ کی نظر سے گر گیا ہے دیکھیئے انجام کار کیا ہو. غالب علیشاہ کا قول یہ ہے کہ کل کا بھلا ہو. جمعہ ۲۶ مئی ۱۸۶۵ء

ایضاً جمیل المناقب عمیم الاحسان سلامت. بعد سلام مسنون و دعائے لقائے دولت روز افزون عرض کیا جاتا ہے کہ اُستاد میر جان آئے اور اُن کی زبانی تمہاری خیر و عافیت معلوم ہوئی خدا تم کو زندہ و تندرست و شاد و شادان رکھے یہان کا حال کیا لکھون بقول سعدی علیہ الرحمۃ **مصرع** نماند آب جز چشم یتیم ٭ شب و روز آگ برستی ہے یا خاک. نہ دن کو سورج نظر آتا ہے نہ رات کو تارے زمین سے اُٹھتے ہین شعلے آسمان سے گرتے ہین شرارے چاہا تھا کہ کچھ گرمی کا حال لکھون عقل نے کہا کہ دیکھ ناداں قلم انگریزی دیا سلائی کی طرح جل اُٹھے گی اور کاغذ کو جلا دے گی. بھائی ہوا کی گرمی تو بڑی بلا ہے گاہ گاہ جو ہوا بند

ہو جاتی ہے وہ اور بھی جانگزا ہے۔ خیر اب فصل سے قطع نظر ایک کودک غریب الوطن کے اختلاط کی گرمی کا ذکر کرتا ہون کہ وہ جانسوز نہین بلکہ دل افروز ہے۔ پرسون فرخ مرزا آیا اُسکا باپ بھی اُس کے ساتھ تھا مین نے اُس سے پوچھا کہ کیون صاحب مین تمہارا کون ہون اور تم میرے کون ہو۔ ہات جوڑ کر کہنے لگا کہ حضرت آپ میرے دادا ہین اور مین آپکا پوتا ہون۔ پھر مین نے پوچھا کہ تمھاری تنخواہ آئی کہا جناب عالی آغا جان کی تنخواہ آگئی ہے میری نہین آئی مین نے کہا تو لوہارو جائے تو تنخواہ پائے کہا حضرت مین تو آغا جان سے روز کہتا ہون کہ لوہارو چلو اپنی حکومت چھوڑکر ولی کی رعیت مین کیون ملگئے سبحان اللہ بالشت بھر کا لڑکا اور یہ فہم درست اور طبع سلیم مین اسکی خوبی خو اور فرخی سیرت پر نظر کرکے اسکو فرخ سیر کہتا ہون مصاحب بے بدل ہے تم اُسکو بلا کیون نہین بھیجتے۔ مگر بھائی غلام حسین خان مرحوم کے متبع ہو کہ زین العابدین و حیدر حسن اور اُن کی اولاد کو کبھی مُنہ نہ لگایا۔ علاؤالدین خان جیسا ہوشمند ہمہ دان بیٹا فرخ سیر جیسا دانشور بذلہ سنج اور شیرین سخن پوتا یہ وہ عطیۂ عظمی و موہبت کبریٰ ہین۔ تمھارے واسطے من جانب اللہ ۵

اگر دریافتی بر دانشت بوس	وگر غافل شدی افسوس افسوس

آج ۲۲- جون کی ہے۔ آفتاب سرطان مین آگیا۔ نقطۂ انقلاب صیفی ہین دن گھٹنے لگا چاہئے کہ تمہارا غیظ و غضب ہر روز کم ہو جائے۔ نجات کا طالب غالب۔

ایضاً بھائی صاحب آج تک سوچتا رہا کہ بیگم صاحبہ قبلہ کے انتقال کے باب مین تم کو کیا لکھون۔ تعزیت کے واسطے تین باتین ہین۔ اظہار غم۔ تلقین صبر۔ دعائے مغفرت سو بھائی اظہار غم تکلف محض ہے جو غم تم کو ہوا ہے۔ ممکن نہین کہ دوسرے کو ہوا ہو۔ تلقین صبر بیدردی ہے۔ یہ سانحہ عظیم ایسا ہے جس نے غم رحلت نواب مغفور کو تازہ کیا پس ایسے موقع پر صبر کی تلقین کی جائے۔ رہی دعائے مغفرت مین کیا اور میری دعا کیا۔ مگر چونکہ وہ میری مربیہ اور محسنہ تھین دل سے دعا نکلتی ہے۔ معہذا تمہارا یہان آنا سُنا جاتا تھا اسواسطے

خط نہ لکھا۔ اب جو معلوم ہوا کہ دشمنوں کی طبیعت ناساز ہے اور اس سبب سے آنا نہ ہوا یہ چند سطرین لکھی گئیں حق تعالیٰ تم کو سلامت اور تندرست اور خوش رکھے۔ تمہاری خوشی کا طالب غالب۔ ۱۵۔ نومبر ۱۸۶۶ء

ایضاً اخ مکرم کے خدام کرام کی خدمت مین بعد اہدائے سلام مسنون ملتمس ہون تمہارا شہر مین رہنا موجب تقویت دل تھا۔ مصرع گو نہ ملتے تھے پر اک شہر مین تو رہتے تھے بھائی ایک سیر دیکھ رہا ہون کئی آدمی طیور آشیان گم کردہ کی طرح ہر طرف اُڑتے پھرتے ہین اُن مین سے دو چار بھولے بھٹکے کبھی یہان بھی آجاتے ہین۔ لو صاحب اب وعدہ کب وفا کروگے علائی کو کب بھیجوگے ابھی تو شب سے چلنے اور دن کے آرام کرنے کے دن ہین بارش شروع ہوجائے گی تو آپ کی اجازت بھی کام نہ آئے گی چلنے والا کہے گا مین سر چالاک ہون تیراک نہین۔ لوہارو سے دلی تک کشتی بغیر کیونکر جاؤن۔ دُخانی جہاز کہان سے لاؤن مصرع اے زفرصت بے خبر در ہر چہ باشی زود باش۔ علائی کے دیدار کا طالب غالب استاد میر جان صاحب کو سلام۔ یوم الخمیس ۱۷ محرم ۱۲۸۳ھ۔

بنام مرزا علاؤالدین احمد خان صاحب بہادر

صاحب تمہارا خط پہنچا مطالب دل نشین ہوئے۔ غوغائے خلق سے مجھکو غرض نہین۔ کیا اچھی رباعی ہے کسی کی ؎

مومن بخیال خویش مستم داند	کافر بگمان خدا پرستم داند
مردم زغلط فہمی مردم مردم	اے کاش کسے ہر آنچہ ہستم داند

بھائیون سے پھر نہین ملا بازار مین نکلتے ہوئے ڈر لگتا ہے۔ جواہر خبردار میرا سلام اخوین کو اُن کا سلام اخوین کو اور اُن کا سلام مجکو پہنچا دیتا ہے اسی کو غنیمت جانتا ہون ؎

تاب لائے ہی بنے گی غالب	واقعہ سخت ہے اور جان عزیز
ہزارون خواہشین ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے	بہت نکلے مرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے

یہ مقطع اور مطلع مندرجہ دیوان ہے مگر اس وقت یہ دونون شعر حسب حال نظر آئے اسواسطے لکھ دیئے گئے تم نے اشعار جدید مانگے خاطر تمہاری عزیز ایک مطلع صرف دو مصرع آگے کے کہے ہوئے یاد آ گئے کہ وہ داخل دیوان بھی نہین اُن پر فکر کرکے ایک مطلع اور پانچ شعر لکھ کر سات بیت کی ایک غزل تم کو بھیجتا ہون۔ بھائی کیا کہون کہ کس مصیبت سے یہ چھ بیتین ہات آئی ہین۔ اور وہ بھی بلند رتبہ نہین۔ ہ

بہت سہی غم گیتی شراب کم کیا ہے	غلام ساقی کوثر ہون مجکو غم کیا ہے

مطلع ثانی

رقیب پر ہے اگر لطف تو ستم کیا ہے	تمہاری طرز و روش جانتے ہین ہم کیا ہے
کٹے تو شب کہین کاٹے تو سانپ کہلاوے	کوئی بتاؤ کہ وہ زلف خم بخم کیا ہے
لکھا کرے کوئی احکام طالع مولود	کسے خبر ہے کہ وہان جنبش قلم کیا ہے
نہ حشر و نشر کا قائل نہ کیش و ملت کا	خدا کے واسطے ایسے کی پھر قسم کیا ہے
وہ داد و دید گرانمایہ شرط ہے ہمدم	وگرنہ مہر سلیمان و جام جم کیا ہے
سخن مین خامۂ غالب کی آتش افشانی	یقین ہے ہم کو بھی لیکن اب اُسمین دم کیا ہے

لو صاحب تمہارا فرمان قضا توامان بجالایا مگر اس غزل کا مسودہ میرے پاس نہین ہے۔ اگر باحتیاط رکھو گے اور اُردو کے دیوان کے حاشیہ پر چڑھا دو گے تو اچھا کرو گے عمر فراوان و دولت فزون باد۔ فقط جمعہ ۲۲ دسمبر ۱۸۶۵ء بارہ پر دو بجے تین کا عمل۔

ایضاً مرزا روبرو بہ از پہلو آؤ میرے سامنے بیٹھو۔ آج صبح کے سات بجے باقر علی خان اور حسین علیخان مع ۴ اُمراؤ ۶ بڑے اور ۸ چھوٹے کے دلی کو روانہ ہوئے۔ دو آدمی میرے اُن کے ساتھ گئے۔ کلو اور لڑکا نیاز علی یعنی ڈیڑھ آدمی میرے پاس ہین۔ نواب صاحب نے وقت رخصت ایک ایک دوشالہ مرحمت کیا۔ مرزا نعیم بیگ ابن مرزا کریم بیگ دو ہفتہ سے یہان وارد ہین اور اپنی بہن کے یہان ساکن ہین کہتے ہین کہ تیرے ساتھ دلی چلون گا اور

وہان سے لوہارو جاؤنگا۔ میرے چلنے کا حال یہ ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ اسی ہفتہ مین چلونگا۔ آپ چال جو کے اُردو ہ لکھتے ہا لکھتے جو خط مشتمل ایک مطلب پر تھا اُس کو تم نے فارسی مین لکھا اور فارسی بھی متصدیانہ ہا نہین کہ امیر کو اور اپنے بزرگ کو کبھی بصیغہ مفرد نہ لکھین یہ وہی چھوٹی ہے بڑی سے کا قصہ ہے۔ خیر خط نہ دکھاؤن گا ماکتب فیہ کہہ کر کام نکال لون گا مین نے تو چلتے وقت فرخ سیر کے اتالیق کی زبانی بھائی کو کہلا بھیجا تھا کہ تم اگر کوئی اپنا مدعا کہو تو مین اسکی دُرستی کرتا لاؤن جواب آیا کہ اور کچھ مدعا نہین صرف مکان کا مقدمہ ہے سو اُس مقدمہ مین میرے اور میرے شرکار کا وکیل وہان موجود ہے اگر وہ اس امر کا ذکر کرتے تو مین اُن سے اُن کے خالو علی اصغر خان کے نام عرضی یا خط لکھوا تا لاتا۔ بہرحال اب بھی قاصر نہ رہونگا۔ تاریخ اوپر لکھ آیا نام اپنا بدل کر مغلوب رکھ لیا ہے۔

ایضاً یکشنبہ یکم اکتوبر ۱۸۶۵ء

شکر ایزد کہ ترا با پدرت صلح فتاد قدسیان بہر دعائے تو دوالا پدرت	حوریان رقص کنان ساغر شکرانہ زوند قرعہ فال بنام من دیوانہ زوند

میان تم جانتے ہو کہ مین عازم رامپور تھا اسباب مساعدت ہو گئے بشرط حیات جمعہ کو روانہ ہونگا۔ لڑکے بالوں کی خیر و عافیت علی حسین خان کی تحریر سے معلوم ہوتی رہتی ہے میرا لکھنا زائد ہے ایکبار مین صاحب کمشنر کی عیادت کو گیا تھا فرخ مرزا بھی میرے ساتھ گیا تھا فرح کی خبر پوچھ آیا۔ بھائی صاحب کو میرا سلام کہنا۔ راقم غالب علی شاہ۔

ایضاً جاناجانا ایک خط میرا تمھارے دو خطون کے جواب مین تم کو پہنچا ہوگا۔ آج مین علی اصغر خان بہادر کے گھر گیا اُن سے مین نے تذکرہ کیا فرمایا کہ فرخ سیر کی مان کو لکھ بھیجو کہ سال بھر کی تنخواہ کی رسید بھیجدین یہان سے روپیہ بھیج دیا جائے گا۔ آج منگل ہے ۷ شعبان کی اور ۲۶ دسمبر کی۔ دونون بھتیجے تمہارے جمعہ کے دن ۲۲ دسمبر کو روانہ دہلی ہوئے مین پرسون یوم الخمیس کو مرحلہ پیما ہون گا۔

اول ما آخر ہر منتہے۔ ور اکرام وعزت آخر ما جیب تمنا تہی۔ از مال و دولت تو کمان گروہ کہاکر فارسی بگہارا گر مجھ سے ہندی کی چندی سُن۔ ایک قلیل حضور نے دی کی ہے۔ ایک علی اصغر خان سے اینٹھی دونون کل آئین گی۔ مرزا نعیم بیگ ابن مرزا کریم بیگ دو تین ہفتے سے یہان وارد اور اپنی بہن کے ہان ساکن ہین زاد کی خدا نے جبھی فقیر پر کی راحلہ وہ جانین فقط۔ غالب۔

ایضاً صبح دوشنبہ شانزدہم ازمہ صیام۔ میری جان۔ نئے مہمان کا قدم تمپر مبارک ہو۔ اللہ تعالیٰ تمہاری اور اسکی اور اُس کے بھائیون کی عمر و دولت مین برکت دے۔ تمہاری طرز تحریر سے صاف نہین معلوم ہوتا کہ سعید ہے یا سعیدہ ہے ثاقب اسکو عزیز ا اور غالب عزیزہ جانتا ہے۔ واضح لکھو تا احتمال رفع ہو خط ثاقب کے نام کا تو بہ توبہ خط کاہے کو ایک تختہ کاغذ کا مین نے سراسر پڑھا لطیفہ و بذلہ و شوخی و شوخ چشمی کا بیان جب کرتا کہ فحوائے عبارت سے جگر خون نہ ہوجاتا۔ بھائی کا غم جدا۔ ایسا سخن گزار۔ ایسا زبان آور۔ ایسا عیار طرار یون عاجز و درماندہ واز کار رفتہ ہوجائے۔ تمہارا غم جدا۔ ساغر اول و درد کیا دل لیکر آئے" کیا زبان لے کر آئے کیا علم لے کر آئے۔ کیا عقل لے کر آئے اور پھر کسی روش کو برت نہ سکے کسی شیوہ کی داد نہ پائی گویا نظیری تمہاری زبان سے کہتا ہے ؎

جوہر ہیش من در تہ زنگار بماند	آنکہ آئینہ من ساخت نپرداخت دریغ

بھائی اس معرض مین مین بھی تیرا ہم طالع اور ہمدرد ہون اگرچہ یک فنہ ہون مگر مجھے اپنے ایمان کی قسم مین نے اپنی نظم و نثر کی داد باندازہ بایست پائی نہیں آپ ہی کہا آپ ہی سمجھا قلندری و آزادگی و ایثار و کرم کے جو دواعی میرے خالق نے مجھ مین بھر دیئے ہین بقدر ہزار ایک ظہور مین نہ آئے نہ وہ طاقت جسمانی کہ ایک لاٹھی ہاتھ مین لون اور اُس مین شطرنجی اور ایک ٹین کا لوٹا مع سوت کی رسی کے لٹکا لون اور پیادہ پا چل دون کبھی شیراز جا نکلا کبھی مصر مین جا ٹھہرا کبھی نجف جا پہنچا نہ وہ دستگاہ کہ ایک عالم کا میزبان بن جاؤن

اگر تمام عالم مین نہ ہو سکے نہ سہی جس شہر مین رہون اُس شہر مین تو بھوکا ننگا نظر نہ آئے ؎

نہ بستان سرائے نہ میخانہ نہ رقص پری پیکران بر بساط	نہ دستان سرائے نہ جانانہ نہ غوغاے رامشگران در رباط

خدا کا مقہور خلق کا مردود۔ بوڑھا ناتوان بیمار فقیر نکبت مین گرفتار تمھارے حال مین غور کی اور چاہا کہ اس کا نظیر بہم پہنچاؤن۔ واقعہ کربلا سے نسبت نہین دے سکتا لیکن واللہ تمہارا حال اُس ریگستان مین بعینہ ایسا ہے جیسا مسلم ابن عقیل کا حال کوفہ مین تھا تمہارا خالق تمہاری اور تمھارے بچون کی جان و آبرو کا نگہبان میرے اور معاملات کلام و کمال سے قطع نظر کرو۔ وہ جو کسی کو بھیک مانگتے نہ دیکھ سکے اور خود در بدر بھیک مانگے وہ مین ہون۔

ایضاً چاشتگاہ شنبہ دوازدہم نومبر ۱۸۶۱ء آج جس وقت کہ روٹی کھانے کو گھر جاتا تھا شہاب الدین خان تمہارا خط اور مصری کی ٹھلیا لے کر آئے مین اُسکو لوا کر گھر گیا اپنے سامنے مصری تلوائی آدھ پاؤ اوپر دو سیر نکلی خانہ دولت آبادیہی کافی و وافی ہے اور اب حاجت نہین روٹی کھا کر باہر آیا تمھارے ابن عم کا آدمی جواب خط کا متقاضی ہوا کہ شتر سوار جانے والا ہے مین کھانا کھا کر لیٹنے کا عادی ہون لیٹے لیٹے مصری کی رسید لکھدی۔ مطالب مندرجہ خط کا جواب بشرط حیات کل بھیجوں گا۔ غالب۔

ایضاً اقبال نشانا بخیر و عافیت و فتح و نصرت لوہارو پہنچنا مبارک ہو مقصود ان سطور کی تحریر سے یہ ہے کہ مطبع اکمل المطابع مین چند احباب میرے مسودات اُردو کے جمع کرنے پر اور اُس کے چھپوانے پر آمادہ ہوئے ہین مجھ سے مسودات مانگے ہین اور اطراف و جوانب سے بھی فراہم کئے ہین۔ مین مسودہ نہین رکھتا جو لکھا وہ جہان بھیجنا ہوا وہان بھیج دیا یقین ہے کہ خط میرے تمھارے پاس بہت ہونگے اگر اُن کا ایک پارسل بنا کر بسبیل ڈاک بھیج دوگے یا آج کل مین کوئی اِدھر آنے والا ہو اُس کو دیدوگے تو موجب میری خوشی کا ہوگا اور مین ایسا جانتا ہون کہ اُس کے چھاپے جانے سے تم بھی خوش ہوگے بچون کو دعا۔ غالب

ایضاً جانِ غالب یاد آتا ہے کہ تمہارے عم نامدار سے سُنا ہی کہ لغات دساتیر کی فرہنگ وہان ہے اگر ہوتی تو کیون نہ تم بھیج دیتے خیر مصرع ؎ انچہ ما درکار داریم اکثرے درکار نیست تم ثمر نورس ہو اُس نہال کے جس نے میری آنکھون کے سامنے نشو ونما پائی ہی اور مین ہوا خواہ وسایہ نشین اُس نہال کا رہا ہون کیون کر تم مجکو عزیز نہ ہوگے۔ رہی دید وا دید اسکی دو صورتین - تم دلی مین آؤ یا مین لوہارو آؤن - تم مجبور مین معذور۔ خود کہتا ہون کہ میرا عذر زنہار مسموع نہو جب تک نہ سمجھ لو کہ مین کون ہون اور ماجرا کیا ہے سنو عالم دو ہین ایک عالم ارواح اور ایک عالم آب وگل - حاکم ان دونون عالمون کا وہ ایک ہی جو خود فرماتا ہے لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ اور پھر آپ جواب دیتا ہے لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ہر چند قاعدہ عام یہ ہے کہ عالم آب وگل کے مجرم عالم ارواح مین سزا پاتے ہین لیکن یون بھی ہوا ہی کہ عالم ارواح کے گنہگار کو دنیا مین بھیج کر سزا دیتے ہین - چنانچہ مین آٹھوین رجب ۱۲۱۲ھ مین روبکاری کے واسطے یہان بھیجا گیا ۱۳ برس حوالات مین رہا - ۷ - رجب ۱۲۲۵ھ کو میرے واسطے حکم دوام حبس صادر ہوا - ایک بیڑی میرے پانون مین ڈالدی اور دلی شہر کو زندان مقرر کیا اور مجھے اُس زندان مین ڈالدیا - فکر نظم ونثر کو مشقت ٹھہرایا - برسون کے بعد مین جیلخانہ سے بھاگا - تین برس بلاد شرقیہ مین پھرتا رہا - پایان کار مجھے کلکتہ سے پکڑ لائے اور پھر اُسی مجلس مین بٹھا دیا جب دیکھا کہ یہ قیدی گریز پا ہے دو ہتکڑیان اور بڑھا دین - پانو بیڑی سے فگار ہاتھ ہتکڑیون سے زخم دار مشقت مقرری اور مشکل ہوگئی - طاقت یک قلم زائل ہوگئی - بیحیا ہون - سال گزشتہ بیڑی کو زاویہ زندان مین چھوڑ مع دونون ہتکڑیون کے بھاگا میرٹھ مراد آباد ہوتا ہوا رام پور پہنچا - کچھ دن کم دو مہینے وہان رہا تھا کہ پھر پکڑا آیا اب عہد کیا کہ پھر نہ بھاگون گا بھاگون کیا بھاگنے کی طاقت بھی تو نہ رہی - حکم رہائی دیکھیے کب صادر ہو ایک ضعیف سا احتمال ہے کہ اس ماہ ذی الحجہ مین چھوٹ جاؤن - بہر تقدیر بعد رہائی کے تو آدمی سوائے اپنے گھر کے اور کہین نہین جاتا - مین بھی بعد نجات سیدھا عالم ارواح کو چلا جاؤن گا ؎

فرخ آن روز کہ از خانۂ زندان بردم
سوئے شہر خود ازین وادی ویران بردم

گانے مین غزل کے سات شعر کافی ہوتے ہین دو فارسی غزلین دو اُردو غزلین اپنے جانے کی تحویل مین بھیجتا ہون بھائی صاحب کی نذر غزل

از جسم بجان نقاب تا کے
این گنج درین خراب تا کے

این گوہر فروغ یارب
آلودۂ خاک وآب تا کے

این راہرو مسالک قدس
واماندۂ خور و خواب تا کے

بیتابی برق جز دمے نیست
ماوین ہمہ اضطراب تا کے

جان در طلب نجات تا چند
دل در تعب عتاب تا کے

پرسش ز تو بے حساب باید
غمہائے مرا حساب تا کے

غالب بہ چنین کشاکش اندر
یا حضرت بوتراب تا کے

دوش کز گردش انجم گلہ بر روے تو بود
چشم سوئے فلک و روے سخن سوئے تو بود

انچہ شب شمع گمان کردی و رفتی بعتاب
نفسم پردہ کشائے اثر خوئے تو بود

چہ عجب صانع اگر نقش دہانت گم کرد
کان خود از حیرتیان رخ نیکوئے تو بود

بکف باد مباد این ہمہ رسوائی دل
کاخر از پردگیان شکن موئے تو بود

مردن و جان بہ تمنائے شہادت دادن
ہم از اندیشۂ آزردن بازوئے تو بود

دوست دارم گرہے را کہ بکارم زدہ اند
کاین ہمانست کہ پیوستہ در ابروئے تو بود

لالہ و گل، دمد از طرف مزارش پس مرگ
تا چہا در دل غالب ہوس روئے تو بود

ہے بسکہ ہر اک اُنکے اشارے مین نشان اور
کرتے ہین محبت تو گزرتا ہے گمان اور

لوگون کو ہے خورشید جہانتاب کا دہوکا
ہر روز دکھاتا ہون مین اک داغ نہان اور

ہے خون جگر جوش مین دل کھول کے روتا ہوتے جو کئی دیدۂ خوننابہ فشان اور
یارب نہ وہ سمجھے ہین نہ سمجھیں گے میری بات دے اور دل اُن کو جو نہ دے مجکو زبان اور
تم شہر مین ہو تو ہمیں کیا غم جب اُٹھیں گے لے آئین گے بازار سے جاکر دل وجان اور
مرتا ہون اس آواز پہ ہر چند سر اُڑ جائے جلاد کو لیکن وہ کہے جائین کہ ہان اور

ہین اور بھی دنیا مین سخنور بہت اچھے
کہتے ہین کہ **غالب** کا ہے انداز بیان اور

اُس بزم مین مجھے نہین بنتی حیا کئے بیٹھا رہا اگرچہ اشارے ہوا کئے
ضد کی ہے اور بات مگر خو بری نہین بھولے سے اس نے سینکڑوں وعدے وفا کئے
صحبت مین غیر کی نہ پڑی ہو کہین یہ خو دینے لگا ہے بوسے بغیر التجا کئے
رکھتا پھروں ہون خرقہ و سجادہ رہن مے مدت ہوئی ہے دعوت آب و ہوا کئے
کس روز تہمتیں نہ تراشا کئے عدو کس دن ہمارے سر پہ نہ آرے چلا کئے

غالب تمہین کہو کہ ملے گا جواب کیا
مانا کہ تم کہا کئے اور وہ سُنا کئے

ایضاً سعادت و اقبال نشان میرزا علاء الدین خان بہادر کو فقیر اسد اللہ کی دعا پہنچے کل شام کو مخدوم مکرم جناب آغا محمد حسین صاحب شیرازی بسواری ریل مانند دولت دلخواہ کہ ناگاہ آوے فقیر کے تکیہ مین تشریف لائے. شب کو جناب ڈپٹی ولایت حسین خان کے مکان مین آرام فرمایا اب وہان آتے ہین. قریب طلوع آفتاب بچشم نیم باز یہ رقعہ تمھارے نام لکھا ہے جو کچھ جی چاہتا ہے وہ مفصل نہین لکھ سکتا. مختصر مفید آغا صاحب کو دیکھ کر یون سمجھا کہ میرا بوڑھا چچا غالب جوان ہو کر میلے کی سیر کو حاضر ہوا ہے. پس نورچشمان راحت جان مرزا باقر علیخان بہادر و مرزا حسین علیخان بہادر جناب آغا صاحب کا قدمبوس بجالائیں اور اُن کی خدمت گزاری کو اپنی سعادت اور میری خوشنودی سمجھیں. بس

ہان مرزا علائی اگر کرنیل الگزنڈر اسکنر بہادر سے ملاقات ہو تو میرا سلام کہنا۔

ایضاً صاحب میری داستان سنیے پنشن بے کم و کاست جاری ہوا زر مجتمعہ سہ سالہ یکمشت مل گیا۔ بعد اوائے حقوق چار سو روپیہ وپئے باقی رہے اور ستاسی روپیہ گیارہ آنے مجھے پچھ مئی کا مہینہ بدستور ملا۔ آخر جون مین حکم آگیا کہ پنشن دار علی العموم ششماہی پایا کرین ماہ بماہ پنشن تقسیم نہ ہوا کرے۔ مین دس بارہ برس سے حکیم محمد حسن خان کی حویلی مین رہتا ہون۔ اب وہ حویلی غلام اللہ خان نے مول لے لی۔ آخر جون مین مجھ سے کہا کہ حویلی خالی کر دو۔ اب مجھے فکر پڑی کہ کہین دو حویلیان قریب ہمدگر ایسی ملین کہ ایک محلسرا اور ایک دیوان خانہ ہو۔ نملین ناچار یہ چاہا کہ بلی مارون مین ایک مکان ایسا ملے کہ جس مین جا رہون نہ ملا۔ تمھاری چھوٹی پھوپی نے بیکس نوازی کی۔ کٹروا والی حویلی مجکو رہنے کو دی۔ ہرچند وہ رعایت مرعی نہ رہی۔ کہ محلسرا سے قریب ہو مگر خیر بہت دور بھی نہین کل یا پرسون وہان جا رہون گا۔ ایک پانؤن زمین پر ہے ایک پانؤن رکاب مین۔ توشہ کا وہ حال گوشہ کی یہ صورت۔ کل شنبہ ۱۷۔ ذی الحجہ کی اور ۲۔ جون کی پہر دن چڑھے تمہارا خط پہنچا۔ دو گھڑی کے بعد سُنا گیا کہ امین الدین خان صاحب نے اپنی کوٹھی مین نزول اجلال کیا پہر دن رہے از راہ مہربانی ناگاہ میرے ہان تشریف لائے مین نے اُن کو دُبلا افسردہ پایا۔ دل کڑھا۔ علی حسین خان بھی آیا۔ اُس سے بھی ملا۔ مین نے تمہیں پوچھا کہ وہ کیون نہیں آئے۔ بھائی صاحب بولے کہ جب مین یہان آیا تو کوئی وہان بھی تو رہے اور اس سے علاوہ وہ اپنے بیٹے کو بہت چاہتے ہین۔ مین نے کہا اتنا ہی جتنا تم اُس کو چاہتے تھے ہنسنے لگے غرض کہ مین نے بظاہر اُن کو تم سے اچھا پایا۔ آگے تم لوگون کے دلون کا مالک اللہ ہے۔ راقم غالب۔ نگاشتہ و روان داشتہ یکشنبہ بین الظہر والعصر۔

ایضاً چہارشنبہ ۲۵ ستمبر ۱۸۶۱ء ہنگام نیمروز۔ علائی مولائی اس وقت تمہارا خط پہنچا۔ اِدہر پڑھا اُدہر جواب لکھا۔ واہ کیا کہنا ہے رامپور کے علاقہ کو گاؤشنگ[1] اور مجکو بیل یا اُس

[1] گاؤشنگ کو ہندی مین آر کہتے ہین کہ جس سے گاڑی بان بیلون کو گاڑی ہانکتے ہین ۱۲

پیوند کے طعنہ کو تازیانہ اور مجھکو گھوڑا بنایا وہ علاقہ اور وہ پیوند لوہارو کے سفر کا مانع و مزاحم کیون ہو. رئیس کی طرف سے بطوق وکیل محکمہ کمشنری مین معین نہین ہون جس طرح امرا واسطے فقرا کے وجہ معاش مقرر کر دیتے ہین اسی طرح اس سرکار سے میرے واسطے مقرر ہے. ہان فقیر سے دعائے خیر اور مجھ سے اصلاح نظم مطلوب ہی چاہون دلی رہون چاہون اکبر آباد. چاہون لاہور. چاہون لوہارو. ایک گاڑی کپڑون کے واسطے کرایہ کرون کپڑون کے صندوق مین آدھی درجن شراب دھرون. آٹھ کہار ٹھیکہ کے لون. چار آدمی رکھتا ہون. دو یہان چھوڑون دو ساتھ لون چل دون. رامپور سے جو لفافہ آیا کرے گا لڑکون کا حافظ لوہارو بھجوایا کرے گا. گاڑی ہو سکتی ہے. شراب مل سکتی ہے. کہار بہم پہنچ سکتے ہین. طاقت کہان سے لاؤن. روٹی کھانے کو باہر کے مکان میں سے محلسرا مین کہ وہ بہت قریب ہے جب جاتا ہون تو ہندوستانی گھڑی بھر مین دم ٹھہرتا ہے اور یہی حال دیوان خانہ مین آکر ہوتا ہے. والی رامپور نے بھی تو مرشد زادہ کی شادی مین بلایا تھا یہی لکھا تھا کہ مین اب معدوم محض ہون تمہارا اقبال تمہارے کلام کو اصلاح دیتا ہے اس سے بڑھکر مجھ سے خدمت نہ چاہو. بھائی کے اور تمہارے دیکھنے کو جی بہت چاہتا ہی پر کیا کرون عقرب و قوس کے آفتاب یعنی نومبر دسمبر مین قصد تو کرون گا کاش لوہارو کی جگہ گوڑگانوہ ہوتا یا بادشاہ پور ہوتا. کہوگے کہ رامپور کیا نزدیک ہے وہان گئے کو دو برس ہو گئے یہان انحطاط و اضمحلال روز افزون نہ تم یہان آسکتے ہو نہ مجھ مین وہان آنے کا دم بس اگر نومبر دسمبر مین میرا خیر جا چل گیا بہتر ورنہ بمصرع اے وائے زمحرومی دیدار دگر ہیچ ✤ غالب۔

ایضاً. اقبال نشان مرزا علاؤالدین خان بہادر کو غالب گوشہ نشین کی دعا پہنچے. برخوردار علی حسین خان آیا مجھ سے ملا بھائی کا حال اُسکی زبانی معلوم ہوا. حق تعالیٰ اپنا فضل کرے الولد سر لابیہ تم اُسکے مصداق کیون بنے خفقان و مراق اگرچہ تمہارا خانہ زاد موروثی ہی لیکن آج تک تمہاری خدمت مین حاضر نہ ہوا تھا اب کیون آیا. اگر آیا تو ہرگز اُسکو ٹھہرنے

ندو۔ ہانک دو۔ خبردار اسکو اپنے پاس رہنے نہ دینا۔ شفیق مکرم ولطف مجسم منشی نول کشور صاحب بسبیل ڈاک یہان آئے مجھ سے اور تمہارے چچا اور تمہارے بھائی شہاب الدین خان سے ملے۔ خالق نے اُن کو زہرہ کی صورت اور مشتری کی سیرت عطا کی ہے۔ گویا بجائے خود قران السعدین ہین۔ تم سے مین نے کچھ نہ کہا تھا اور کلیات کے دس مجلد کی قیمت ...۵ مان لیئے تھے اب اُن سے جو ذکر آیا تو اُنھون نے پہلی قیمت شہرۂ اخبار یعنی قبول کی یعنی ہے فی جلد۔ اس صورت مین دس مجلد کے ...۵ مین دون اور ...۵ تم دو بھی ...۵ مطبع اودہ اخبار مین پہنچانے چاہئین۔ مین دسمبر ماہ حال کی دسوین گیارہوین کو طالب ہونگا۔ کہو ...۵ علی حسین خان کو دیدون۔ کہو لکھنؤ بھیج دون۔ اس نگارش کا جواب جلد لکھو۔ بھائی صاحب کی خدمت مین میرا سلام کہنا۔ اور اُستاد میر جان کے میری طرف سے قدم لینا۔ نجات کا طالب غالب پنجشنبہ ۱۲۔ جمادی الثانی سال غفر مطابق ۳۔ دسمبر سال کیا غضب ہے ۱۸۶۳ یہ گویا تاریخ وفات جناب نواب گورنر جنرل لارڈ الگن صاحب بہادر کی ہے۔

ایضاً جمعہ ۹ رجب ۹ دسمبر میری جان تمہارا خط بھی آیا۔ اور علی حسین خان نجم الدین بھی تشریف لایا۔ اگر سرنوشت آسمانی مین بھی اواخر رجب یا اوائل شعبان مین ہمارا تمہارا مل بیٹھنا مندرج ہے تو زبانی کہہ سُن لین گے قلم کو ان اسرار کی محرمیت نہین ہے۔ جو شخص اپنے ملک و مال وجان وتن و ننگ و نام کے امور مین آشفتہ و سرگردان بلکہ عاجز و حیران ہو۔ وہ کسکے کہنے سے کیا گلہائے نظیری ...

با ما جفا و ناخوشی باخود غرور و سرکشی	ازمائۂ ازخود نۂ آخر ازان کیستی

محل عقل و ہوش و ماغ سو تباہ۔ افیون کا مخمر ہو جانا علاوہ اللہ جو چاہے سو کرے ایسا پیارا باغ و بہار بھائی یون بگڑ جائے۔ نجات کا طالب غالب۔

ایضاً پنجشنبہ ۲۶۔ رمضان۔ صاحب کل تمہارا خط پہنچا آج اُسکا جواب لکھ کر روانہ کرتا ہون رجب بیگ۔ شعبان بیگ۔ رمضان بیگ یہ نامور مہینے ہین سو خالی گئے۔ شوال بیگ آدمی

کا نام نہین سُنا۔ ہان عیدی بیگ ہو سکتا ہے پس جب عید ہے اور روز سعید ہے تو کیا بعید ہے کہ بخلاف شہور ثلثہ ماضیہ اس مہینے مین تم آسکو ہے ہے مین تو کہتا ہون نہ آسکو اس ماہ مبارک مین امضاے حکم سرکار کا وہ ہنگامہ گرم ہو کہ پارسیون کی عید کوسہ برنشین کا گمان گزرے دور کیون جاؤ ہولی کی دُلہنڈی کا سمان لوہارو مین بندھ جائے۔ ایک خرسوار کی سواری بڑی دھوم سے نکلی حسن اتفاق یہ کہ یہ وہی موسم ہے ہولی اور عید کوسہ برنشین کا زمانہ باہم ہے حوت کے آفتاب مین یہ دونون تہوار ہوتے ہین۔ کل آفتاب حوت مین آیا ہے کوسہ برنشین اور ہولی کا مژدہ لایا ہے۔ خیر مین چند روز اور ستمکش فراق اور تیرے دیدار کا مشتاق رہون تو کوسہ برنشین اور ہولی کی رنگ رلیان منائے اور خرسوار کو بضرب تازیانہ دوڑائے علاؤالدین خان واللہ تو میرا فرزند روحانی معنوی ہے فرق اسی قدر ہے کہ مین جاہل ہون اور تو مولوی ہے۔ ارے ظالم اس کوسہ برنشین کی داد دے۔ عقل کرامت ہوا الہام ہے لطف طبع ہے کیا ہے یہ اسم کس قدر مناسب مقام ہے صبیہ کا مقدم میر مبارک ہو ثاقب مجھ سے لڑتا تھا کہ بھتیجا ہے کہ مین کہتا تھا کہ پوتی ہے بارے مین جیتا اور ثاقب ہارا۔ عریضہ جداگانہ اُستاد میر جان صاحب کے نام پہنچتا ہے۔

ایضاً میری جان علائی ہمہ دان اس دفع دخل مقدر کیا کہنا ہے فرہنگ لغات دساتیر تمھارے پاس ہے مین چاہتا تھا کہ اُسکی نقل تم سے منگاؤن تم نے دساتیر مجھ سے مانگی اسی صحیفہ مقدس کی قسم کہ وہ میرے پاس نہین ہے۔ جی مین کہوگے کہ اگر دساتیر نہین تو فرہنگ کی خواہش کیون ہے حق یون ہے کہ بعض لغات کے اعراب یاد نہین اسواسطے فرہنگ کی خواہش ہے۔ اگر اُس فرہنگ کی نقل بھیج دوگے تو مجھ پر احسان کروگے دساتیر میرے پاس ہوتی تو آج اس خط کے ساتھ اُسکا بھی پارسل بھیج دیتا۔ ہان صاحب اگر دساتیر ہوتی اور مین بھیج دیتا تو البتہ بھائی صاحب کا مشکور ہوتا۔ دین و دنیا مین کیون ماجور ہوتا ارسال اہدا پر حصول اجر کیون مرتب ہوگیا۔ بھائی وہ مذہب اختیار کیا چاہتے ہین اور تم اُس مذہب کو

حق جانتے ہو کہ مین جو واسطہ اُس کے اعلان و شیوع کا ہوتا تو عند اللہ مجکو استحقاق اجر پانے کا پیدا ہوتا۔ اپنے باپ کو سمجھاؤ اور ایک شعر میرا اور ایک شعر حافظ کا اور ایک شعر مولوی روم کا سُناؤ۔ **غالب**۔

دولت بغلط نبود از سعی پشیمان شو	غالب	کافر نتوانی شد ناچار مسلمان شو
جنگ ہفتاد و دو ملت ہمہ از عذر بنہ	حافظ	چون ندید ند حقیقت رہ افسانہ زدند
مذہب عاشق ز مذہبہا جدا ست	مولانا روم	عاشقاق را مذہب وملت جدا ست

رات کو خوب مینھ برسا ہے صبح کو تھم گیا ہے ہوا سرد چل رہی ہے۔ ابر تنک چھا رہا ہے یقین ہے کہ تھاری جدہ ماجدہ مع اپنی بہو اور پوتے کے روانہ لوہارو ہون۔ کل آج کی روانگی کی خبر تھی۔ یہ لڑکا سعید ازلی ہے۔ ابر کا محیط ہونا اور ہوا کا سرد ہو جانا خاص اسکی آسایش کے واسطے ہے میر انظر سرراہ ہے وہان بیٹھا ہوا یہ خط لکھ رہا ہون۔ محمد علی بیگ اُدہر سے نکلا بھئی محمد علی بیگ لوہارو کی سواریان روانہ ہو گئین حضرت ابھی نہین کیا آج نہ جائین گے آج ضرور جائین گے تیاری ہو رہی ہے۔ مرقومہ شنبہ یکم جون وقت صبح ۶ بجے، کی عمل ہین غالب **ایضاً** یکشنبہ ۳۰ محرم ۱۲۸۰ھ مطابق ۲۱ جون ۱۸۶۳ء میری جان مرزا علی حسین خان آئے اور مجھ سے ملے۔ مین نے خطوط مرسلہ تمہارے یکشت اُن کو دیئے۔ اب تمھارے پاس پہنچنے کا اُن کو اختیار ہے رسید کا البتہ مجھے انتظار ہے۔ علی حسین خان سے آنے کی حقیقت اور یہان اقامت کی مدت پوچھی گئی جواب پایا۔ کہ ایک مہینہ دس دن کی رخصت لے کر آیا ہون۔ بی بی بیمار ہے اسکا استعلاج منظور ہے۔ میری جان علی حسین خان کے کام آئے تو دریغ نہ کرون بھلا یہ مبالغہ سہی بلکہ بے شک تبلیغ وغلو ہے۔ لیکن قریب قریب اس کے یعنی جو چیز امکان سے باہر نہ ہو اس مین قصور کیون کر کیا جائے گا بلکہ شاید تمہاری سپارش کی بھی حاجت نہ ہو۔ مگر سوچو کہ آئین غمخواری واندوہ گساری کیا ہوگی۔ میر زاہد وضع وبدروش ہاہین کہ پند وبند کا محتاج ہو کوئی اسکا مقدمہ کسی محکمہ مین دائر نہین کہ مصلحت و

مشورت کی احتیاج ہو رہے امورِ خانگی یعنی بی بی اور اُسکے آبا اور اخوان کے معاملے اُس مین تمکو دخل نہ مجکو مداخلت تم علی حسین خان کو اس ہیونذ پر کیا کیا چھیڑتے ہو اور یہ نہین سمجھے کہ اُس کا دادا کتنا بڑا آدمی تھا اور اُس کے دادا کی اور اُس کی سسرال ایک ہی یہ فدیعہ فخر ہے اُس کو اور اُس کے طفیل سے تم کو بلکہ تھوڑی سی نازش اگر مجھ ننگ اقربا کے حصہ مین بھی آجائے تو کچھ بعید نہین ہرچند تمہارا ہر کلمہ ایک بذلہ ہے لیکن اس خسر خسروانی نے مار ڈالا کیا کہون جو مجکو مزا ملا ہے کہان خسر و خسروان لغات عربی الاصل اور کہان روزمرہ مشہور کہ خسر سسرے کو کہتے ہین صنعت اشتقاق و طباق کو کس سینہ زوری سے برتا ہی اچھا میرا میان یہ خسر بمعنی پدرِ زن کیا لفظ ہے حروف بین الفارسی والعربی مشترک ہین۔ لیکن ان معنون مین نہ فارسی ہے نہ عربی ہے۔ فارسی مین پدرِ زن بہ فک اضافت کہتے ہین۔ عربی مین جس طرح بمعنی نقصان منصرف ہو۔ شاید سسرے کا اسم جامد بھی ہو فی الحقیقت سسرے کی تفریس و تعریب ہو یہ پرسش نہ بسبیل استہزا ہے بلکہ بطریق استفسار و استعلام ہے جو تمہین معلوم ہو۔ بلکہ اگر تمپر مجہول ہو تو معلوم کر کے مجھے لکھ بھیجو۔ یوسف علیخان عزیز مانند اُس دہقان کے کہ جو دانہ ڈال کے مینہ کا منتظر ہو اور ابر آئے اور نہ برسے مضطر و حیران ہے۔ علی حسین خان آتے ہین علی حسین خان آتے ہین آئے وہ آئے تو کیا لائے۔ غالب

ایضاً میرنا نسیمی کو دعا پہنچے۔ آنکھ کی گھاجنی جب خود پک کر پھوٹ گئی تھی اور پیپ نکل گئی تھی تو نشتر کیون کھایا۔ مگر یہ کہ بطریق خوشامد طبیب سے رجوع کی جب اُس نے نشتر تجویز کیا خواہی نخواہی امتثال امر کرنا پڑا اور شاید یون نہون کچھ مادہ باقی ہو۔ بہر حال حق تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے شفا بخشے قطعہ

بسکہ فعال مایرید ہے آج	ہر سلحشور انگلستان کا
گھر سے بازار مین نکلتے ہوئے	زہرہ ہوتا ہے اب انسان کا
چوک جس کو کہین وہ مقتل ہے	گھر بنا ہے نمونہ زندان کا

شہر دہلی کا ذرہ ذرہ خاک	تشنۂ خون ہے ہر مسلمان کا
کوئی وہان سے نہ آسکے یہان تک	آدمی وہان نہ جاسکے یہان کا
مین نے مانا کہ مل گئے پھر کیا	وہی رونا تن و دل وجان کا
گاہ جل کر کیا کئے شکوہ	سوزش داغہائے پنہان کا
گاہ روکر کہا کئے باہم	ماجرا دیدہ ہائے گریان کا
اس طرح کے وصال سے یا رب	کیا مٹے دل سے داغ ہجران کا

ایضاً یار بھتیجے گویا بھائی مولانا علائی خدا کی دُہائی نہین ویسا ہونگا جیسا تیر سمجھا ہے اور تم مجکو لکھ چکے ہو یعنی خفقانی اور خیال تراش نہ ویسا ہونگا جیسا میرزا علی حسین خان بہادر سمجھے ہونگے ع اے کاش کسے ہر انچہ ہستم داند، دو جانے مین میرا انتظار اور میرے آنے کا تقریب شادی پر مدار یہ بھی شعبہ ہے اُنہین ظنون کا جس سے تمہارے چچا کو گمان ہے مجھ پر جنون کا۔ جاگیر دار مین نہ تھا کہ ایک جاگیر دار مجھکو بلاتا۔ گویا مین نہ تھا کہ اپنا ساز و سامان لے کر چلا جاتا۔ دوجانے جا کر شادی کماؤن اور پھر اس فصل مین کہ دُنیا کرہ نار ہو لوہارو بھائی کے دیکھنے کو نہ جاؤن اور پھر اُس موسم مین کہ جاڑے کی گرمی بازار ہو۔ کل اُستاد میرن جان صاحب نے تمہارا خط مجکو دکھایا ہے مین نے اُن کو جانے نجانے مین متردد پایا ہے جائین نہ جائین۔ مین اپنی طرف سے ترغیب کرتا رہتا ہون۔ اور کہتا رہونگا غلام حسن خان اگر کسی وقت آجائین گے تو اُن کو تمہاری تحریر کا خلاصہ خاطر نشان کرون گا حق سبحانہ تعالیٰ ان دونون صاحبون کو یا ایک کو ان مین سے توفیق دے یا مجکو طاقت یا تم کو انصاف کہ میرے نہ آنے کو دلی کی دلبستگی پر محمول نہ کرو مجکو رشک ہے جزیرہ نشینون کے حال پر عموماً اور رئیس فرخ آباد پر خصوصاً کہ جہاز سے اُتر کر سرزمین عرب مین چھوڑ دیا اہا ہا ہا ع

پڑے گر بیمار تو کوئی نہو تیمار دار	اور اگر مر جائے تو نوحہ خوان کوئی نہو

کلیات کے انطباع کا اہتمام اپنی زیست مین مجکو نظر نہین آتا۔ قاطع برہان کا چھاپا تمام ہو گیا۔ حق التصنیف کی ایک جلد میرے پاس آ گئی وہ تمہارے عم نامدار کے نذر ہوئی باقی جلدین جنکا مین خریدار ہوا ہون اور درخواست میرے مطبع مین داخل ہی جب تک قیمت نہ بھیجدون کیونکر آئین۔ روپیہ کی تدبیر مین ہون اگر بہم پہنچ جائے تو بھیجدون تمہارے پاس جو قاطع برہان پہنچی ہے اگر چھاپے کی ہے تو صحیح ہے جہان تردد ہو غلطنامہ ملحقہ مین دیکھ لو۔ زیادہ انکشاف منظور ہو مجھ سے پوچھ لو۔ اگر قلمی ہے تو درجہ اعتبار سے ساقط ہی اُسکو میری تالیف نہ سمجھو بلکہ مجکو مول لے لو اور اُسکو پھاڑ ڈالو۔ آج یوم الخمیس ۱۹۔ جون للمبارک بارہ پر تین بجے تمہارا خط آیا اِدھر پڑھا اُدھر جواب لکھنے بیٹھا۔ یہانتک لکھ چکا تھا کہ شیخ شہاب الدین سہروردی آئے۔ تمہارا خط اُن کو دیا وہ پڑھ رہے ہین ہم لکھ رہے ہین ابر آیا ہوا ہے ہوا سرد چل رہی ہی

ایضاً میان تم میرے ساتھ وہ معاملے کرتے ہو جو احباب سے مرسوم و معمول ہین خیر تمہارا حکم بجا لایا غزل بعد اصلاح کے پہنچتی ہے۔ جناب لفٹنٹ گورنر بہادر نے دربار کیا میری تعظیم و توقیر اور میرے حال پر لطف و عنایت میری ارزش و استحقاق سے زیادہ بلکہ میری خواہش اور تصور سے سوا مبذول کی۔ اس ہجوم امراض جسمانی اور آلام روحانی کو ان باتون سے کیا ہوتا ہی ہر دم دم نزع ہے دل غم سے خونریز ہو گیا ہے کہ کسی بات سے خوش نہین ہو سکتا۔ مرگ کو نجات سمجھے ہوئے ہون اور نجات کا طالب ہون۔ کئی دن سے کوئی تحریر دلپذیر تمہاری نظر نہین آئی نہ مجھے تم نے یاد کیا نہ اپنے بھائی کو کچھ لکھا۔ اب اِس خط کا جواب جلد لکھو۔ پہلے اپنے بچون کا حال پھر وہان کے اوضاع جیسا تمہارا قاعدہ ہی منقح اور مفصل لکھو فقط نجات کا طالب غالب۔

ایضاً میری جان تخلص تمہارا بہت پاکیزہ اور میری پسند ہے پشتی کو بہ تکلف اسکا مصحف کیون ٹھہراؤ یہ میدان تو بہت فراخ ہے۔ خدا کی خے کو جیم فارسی سے بدل دو بنجی کو بتقدیم موحدہ علی النون لکھو۔ یہ وساوس دل سے دور کرو۔ رہبر ایک اچھا تخلص ہے رہزن اسکی تجنیس موجود ہے شیون ایک اچھا تخلص ہے ستون اسکی تصحیف ہے تمھارے واسطے بمناسبت

اسم عالی تخلص خوب تھا۔ مگر اس تخلص کا ایک شاعر بہت بڑا نامی گذر چکا ہے۔ ہان نامی سامی یہ دو تخلص بھی اچھے ہین۔ مولانا فائق کی پیروی کرو۔ مولانا لائق کہلاؤ۔ اگر کہوگے کہ اس ترکیب سے لفظ نالائق پیدا ہوتا ہے۔ مولانا شائق بن جاؤ ہنسی کی باتین ہو چکین۔ اب حقیقت واجبی سنو نسیمی تخلص۔ خماسی بروزن ظہوری و نظیری اچھا ہے اگر بدلنا ہی منظور ہے تو نامی سامی رہرو شیون۔ یہ چار تخلص رباعی بروزن عرفی و غالب اچھے ہین ان مین سے ایک تخلص قرار دو۔ میرے نزدیک سب سے بہتر تمھارے واسطے خاص فخری تخلص بہتر ہے۔ کہوگے کہ آزاد پور کے باغ مین ایک آم کا نام فخری ہے حاصل کلام دو دن کی فکر مین جو تخلص میرے خیال مین آئے وہ آج لکھ بھیجتا ہون۔ بھائی مؤید تخلص نیا ہے اگر یہ پسند آئے تو یہ رکھو۔ والدعا صبح یکشنبہ ۱۲ مئی ۱۸۶۱ء۔ نجات کا طالب غالب۔

ایضاً صاحب بہت دن سے تمہارا خط نہیں آیا۔ آپ کا وکیل بڑا چرب زبان ہے بقدمہ اُس نے جیت لیا چنانچہ اُسکی تحریر سے تم کو معلوم ہوا ہوگا۔ سنتا ہون کہ حمزہ خان کو ان دنون علتِ مشائخ کا زور ہے اور سعدی کی اس بات پر عمل کرتے ہین ؎

کسانے کہ یزدان پرستی کنند	بآواز دولاب مستی کنند

خدا مبارک کرے ✤ غالب

ایضاً صبح یکشنبہ یکم مارچ ۱۸۶۲ء صاحب پرسون تمہارا خط آیا کل جمعہ کے دن نواب کا مسہل تھا ۱۱ بجے وہان سے آیا چونکہ جوب میں مکرّب دوائین تھین بہت بے چین رہے آٹھ دس دست آئے آخر روز مزاج بحال ہوگیا تنقیہ اچھا ہوا اب بفضل الٰہی اچھے ہین اور یقین ہے کہ مرض عود نہ کرے۔ ولی کی اقامت کی مدت اپنے والد کی رائے پر رہنے دو بقدر مناسب وقت عزم خیر خواہانہ کچھ کہون گا ضرور نہ با برام۔ مین تم سے زیادہ ان کا مزاج دان ہون یہ خود پسند اور معہذا سپارش کا دشمن ہے مغلچیون کے مقدمہ کو طبیعت امکان پر چھوڑ دو مین دخل نہ کرون گا۔ ہان اگر خود مجھ سے پوچھین گے یا میرے سامنے ذکر آجائیگا

تو مین اچھی کہون گا مصرع بریدہ باد زبانے کہ ناسزا گوید پس بُرا نہ ماننا اگر یہ دونون بھائی یا ان مین سے ایک رفیق ہو گیا۔ یون تمام عمر بخوشی گزر جائے لیکن تم کے برس۔ کے مہینے کے ہفتہ کا گرمینٹ لکھتے ہو۔ غالب۔

ایضاً میرزا علائی پہلے اُستاد میر جان صاحب کے قہر و غضب سے مجکو بچاؤ تاکہ میرے حواس جو منتشر ہو گئے ہین جمع ہو جائیں مین اپنے کو کسی طرح کے قصور کا مورد نہین جانتا جھگڑا اُن کی طرف سے ہے تم اُس کو یون چکاؤ یعنی اگر اُن کو صرف آشنائی و ملاقات منظور ہے تو وہ میرے دوست ہین شفیق ہین میرا سلام قبول فرمائین۔ اور اگر قرابت و رشتہ داری ملحوظ ہے تو وہ میرے بھائی ہین مگر عمر مین چھوٹے میری دعا قبول فرمائین۔ صاحبین کی رائے کا اختلاف مشہور ہے۔ مجھ سے کچھ نہین ہو سکتا۔ مگر ہر ایک قول جدا جدا لکھون۔ آج نہ لکھا نہ سہی۔ دو چار دن کے بعد لکھون گا تم سمجھ تو گئے ہو گے کہ صاحبین مرزا قربان علی بیگ اور مرزا شمشاد علی بیگ ہین۔ بھائی صاحب کی رضا جوئی مجکو منظور اور یہ غزل معروض ہے۔ میری طرف سے سلام کہو ؎

از من غزلے گیر و بفرمائے کہ مطرب	در لے دمد از روئے نوازش دو سہ دم را

غزل

جز دفع غم ز بادہ نبود است کام ما	گوئی چراغ روز سیاہ ہست جام ما
در خلوتش گزر نبود باد را مگر	صرصر بخاک راہ رساند پیام ما
اے باد صبح عطرے ازان پیرہن بیار	تسکین ز بوئے گل نہ پذیرد مشام ما
ہر بار دانہ بہر ہما افگنیم و مور	آید بدام و دانہ رباید ز دام ما
گفتی چہ حالِ دل شنود مہربان شود	مشکل کہ پیش دوست توان بر د نام ما
از ما بما پیام و ہم از ما بما سلام	رنج دلے مباد پیام و سلام ما
مقصود ما ز دہر ہر آئینہ نیستی ست	یارب کہ ہیچ دوست مباد ابکام ما

غالب بقول حضرت حافظ زفیض عشق		ثبت ست بر جریدۂ عالم دوام ما	

ایضاً میان چلتے وقت تمہارے چچا نے غلیل کی فرمایش کی تھی رامپور پہنچ کر وہ بے سعی وتلاش ہاتھ آگئی بنوا رکھی۔ لڑکون نے ملازمون نے سب نے مجھ سے سن لیا کہ یہ نواب ضیاء الدینخان کے واسطے ہے اب چلنے سے ایک ہفتہ پہلے تم نے غلیل مانگی۔ بھائی کیا بتاؤن کہ کتنی جستجو کی کہین بہم نہ پہنچی دس روپیہ تک مول کو نہ ملی۔ نواب صاحب سے مانگی توشہ خانہ مین بھی نہ تھی ایک امیر کے ہان پتہ لگا دوڑا ہوا گیا کھپچی موجود پائی لیکن کیا کھپچی جیسے نجف خان کے عہد کے تورا نیون مین ہماری تمہاری ہڈی۔ بنوانے کی فرصت کہان آج لی کل چلدیا۔ اس بانس کی قدر کرتا اور اسکو اچھی طرح بنوالیتا۔ بادشاہ فرخ سیر اور اُس کے اغوان خوش وخرم ہین۔ فرخ سیر کی مان نے باجرے کا حلوا سوہان کھلایا۔ نجات کا طالب

غالب دوشنبہ ۲۵۔ شعبان ۱۲ جنوری

ایضاً جانِ غالب دو خط متواتر تمہارے پہنچے۔ مغربی عرفا مین سے ہے بیشتر اُس کے کلام مین مضامین حقیقت آگین ہین لیکن دامان گلہ دارد و گریبان گلہ دارد۔ اس زمین مین مین نے اُس کی غزل نہین دیکھی حاجی محمد جان قدسی کی غزل اس زمین مین ہے ؎

در بزم وصال تو بہنگام تماشا		نظارہ ز جنبیدن مژگان گلہ دارد	

یہ ایک شعر اُس کا مجھے اُسکا یاد ہے۔ بھائی تمہارا باپ بدگمان ہے یعنی مجکو زندہ سمجھتا ہے میرا سلام کہوا ور یہ شعر میرا پڑھ سُناو ؎

گمان زیست بود بر منت ز بیدردی		بدست مرگ وے بدتر از گمانِ تو نیست	

مجھے کافور وکفن کی فکر پڑ رہی ہے وہ ستمگر شعر وسخن کا طالب ہی زندہ ہوتا تو وہین کیون نہ چلا آتا مجھ پر سے یہ تکلیف اٹھوالو اور تم اس زمین مین چند شعر لکھ کر بھیج دو مین اصلاح دے کر بھیجدون گا عصائے پیر بجائے پیر۔ واللہ میرا کلام ہندی یا فارسی کچھ میرے پاس نہین ہے آگے جو کچھ حافظہ مین موجود تھا وہ لکھ بھیجا اب جو کچھ یاد آگیا وہ لکھتا ہون۔ غزل

بامن کہ عاشقم سخن از ننگ و نام چیست | در امر خاص حجت دستور عام چیست
مستم ز خون دل کہ دو چشمم ازان پُر است | گوئی مخور شراب و نہ بینی بجام چیست
با دوست ہر کہ بادہ بخلوت خورد مدام | داند کہ حور و کوثر و دار السلام چیست
ما خستۂ غمیم و بود مے دوائے ما | با خستگان حدیث حلال و حرام چیست
از کاسۂ کرام نصیب ست خاک را | تا از فلک نصیبۂ کاس کرام چیست
غالب اگر نہ خرقۂ و مصحف بہم فروخت | پرسد چرا کہ نرخ مے لعل فام چیست

ایضاً لو صاحب وہ مرزا رجب بیگ مرے اُن کی تعزیت آپ نے نہ کی۔ شعبان بیگ پیدا ہوگئے کل ان کی چھٹی ہوگئی آپ شریک نہ ہوئے ع لے وائے ز محرومی دیدار دگر ہیچ + میاں خدا جانے کس طرح یہ چار سطرین تجکو لکھی ہین۔ شہاب الدین خان کی بیماری نے میری زیست کا مزا کھو دیا۔ مین کہتا ہون کہ اُس کی عوض مین مرجاؤن اللہ اُسکو جیتا رکھے اُس کا داغ مجکو نہ دکھاوے۔ یارب اُسکو اس کی اولاد کے سر پر سلامت رکھ۔ نجات کا طالب غالب۔

ایضاً مولانا نسیمی کیون خفا ہوتے ہو ہمیشہ سے اسلاف و اخلاف ہوتے چلے آئے ہین۔ اگر میر خلیفہ اول ہے تم خلیفہ ثانی ہو اُس کو عمر مین تمپر تقدم زمانی ہے جانشین دونون مگر ایک اول ہے اور ایک ثانی ہے۔ شیر اپنے بچون کو شکار کا گوشت کھلاتا ہے۔ طریق صید افگنی سکھاتا ہے جب وہ جوان ہو جاتے ہین آپ شکار کر کھاتے ہین تم سخنور ہوگئے حسن طبع خدا داد رکھتے ہو۔ ولادت فرزند کی تاریخ کیون نہ کہو۔ اسم تاریخی کیون نہ نکال لو کہ مجھ پیر غمزدہ دل مردہ کو تکلیف دو۔ علاؤالدین خان تیری جان کی قسم مین نے پہلے لڑکے کا اسم تاریخی نظم کر دیا تھا اور وہ لڑکا نہ جیا مجکو اس وہم نے گھیرا ہے کہ میری نحوست طالع کی تاثیر تھی میرا ممدوح جیتا نہین۔ نصیرالدین حیدر اور امجد علی شاہ ایک ایک قصیدہ مین چل دیئے واجد علی شاہ تین قصیدون کے متحمل ہوئے پھر نہ سنبھل سکے جس کی مدح مین دس بیس قصیدے کہے گئے وہ عدم سے بھی پرے پہنچا۔ صاحب دُہائی خدا کی مین نہ تاریخ ولادت کہونگا نہ نام

تاریخیں ڈھونڈوں گا حق تعالیٰ تم کو اور تمہاری اولاد کو سلامت رکھے اور عمر و دولت و اقبال عطا کرے سُنو صاحب حُسن پرستوں کا ایک قاعدہ ہے وہ امرد کو دو چار برس گھٹا کر دیکھتے ہیں جانتے ہیں کہ جوان ہے لیکن بچہ سمجھتے ہیں یہ حال تمہاری قوم کا ہے قسم شرعی کھا کر کہتا ہوں کہ ایک شخص ہے کہ اُس کی عزت اور نام آوری جمہور کے نزدیک ثابت اور متحقق ہے اور تم صاحب بھی جانتے ہو مگر جب تک اُس سے قطع نظر نہ کرو۔ اور اس مسخرے کو گمنام و ذلیل نہ سمجھ لو تم کو چین نہ آئے گا پچاس برس سے دلی میں رہتا ہوں ہزارہا خط اطراف و جوانب سے آتے ہیں بہت لوگ ایسے ہیں کہ محلہ نہیں لکھتے بہت لوگ ایسے ہیں کہ محلہ سابق کا نام لکھ دیتے ہیں۔ حکام کے خطوط فارسی و انگریزی یہاں تک کہ ولایت کے آئے ہوئے صرف شہر کا نام اور میرا نام یہ سب مراتب تم جانتے ہو اور ان خطوط کو دیکھ چکے ہو اور پھر مجھ سے پوچھتے ہو کہ اپنا مسکن بتا۔ اگر میں تمہارے نزدیک امیر نہیں نہ سہی۔ اہل حرفہ میں سے بھی نہیں ہوں کہ جب تک محلہ اور تھانہ نہ لکھا جائے ہرکارہ میرا پتہ نہ پائے۔ آپ صرف دہلی لکھ کر میرا نام لکھ دیا کیجئے خط کے پہنچنے کا میں ضامن پنجشنبہ ۴۔ ماہ۔ اپریل۔

ایضاً میری جان ناسازی روزگار و بے ربطی اطوار و بطریق داغ بالائے داغ آرزوئے دیدار وہ دو آتش شرارہ بار اور یہ ایک دریائے ناپیدا کنار و قنا ربنا عذاب النار۔ خدا نے بھائی ضیاء الدین خان کے بڑھاپے پر اور میری بیکسی پر رحم فرمایا۔ میرا شہاب الدین خان بچ گیا امراض مختلفہ میں گھر گیا تھا۔ بواسیر خونی زحیر تپ صداع باری اب من کل الوجوہ صحت حاصل ہے۔ ضعف جاتے جاتے ہی جائے گا آگے کون سے قوی تھے کہ اب اُن کو ضعیف کہا جائے ایک بڈھا کسی گلی میں جاتے جاتے ٹھوکر کھا کر گر پڑا کہنے لگا ہائے بڑھاپا اِدھر اُدھر دیکھا جب جانا کہ کوئی نہیں ہے کہتا ہوا بڈھا کہ جوانی میں کیا پتھر پڑتے تھے۔

والسلام غالب مستہام۔

ایضاً لو صاحب پرسوں تمہارا خط آیا اور کل دوپہر کو استاد میر جان آئے جب اُن سے کہا گیا تو یہ

جواب پایا کہ مین مدت سے آمادہ سفر لوہارو بیٹھا ہون۔ حکیم صاحب کی گاڑی کی روانگی کے وقت مین نے اپنی گٹھری بھیجی تھی وہ پھری آئی اس مراد سے کہ گاڑی مین جگہ نہ گٹھری کی نہ سواری کی ناچار چپ ہو رہا۔ اب وہ گٹھری ویسی ہی بندھی ہوئی رکھی ہے جب میان خان اور وزیر خان روانہ ہونگے اور منشی امداد حسین مجکو اطلاع دین گے تو مین فوراً چلدون گا۔ پابرکاب ہون۔ کل ہی آخر روز غلام حسن خان آئے کل اُنہون نے چوتھے دن کھانا کھایا تھا ہیضہ ہوگیا تھا قے متواتر دست پے بہ پے غرض بچ گئے کہتے تھے کہ آج جولائی کی ۱۷ تاریخ ہے ۱۳ دن یہ اور ۵ دن اگست کے اور نہین جاسکتا۔ تنخواہ لے کر بانٹ بونٹ کر ایک دن نہ ٹھہرون گا۔ لوہارو کی راہ لون گا۔ مرزا شمشاد علی بیگ سے تمہارا پیام کہا گیا بعینہٖ۔ جو غلام حسن خان کے ہم سفر ہوجائین بھائی کی طرف سے منشی امداد حسین خان کو لکھو بھیجو کہ میان جان وغیرہ کے ساتھ اُستاد کو ضرور بھیجنا اور تم اپنی طرف سے اپنے ابن عم غلام حسن خان کو بحوالہ میری تحریر کے عیادت اور اوائل اگست مین روانگی کی تاکید لکھ بھیجو ؎

	در بزم وصال تو بہنگام تماشا		نظارہ ز جنبیدن مژگان گلہ دارد	

یہ زمین قدسی علیہ الرحمۃ کے حصہ مین آگئی ہے مین اس مین کیون کر تخم ریزی کرون اور اگر بیحیائی سے کچھ ہاتھ پاؤن ہلاؤن تو اس شعر کا جواب کہان سے لاؤن ؎

	ہر گز نتوان گفت درین قافیہ اشعار		بیجاست برادر اگر از من گلہ دارد	

التوائے شرب شراب ۲۲ جون شروع شراب ۱۰ جولائی مصرع المنۃ للہ کہ در میکدہ بازست۔

ایضاً شنبہ ۱۰ جولائی ۱۸۶۳ء۔ علائی مولائی غالب کو اپنا دعاگو اور خیر خواہ تصور کرین مادہ ہائے تاریخ کو نہ آپ قالب نظم مین لائین اور نہ اور کو اس امر منکر کی تکلیف دین۔ بھائی سمجھو یزید پر لعن منجملہ عبادات سہی لیکن تقریباً کہدیتے ہین کہ بر یزید لعنت کسی مومن نے اُس کی ہجو مین قصیدہ نہین لکھا۔ ابداع مادہ ہائے تاریخ تمہارے حسنات مین لکھا گیا مثاب تم ہوچکے اجر پاؤ گے انشاء اللہ۔ اب اپنے کو بدنام اور کسی کو ملول اور عداوت کو ظاہر و اگر

ظاہر تو محکم نہ کرو علی بخش خان مرحوم مجھ سے چار برس چھوٹا تھا۔ مین ۱۲۱۲ھ مین پیدا ہوا ہون اب کے رجب کے مہینے سے اونتروان برس شروع ہوا ہے اُس نے ۶۶ برس کی عمر پائی۔ نئی تقریر و تحریر کا آدمی تھا۔ اکبرآباد مین میور صاحب سے ملے اثنائے مکالمت مین کہنے لگے کہ مین چچا جان کے ساتھ جرنیل لارڈ لیک صاحب کے لشکر مین موجود تھا اور ہولکر سے جو محاربات ہوئے ہین اُس مین شامل رہا ہون۔ بے ادبی ہوتی ہے ورنہ اگر قبا و پیرہن اُتار دکھلاؤن تو سارا بدن ٹکڑے ٹکڑے ہے جا بجا تلوار اور برچھی کے زخم ہین وہ ایک بیدار مغز اور دیدہ ور آدمی اُن کو دیکھ دیکھ کر کہنے لگا کہ نواب صاحب ہم ایسا جانتے ہین کہ تم جرنیل صاحب کے وقت مین چار پانچ برس کے ہوگے یہ سُن کر آپ نے کہا کہ درست بجا ارشاد ہوتا ہے۔ خدا ایش بیامرزاد و بدین دروغہائے بے نمک مگیر او غالب *

ایضاً یکشنبہ ۹۔ فروری ۱۸۶۲ء صاحب صبح جمعہ کو مین نے تم کو خط لکھا اُسی وقت بھیج دیا پہر دن چڑھے سُنا کہ شب کو پھر دورہ ہوا۔ گیا آیا خود اُن سے حال پوچھا۔ علی محمد بیگ کی زبانی یہ معلوم ہوا کہ بہ نسبت دورہ ہائے سابق خفیف تھا اور افاقہ جلد ہوگیا۔ کل مرزا شمشاد علی بیگ ناقل تھے کہ مجھ سے علی حسین کہتے تھے کہ نواب صاحب فرماتے ہین کہ لوہارو چلو گے۔ اور ہماری دال روٹی قبول کروگے مین نے کہا کہ مین دال روٹی چاہتا ہون مگر پیٹ بھر کے غالب کہتا ہے کہ اس بیان سے یہ معلوم ہوا کہ سالک سے سلوک منظور نہین تمہارے ہوا ے شمشاد درسر است

رموز مملکت خویش خسروان دانند	گدائے گوشہ نشینی تو حافظا مخروش

ایضاً صاحب مین از کار رفتہ و ماندہ ہون۔ آج تمہارے خط کا جواب لکھتا ہون لفظ خسر کے باب مین اتنی توضیح کیا ضرور تھی۔ میرا علم لغات عربیہ کا محیط نہیں ہے اور یہ بطریق حق الیقین جانتا ہون کہ خسر لغت فارسی نہین خسرے کی تفریس سے خسر پیدا ہوا ہو تو کیا عجب ہے تم سے اسکی تحقیق چاہی تھی کہ یہ لغت عربی الاصل نہ ہو وہ معلوم ہوا کہ عربی نہین لغت ہندی ہے مفرس اور یہی تھا میرا عقیدہ۔ علی حسین خان آئے دو تین بار مجھ سے مل گئے اب نہ وہ آسکتے ہین نہ مین

جا سکتا ہون ۔ نصیب دشمنان وہ لنگڑے ہین لولا اُن کے پائون کا حال مفصل تم کو معلوم ہوگا جو نکین لگین کیا ہوا کہان تک نوبت پہنچی میری حقیقت سنو ۔ مہینا بھر سے زیادہ کا عرصہ ہوا بائین پائون مین ورم کف پا سے پشت پا کو گھیرتا ہوا پنڈلی تک آماس کھڑا ہون تو پنڈلی کی رگین پھٹنے لگتی ہین خیر اُٹھاروتی کھانے محلسرا نہ گیا کھانا یہین منگا لیا پیشاب کو کیونکر نہ اُٹھون حاضری رکھ لی بغیر او کڑو بیٹھے بات نہین بنتی پاخانہ کو اگرچہ دوسرے تیسرے دن جاتا ہون مگر جاؤن تو سہی یہ سب موقع خیال مین لا کر سوچ لو کہ کیا گذرتی ہوگی آغاز فتق مزید علیہ بامستزاد ع پیری و صد عیب چنین گفتہ اند ‡ اپنا یہ مصرع بار بار چپکے چپکے پڑھتا ہون ع اے مرگ ناگہان تجھے کیا انتظار ہے ‡ مرگ اب ناگہانی کہان رہی ۔ اسباب و آثار سب فراہم ہین ۔ ہائے الٰہی بخش خان مغفور کا کیا مصرع ہے ع آ جی جاؤن نکل جائے اگر جان کہین ‡ زائدہ بے فائدہ ۔ مرگ کا طالب ۔ غالب جمعہ ۳ ۔ جولائی ۱۸۶۳ء

ایضاً	ولیعہدی مین شادی ہو مبارک		عنایاتِ الٰہی ہو مبارک	

اس امر فرخ و ہمایون کی شہرت مین کوشش بے حوصلگی ہے اور اس کے اخفا مین مبالغہ خفقانیت تم اپنی زبان پر نہ لاؤ اگر کوئی اور کہے مانع نہ آؤ نہ اشتہار نہ استتار ۱۲ دورہ ہوا ۔ مگر مدت معینہ کے بعد اور پھر جاگ کا نہ آنا اور تمہارے پکارنے سے متنبہ ہو جانا مادہ کی کمی کی علامتین ہین ۔ شدت مین جسقدر خفت ہو غنیمت ہے ۔ میرے خطوط اُردو کے ارسال کے باب مین جو کچھ تم نے لکھا تمہارے حسن طبع پر ہم سے بعید تھا مین سخت بیمزہ ہوا اگر بے مزگی کے وجوہ لکھون تو شاید ایک تختہ کاغذ کا سیاہ کرنا پڑے ۔ اب ایک بات موجز و مختصر لکھتا ہون سنو بھائی اگر اُن خطوط کا تم کو اخفا منظور ہوا اور شہرت تمہارے منافی طبع ہے تو ہرگز نہ بھیجو ۔ قصہ تمام ہوا ۔ اور اگر اُن کے تلف ہونے کا اندیشہ ہے تو میرے دستخطی خطوط اپنے پاس رہنے دو اور کسی متصدی سے نقل اُتروا کر جا ہو کسی کے ہاتھ ۔ جا ہو بسبیل پارسل ارسال کرو لیکن خدا کے واسطے کہین غصہ مین آ کر عطائے تو بہ لقائے تو کہکر اصل خطوط نہ بھیجدینا کہ

یہ امر میرے مخالف مقصود ہے بھلا صاحب ڈرتا ہون مین تم سے ادھر خط پڑھا اُدھر جواب لکھ کر ڈاک مین بھیجا۔ تمہارا خط رہنے دیا ہے جب آکا شمشاد علی بیگ آئین گے پڑھ لین گے۔

ایضاً میری جان کیا کہتے ہو کیا چاہتے ہو۔ ہوا ٹھنڈی ہو گئی۔ پانی ٹھنڈا ہو گیا۔ فصل اچھی ہو گئی اناج بہت پیدا ہو گیا۔ توقیع جانشینی مجھ سے تم کو پہنچا۔ خرقہ پایا سجہ وسجادہ کا یہان پتا نہین ورنہ وہ بھی عزیز نہ رکھتا۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ بھائی نے شفائی اُستاد میر جان پہنچ گئے۔ آخر اکتوبر مین یا آغاز نومبر مین نیر رخشان کو بھی وہین لو۔ پھر عقرب وقوس کے آفتاب کا کیا ذکر۔ آبان ماہ وآذر ماہ سے کیا غرض ؎

بسے تیر ودہ ماہ واُردی بہشت	برآید کہ ما خاک باشیم وخشت

اُستاد میر جان کو اس راہ سے کہ میری پھوپھی اُن کی چچی تھین اور یہ مجھ سے عمر مین چھوٹے ہین دعا۔ اور اس رو سے کہ دوست ہین اور دوستی مین کمی وبیشی سن وسال کی رعایت نہین کرتے سلام اور اس سبب سے کہ اُستاد کہلاتے ہین بندگی اور اس نظر سے کہ یہ سید ہین درود اور موافق مضمون اس مصرعہ کے ؎ سوے اللہ واللہ ما فی الوجود ٭ ہو وحضرت وہ شرفنامہ نہین ہے کسی احمق نے شرفنامہ مین سے کچھ لغات اکثر غلط کمتر صحیح چُن کر جمع کئے ہین نہ دیباچہ ہے کہ اُس جامع کا حال معلوم ہو۔ نہ خاتمہ ہے کہ عہد وعصر کا حال کُھلے۔ بایہمہ میان ضیاء الدین کے پاس ہے اگر وہ آجائین گے تو اُن سے کہہ دونگا۔ اگر وہ لادین گے تو اُن کو قیمت دے کر علائی مولائی کو بھیج دونگا۔ خصی بکرون کے گوشت کے قلئے دوپیازے۔ پلاو۔ کباب جو کچھ تم کھارہے ہو مجکو خدا کی قسم اگر اُسکا کچھ خیال بھی آتا ہو۔ خدا کرے بیکانیر کی مصری کا کوئی ٹکڑا تم کو میسر نہ آیا ہو کبھی یہ تصور کرتا ہون کہ میر جان صاحب اُس مصری کے ٹکڑے چپاتے ہونگے تو یہان مین رشک سے اپنا کلیجہ چابنے لگتا ہون۔ نجات کا طالب غالب۔ سہ شنبہ ۱۵ ماہ اکتوبر ۱۸۶۱ء

ایضاً خاک نمناکم وتو بادِ بہار	نہ توانی مراز جا بردن
ہان نسیمے زمن چہ میخواہی	زحمتِ خویشتن چہ مے خواہی

خوشی مجھ مین تم مین مشترک ہے. تم نے مجھے تہنیت دی تو مبارک اور مین نے تہین تہنیت دی تو مناسب. للہ الحمد للہ الشکر. بھائی سچ تو یہ ہے کہ ان دنون مین میرے پاس ٹکٹ نہین اگر بیرنگ بھیجون تو کہار ماندہ اُٹھ نہین سکتا ڈاک گھر تک جائے کون. اپنا مقصود تمھارے والد ماجد سے اور تمھاری جدہ ماجدہ اور تمھارے عم عالی مقدار سے کہہ چکا ہون. خلاصہ یہ کہ میری بی بی اور بچون کو کہ یہ تمھاری قوم کے ہین مجھ سے لے لو کہ مین اب اس بوجھ کا متحمل ہو نہین سکتا اُنھون نے بھی بشرطان لوگون کے لوہارو جانے کی اس خواہش کو قبول کیا میرا قصد سیاحت کا ہے پنشن اگر کھل جائیگا تو وہ اپنے صرف مین لایا کرون گا. جہان جی لگا وہان رہ گیا جہان سے دل اُکھڑا چل دیا ۵ تا درمیانہ خواستہ کردگار چیست + غالب دوشنبہ ۱۳ محرم ۱۲۷۵ھ ہجری مطابق ۲۳ اگست ۱۸۵۸ء

ایضاً مرزا علائی مولائی نہ لاہور سے خط لکھا نہ لوہارو سے. بقدر ما دہ حمق محو انتظار بلکہ امیدوار رہا. اب جو کسی طرح کی توقع نہ رہی تو شکوہ طرازی کا موقع ہاتھ آیا. اگرچہ جانتا ہون کہ ایک شکوہ کے دفع مین طوطے نامہ برابر ایک رسالہ لکھوگے اور ہزار وجہین موجہ بیان کروگے مین اس تصور کا مزہ اُٹھا رہا ہون کہ دیکھون کیا لکھتے ہو. دادی صاحبہ سے لکھوانا پھوپی صاحبہ سے لکھوانا غالب سے لکھوانا بعد حصول اجازت نہ آنا اس کے بھی کچھ معنی ہین یا نہین اچھا میرا میان کچھ اس باب مین لکھ. چھڑی اور دو دو ایک مندیل اور ایک سیلا یا کوئی اور چیز مبارک بچون کو میری دعا کہنا اور اُن کی خیر و عافیت لکھنا. اُستاد میر جان صاحب کو سلام بھزا تو جب ملے گا کہ تم دلی آؤ اور اپنی زبان سے لاہور کے ہنگامہ انجمن کا حال بیان کرو. نجات کا طالب غالب. چہارشنبہ ۲. نومبر ۱۸۶۴ء

ایضاً صبح یکشنبہ ۲ ستمبر ۱۸۶۳ء. جانا عالیشانا پہلے خط اور پھر بتوسط برخوردار علی حسین خان مجلد کلیات فارسی پہنچے. حیرت ہے کہ چار روپیہ قیمت کتاب اور ۴ محصول ڈاک قالب انطباع مین آکر پانچ روپیہ قیمت اور ۵ محصول قرار پاوے. خیر جہان سو وہان سوا ئے. میرا

حال تمہین اور تمہارا حال مجھے معلوم ہے۔ مصرع اینہم اندر عاشقی بالاے غمہاے دگر۔ جواب کے چھپے مین شاید وسط نومبر سنہ حال مین فقط تمھارے پاس پہنچ جائینگے۔ انشاء اللہ العلی العظیم۔ مین بیچ سیا تھا نہ مرا اچھا ہونے لگا عوارض مین تخفیف ہی طاقت آتی چلی ہی مختصر مفید ہ

ورنامہ جز این مصرعہ شاعر چہ نویسم	اے واے ز محرومی دیدار دگر ہیچ

نجات کا طالب غالب

ایضاً دوشنبہ ۲۳ ذی الحجہ ۱۲۸۲ھ ہلے میری جان مثنوی ابر گہربار کونسی فکر تازہ تھی کہ مین تجکو بھیجتا۔ کلیات مین موجود ہے معہذا شہاب الدین خان نے بھیجدی مین مکرر کیا بھیجتا تب محرق کے دیکھنے سے انکار کیون کرتے ہو۔ اگر منافی طبع تحریر کو بسبب انتزجار نہ دیکھا کرتے تو فریقین کی کتب مبسوط کہان سے موجود ہوتین افسوس کہ مینے عربی جانا عربی نہین ہے اب مانا یہ ایک سہو طبیعت تھا میرا اعتراض تو خلط مبحث پر ہے افسوس فسوس ایک کیون ہوجائے یہان کے اطوار مجھ سے باوجود قرب مخفی اور تمپر باایہمہ بُعد آشکار۔ دوران باخبر در حضور و نزدیکان بے بصر دور رو پیہ آگیا دل سے نکلا مخزن سے نکلا ہاتھ سے نہین نکلا جب ہاتھ سے نکل جائیگا اور جنس مول لی جائے گی اور یہ گند کٹ جائیگا تب ترسان ترسان بٹیگا نادری مین تمہارے یہان آنے کے باب مین کچھ عرض کیا جائے گا مین ان دونون مردود بھی ہون۔ والسلام۔

صبح دم با ابوالبشر گفتم	پارۂ زر بدہ کہ زر داری
حیف باشد کہ از چو من پسرے	خاک رنگین عزیز تر داری
گفت حیف است از تو خواہش زر	کہ تو گنجینہ گہر داری
گنجد ان سخن حوالہ قسمت	خود بہ بین تا چہ اے پسر داری
پیش من زر کجاست جان پدر	ببری ہر چہ در نظر داری
گفتم اینک بہ بند ہمیانی	زر بمن مے دہی اگر داری

سر زنبیلِ آن عمر عیار	گر ز عیار یش خبرداری
بکشاد و وزر بر یزد و بگوے	کہ ہمین مدعا مگر داری
گفت بابا فسانہ بودہ است	چہ فرو ریزم و چہ برداری

ایضاً یکم جنوری سنہ ۱۸۶۴ء علائی مولائی کو غالب طالب کی دعا۔ بیچارہ مرزا کا معاملہ علی حسین خان کی معرفت طے ہو گیا۔ یہان پندرہ کا سوال وہان دس مین سے تین کم کرنیکا خیال۔ متوسط دوسرا جو علی حسین خان بہادر کے بعد درمیان آئے وہ کیا کرے اور کیا کہے۔ مرزا قانع و متوکل ہین نہ پندرہ ملنگتے ہین نہ دس۔ اللہ بس ماسوا ہوس۔ جناب ترولین صاحب بھائی کے دوست دلی ولی آئے۔ لارڈ صاحب کہلاتے ہین سُنتا ہون کہ کل اکبر آباد جاتے ہین۔ بھائی علی بخش خان مدت سے بیمار تھے رات کو بارہ پر دو بجے مر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ تمہارے عم نامدار آج دن کو بارہ بجے سلطان جی گئے ہین مین نہ جا سکا۔ تجہیز و تکفین اُن کی طرف سے عمل مین آئیگی بارہ پر تین بجے یہ خط مین نے تمہیں لکھا ہے۔ کل شنبہ ۲ جنوری صبح کو ڈاک گھر بھیجدونگا مشفقی شفیقی میر جان صاحب کو سلام مع الاکرام۔ نجات کا طالب غالب۔

ایضاً صبح شنبہ ۳۰ مئی سنہ ۱۸۶۳ء لا موجود الا اللہ۔ اُس خدا کی قسم جس کو مین نے ایسا مانا ہو اور اُس کے سوا کسی کو موجود نہیں جانا ہے کہ خطوط کے ارسال کو مکرر نہ لکھنا ازراہِ ملال نہ تھا۔ طالب کے ذوق سُست پا کر مین متوقع ہو گیا۔ متوسط ایک جلیل القدر آدمی اور طالب کتب کا سوداگر ہے اپنا نفع نقصان سوچے گا۔ لاگت بچت کو جانچے گا۔ مین متوسط کو مہتمم سمجھا تھا اور یہ خیال کیا تھا کہ یہ چھپوائیگا۔ ۳ رقعہ ایک جگہ سے لیکر اُن کو بھیجے اُسکی رسید مین تقریباً اُنھون نے طلب رقعات بہ تکلیف سوداگر لکھی اور اُس سوداگر کو مفقود الخبر لکھا۔ ظاہرا کتابین لے کر کہین گیا ہوگا کتابین لینے گیا ہوگا یہ ۲۳ لفافے اور ۲۴ خط بدستور میرے بکس مین موجود و محفوظ رہین گے۔ اگر متوسط تبقاضا طلب کریگا ان خطوط کی نقلین اُس کو اور اصل تم کو بھیج دونگا ورنہ تمہارے بھیجے ہوئے کاغذ تم کو پہنچ جائین گے۔ میان ان خطوں کے

ارسال مین تم نے مجھ سے وہ کیا جو مین نے تم سے دو جانہ مین کیا تھا۔ بھلا مین تو پیر خرف ہون اور سن خرافت کو نسیان لازم ہے۔ تم نے کیا سمجھ کے کپڑا لپیٹ کر اور مختم کر کے بھیجا خطون پر ایک قلیل العرض کا غذ لپیٹ کر ارسال کیا ہوتا۔ اگر منشی بہاری لال میرا اور شہاب الدین کا دوست نہ ہوتا۔ تو پچاس روپیہ کا مجکو دھبا لگتا ؎ رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گذشت + غالب

ایضاً ؎ بدست مرگ وے بدتر از گمان تو نیست + مکرر لکھ چکا ہون کہ قصیدہ کا مسودہ مین نے نہین رکھا۔ مکرر لکھ چکا ہون کہ مجھے یاد نہین کون سی رباعیان مانگتے ہو۔ پھر لکھتے ہو کہ رباعیان بھیج قصیدہ بھیج معنی اسکے یہ کہ تو جھوٹا ہے۔ اب تو مقرر بھیجے گا۔ بھائی قرآن کی قسم انجیل کی قسم توریت کی قسم۔ زبور کی قسم۔ ہنود کے چار بید کی قسم۔ دساتیر کی قسم۔ ژند[1] کی قسم پاژند کی قسم۔ اُستا کی قسم گرو کے گرنتھ کی قسم نہ میرے پاس وہ قصیدہ نہ مجھے وہ رباعیان یاد۔ کلیات کے باب مین جو عرض کر چکا ہون ؎ برہا نیم کہ ہستم وہمان خواہد بود + جب مین دس پندرہ جلدین منگالونگا ایک بھائی کو اور ایک تم کو ارمغان بھیجونگا۔ اور اگر بھائی کو جلدی ہو تو لکھنؤ مین اودھ اخبار کا مطبع مالک اسکا منشی نول کشور مشہور جتنی جلدین چاہین لکھنؤ سے منگالین مین بہرحال دو جلدین جس وقت موقع ہوگا بھیج دونگا۔ ۱۱ جون ۱۸۶۳ء۔ نجات کا طالب غالب

ایضاً یکشنبہ ۱۶۔ فروری ۱۸۶۲ء ہنگام نیمروز۔ صاحب کل تمہارے خط کا جواب بھیج چکا ہون پہنچا ہوگا۔ آج صبح کو بھائی صاحب کے پاس گیا۔ بھائی ضیاء الدین خان اور بھائی شہاب الدین خان بھی وہین تھے۔ مولوی صدرالدین میرے سامنے آئے حکیم محمود خان کے طور پر معالجہ قرار پایا ہے یعنی اُنھون نے نسخہ لکھ دیا ہے سو اُسکے موافق جوب بن گئی ہین نقوع کی دوائین آج آکر بھیگین گی۔ کل جوب کے اوپر وہ نقوع پیا جائے گا مگر انداز و ادا سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ابھی حضرت مریض کی اور اُن کے ہواخواہون کی رائے مین قصد اس استعلاج کا مذبذب ہے نسخہ کی حقیقت کو میزان نظر مین تول رہے ہین۔ اُستاد میر جان بھی تھے۔ نیم نامعقول مرزا اسد بیگ بھی تھے۔ سب طرح خیریت ہے۔ کل تمہارے خط مین دو بار یہ کلمہ مرقوم دیکھا کہ دلّی

[1] پیر جو اس باختہ ۱۲ ؎ ژند کی تفسیر کا نام ہے یہ کتاب آتش پرستون کے مذہب کی ہے ۱۲

بڑا شہر ہے ہر قسم کے آدمی وہان بہت ہونگے اے میری جان یہ وہ دلی نہیں ہو جس مین تم پیدا ہوئے ہو۔ وہ دلی نہین ہے جس مین تم نے علم تحصیل کیا ہے۔ وہ دلی نہیں ہے جس مین تم شعبان بیگ کی حویلی مین مجھ سے پڑہنے آتے تھے۔ وہ دلی نہین ہے جس مین سات برس کی عمر سے آتا جاتا ہون۔ وہ دلی نہین ہے جس مین اکیاون برس سے مقیم ہون۔ ایک کمپ ہے مسلمان اہل حرفہ یا حکام کے شاگرد پیشہ باقی سراسر ہنود ومعزول بادشاہ کے ذکور جو بقیۃ السیف ہین۔ وہ پانچ پانچ روپیہ مہینا پاتے ہین۔ اناث مین سے جو پیرزن ہین وہ کٹنیاں اور جوانین کسبیان امرائے اسلام مین سے اموات گنو حسن علیخان بہت بڑے باپ کا بیٹا سو روپیہ روز کا پنشندار سو روپیہ مہینے کا روزینہ دار بن کر نامرادانہ بن گیا میر ناصر الدین باپ کی طرف سے پیرزادہ۔ نانا اور نانی کی طرف سے امیرزادہ مظلوم مارا گیا۔ آغا سلطان بخشی محمد علیخان کا بیٹا جو خود بھی بخشی ہو چکا ہے بیمار پڑا نہ دوا نہ غذا انجام کار مر گیا۔ تمھارے چچا کی سرکار سے تجہیز وتکفین ہوئی۔ احبا کو پوچھو ناظر حسین مرزا جس کا بڑا بھائی مقتولون مین آیا اُس کے پاس ایک پیسا نہین ٹکے کی آمد نہین۔ مکان اگرچہ رہنے کو ملگیا ہے مگر دیکھیے چھٹا رہے یا ضبط ہو جائے۔ بڈھے صاحب سارا ری املاک بیچ کر نوشجان کر کے بیک بینی ودو گوش بھرت پور چلے گئے۔ ضیاء الدولہ کے پانسو روپیہ کرایہ کی املاک واگزاشت ہو کر پھر قرق ہو گئی۔ تباہ خراب لاہور گیا وہان پڑا ہوا ہے۔ دیکھیے کیا ہوتا ہے قصہ کوتاہ قلعہ اور جھجر اور بہادر گڈہ اور بلب گڈہ اور فرخ نگر کم وبیش تیس لاکھ روپیہ کی ریاستین مٹ گیئن۔ شہر کی امارتین خاک مین مل گیئن۔ ہُنر مند آدمی یہان کیون پایا جائے جو حکما کا حال لکھا ہے وہ بیان واقع ہے صلحا اور زہاد کے باب مین جو حرف مختصر مین نے لکھا ہے اُسکو بھی سچ جانو۔ اپنے والد ماجد کی طرف سے خاطر جمع رکھو بحر آسیب کا گمان ہر گز نہ کرو۔ خدا چاہے تو استعمال ایارجات کے بعد بالکل اچھے ہو جائیں گے اور اب بھی خدا کے فضل سے اچھے ہین۔ عافیت کا طالب غالب۔

ایضاً اجی مولانا علائی نواب صاحب دو مہینے تک کی اجازت دیچکے۔ اور یہ مین خبر ترشی نہین کرتا۔ مرزا علی محمد بیگ کی زبانی ہے کہ نواب علاؤالدین خان سے کہہ چکے ہین کہ قصہ مٹ گیا ہے اب تم شوق سے دلی جاؤ دو ہفتہ سے کر دو مہینے تک کی تم کو رخصت ہے پھر تم کیون نہ آئے خدا نے دعا۔ خداوند نے استدعا قبول کی تمہاری طرف سے سست قدمی اور دل سردی کی کیا وجہ۔ اگر حاکی کی حکایت جھوٹ ہی تو تم سچ لکھو کہ ماجرا کیا ہے۔ مرزا یوسف علیخان عزیز تمہارے بلاتے ہوئے اور مہدی حسین بھائی صاحب کے مطلوب مرزا عبدالقادر بیگ کے قبائل کے ساتھ کل روانہ لوہارو ہوئے ہین۔ شنبہ ۱۷ ستمبر ۱۸۶۴ء

نجات کا طالب غالب

ایضاً میان معاصلی ان سطور کی تحریر سے یہ ہے کہ اگر کل کمیٹی مین گئے ہو تو میرے سوال کے پڑھے جانے کا حال لکھو۔ ضمناً ذکر ایک مدبر کا لکھا جاتا ہے جو تم نے اس مدبر کے صفات لکھے سب سچ ہین۔ احمق۔ خبیث النفس۔ حاسد۔ طبیعت بری۔ سمجھ بری۔ قسمت بری۔ ایک بار مین نے دکنی کی دشمنی مین گالیان کھائین۔ ایک بار بنارسی کی دوستی مین گالیان کھاؤنگا مین نے جو تمہین اس کے باب مین لکھا تھا وجہ اس کی یہ تھی کہ مین نے سُنا تھا کہ تم نے اپنے سائیسون سے کہہ دیا ہے یا کہا چاہتے ہو کہ اس کو بازار مین بے حرمت کرین۔ یہ خلاف شیوہ مومنین ہے خلاصہ یہ کہ یہ قصد نہ کرنا یہ مؤید اس قول کا ہے جو مین نے تم سے پہلے کہا تھا کہ تم یون تصور کرو کہ اس نام کا آدمی اس محلہ مین بلکہ اس شہر مین کوئی نہین۔ غالب۔

ایضاً مولانا علائی۔ واللہ علی حسین خان کا بیان بمقتضائے محبت تھا۔ ہر بار کہتا تھا اور یہ کہتا تھا کہ حق بجانب اُن کے ہے نہ کوئی ہم سخن نہ کوئی ہم نفس نہ سیر نہ شکار نہ مجلس نہ دربار تنہائی و بے شغلی اور بس۔ جی کیون کر نہ گھبرائے خفقان کیون نہ ہو جائے نہ دن یاد نہ تاریخ آج چوتھا یا بھی شاید بھول گیا ہون پانچوان دن ہے کہ منشی نول کشور

بسواری ڈاک رہ گرلے لکھنؤ ہوتے۔ کل پہنچ گئے ہون یا آج پہنچ جائیں۔ آج روز یکشنبہ۔ ۱۳۔ دسمبر کی ہے ایک دن منشی صاحب میرے پاس بیٹھے تھے۔ اور برخوردار شہاب الدین خان بھی تھا میں نے ثاقب کو مخاطب کرکے کہا کہ اگر مین دنیا دار ہوتا تو اس کو نوکری کہتا۔ مگر چونکہ فقیر تکیہ دار ہون تو یہ کہہ سکتا ہون کہ تین جگہ کا روزینہ دار ہون۔ ساڑھے باسٹھ روپے یعنی لماص سال سرکار انگریزی سے پاتا ہون اور بارہ سو سال رامپور سے اور چوبیس روپیہ سال ان مہاراج سے توضیح یہ کہ دو برس سے ہر مہینہ مین چار بار اخبار مجکو پہنچتے ہین قیمت نہین لیتے مگر ہان اڑتالیس ٹکٹ مین مطبع پہنچا دیا کرتا ہون ہیہے جو مین نے پوچھے تھے کہ علی حسین خان کے حوالہ کرون مقصود اس سے یہ تھا کہ ارسال بسبیل ہنڈوی دشوار ہے۔ خیر اب جس طرح ہوگا حصار پر ہنڈوی لکھوا کر تم کو بھیج دونگا۔ تم حصار پہنچ کر روپیہ منگوا لیجیو۔ خدا چاہے تو دسمبر مین روپیہ تمہارے پاس پہنچ جائے۔ اُستاد میر جان صاحب کو قدمبوس کہہ کر مجکو فرعون بننا پڑا۔ دوہائی خدا کی اب ایسا نہ کرونگا میرا سلام بلکہ دُعا اُن کو کہہ دینا۔ پرسون مولوی صدر الدین خان صاحب کو فالج ہو گیا سیدھا ہاتھ رہ گیا ہے زبان موٹی ہو گئی ہے بات مشکل سے کرتے ہین اور کم سمجھ مین آتی ہے مین اپاہج ہون جا نہین سکتا۔ جو اُن کو دیکھ آتا ہے اُس سے اُن کا حال پوچھا جاتا ہے۔ دن تاریخ صدر مین لکھ آیا ہون کاتب کا نام غالب ہے کہ دستخط سے پہچان جاؤ۔

ایضاً آج بدھ کے دن ۷۔ رمضان کو پہر دن چڑھے جس وقت کہ مین کھانا کھا کر باہر آیا تھا ڈاک کا ہرکارہ تمہارا خط اور شہاب الدین خان کا خط معاً لایا مضمون دونون کا ایک واہ کیا مضمون ان دنون ہین کہ سب طرح رنج و عذاب فراہم ہین ایک داغ جگر سوز یہ بھی ضرور تھا سبحان اللہ مین نے اُسکی صورت بھی نہین دیکھی یا ولادت کی تاریخ سُنی یا اب رحلت کی تاریخ لکھنی پڑی۔ پروردگار تم کو جیتا رکھے اور نعم البدل عطا کرے۔ میان اس کو سب جانتے ہین کہ مین مادہ تاریخ نکالنے مین عاجز ہون لوگون کے مادے دیئے ہوئے نظم کر دیتا ہون

اور جو مادہ اپنی طبیعت سے پیدا کرتا ہون وہ بیشتر لچر ہوا کرتا ہے چنانچہ اپنے بھائی کی رحلت کا
مادہ دریغ دیوانہ نکالا پھر اُس مین سے آہ کے عدد گھٹائے تمام وہ پھر اسی فکر مین رہا یہ
نہ سمجھا کہ مادہ ڈھونڈھا تمھارے نکالے ہوئے دو لفظون کو تاکا کیا کہ کسی طرح سات اس
پر بڑھاؤن بارے ایک قطعہ درست ہوا مگر تمھاری زبان سے یعنی گویا تم نے کہا ہے
پانچ شعر مین تین شعر زائد دو موضح مدعا لیکن مین نہین جانتا کہ تعمیہ اچھا ہے یا بُرا ہے
ہان اخلاق کو البتہ ہے تامل سے سمجھ مین آتا ہے اور شاید لوح مزار پر کھدوانے کے
قابل نہ ہو

قطعہ

در گریہ اگر دعوی ہمچشمی ما کرد	بینی کہ شود ابر بہاری خجل از ما
ناچار بگریم شب و روز کہ زین سیل	باشد کہ بروکالبد آب و گل از ما
گفتی کہ نگہدار دل از کشمکش غم	خود کرد برآورد غم جان گسل از ما
یکی شد و از شعلہ سوز غم ہجرش	چون شمع دود دود بسر متصل از ما
غم دیدہ نسیمے پے تاریخ وفاتش	بنوشت کہ در داغ پسر سوخت دل از ما

ما کے عدد ۴۱ دل کے عدد ۳۴ ما مین سے دل گیا گویا ۴۱ مین سے ۳۴ گئے باقی رہے
سات وہ داغ پسر پر بڑھا تے ۱۲۷۸ ہاتھ آئے۔

ایضاً سبحان اللہ ہزار برس تک نہ پیام بھیجنا نہ خط لکھنا اور پھر لکھنا تو سراسر غلط لکھنا
مجھسے کتاب مستعار مانگتے ہو یاد کرو کہ تم کو لکھ چکا ہون کہ دساتیر اور برہان قاطع کے سوا
کوئی کتاب میرے پاس نہین ازانجملہ برہان قاطع تم کو دے چکا ہون۔ دساتیر میرا ایمان و
حرز جان ہے۔ اشعار تازہ مانگتے ہو کہان سے لاؤن۔ عاشقانہ اشعار سے مجکو وہ بعد ہی
جو ایمان سے کفر کو۔ گورنمنٹ کا بھاٹ تھا بھٹئی کرتا تھا خلعت پاتا تھا۔ خلعت موقوف
بھٹئی متروک نہ غزل نہ مدح ہزل و ہجو میرا آئین نہین پھر کہو کیا لکھون بوڑھے پہلوان کے
سے پیچ بتانے کو رہ گیا ہون اکثر اطراف و جوانب سے اشعار آجاتے ہین اصلاح پا جاتے ہین

باور کرنا اور مطابق واقع سمجھنا۔ تمہارے دیکھنے کو دل بہت چاہتا ہے اور دیکھنا تمہارا موقوف اسپر ہے کہ تم یہان آؤ کاش اپنے والد ماجد کے ساتھ چلے آتے اور مجکو دیکھ جاتے اُردو کا دیوان رامپور سے لایا ہون اور وہ آگرہ گیا ہے وہان منطبع ہوگا ایک نسخہ تمہارے پاس بھی پہنچ جائے گا ؎

	تم جانو تم کو غیر سے جو رسم و راہ ہو		مجکو بھی پوچھتے رہو تو کیا گناہ ہو	

مرقومہ روز دوشنبہ ۲ جولائی ۱۸۶۶ء غالب

ایضاً صاحب میرا برادر عالی قدر اور تمہارا والد ماجد اب اچھا ہو۔ از روے عقل عادہ مرض کا احتمال باقی نہین ہی۔ رہا وہم اُسکی دوا لقمان کے پاس بھی نہین۔ مرزا قربان علی بیگ اور مرزا شمشاد علی بیگ کے باب مین جو کچھ تم نے لکھا ہے اور آیندہ جو کچھ لکھوگے میری طرف سے جواب وہی ہوگا جو آگے لکھ چکا ہون یعنی مین تماشائی محض رہونگا۔ اگر بھائی صاحب مجھسے کچھ ذکر کرینگے تو بھلی کہونگا۔ آپ کے عم عالی مقدار جو فرماتے ہین کہ غالب کو بیٹھے ہوئے ہزارہا تسویلات و خیالات دکھلائی دیتے ہین یہ حضرت نے اپنی ذات پر میری طبیعت کو طرح کیا ہے اور وہ یہ سمجھے ہین کہ جس طرح مین مبتلاے وساوس و اوہام ہون اور لوگ بھی اسی طرح بخارات مراقی مین گرفتار ہونگے۔ قیاس مع الفارق ہے نہ تخیل صادق یہان لاموجود الا اللہ کے بادۂ ناب کا رطل گران چڑھائے ہوئے اور کفر و اسلام و نور و نار کو مٹائے ہوئے بیٹھے ہین ؎ کجا غیر و کو غیر و کو نقش غیر ہ سوائے اللہ و اللہ ما فی الوجود۔ ضیمران بروزن زعفران لغت عربی ہے نہ معرب مین یہ نہین کہہ سکتا کہ یہ پھول ہندوستان مین ہوتا ہے یا نہین اس کی تحقیقات از روے الفاظ الادویہ ممکن ہی۔ آج اُس نے جلاب لیا۔ دس دست آئے۔ مواد خوب اخراج ہوا۔ فارسی غیر فصیح امروز فلانی مسہل گرفت دہ دست آمدند مواد خوب بر آمد فارسی فصیح امروز فلانی بگاہ داروے مسہل آشامید تا شام دہ بار نشست یا دہ بار بہ استراح رفت یا دہ بار بہ بیت الخلا رفت مادہ فاسد

چنانکہ بایداخراج یافت معلوم رہے کہ لوطیون کی منطق میں خصوصاً اور اہل پارس کے روزمرہ مین عموماً نشستن استعارہ ہے ہیدن کا چنانچہ ایک تذکرہ مین مرقوم ہے کہ اصفہان مین ایک امیر نے شعرا کی دعوت اپنے باغ مین کی۔ مرزا صائب اور اُس عصر کے کئی شعرا جمع ہوئے ایک شاعر کے تذکرہ مین اُسکا نام مندرج ہے اور مین بھول گیا ہون اکول[1] تھا مگر معدہ اُس کا ضعیف تھا۔ حرص و شرہ کے سبب سے بہت کھاجاتا تھا ہضم نہ کرسکتا تھا کھا کھا کر شراب پی پی کر دروازہ باغ کا مقفل کرکے سب سو رہے۔ اس مرد اکول فضول نے رات بھر میں سارا باغ ہگ بھرا نہ ایک جگہ بلکہ کبھی اُس کیاری میں اور کبھی اُس روش پر کبھی اُس درخت کے تلے کبھی اُس دیوار کی جڑ مین۔ قصہ مختصر غایت شرم و حیا سے دو چار گھڑی رات رہے دیوار سے کود کر چلا گیا۔ صبح کو جب جاگے اُسکو اِدھر اُدھر ڈھونڈھا کہین نہ پایا۔ مگر حضرت کا فضلہ کئی جگہ نظر آیا۔ مرزا صاحب نے ہنس کر فرمایا یاران شما راچہ افتادہ است کہ مے گوئید فلانے در باغ نیست مے بینم کہ مخدوم ہمدرین باغ چند جا نشستہ است صبح جمعہ ۵۔ رمضان و ۷۔ مارچ سال رستاخیز۔ رباعی خط میں لکھنی بھول گیا۔ یہ مین نے بھائی کو تہنیت مین بھیجی تھی۔ رباعی

اے گروہ بمہر زر فشانی تعلیم باد اتو فرخندہ زریزہ دان کریم	پیدا از کلاہ تو شکوہ دیہیم پروانگی جدید اقطاع قدیم

ایضاً مولانا علائی نہ مجھے خوف مرگ نہ دعوی صبر ہے میرا مذہب بخلاف عقیدہ قدریہ جبر ہے تم نے میانجی گری کی۔ بھائی نے برادر پروری کی تم جیتے رہو وہ سلامت رہیں ہم اسی حویلی میں تا قیامت رہین۔ اس ابہام کی توضیح اور اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ مینھ کی شدت سے چھوٹا لڑکا ڈرنے لگا اُس کی دادی بھی گھبرائی۔ جکو خلوت خانہ کا دروازہ غرب رویہ اور اُسکے آگے ایک چھوٹا سہ دریا دتھا جب تمھارے پانؤن مین چوٹ لگی ہے تو مین اُسی دروازہ سے تم کو دیکھنے آیا تھا۔ یہ سمجھ کر خلوت خانہ کو محلسرا بنایا چاہتا تھا کہ گاڑی

ڈولی. لونڈی اصیل کاچھن تیلن تنبولن کہاری پنہاری. ان فرقون کا ممرد وہ دروازہ رہے گا. میری اور میرے بچون کی آمد ورفت دیوانخانہ مین سے رہے گی عیاذاً باللہ وہ لوگ دیوانخانہ مین سے آئین جائین اپنے بیگانے کو ہر وقت پھلپا یان نظر آئین. بی وفادار جن کو تم کچھ اور بھائی خوب جانتے ہین. اب تمہاری پھوپھی نے اُنہین وفادار بیگ بنا دیا ہے. باہر نکلتی ہین سودا تو کیا لائین گی مگر خلیق اور ملنسار ہین رستہ چلتون سے باتین کرتی پھرتی ہین. جب وہ محل سے نکلین گی ممکن نہین کہ اطراف نہر کی سیر نہ کرینگی ممکن نہین کہ دروازہ کے سپاہیون سے باتین نہ کرین گی ممکن نہیں کہ پھول نہ توڑین اور بی بی کو بے جا کر نہ دکھائین اور نہ کہین کہ یہ پھول تمائی چچا کے بیٹے کی کائی کے این شرح تمہارے چچا کے بیٹے کی کیاری کے ہین ہے ہے ایسے عالیشان دیوانخانہ کی یہ قسمت اور مجھ سے نازک مزاج دیوانے کی یہ شامت معہذا اُس سہ دری کو اپنے آدمیون کے اور لڑکون کے مکتب کے لئے ہرگز کافی نہ جانا ہورا اور کبوترا اور دنبہ اور بکری باہر گھوڑون کے پاس رہ سکتے تھے عہٰفت رُبِّی بفسخ العزائم پڑہا اور چپ ہو رہا. مگر تمہاری خاطر عاطر جمع رہے کہ اسباب وحشت وخوف وخطر اب نہ رہے مینہ کھل گیا ہے مکان کے مالکون کی طرف سے مرد شروع ہو گئی ہے نہ لڑکا ڈرتا ہے نہ بی بی گھبراتی ہے نہ مین بے آرام ہون. کھلا ہوا کوٹھا چاندنی رات ہوا سرد تمام رات فلک پر مرتخ پیش نظر. وہ گھڑی کے تڑکے زہرہ جلوہ گر. ادھر چاند مغرب مین ڈوبا اُدھر مشرق سے زہرہ نکلی. صبوحی کا وہ لطف روشنی کا وہ عالم ۶ ماہ اگست ۱۸۶۲ء

ایضاً صبح شنبہ نہم ستمبر ۱۸۶۲ء. جان غالب مگر جسم سے نکلی ہوئی جان قیامت کو دوبارہ ملنے کی توقع ہے. خدا کا احسان مرزا قربان علی بیگ تمہاری کشش کے مجذوب کیون بنتے وہ تو خود سالک ہین مگر ہان یہ صاحبزادہ سعادتمند رضوان سوا اس کے آپ مالک ہین نواب صاحب کا ہم مطبخ اور آپ کا ہم مائدہ ہونا بہتر ہوا. کاش تم یہ لکھتے کہ مشاہرہ کیا مقرر ہوا. اثنا عشری ایک تم ہو سو تمہین کیا اختیار ہے. البتہ عشرہ مبشرہ کی اولویت پر مدار

ہے ۔ باپ تمہارا اخلاف قاعدہ اہل سنت جماعت عشرہ مین سے ثلثہ کو کم کرتا تھا رضوان نے نہ مانا کیونکر مانتا وہ تو ثلثہ کا دم بھرتا تھا ۔ تہور خان صاحب کے باب مین بندہ جو یا اس خبر کا ہے کہ اب لوہارو سے اُن کا ارادہ کدہر کا ہے ۔ رضوان کو دعا پہنچے نواب صاحب کی عنایت اور مولانا علائی کی صحبت مبارک ہو ۔ پیرجی سے جب پوچھتا ہون کہ تم غوب شخص ہو اور وہ کہتے ہین کیا کہنا ہے اور مین پوچھتا ہون کس کا تو وہ فرماتے ہین مرزا شمشاد علی بیگ کا اپنے اور کسی کا نام تم کیون نہین لیتے ۔ دیکھو یوسف علیخان بیٹھے ہین ہیرا سنگھ موجود ہے ۔ واہ صاحب مین کیا خوشامدی ہون جو منہ دیکھی کہون ہیرا شیوہ حفظ الغیب ہے غائب کی تعریف کرنی کیا عیب ہے ۔ ہان صاحب آپ ایسے ہی وضعدار ہین اس مین کیا ریب ہے ۔

ایضاً جانا عالیشانا خط پہنچا خط اُٹھا تمہاری آشفتہ حالی مین ہرگز شک نہین تم کہین قبائل کہین والی شہر ناساز گار انجام کار ناپائدار ۔ ایک دل اور سو آزار ۔ اللہ تمہار ایاور علی تمہارا مددگار ہین پا در رکاب بلکہ نعل در آتش کب جاؤن اور فرخ سیر کو دیکھون ایک خط مین نے علی حسین خان کو لکھا وہان سے اُس کا جواب آگیا وہ بیلا پھوڑے پھنسی مین مبتلا ہے خدا اُسکو صحت دے شمشاد علی بیگ کہان الور پہنچا اور اس طرح گیا کہ شہاب الدین خان سے مل کر بھی نہ گیا خیر ع رموز مصلحت خویش خسروان دانند ۔ یہان جشن کے وہ سامان ہو رہے ہین کہ جمشید اگر دیکھتا تو حیران رہ جاتا شہر سے دو کوس پر آغا پور نامی ایک بستی ہے آٹھ دس دن سے وہان خیام برپا تھے پرسون صاحب کمشنر بہادر بریلی مع چند صاحبون اور میمون کے آئے اور خیمون مین اُترے کچھ کم سو صاحب اور میم جمع ہوئے سب سرکار رامپور کے مہمان کل شنبہ ۵ ۔ دسمبر حضور پر نور بڑے تجمل سے آغا پور تشریف لیگئے بارہ پر دو بجے گئے اور شام کو پانچ بجے خلعت پہن کر آئے ۔ وزیر علیخان ۔ خان سامان خواصی مین سے روپیہ پھینکتا ہوا آتا تھا دو کوس کے عرصہ مین دو ہزار روپیہ سے کم نہ نثار ہوا ہوگا

آج صاحبان عالی شان کی دعوت ہے. پٹن شام کا کھانا یہین کھائین گے. روشنی آتشبازی کی وہ افراط کہ رات دن کا سامنا کہے گی. طوائف کا وہ ہجوم حکام کا وہ مجمع کہ اس مجلس کو طوائف الملوک کہا چاہیئے. کوئی کہتا ہے کہ صاحب کمشنر بہادر مع صاحبان عالیشان کے کل جائین گے کوئی کہتا ہے پرسون. رئیس کی تصویر کھینچتا ہون قد رنگ شکل شمائل بعینہ بھائی ضیاء الدین خان عمر کا فرق اور کچھ کچھ چہرہ اور لحیہ متفاوت حلیم وخلیق باذل کریم متواضع متشرع. متورع. شعر فہم سینکڑون شعر یاد نظم کی طرف توجہ نہین نثر لکھتے ہین اور خوب لکھتے ہین جلالائی طباطبائی کی طرز برتتے ہین. شگفتہ جبین ایسے کہ اُن کے دیکھنے سے غم کوسون بھاگ جائے. فصیح بیان ایسے کہ اُن کی تقریر سُن کر ایک اور نئی روح قالب مین آئے. اللہم دام اقبالہ وزاد اجلالہ بعد اختتام محافل طالب رخصت ہونگا. بعد حصول رخصت دلی جاؤن گا بھائی صاحب کی خدمت مین بشرط رسائی وتاب گویائی سلام کہنا اور بچون کی خیر وعافیت جو تم کو معلوم ہوئی ہے وہ مجھکو لکھنا ۶. دسمبر ۱۸۶۵ء کی بدھ کا دن صبح کے آٹھ بجا چاہتے ہین کاتب کا نام غالب ہے کہ تم جانتے ہوگے.

ایضاً صبح یکشنبہ ۲۷. جولائی ۱۸۶۶ء میری جان سُن پنجشنبہ پنجشنبہ جمعہ ۹ ہفتہ دس اتوار گیارہ ایک قطرہ برہمزون مینھ نہین تھما اس وقت شدت سے برس رہا ہے. انگیٹھی مین کوئلے دہکا کر پاس رکھ لئے ہین. دو سطرین لکھین اور کاغذ کو آگ سے سینک لیا کیا کرون تمھارے خط کا جواب ضرور لو سنتے جاؤ. مرزا شمشاد علی بیگ کو تمہارا خط پڑھوا دیا. انھون نے کہا کہ غلام حسن خان کی معیت پر کیا موقوف ہے مجھے آج سواری ملجائے کل چل نکلون اب مین کہتا ہون کہ اونٹ ٹٹو کا موسم نہین گاڑی کی تدبیر ہوجائے بس پچاس برس کی بات ہے کہ الٰہی بخش خان مرحوم نے ایک زمین نئی نکالی ہین نے حسب الحکم غزل لکھی بیت الغزل یہ ؏

پلادے اوک سے ساقی جو ہم سے نفرت ہے	پیالہ گر نہین دیتا نہ دے شراب تو دے

مقطع یہ ہے ؏

اسد خوشی سے مرے ہاتھ پاؤں پھول گئے	کہا جو اُس نے ذرا میرے پاؤں داب تو دے

اب مین دیکھتا ہون کہ مطلع اور چار شعر کسی نے لکھکر اس مقطع اور اُس بیت الغزل کو شامل اُن اشعار کے کرکے غزل بنائی ہے اور اُسکو لوگ گاتے پھرتے ہین۔ مقطع اور ایک شعر میرا اور پانچ شعر کسی اُلو کے جب شاعر کی زندگی مین گانے والے شاعر کے کلام کو مسخ کردین تو کیا بعید ہے کہ وہ شاعر متوفی کے کلام مین مطربون نے خلط کر دیا ہو مقطع بیشک مولانا مغربی کا ہے اور وہ شعر جو مین نے تم کو لکھا ہے اور یہ شعر جو اب لکھتا ہون ؎

دامان نگہ تنگ وگل حسن تو بسیار	گلچین بہار تو ز دامان گلہ دارد

یہ دونون شعر قدسی کے ہین۔ مغربی قدماءین اور عرفا مین ہے جیسا عراقی ان کا کلام دقائق وحقائق تصوف سے لبریز۔ قدسی شاہجہانی شعرا مین صائب وکلیم کا ہم عصر۔ اور ہم چشم۔ ان کا کلام شور انگیز ان بزرگون کی طرز وروش مین زمین وآسمان کا فرق بھائی کو سلام کہنا اور کہنا کہ صاحب وہ زمانہ نہین کہ ادھر متھرا داس سے قرض لیا اُدھر درباری مل کو مارا۔ اوھر خوب چند چین سکھ کی کوٹھی جا لوٹی ہر ایک پاس تمسک مہری موجود۔ شہد لگاؤ چاٹو نہ مول نہ سود اس سے بڑھکر یہ بات کہ روٹی کا خرچ بالکل پھوپھی کے سر باینہمہ کبھی خان نے کچھ دے دیا کبھی الور سے کچھ دلوا دیا کبھی ماں نے کچھ آگرہ سے بھیج دیا۔ اب میں اور باسٹھ روپے آٹھ آنے۔ کلکٹری کے سو روپیہ رامپور کے قرض دینے والا ایک میر امختار کار وہ سود ماہ بماہ لیا چاہے مول میں قسط اُسکو دینی پڑے۔ انکم ٹکس جُدا۔ چوکیدار جدا۔ سود جُدا مول جُدا۔ بی بی جُدا بچے جُدا شاگرد پیشہ جدا۔ آمد وہی ایک سو باسٹھ تنگ آ گیا گزارا مشکل ہو گیا روزمرہ کا کام بند رہنے لگا سونچا کہ کیا کرون کہان سے گنجائش نکالون قہر درویش بجان درویش صبح کی تبرید متروک چاشت کا گوشت آدھا۔ رات کی شراب وگلاب موقوف بیس بائیس روپیہ مہینہ بچا روزمرہ کا خرچ چلا یارون نے پوچھا تبرید وشراب کب تک نہ پیوگے کہا گیا کہ جب تک وہ نہ پلائین گے پوچھا نہ پیوگے تو کس طرح جیوگے جواب دیا کہ

جس طرح وہ جلائیں گے۔ بارے مہینا پورا نہین گزرا تھا کہ رامپور سے علاوہ وجہ مقرری اور روپیہ آگیا۔ قرض متفرق ادا ہو گیا متفرق رہا خیر رہو صبح کی تبرید رات کی شراب جاری ہو گئی گوشت پورا آنے لگا چونکہ بھائی نے وجہ موقوفی اور بحالی پوچھی تھی اُن کو یہ عبارت پڑھا دینا۔ اور حمزہ خان کو بعد سلام کہنا ع اے بے خبر ز لذت شرب مدام ما۔ دیکھا ہم کو یون پلاتے ہین۔ ورنہ بیہ کے بنیون کے لونڈون کو پڑھا کر مولوی مشہور ہونا۔ اور مسائل ابوحنیفہ کو دیکھنا اور مسائل حیض و نفاس مین غوطہ مارنا اور ہے اور عرفا کے کلام سے حقیقت حقہ وحدت وجود کو اپنے دل نشین کرنا اور ہے۔ مشرک وہ ہین جو وجود کو واجب و ممکن مین مشترک جانتے ہین۔ مشرک وہ ہین جو مسیلمہ کو نبوت مین خاتم المرسلین کا شریک گردانتے ہین مشرک وہ ہین جو نو مسلمون کو ابو الائمہ کا ہمسر مانتے ہین دوزخ ان لوگون کے واسطے ہے مین موحد خالص اور مومن کامل ہون زبان سے لا الہ الا اللہ کہتا ہون اور دل مین لا موجود الا اللہ لا موثر فی الوجود الا اللہ سمجھے ہوا ہون۔ انبیا سب واجب التعظیم اور اپنے اپنے وقت مین سب مفترض الطاعت تھے محمد علیہ السلام پر نبوت ختم ہوئی یہ خاتم المرسلین اور رحمۃ للعالمین ہین۔ مقطع نبوت کا مطلع امامت اور امامت نہ اجماعی بلکہ من اللہ ہے اور امام من اللہ علی علیہ السلام ہے ثم حسن ثم حسین اسی طرح تا مہدی موعود علیہ السلام ع برین زیستم ہم برین بگزرم۔ ہان اتنی بات اور ہے کہ اباحت اور زندقہ کو مردود اور شراب کو حرام اور اپنے کو عاصی سمجھتا ہون اگر مجکو دوزخ مین ڈالین گے تو میرا جلانا مقصود نہ ہو گا بلکہ دوزخ کا ایندھن ہونگا اور دوزخ کی آنچ کو تیز کرونگا تاکہ مشرکین و منکرین نبوت مصطفوی و امامت مرتضوی اُسمین جلین سنو مولوی صاحب اگر ہٹ دھرمی نہ کرو گے اور کتمان حق کو گناہ جانو گے تو البتہ تم کو یاد ہو گا اور کہو گے کہ ہان یاد ہے جن روزون مین تم علاؤالدین خان کو گلستان اور بوستان پڑھاتے ہو اور تم نے ایک دن غریب کو دو تین طمانچے مارے ہین نواب امین الدین خان اُن دنون مین لوہارو مین۔ علاؤالدین خان کی والدہ نے تم کو ڈیوڑھی پر سے اُٹھا دیا تم باچشم پُر آب میرے پاس آئے مین نے تم سے

کہا کہ بھائی شریف زادون کو اور سردار زادون کو چشم نمائی سے پڑہاتے ہین مارتے نہیں تم نے بیجا کیا آیندہ یہ حرکت نہ کرنا تم نادم ہوئے اب وہ مکتب نشین طفل سے گزر کر پیر ہفتاد وسالہ کے واعظ بنے تم نے کئی فاقون مین ایک شعر حافظ کا حفظ کیا ہے۔ ع چون پیر شدی حافظ الخ اور پڑہتے ہو اس کے سامنے کہ اسکی نظم کا دفتر حافظ کے دیوان سے دو چند سہ چند ہے مجموعہ نثر جداگانہ اور یہ بھی لحاظ نہین کرتے کہ ایک شعر حافظ کا یہ ہو اور ہزار شعر اس کے مخالف ہین ۔

	صوفی بیا کہ آئینہ صاف است جام را		تا بنگری صفائے مے لعل فام را	
شراب ناب خور و روے مہ جبینان بین		دیگر	خلاف مذہب آنان جمال ایشان بین	
	ترسم کہ صرفہ نبرد روز باز خواست	دیگر	نان حلال شیخ ز آب حرام ما	
ساقی مگر وظیفہ حافظ زیادہ داد		دیگر	کاشفتہ گشت طرہ دستار مولوی	

میان مین بڑی مصیبت مین ہون محلسرا کی دیوارین گر گئی ہین پاخانہ ڈھ گیا چھتین ٹپک رہی ہین تمہاری پھوپھی کہتی ہین ہائے دبی ہائے مری۔ دیوانخانہ کا حال محلسرا سے بدتر ہے مین مرنے سے نہین ڈرتا۔ فقدان راحت سے گھبرا گیا ہون چھت چھلنی ہو ابر دو گھنٹہ برسے تو چھت چار گھنٹے برستی ہے۔ مالک اگر چاہے کہ مرمت کرے تو کیونکر کرے مینھ کھلے تو سب کچھ ہو۔ اور پھر اثناے مرمت مین مین بیٹھا کس طرح رہون اگر تم سے ہو سکے تو برسات تک بھائی سے مجکو وہ حویلی جس مین میر حسن رہتے تھے اپنی پھوپی کے رہنے کو اور کوٹھی میں سے وہ بالاخانہ مع دالان زیرین جو الٰہی بخش خان مرحوم کا مسکن تھا میرے رہنے کو دلوا دو۔ برسات گزر جائیگی مرمت ہو جائے گی۔ پھر صاحب اور میم اور بابا لوگ اپنے قدیم مسکن مین آرہین گے۔ تمہارے والد کی ایثار و عطا کے جہان مجھ پر احسان ہین۔ ایک یہ مروت کا احسان میرے پایان عمر مین اور بھی سہی۔ غالب۔

ایضاً شنبہ ۱۸ مئی ۱۸۶۱ء بقول عوام باسی عید کا دن صبح کا وقت۔ میری جان غالب کثیر المطالب کی کہانی سن۔ مین اگلے زمانہ کا آدمی ہون جہان ایک امر کی ابتدا دیکھی ہے

جان لیا کہ اب یہ امر مطابق اس ہدایت کے نہایت پذیر ہوگا۔ یہاں اختلاف طبایع کا وہ حال کہ آغاز مغشوش انجام مخدوش مبتدا خبر سے بیگانہ شرط جزا سے محروم سُنا اور متواتر سُنا کہ قصہ طے ہوگیا۔ اب علاؤالدین خان مع قبائل آئینگے دل خوش ہوا کہ اپنے محبوب کی شکل مع اُسکے نتائج کے دیکھونگا۔ پرسون آخر روز بھائی پاس گیا اثنار اختلاط وانبساط میں نے پوچھا کہ کہو بھئی علاؤالدین خان کب آئینگے جواب کچھ نہیں ابے وہ قصہ تو طے ہوگیا ہان وہ تو روپیہ میں نے دے بھی دیا میں نے کہا تو اب چاہیئے کہ وہ آئیں فرمایا کہ شاید ابھی نہ آئے
ع معلوم ہوا کہ خیر ٹھینگا باجا ٭ ناچار ارادہ کیا کہ جو کچھ کہنا تھا اب وہ لکھ کر بھیجون۔ پرسون تو شام ہوگئی تھی کل بغل گیر ہونے والون نے دم نہ لینے دیا۔ اُس پر طرہ یہ کہ ثاقب نے کہا کہ بھائی تم سے شاکی ہیں اب ضرور آپڑا کہ گزارش مدعا سے پہلے تمہارے رفع ملال میں کلام کرون بھائی تم میرے فرزند بلکہ بہ از فرزند ہو۔ اگر میرا صلبی بیٹا اس دید و دانست و تحریر و تقریر کا ہوتا تو میں اُس کو اپنا یار وفادار اور ذریعہ افتخار جانتا میرے خطوط کے نہ پہنچنے کا گلہ غلط تمہارا کونسا خط آیا کہ اُس کا جواب یہان سے نہ لکھا گیا میرے پاس جو مقاصد ضروری فراہم تھے وہ میں نے اس نظر سے نہ لکھے کہ اب تم آتے ہو زبانی گفت و شنید ہو جائے گی ثاقب نے چلتی گاڑی میں روڑا اٹکا دیا تب مجھے توطیہ و تمہید میں ایک ورق لکھنا پڑا۔ ورنہ آغاز نگارش یہان سے ہوتا۔ یا اسد اللہ الغالب ؎

بامن از جہل معارض شدہ نا منفعلے ‎ ‎ ‎ ‎ کہ گرش ہجو کنم این بودش مدح عظیم

یہ رسالہ موسوم بہ محرق قاطع برہان جو ثاقب نے تم کو بھیجا ہے میرے کہنے سے بھیجا ہی اور اس ارسال سے میرا مدعا یہ ہے کہ اس کے معائنہ کے وقت اُس کتاب کی بے ربطی عبارت پر اور میری اپنی قرابت اور نسبت ہائے عدیدہ پر نظر نہ کروگے نہ وار دیکھو اور از روے انصاف حَکَم بنو بے حیف و میل اُس نے جو مجھے گالیان دی ہین اسپر غصہ نہ کرو غلطیان عبارت کی شدت اطناب مُمل کی صورت سوال دیگر جواب دیگران باتون کو مطمح نظر کرو

بلکہ اگر فرصت مساعدت کرے تو اُن مراتب کو الگ ایک کاغذ پر لکھوا کر بعد اتمام میرے پاس بھیجدو۔ میرا ایک دوست روحانی کہ وہ منجملہ رجال الغیب ہے ان ہفوات کا خاکا اُڑا رہا ہے نیر رخشاں مے اُس کو مدد دی ہے تم بھی بھائی مدد دو۔ اور وہ امر مبہم کہ جو تمہارے والد کی تقریر سے دل نشین نہین ہوا یعنی قصہ چک جانا اور دلی آنا اسکا ماجرا مفصل و مشرح لکھ۔ دن تاریخ اپنا نام آغاز کتابت مین لکھ آیا ہون۔ اب ارسال جواب کی تاکید کے سوا اور کیا لکھون فقط

ایضاً میاں مین تمہارے باپ کا تابع تمہارا مطیع فرخ مرزا کا فرمانبردار مگر ابھی اُٹھا ہون اپنے کو بھی نہین سمجھا کہ مین کون ہون۔ آج فرخ صاحب کے نام کا رقعہ پہنچ جائیگا۔ جز تمھارے دیئے ہوئے میر مہدی حسین صاحب کو دیئے اور باقی دن چڑہے اعیان مطبع جمع ہولین تو وہ اوراق بھی منگا دون۔ غالب۔

ایضاً شنبہ ۱۵ شعبان و فروری وقت نماز ظہر نیر اصغر سپہر سخن سرائے مولانا علائی کے خاطر نشان و دل نشین ہو کہ آج صبح کو ۵ یا ۶ گھڑی دن چڑہے دونون بھائی صاحب تشریف لائے مین گیا اور ملا علی حسین خان کو بھی دیکھا۔ تھوڑی دیر کے بعد بھائی صاحب والدہ صاحبہ کے پاس گئے مین گھر آیا کھانا کھایا۔ دوپہر کو تمہارا خط پایا۔ دو گھڑی لوٹ پوٹ کر جواب لکھا اور ڈاک مین بھجوایا۔ یہ مرض جو بھائی کو ہے اس راہ سے کہ ضد صحت ہی مکروہ طبع ہے ورنہ ہرگز موجب خوف و خطر نہین۔ مین تو بھول گیا تھا اب بھائی کے بیان سے یاد آ گیا۔ کہ ۱۲-۱۳ برس پہلے ایک دن ناگاہ یہ حالت طاری ہو گئی تھی وہ موسم جوانی کا تھا اور حضرت عادی بہ افیون نہ تھے تنقیہ بہ قے فوراً اور یہ اسہال بعد چند روز عمل مین آیا اب سن کہولت استعمال افیون مزید علیہ وعدہ جلد جلد متواتر ہوا۔ اضطراب از راہ محبت ہے از روئے حکمت اضطراب کی کوئی وجہ نہین نظر ی مین یکتا۔ حکیم امام الدین خان وہ ٹونک علی مین چلا لک حکیم احسن اللہ خان وہ کرولی رہے حکیم محمود خان وہ ہمسایہ دیوار بدیوار حکیم غلام نجف خان وہ دوست قدیم صادق الولا حکیم بقا کے خاندان مین دو صاحب موجود۔ تیسرے حکیم

سنبھلے وہ بھی شریک ہو جائیں گے۔ اب آپ فرمائیے حکیم کون ہے۔ ہان وہ ایک ڈاکٹر
باعتبار ہمقومی حکام نامور یا کوئی ایک آدھ بید سوئٹزر دی اور گم نام بہر حال خاطر جمع رکھو
خدا کے فضل پر نظر رکھو۔ سبحان اللہ تم مجھ سے سپارش کرو۔ امین الدین خان کی کیا میرے
پہلو مین دل یا میرے دل مین ایمان جس کو محبت ہی کہتے ہین بقدر پرپشہ وسرمو بھی نہین
معالجہ حکما کی راہ پر رہے گا نیچی اور غمخواری مین اگر قصور کرون تو گناہگار میان ایسے
موقع مین رائے اطبا مین خلاف کم واقع ہوتا ہے مرض مشخص دوا معین سو مزاج سادج
نہین مادی ہے اور مادہ بارد ہے۔ کوئی طبیب سوائے تنقیہ کے کچھ تدبیر نہ سوچے گا۔ تنقیہ مین سوائے
مخرجات بلغم اور کچھ تجویز نہ کرے گا۔ تجویز ہے کہ دو دن کے بعد تنقیہ خاص ہو اور ایارج کا مسہل
دیا جائے۔ اسما و آیات شفابخش مقرر ہین رو سحر و دفع بلا ان کے ذریعہ سے متصور ہے لیکن
ان ملاؤن اور عزائم خوانون نے تو تو ڑ دی ہے کچھ نہین جانتے اور باتین بکھانتے ہین تمھارے
باپ پر کوئی سحر کیون کرے گا بیچارہ الگ ایک ایسے گوشہ مین رہتا ہے کہ جب تک خاص
وہان کا قصد نہ کرے کبھی کوئی وہان نہ جائے یہ خیال عبث۔ ہان خیرات و مساکین سے
طلب دعا اور اہل اللہ سے استمداد۔ شہر مین مساکین شمار سے باہر۔ اہل اللہ مین ایک حافظ
عبد العزیز ہا بخیر شما بسلامت۔ نجات کا طالب غالب۔ دن اور تاریخ اوپر لکھ آیا ہون۔

ایضاً اقبال نشان والاشان صدر و عزیز تر از جان مرزا علاؤ الدین خان کو دعائے درویشانہ
غالب دیوانہ پہنچے۔ سال نگارش تم کو یاد ہوگا مین نے دبستان فارسی کا تم کو جانشین و خلیفہ
قرار دے کر ایک سجل لکھ دیا ہے۔ اب جو چار کم اسی برس کی عمر ہوئی اور جانا کہ میری زندگی
برسون کیا بلکہ مہینون کی نہ رہی۔ شاید بارہ مہینے جس کو ایک برس کہتے ہین اور جیون ورنہ دو
چار مہینے پانچ سات ہفتے دس بیس دن کی بات رہ گئی ہے اپنی ثبات حواس مین اپنے
دستخط سے یہ توقیع تم کو لکھ دیتا ہون کہ فن اُردو مین نظماً اور نثراً تم میرے جانشین ہو۔ چاہیے
کہ میرے جاننے والے جیسا مجکو جانتے تھے ویسا تم کو جانین اور جسطرح مجکو مانتے تھے تم کو مانین

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ یکشنبہ سلخ صفر ۱۲۸۵ھ ۲۱ - جون ۱۸۶۸ء بمقام دہلی

بنام مرزا امیر الدین احمد خان المدعو بہ فرخ مرزا

اے مردم چشم جہان دین غالب پہلے القاب کے معنی سمجھ لو یعنی چشم جہان مین غالب کی پتلی چشم جہان مین تمہارا باپ مرزا علاؤ الدین خان بہادر اور پتلی تم آج مین نے تمہارا خط دیکھا مجکو بہت پسند آیا استاد کامل نہ ہونے کے باوصف تم نے یہ کمال حاصل کیا۔ آفرین صد آفرین - مین اپنے اور تمہارے پروردگار سے کہ وہ رب العالمین ہے یہ دعا مانگتا ہون۔ کہ تم کو زیادہ نہین تو تمہارے باپ کے برابر علم وفضل اور تمہارے پردادا حضرت فخر الدولہ نواب احمد بخش خان بہادر جنت آرامگاہ کے برابر جاہ وجلال عنایت کرے - میان تمہارے دادا نواب امین الدین خان بہادر ہین - مین تو تمہارا دل دادہ ہون۔ خبردار ہر جمعہ کو اپنی صورت مجھے دکھا جایا کرو۔ والدعا دیدار کا طالب غالب۔

بنام میر احمد حسین المتخلص بہ میکش

بھائی میکش آفرین۔ ہزار آفرین۔ تاریخ نے مزا دیا۔ خدا جانے وہ خرمے کس مزے کے ہون گے جن کی تاریخ ایسی ہے دیکھو صاحب ع قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید * تاریخ دیکھی اُس کی تعریف کے خرمے کھائین گے اُس کی تعریف کرین گے۔ کہین یہ تمہارے خیال مین نہ آوے کہ یہ حسن طلب ہے کہ ناحق تم دین محمد غریب کو دوبارہ تکلیف دو ابھی رقعہ لیکر آیا ہے ابھی خرمے لیکر آوے۔ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ؕ اگر بفرض محال تم یون ہی عمل مین لاؤ گے۔ اور میان دین محمد صاحب کے ہاتھ خرمے بھجواؤ گے تو ہم بھی کہین گے تازہ نئے بہتر بارہ سے بہتر۔

ایضاً میان عجب اتفاق ہے نہ مین تمہارے دیکھنے کو آسکتا ہون نہ تم میرے دیکھنے کو قدم رنجہ فرما سکتے ہو۔ وہ قدم رنجہ کہان سے کرو سراپا رنجہ ہو۔ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ یہ تعطیل کے دن

کیا ناخوش گزرے۔ یوسف مرزا سے میر سرفراز حسین سے تمہارا حال سُن لیتا ہوں اور رنج کھاتا ہوں۔ خدا تمہارے حال پر رحم کرے اور تم کو شفا دے خواہش یہ ہے کہ ناتوانی کا عذر نہ کرو۔ اور اپنا حال اپنے ہاتھ سے لکھو والدعا۔ اسد۔

بنام جناب حکیم غلام مرتضیٰ خان صاحب

خان صاحب جمیل المناقب حکیم غلام مرتضیٰ خان صاحب کو غالب دردمند کا سلام خوب یاد کیجئے کہ مین نے کبھی کسی امر مین آپ کو تکلیف نہین دی۔ اب ایک طرح کی عنایت کا سائل ہون۔ حامل ہذا المکتوب پنڈت جے نرائن میرا یہ خط لے کر حاضر ہوتے ہیں۔ ان کے بزرگ نواب احمد بخش خان کی سرکار مین مناصب عالیہ اور عہدہ ہائے جلیلہ رکھتے تھے اب موقع یہ آیا ہے کہ بجستجوے نوکری مین پٹیالے آتے ہین۔ آپ کو میرے سر کی قسم جہانتک ہو سکے سعی کر کے ان کو موافق ان کی عزت کے کوئی منصب کوئی عہدہ دلوا دو گے تو مین یہ جانون گا کہ تم نے مجھے نوکر رکھوا دیا ہے بڑا احسان مند ہون گا۔ نجات کا طالب۔ غالب ۱۳۔ شوال سنہ ۱۲۸۲ھ ہجری۔

بنام جناب حکیم غلام رضا خان صاحب

نور دیدہ و سرور دل و راحت جان اقبال نشان حکیم غلام رضا خان کو غالب نیم جان کی دعا پہنچے۔ تم سے رخصت ہو کر اور تمہین خدا کو سونپ کر روانہ رام پور ہوا۔ موسم اچھا تھا گرمی گزر گئی تھی جاڑا ابھی چمکا نہ تھا عالم اعتدال آب و ہوا سایہ و سرچشمہ جابجا آرام سے رامپور پہنچا نواب صاحب حال بمقتضائے الولد سر لابیہ حسن اخلاق مین نواب فردوس آرامگاہ کے برابر بلکہ بعض شیوہ و روش مین اُن سے بہتر ہین بمجرد مسند نشینی کے غلہ کا محصول یک قلم معاف کیا۔ علی بخش خان خان سامان کو تیس ہزار روپیہ بابت مطالبہ سرکاری بخشدیا مفصل حالات بذل و نوال عند الملاقات زبانی کہون گا۔ سنو صاحب مین فقیر آزادہ کیش ہون۔ دنیادار نہین مکار نہین۔ خوشامد میرا شعار نہین۔ جس مین جو صفات

دیکھتا ہون وہ بیان کرتا ہون۔ نواب صاحب تو گھر بیٹھے مجھے سو روپیہ مہینا دیتے ہین۔ تم مجھے کیا دیتے ہو جو تمہارے باب مین میرا عقیدہ یہ ہے کہ اگر بمثل میرا کوئی صلبی بیٹا ایسا ہوتا جیسے تم ہو۔ تو مین اُسکو اپنا فخر و شرف جانتا علم و عقل و خلق و صدق و سداد و حلم کے جامع تورع و زہد و تقویٰ کے حاوی۔ علمِ اخلاق مین حکما روحانی نے سعادت کے جو مدارج لکھے ہین وہ سب تم مین پائے جاتے ہین۔ پروردگار تم کو عمرِ طبعی عطا کرے اور دولت و اقبال شمار سے زیادہ دے۔ انشاءاللہ کہ ہمچنین خواہد بود۔ غالب۔

بنام جناب ماسٹر پیارے لال صاحب

شفیق مکرم بابو پیارے لال صاحب کو سلام کل رقعہ مع مسودہ بابو چندو لال صاحب کے پاس پہنچ گیا یقین ہے کہ آپ کی نظر سے گزرا ہو گا۔ اور آپ مسودہ کرنے پر متوجہ ہوئے ہونگے جلدی نہین آپ بغور اچھی طرح تامل سے لکھیئے۔ جب صاف ہو جائے گا بھیجے مجھے دیجئے گا۔ مین اپنی مہر کر کے ڈاک مین بھجوا دون گا۔ ابھی ڈپٹی کمشنر بہادر کے پاس سے آیا ہون وہ کہتے تھے کہ کل لارڈ صاحب آئین گے اور پرسون شملے کو تشریف لے جائین گے بطریق اطلاع آپ کو لکھا ہے یہ منظور نہین کہ عرضی آج تیار ہو جائے اور کل مین آپ دو دن ڈاک مین ارسال کرنا منظور ہے۔ راقم اسد اللہ خان۔ غالب۔ ۲۰۔ اپریل ۱۸۶۶ء

ایضاً کیون صاحب ہم سے ایسے خفا ہو گئے کہ ملنا بھی چھوڑا۔ خیر میری تقصیر معاف کرو۔ اور اگر ایسا ہی گناہ عظیم ہے کہ کبھی نہ بخشا جائے گا تو وہ گناہ میرا مجھ پر ظاہر کر دو تاکہ مین اپنے قصور پر اطلاع پاؤن۔ برخوردار ہیرا سنگھ تمہارے پاس پہنچتا ہے اور یہ تمہارا دست گرفتہ ہے۔ رہتک مین تم نے اسے نوکر رکھوا دیا تھا۔ خیر وہان کی صورت بگڑ گئی۔ اب یہ غریب بہت تباہ ہے اور امور معاش مین سخت و لتنگ تمہین دستگیری کرو تو یہ سنبھلے ورنہ اس کا نقش ہستی صفحہ دہر سے مٹ جائے گا والسلام۔ عنایت کا طالب غالب۔

ایضاً فرزند ارجمند اقبال بلند بابو ماسٹر پیارے لال کو غالب ناتوان نیم جان کی دعا

پہنچے۔ لاہور پہنچ کر تم نے مجھے خط نہ بھیجا اس کی مین جتنی شکایت کرون بجا ہے۔ تم نہین جانتے
کہ مجھے تم سے کتنی محبت ہے۔ مین تمہارا عاشق ہون اور کیونکر نہ عاشق ہون صورت کے تم
اچھے سیرت کے تم اچھے شیوہ و روش کے تم اچھے۔ خالق نے خوبیان تم مین کوٹ
کوٹ کر بھر دی ہین۔ اگر میرا صلبی فرزند ایسا ہوتا تو مین اُسکو اپنا فخر خاندان سمجھتا۔ اور اب
تم جس قوم اور جس خاندان مین ہو اس قوم اور اس خاندان کے ذریعہ افتخار ہو۔ خدا تم کو
سلامت رکھے اور عمر و دولت و اقبال و جاہ و جلال عطا کرے۔ میان تم کو یاد ہے کہ مین
نے تم کو سابق مین اس سے نور چشم مرزا یوسف علیخان کے باب مین کچھ لکھا ہے۔ میرے
اختلال حواس کا حال تم جانتے ہو۔ خدا جانے اُس وقت کس خیال مین تھا اور مین کیا لکھ
گیا وہ جو کچھ لکھا وہ سہل انگاری تھی۔ اب جو کچھ لکھتا ہون یہ راست گفتاری ہے۔ مختصر یہ
یعنی مرزا یوسف علیخان عزیز بڑے عالی خاندان اور بڑے بزرگ قوم کے ہین شاعر بھی بہت
اچھے ہین۔ شعر خوب لکھتے ہین۔ صاحب استعداد ہین۔ علم ان کو اچھا ہے یہ بھی گویا فرقہ
اہل علم و فضل مین سے ہین اور ترقی کے قابل ہین نور چشم مولوی نصیر الدین کو میری دعا
کہنا۔ محررہ ۳۰۔ جنوری ۱۸۶۶ء۔

بنام منشی جواہر سنگھ صاحب جوہر

برخوردار منشی جواہر سنگھ کو بعد دعائے دوام عمر و دولت معلوم ہو۔ خط تمہارا پہنچا خیر و عافیت
تمہاری معلوم ہوئی قطعے جو تم کو مطلوب تھے اُس کے حصول مین جو کوشش ہیرا سنگھ نے
کی ہے مین تم سے کہہ نہین سکتا۔ نری کوشش نہین روپیہ صرف کیا ۵۰ روپیہ جو تم نے
بھیجے تھے وہ اور پچیس تیس روپیہ اور صرف کئے پانچ پانچ اور چار چار روپیہ اور دو دو روپیہ
کو قطعے مول لئے اور بنوائے۔ خرید مین روپیہ جُدا دیئے اور بنوانے مین روپیہ جدا لگائے
دوڑتا پھرا حکیم صاحب پاس کئی بار جا کر حضور والا کا قطعہ لایا۔ اب وہ ڈر رہا ہے ولیعہد
بہادر کے دستخطی قطعہ کے واسطے یقین ہے کہ دو چار دن مین وہ بھی ہاتھ آوے اور

بعد اُس قطعہ کے ہاتھ آئنگے وہ سب کو یکجا کر کے تمہارے پاس بھیج دے گا۔ مدد مین بھی اُسکی کررہا ہون لیکن اُس نے بڑی مشقت کی۔ آفرین صد آفرین پندرہ روپیہ مین سے ایک روپیہ اپنے صرف مین نہین لایا اور مان کو عاجز کرکے اُس سے بہت روپیہ لئے جب سب قطعہ تمہارے پاس پہنچین گے تب اُسکا حسن خدمت تمپر ظاہر ہو گا۔ کیون صاحب وہ ہماری لنگی اب تک کیون نہین آئی بہت دن ہوئے جب تم نے لکھا تھا کہ اسی ہفتہ مین بھیجون گا والدعا۔ اسد اللہ۔

ایضاً برخوردار کامگار سعادت و اقبال نشان منشی جواہر سنگھ جوہر کو بلب گڈھ کی تحصیلداری مبارک ہو پیلی سے نوح آئے نوح سے بلب گڈھ گئے اب بلب گڈھ سے دلی آؤ گے۔ انشاءاللہ۔ سنو صاحب حکیم مرزا جان خلف الصدق حکیم آغا جان صاحب کے تمہارے علاقہ تحصیلداری مین بصیغہ طبابت ملازم سرکار انگریزی ہین ان کے والد با جد میرے پچاس برس کے دوست ہین مین اُنکو اپنے بھائی کی برابر جانتا ہون اِس صورت مین حکیم مرزا جان میرے بھتیجے اور تمہارے بھائی ہوئے لازم ہے کہ اُن سے یک دل و یک رنگ رہو اور اون کے مددگار بنے رہو۔ سرکار سے یہ عہدہ بصیغہ دوام ہے تم کو کوئی نئی بات پیش کرنی نہ ہو گی۔ صرف اسی امر مین کوشش رہے کہ صورت اچھی بنی رہے سرکار کی خاطر نشان رہے کہ حکیم مرزا جان ہوشیار اور کارگزار آدمی ہے۔ ۲ فروری سنہ ۱۸۶۲ء

بنام منشی ہیرا سنگھ صاحب

نور چشم غالب غم دیدہ منشی ہیرا سنگھ کو دعا پہنچے۔ تمہارا خط محررہ ۱۱ جنوری پہنچا۔ دورہ کا سفر بارے تمام ہوا۔ اب چار دن کے دن آرام سے کاٹو۔ گھبراؤ نہین سال بھر پڑھائے جاؤ جب لڑکا شد و بُد سے آگاہ ہو جائے تب ڈپٹی کمشنر سے ترقی کی درخواست کرنا۔ اگر نائب تحصیلدار ہو جاؤ گے تو رفتہ رفتہ اکسٹرا اسسٹنٹ ہونے کی گنجائش ہے مدرسہ کے علاقہ مین تو نوکر نہین ہو جو بابو پیارے لال کو تمہاری بدلی کا اختیار ہو۔ زنہار مین اِس

باب مین بابو صاحب سے نہ کہون گا۔ اور نہ یہ خط تمہارا منشی جواہر سنگھ کو دکھلاؤن گا۔ ناحق الجھو کیون۔ اس اُلجھنے سے فائدہ کیا خاطر جمع رکھو ع کہ رحم گر نکند مدعی خدا بکند۔ مین ویسا ہی ہون جیسا تم دیکھ گئے ہو۔ اور جب تک جیون گا ایسا ہی رہون گا۔ غالب ۱۴ جنوری ۱۸۶۶ء

بنام منشی بہاری لال المتخلص بہ مشتاق

سعادتمند با کمال منشی بہاری لال کو بہین تاثیر دعائے غالب خستہ حال عمر و دولت اقبال فراوان ہو منشی من بھاون لال تمہارے والد ماجد کا انتقال موجب رنج و ملال ہوا اگرچہ اس رہرو جادہ فنا سے میری ملاقات نہ تھی لیکن تمہارے تنہا اور بے مربی رہ جانے کا مین نے بہت غم کھایا۔ خدا ان کو بخشے اور تم کو صبر عطا کرے۔ غالب ۲۶۔ فروری ۱۸۶۶ء

ایضاً برخوردار بہاری لال مجکو تم سے جو محبت ہے اس کے دو سبب ہین ایک تو یہ کہ تمہارے خال فرخ فال منشی مکند لال میرے بڑے پُرانے یار ہین خوش خو شگفتہ رو بذلہ گو۔ دوسرے تمہاری سعادت مندی اور غربی اور حلم اور بقدر حال علم اُردو نظم و نثر مین تمہاری طبع کی روانی اور تمہاری قلم کی گل فشانی مگر چون کہ تم کو مشاہدہ اخبار اطراف اور خود اپنے مطبع کے اخبار کی عبارت کا شغل تحریر ہمیشہ رہتا ہے بہ تقلید اور انشا پردازون کے تمہاری عبارت مین بھی املا کی غلطیان ہوتی ہین۔ مین تم کو جا بجا آگاہ کرتا رہتا ہون خدا چاہے تو املا کی غلطی کا ملکہ بالکل زائل ہوجائے۔ مگر بہاری لال اس نونہال باغ دولت یعنی حکیم غلام رضا خان کے دوام صحبت کو اپنے طالع کی یاوری سمجھو۔ یہ دانشمند ہستوده خوے امیر نامور ہونے والا اور مراتب اعلیٰ کو پہنچنے والا ہے اسکی ترقی کے ضمن مین تمہاری بھی ترقی ہونے والی ہے ؎

بیا دامان صاحب دولتے گیر	کہ مرد از صاحب دولت شود پیر

میان سچ تو یون ہے کہ اکمل المطابع اجمل المطابع بہی ہے حکیم غلام نبی خان منجملہ خوبان روزگار ہین نکو خوے اور نیکو کردار ہین میر فخر الدین آزاد منش اور سعادتمند نوجوان ہین۔

کم گفتار اور رمز سنج و مرنجان ہین تم چارون شخص پیکر صدق و صفا و مہر و ولا کے چار عنصر ہو۔ جہان آفرین تم چارون صاحبون کو خوشنود و دل شاد اور اکمل المطابع کو بارونق اور آباد رکھے۔ غالب ۷ جون ۱۸۶۵ء

خاتمہ کتاب اُردوئے معلی ریختہ کلک بلاغت انتما سخندان بیمثال معنی سنج نازک خیال شاعر نغز گوے دلاویز بیان ناثر جادو طراز رنگین بیان مرزا قربان علی بیگ خان صاحب سالک شاگرد مولانا غالب مرحوم

شیدائیان شاہد دلفریب سخن ہر وقت اسکے خریدار اور شیفتگان حسن معانی ہر دم اس کے خواستگار رہتے ہین کہ اچھا کلام جو مطبوع طبایع ناظرین خرد پیشہ اور پسند خواطر شائقین درست اندیشہ ہو میسر آئے۔ صاحب نظران دیدہ ور جن کی آنکھین شبستان معانی کی سیر سے سیر ہوتی ہین۔ بمشاہدہ ماہ پیکران مہر تمثال سے تسلی نہین پاتے۔ اور رنگین مشامان نکتہ پرور جن کے دماغ مین گلستان سخن کی بو بھر جاتی ہے ریاحین باغ ارم کے سونگھنے کو نہین جاتے۔ اور پھر وہ کلام اور وہ سخن جو نیر اعظم سپہر سخنوری و ماہ منیر آسمان معنی گستری شہسوار عرصہ نکتہ دانی یکہ تاز میدان جادو بیانی فرمانروا ے کشور نازک خیالی۔ زینت افزاے اورنگ بے مثال تاثر نثری رفعت شاعر شعری رتبت چمن آرائے گلستان فصاحت حدیقہ پیراے خیابان بلاغت فروغ بزم آفرینش نور دیدہ بینش اُستاد یگانہ مسلم الثبوت زمانہ رشک عرفی و غیرت طالب جناب اُستادی نجم الدولہ دبیر الملک اسد اللہ خان بہادر نظام جنگ غالب کے زبان معجز بیان پر آیا ہو اور خامہ پروین افشان سے نکلا ہو علی الخصوص یہ سفینہ بے نظیر و مجموعہ دلپذیر جسکا ہر حرف باعث نظارت چشم نظارگیان اور ہر لفظ سبب تازگی دیدہ مشتاقان ہے۔ ہر سطر کو دریاے

موج خیز معانی اور ہر فقرہ کو گلزار ہمیشہ بہار رنگین بیانی کہنا چاہیئے۔ عبارت سے سلسبیل کی سلاست پیدا۔ مضامین سے آب کوثر کی لطافت ہویدا۔ کنند اندازِ رسا این گردن معانی شکارِ شیرینی ادا پر ادائے شیرین لبان نثار غور کیجئے کہ فراہم آنا اس نسخہ بے بدل کا اور طبع ہونا اس کتاب بےمثل کا کیونکر غنیمت نہ سمجھا جائے۔ ناظرین کو لطف ارزانی و شائقین کو مذاق سخن کی فراوانی مبارک۔ کیونکر شکر فراہمی نہ ادا کیا جائے۔ ہان اے سالکِ اندوہگین کیسا شکر یہ کیا کلام ہے اے بے خبر گریہ و ہنگام ماتم عام ہے ؎

بایدچون شمع دردل شبہا گریستن	سرگرم بودن از تہ دل با گریستن
ناسازگار جسم مرا ناگداختن	ناخوش گوار چشم مرا نا گریستن
این ست اگر تراوش سرچشمۂ حیات	باید بعمر خضر و مسیحا گریستن

ہنوز یہ نامہ دلاویز تمام و کمال تشریف طبع نہ پا چکا تھا کہ سپہر بے مہر نے بتاریخ ۲- ذیقعدہ ۱۳۰۸ھ ہجری جامہ حیات جناب مغفور و مرحوم کو چاک کیا ہے ہے آفتاب علم و کمال کو رنج خسوف دکھایا۔ ماہتاب فضل و ہنر کو صدمہ کسوف مین پھنسایا ؎

اس ستمگار سے کوئی پوچھے	ہاتھ اس واقعہ سے کیا آیا

نہ سوچا کہ عالم مین تاریکی چھائے گی زمانہ کو تسکین نہ ہاتھ آئے گی۔ آنکھین اشکبار دل بیقرار ہون گے مگر ؎

نیش عقرب نہ از پے کین است	مقتضائے طبیعتش این ست

اپنی عادت سے ناچار ہے دشمنی اہل کمال اس کا شعار ہے کوئی مبتلائے آفت ہو۔ خواہ گرفتار مصیبت ہو۔ اسکو اپنی گردش کا رنگ دکھانا کسی نہ کسی یگانہ آفاق کو نقش ہستی صفحہ روزگار سے مٹانا۔ سخن آرائے نوحہ سرائی سے کیونکر بدل نہ ہو۔ سخن سنجی کے عوض کبھی نالۂ پُر درد اور کبھی آہ سر و لب پر ہے۔ کہیئے جب یہ بار گران اندوہ دل پر آئے دل کی مجال ہے کہ بیٹھ نہ جائے کیسی تاریخ خاتمہ کتاب۔ کیسا سال وفات۔ ہان گفتگو کو

مختصر کرتا ہون اور ایک قطعہ لکھتا ہون قطعہ

کیا کہون کچھ کہا نہین جاتا	لب پہ نالون کا اژدحام ہوا
صدمۂ مرگ حضرتِ غالب	سببِ رنج خاص و عام ہوا
ہے یہی سالِ طبع سالِ وفات	آج اُن کا سخن تمام ہوا

تاریخ طبع حصہ اول اُردوئے معلی طبعزاد منشی

جواہر سنگھ صاحب جوہر تخلص

چو اُردوئے معلی گشت تالیف
ہمانا یک جہان گرویدہ طالب
پئے سالِ مسیحائی طبعش
بگو جوہر خے اُردوے غالب

العبـــــــــــــــــد
سید محمد عبد العلیم ابن سید مولوی محمد عبد الاحد صاحب مرحوم و مغفور

[illegible]



بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد و صلوۃ کے بعد احقر العباد محمد عبد الاحد عفا عنہ الصمد شایقین والا تمکین کی خدمت مین عرض کرتا ہے کہ جب اُردوے مُعلّیٰ مرزا غالب ہندوستان کے سعدی مولانا حالی کی اجازت سے مطبع مین چھپی تو مولانا موصوف نے ایک قلمی مسودہ مرزا غالب کے رقعات کا اپنے پاس سے بھی عنایت فرمایا جس کو احقر نے حصّہ دوم اُردوے مُعلّیٰ کے نام سے نامزد کر کے اسی کے آخر مین شامل کر دیا۔ اس حصہ مین خاصکر وہ رقعات ہین جن مین اُنھون نے لوگون کو اصلاحین دی ہین یا شاعری کے متعلق کوئی ہدایت کی ہے یا کوئی نکتہ بتایا ہے اور بعض کتابون کے دیباچہ اور ریویو بھی ہین۔

دیباچہ کہ بر سراج المعرفت من تصنیف مولوی مفتی سید رحمت علیخان بہادر نگاشتہ اند

سبحان اللہ آدمی اور خدا کی حمد و شکر کا دعویٰ! حمد و شکر کی گزارش کا سرمایہ دو قوتین ہین فکر اور نطق اور یہ دونون قوتین موہبتی ہین بخشی ہوئی دستگاہ پر خودنمائی۔ اور پھر اُسی بخشنے والے کے آگے! کیسی تنگ ظرفی ہے اور کیسی ہرزہ درائی۔ اس صورت مین ادائے حق حمد کے تو کیا معنی مگر ہان حمد کرنے والا بقدر توفیق حمد شایستہ آفرین ہے یہ کون کہہ سکتا ہے؟ کہ توفیق نتیجہ کشت و کار ہے البتہ عطیہ پروردگار ہے۔ قدرت حمد اُس نے پیدا کی۔ توفیق حمد

اُس نے عطا کی جب کہ آدمی حمد کا عازم ہو تو سپاس عطیہ توفیق کیون نہ لازم ہو۔ ہان اے حق شناس اگر تجکو شعور ہے عطیہ توفیق شکر پر ایک اور شکر ضروری ہو ؎

اگر کسے شکر حق فزون گوید		شکر توفیق شکر چون گوید	

حق یون ہے کہ حقیقت از روئے مثال ایک نامۂ در ہم پیچیدۂ سربستہ ہو کہ جس کے عنوان پر لکھا ہے لا مؤثر فی الوجود الا اللہ اور خط مین مندرج ہے لا موجود الا اللہ اور اس خط کا لانے والا اور اس راز کا بتانے والا وہ نامہ آور نام آور ہے کہ جس پر رسالت ختم ہوئی ختم نبوت کی حقیقت۔ اور اس معنی غامض کی صورت یہ ہے کہ مراتب توحید چار ہین۔ آثاری و افعالی و صفاتی و ذاتی۔ انبیائے پیشین صلوات اللہ علی نبینا و علیہم۔ اعلان مدارج توحید سہ گانہ پر مامور تھے۔ خاتم الانبیاء کو حکم ہوا کہ حجاب تعینات اعتباری اُٹھا دین اور حقیقت نیرنگی ذات کو صورت الآن کما کان مین دکھا دین۔ آپ گنجینۂ معرفت خواص امت محمدی کا سینہ ہے۔ اور کلمہ لا الہ الا اللہ مفتاح باب گنجینہ ہے۔ زہے عامۂ مؤمنین کہ وہ اس کلام سے صرف نفی شرک فی العبادۃ مراد لیتے ہین۔ اور نفی شرک فی الوجود جو اصل مقصود ہی اُن کی نظر مین نہین۔ جب لا الہ الا اللہ کے بعد محمد رسول اللہ کہین گے۔ اُس سے اُسی توحید ذاتی کے اعتقاد کی قدمگاہ پر آ رہین گے یعنی ہمارے اس کلمہ سے وہ مراد ہی جو خاتم الرسل کا مقصود تھا۔ یہی حقیقت ہے شفاعت محمدی کی اور یہی معنی ہین رحمۃ للعالمین ہونے کے اور اسی مقام سے ناشی ہے ندائے روح فزائے مَن قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دَخَلَ الْجَنَّۃَ قلم اگرچہ دیکھنے مین دو زبان ہے لیکن وحدت حقیقی کا راز دان ہے۔ گفتگوے توحید مین وہ لذت ہے کہ جی چاہتا ہے کوئی سو بار کہے۔ اور سو بار سنے۔ نبی کی حقیقت دو جہتین ہو ایک جہت خالق کہ جس سے اخذ فیض کرتا ہے اور ایک جہت خلق کہ جس سے فیض پہنچاتا ہو ؎

نبی را دو وجہ است دلجوے خلق		یکے سوے خالق یکے سوے خلق	
بدان وجہ از حق بود مستفیض		بدین وجہ بر خلق باشد مفیض	

یہ جو صوفیہ کا قول ہے۔ اَلوِلَایَۃُ اَفضَلُ مِنَ النَّبُوَّۃِ معنی اس کے صاف اور از روے انصاف یہ ہین کہ ولایت نبی کی کہ وجہ الی الحق ہے افضل ہے نبوت سے کہ وہ وجہ الی الخلق ہے۔ نہ یہ کہ ولایت عام افضل ہے نبوتِ خاص سے جس طرح نبی مستفیض ہے حضرت الوہیت سے اُسی طرح ولی مستنیر ہے انوار نبوت سے مستنیر کی تفضیل منیر پر اور مستفیض کی ترجیح مفیض پر۔ ہرگز معقول۔ اور عقلا کے نزدیک مقبول نہین۔ اب وہ ولایت کہ خاصہ نبی تھا۔ نبوت کے ساتھ منقطع ہوگئی۔ مگر وہ فروغ کہ اخذ کیا گیا ہے مشکوٰۃ نبوت سے ہنوز باقی ہے۔ نقل وتحویل ہوتی چلی آتی ہے اور چراغ سے چراغ جلتا چلا جاتا ہے اور یہ سراج ایزدی تا ظہور صبح قیامت روشن رہے گا۔ اور اب اسی کا نام ولایت اور یہی مشعل طریق ہدایت ہے۔ ولایت و ہدایت وہی حقیقت توحید ذاتی ہے کہ جو از روے کلمہ لا الہ الا اللہ مشہودِ عیونِ اعیانِ امت۔ اور منظورِ نظر اکابر ملت ہوئی ہے۔ مگر وہ بات اب کہان؟ کہ ایک بار لا الہ الا اللہ کہے اور دل نور معرفت سے منور ہو جائے۔ اور وہ ضامن زبردست کہان کہ قائلِ لا الہ الا اللہ کو اگرچہ اس کے معنی اچھی طرح نہ سمجھا ہو۔ قدم گاہِ توحید پر قایم کر دے یعنی رسول مقبول واجب التعظیم۔ قائل انا احمد بلا میم علیہ التحیۃ والتسلیم۔ اب سعادت بقدر ارادت ہے۔ اور راحت بعد جراحت۔ سچ بھی تو ہے۔ آدمی کیونکر سمجھ سکے۔ اور بطلان بدیہیات کے جواز پر اس کو کیونکر تسلی ہو یعنی اس مجموع موجودات کو کہ افلاک وانجم وبحار وجبال اسی میں ہین بنیست ونابودِ محض جان لے۔ اور تمام عالم کو ایک وجود مان لے۔ رباعی

اے کردہ بار آتش گفتار بسیج عالم۔ کہ تو چیز دیگرش میدانی	در زلف سخن کشودہ راہ خم وپیچ ذاتیست بسیط ومنبسط دیگر ہیچ

جب اولیاء اللہ نے کہ وہ اطبائے روحانی ہین۔ دیکھا کہ نفوس البشری پر وہم غالب ہے اور بسبب استیلائے وہم مشاہدہ وحدت ذات سے محروم رہے جاتے ہین۔ ہرچند

اُن کو سمجھائین گے. راہ پر نہ آئین گے. ناچار اشغال واذکار وضع کیے. تا قوت تخیلہ اُس مین اُلجھی رہے اور رفتہ رفتہ بیخودی طاری ہو جاوے. وحدت وجود اس طرح کی بات تو نہین کہ نہ ہو. اور ہم اُسکو بجبر یا بہ تکلف ثابت کیا چاہتے ہون ؎ دانی ہمہ اوست ورنہ دانی ہمہ اوست * وہم صورت گری اور پیکر تراشی کر رہا ہے اور معدومات کو موجود سمجھ رہا ہے پس جب وہ وہم شغل وذکر کی طرف مشغول ہو گیا بے شبہہ اپنے کام سے یعنی صورت گری و پیکر تراشی سے معزول ہو گیا. بے خبری وبے خودی چھا گئی اور وہ کیفیت جو موحدین کو بجبر وفہم حاصل ہوتی ہے اس شاغل کے نفس کو بیخودی مین آ گئی. ایک دریا مین جان کر کودا ایک کو کسی نے غافل کر کے ڈھکیل دیا انجام دونون کا ایک ہے. وہ لوگ جو وحدت وجود کو سمجھ لین. یہ مین نہین کہتا کہ نہین ہین مگر ہان کم ہین. اور مخفی ہین اور کہین کہین ہین. اور ایسے نفوس کو کہ جو کسب حالت بے خودی کے واسطے محتاج اشغال واذکار ہین بہت ہین بلکہ بے شمار ہین حق سبحانہ ہمیشہ سلامت رکھے حضرت شاہنشاہی حق شناس حق آگاہ سراج الملۃ والدین ابوظفر بہادر شاہ کو جو لباس بادشاہی مین یاد آلہی کر رہے ہین ؎

شاہی و درویشی ایجا باہم است		بادشاہ عہد. قطب عالم است	

حکم دیا حضرت پیر ومرشد برحق نے جناب افادت مآب معرفت نصاب مجمع البحرین شرع وعرفان. قرآن السعدین عقل وایمان. ابوحنیفہ ثانی. سراج العلما ضیاء الفقہا مولانا مفتی سید رحمت علیخان بہادر کو اور فرمایا اُن سے کہ وہ اشغال واذکار جو انتہاے قوس نزولی نبوت وابتداے قوس عروجی ولایت. یعنی عہد جناب رسالت علیہ السلام سے ہم سینہ بسینہ وہم سفینہ بسفینہ چلے آئے ہین اُن کو ایک رسالے مین درج کرین. اور اُس رسالے کی تحریر مین وہ عبارت اُردو کہ صاف اور بے تکلف ہو خرچ کرین. کیون کہ ارباب فہم اس رازداری پر قربان جائین کہ مجموع اشغال واذکار زبان حقیقت ترجمان سے فرمائے ہین اور حکم دیا ہے کہ ان کو وابستہ بسلاسل فقرا دمنقول من رسائل العرفا تحریر کرین قضارا یہ ترک کچ مج

زبان اسد اللہ خان ہیچمدان کہ جس کا فن سخن مین غالب نام۔ اور وہ خود مغلوب ہو سہلے خام ہے۔ اس رسالہ کے مشاہدہ سے مستفیض ہوا۔ جی مین آیا کہ اس کتاب مستطاب پر ایک دیباچہ لکھیئے۔ اور پھر مین برگ سفر ساز کرون اور عزم سفر حجاز کرون۔ زمزم کے پانی سے وضو کرون۔ اور اُس کاشانہ ملائک آشیانہ کے گرد پھرون اور حجر اسود کو چومون۔ اور پھر وہان سے مدینہ منورہ کو جاؤن۔ اور خاک تربت اطہر کا سرمہ آنکھون مین لگاؤن۔ بادشاہ سے کیا عجب ہے کہ دو برس کی تنخواہ دے کر مجکو خانہ خدا کے طواف کی رخصت دین کہ یہ گنہگار وہان جاوے اور اگر زیست باقی ہے تو وہان جا کر۔ اور اپنے ستاون برس کے گناہ کہ جس مین سوائے شرک کے سب کچھ ہے بخشوا کر پھر آوے ۵

غالب ہوائے کعبہ بسر جا گرفتہ است		رفت آنکہ عزم خلخ و نوشاد کردمی	

دیباچہ کہ بر کتاب خواجہ بدر الدین خان عرف خواجہ امان موسوم بہ حدائق انظار نگاشتہ اند

سُبحان اللہ شاہد زیبائے سخن کا حسن بے مثال۔ مشاہدہ اُس کا نور افزائے نگاہ۔ تصور اُس کا انجمن افروز خیال آرزوئے لفظ۔ اہل معنی کی نظر مین آئینہ عارض جمال من حیث المعنی بصورت صنعت قلب کلام کا مقلوب یعنی کمال۔ اگر نفس ناطقہ کو حق نے بصورت انسان پیدا کیا ہوتا۔ تو ہم اس صورت مین کیونکر کہین کہ کیا ہوتا۔ اس لعبت دلفریب کی نظارگی سے بے بادہ مست ہو جاتے۔ اور یہ پیکر ہوش ربا دیکھ کر اہل معنی یک قلم صورت پرست ہو جاتے۔ نظم مین اور ہی روپ۔ نثر مین اور ہی ڈہنگ۔ فارسی مین اور ہی زمزمہ۔ اُردو مین اور ہی آہنگ۔ سیر و تواریخ مین وہ دیکھو جو تم سے سیکڑون برس پہلے واقع ہوا۔ افسانہ و داستان مین وہ کچھ سنو کہ کبھی کسی نے نہ دیکھا نہ سُنا۔ ہرچند خردمند بیدار مغز تواریخ کی طرف بالطبع مائل ہونگے۔ لیکن قصہ کہانی کی ذوق بخشی و نشاط انگیزی کے بھی دل سے قائل ہونگے۔ کیا تواریخ مین ممتنع الوقوع حکایات نہین۔ ناانصافی کرتے ہو یہ کچھ بات نہین۔ سام اپنے فرزند کو پہاڑ پر پھکوائے سیمرغ اُسکو اپنے گھونسلے مین اُٹھا لائے۔

پرورش کرکے پہلوان بنائے۔ آداب حرب و ضرب سکھائے۔ پھر جب رستم اسفندیار کے لڑائی سے گھبرائے۔ زال اُس اوم سے سی کو بلائے تیمرغ گردان کبوتر کی طرح سیٹی کی آواز سنتے ہی چلا آئے اور اپنی بیٹ کے لیپ سے یا اور کسی دوا سے رستم کے زخم اچھے کرکے ایک تیر دوشاخہ دے کر تشریف لے جائے رستم دس برس کی عمر میں مست ہاتھی کو ہلاک کرے جب چشم بد دور جوان ہو دیو سپید کو تہ خاک کرے۔ فرعون کا دعویٰ خدائی مشہور ہے۔ شداد و نمرود کا بھی تواریخ میں ایسا ہی مذکور ہے۔ اگر اہل طبیعت ایک پہلوان زبردست حمزہ دیوکش رستم جیسا قرار دیں اور ایک زمرد شاہ گمراہ دعویٰ خدائی کرنے والا مثل نمرود گھڑ لیں گو ایک ڈھکوسلا بنایا ہے مگر اچھا بنایا ہے۔ اُنہیں روایات کا چربا اُٹھایا ہے مگر اچھا اُٹھایا ہے موعظت و پند نہیں ترہات ندیا نہ ہے سیر و اخبار نہیں جھوٹا افسانہ ہے داستان طرازی منجملہ فنون سخن ہے۔ سچ یہ ہے کہ دل بہلانے کے لئے اچھا فن ہو عمر کی عیاریاں دیکھو۔ حمزہ کی میدان داریاں دیکھو۔ جامع ان حکایات کا کوئی سخنور ایرانی ہے مگر وہ میر تقی محمد شاہی جو ندیم شمس الدولہ اسحٰق خان کا ہے گویا باغ ارم کو ہندوستان میں اُٹھا لایا اُس نے بوستان خیال میں کچھ اور ہی تماشا دکھلایا۔ اُن قصص میں سے ایک جلد ہی معزنامہ وادی بزم و رزم و سحر و طلسم اور حسن و عشق کی گرمی ہنگامہ معزالدین کی طلسم کشائیاں اگر سنیں تو امیر حمزہ کی یہ صورت ہو کہ اپنی صاحبقرانی کو ڈھونڈھتے پھریں اور کہیں پتا نہ پائیں۔ ابوالحسن کی عیاریوں کے جوہر اگر دیکھیں تو خواجہ عمر کو یہ حیرت ہو کہ زیرہ سی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں۔ درینولا میر ابرار زادہ سعادت توامان خواجہ بدرالدین خان عرف خواجہ امان کہ وہ ایک جوان شیرین بیان تیزہوش ہے اور ہر فن کے کمال کی تحصیل میں سخت کش و سخت کوش ہے ستار کا جو خیال آیا ایسا بجایا کہ میان تان سین کو انگلیوں پر نچایا مصوری کی طرف جو طبیعت آئی وہ تصویر کھینچی کہ اُس کو دیکھ کر مانی و بہزاد کو حیرت آئی۔ اُس اقبال آثار کا یہ ارادہ ہوا۔ معزنامہ کی فارسی نثر کے اُردو کرنے پر آمادہ ہوا۔

معز الدین فیروز بخت کی کشورکشائیان۔ ابوالحسن جوہر کی نیرنگ نمائیان۔ عجائبات حکیم قسطاس کی حیرت فزائیان۔ ملکہ نوربہار کی رنگین ادائیان۔ جمشید خودپرست کی زورآزمائیان ضحاک منکوس منحوس کی بیحیائیان۔ مسلمین وکفار کی لڑائیان۔ مسلمانون کی بھلائیان کافرون کی برائیان فارسی سے اُردو مین لے آیا۔ یون تصور کرو کہ قلمرو اُردو مین ایک قصر دلکشا یا ایک خانہ باغ روح افزا سرتاسر بنایا۔ عبارت آرائی کو حرکت نہ کیا ہے گویا تقریر کو پیرایہ تحریر دیا ہے۔ بجا اختتام نگارش غالب فلک زدہ سے دیباچہ لکھنے کی آرزو کی مین نے ہرچند عجز آمیز معذرت انگیز گفتگو کی۔ بیداد گر نے ایک بات نہ سُنی۔ اور ایک عذر نہ مانا۔ بھلا اس اصرار کا کیا علاج اور اس ضد کا کیا ٹھکانا۔ بھتیجا اور پیارا بھتیجا۔ ناچار بجز خامہ فرسائی کے کچھ نہ بن آئی۔ اس دیباچہ کے انجام کا بجز اس کے اور کوئی رنگ نظر نہ آیا کہ عالم ارواح کو سیدھا چلا گیا اور حضرت نظامی سے ایک شعر مانگ لایا۔ اُسی شعر شعری شعار کو خاتمہ مین لکھ دیتا ہون بہت تنگ آگیا ہون اب دم لیتا ہون ؎

شکر کہ این نامہ بعنوان رسید	بیشتر از عمر بپایان رسید

وَمِنَ اللّٰهِ التَّوفِیق وَھُوَ خَیرُ رَفِیق ۃ

تقریظے کہ بر کتاب ابوظفر سراج الدین بہادر شاہ نگاشتہ اند

الحمدللہ نطق کو آفریدگار نے کیا پایہ اور کیا سرمایہ دیا ہے کہ امور دینی مین سے کسی امر کا شہود اور مصالح دنیوی مین سے کسی مصلحت کا وجود۔ بلکہ اگر مثل اسم اعظم فرض کیجئے۔ تو اُس کی بھی نمود جب تک اس لطیفہ غیبی کا شمول نہو عالم امکان مین ممکن نہین ؎

سخن را از ان دوست دارم کہ دوست	بہ تصدیق از ما طلبگار اوست

مسائل حکیمانہ کی ہستی ترہات ندیمانہ کی مستی۔ درد و درمان کے مدارج کا اظہار افسانہ و افسون کے مقاصد کا مدار شکوہ و شکایت کا عنوان۔ نفرین و آفرین کا بیان رد و قبول کے حکایت۔ فتح و شکست کی روایت۔ صرف و نحو کی راز دانی۔ لفظ و

معنی کی گلفشانی. جو کچھ اگلون نے کہا ہے. جو کچھ اب کوئی کہہ رہا ہے. جو کچھ آگے کہین گے اور قیامت تک کہتے رہین گے. جو کچھ نیک و بد نو و کہن سب ہے. سب وابستہ نطق و سخن سے ہے. اب سمجھئے کہ سخن از روئے مثال کیا ہے. چشمہ ہے ندی ہے سیل ہے دریا ہے کیسی روانی. اور کس زور کا پانی اس کا چڑھاؤ اس کی رفتار اس پر کس کا زور اور کس کا اختیار. جدہر منہ کیا. اُدھر ایک نالہ بہادیا. دریا کی لہر کیا گھوڑے کی باگ ہے؟ کہ کسی کے ہاتھ مین ہو. بارہا دیکھا ہے کہ آغاز کلام جس کو ہندی مین اُٹھان اور فارسی مین انگیزہ اور عربی مین باعث کہیئے. کچھ اور ہی پھر وسط مین صورت بدل کر وہ کچھ اور ہو گیا کہ انجام سے قطع نظر فی الحال نہین سمجھا جاتا کہ یہ کیا طور ہے. یہ کتاب کہ مجموعہ دانش و آگہی ہے. اگرچہ اس کو سفینہ کہہ سکتے ہین. لیکن از روے حقیقت ایک نہر ہے کہ بحر سخن سے اودھر کو بہی ہے. جب اس نگارش نے انجام پایا تو مجکو پیش گاہ سلطنت ابد مت سے حکم آیا. کہ بندہ درگاہ اسد اللہ اس کی تقریظ لکھنے مین اظہار حسن اطاعت کرے اور سخن طرازی مین آرائش زبان اُردو پر قناعت کرے. جیسا کہ حکم بجالانا ضرور ویسا ہی یہ بھی کہہ جانا ضرور کہ منشاء اس رسالہ کی نگارش کا کیا ہے. ان اوراق کے ناظرین پر مخفی و مستور نہ رہے کہ سن اٹھارہ جلوس میمنت مانوس مین نہ شہر سے بلکہ خارج سے یہ آوازہ بلند ہوا کہ حضرت قدر قدرت فلک رفعت ثریا بارگاہ انجم سپاہ. بادشاہ ابن بادشاہ خلیفہ روے زمین ابوظفر سراج الدین بہادر شاہ پادشاہ غازی نے ترک مذہب آباے نامدار کیا اور تشیع کو تسنن پر اختیار کیا. باریافتگان بزم قرب درازدامان خلوت اُنس حیران اور حیرت اُن کی بجا. اگر بادشاہ نے کبھی یہ بات کہی ہوتی تو پہلے اُن کو آگہی ہوتی. اسرار سلطنت کی خبر. اور پھر اُس مین عام کو تقدم خاص پر. نہ پوچھنے کا یارا. نہ چپ رہنا گوارا. علمائے نامدار و مشائخ کبار و فقہاے دیار نے جرأت کرکے عرضداشت لکھی مضمون یہ کہ ایسا سنا جاتا ہے. اور باور نہین آتا ہے. امیدوار ہین کہ خداوند تاج و سریر کے ما فی الضمیر پر

پر آگہی پاؤ ہین۔ حضور نے تحاشی کی اور فرمایا کہ کبھی ایسا داعیہ ہمارے ضمیر ہین اور کبھی ایسا کلمہ ہماری زبان پر نہین گزرا۔ بعد چند روز کے ایک دن حسب الحکم قضا توام ؎

بزم سلطانی ہوئی آراستہ	کعبۂ امن و امان کا در کھلا

شہنشاہ گیتی پناہ مسند جم نشین۔ اہل دل ہمنشین۔ امرائے دستہ دستہ دست بستہ صفحہ نگار بھی مانند خار سر دیوار باغ و پروانہ پائے چراغ۔ اُس چمن مین نشاط اندوز۔ اور اُس انجمن مین ادب آموز۔ زبان مبارک گہر فشان ہوئے۔ حقیقت مذہب اہلسنت و جماعت بیان ہوئی سوء ظن علما اُس مجمع عظیم مین بہ پیرایہ حسن ظن جلوہ گر ہوا۔ خاص و عام کو اعلیٰ حضرت کا ثبات قدم مسلک تسنن پر باور ہوا۔ مضامین ارشاد کئے ہوئے اعلیحضرت کے بموجب ارشاد قالب نظم مین ڈھلے۔ ناگاہ جانب اجانب سے اُس نظم کے جواب مین کچھ وار چلے۔ یہ گنہگار بے گناہ بھی بہ قوم ممدوح ہوا۔ اور خنجر زبان کے زخم سے مجروح ہوا۔ الغرض جب وہ تحریر یہان دیکھی دکھائی گئی تو اُس مین خلفا کی توہین پائی گئی۔ ناچار یہ رسالہ جیسا کہ حضرت مولف نے دیباچہ مین لکھا ہے لکھا گیا۔ اور مجکو تقریظ نگاری کے واسطے جیسا کہ مین نے اوپر کہا ہے کہا گیا۔ مین اگر اس گزارش مین یہ سب نہ کہہ جاتا تو البتہ وضع تحریر کا موضوع لہ مجہول رہ جاتا بحث و نزاع کا رسم و آئین اور ہے۔ شیوہ سخندانان معنی آفرین اور ہے۔ نہ سفیہ ہون کہ ہجو مین سخن سرائی کرون۔ نہ فقیہ ہون کہ بحث مین زور آزمائی کرون۔ غریب الوطن سپاہی زادہ ہون فلک زدہ خانمان برباد دادہ ہون۔ تاب آفتاب حوادث سے ظل اللہ کے سایہ دیوار کی پناہ مین بیٹھا ہون۔ گویا ایک تھکا ہوا مسافر ہون۔ کہ آرام کی جگہ دیکھ کر دم لینے کو راہ مین بیٹھا ہون۔ احسان ہے مجھ پر خدا کا کہ مین سوائے اپنے خدا کے کہ وہ غیب دان اور اپنے بندون پر مہربان ہے یہ نہین کہ اور کسی کا گنہگار ہون۔ جو مجکو اپنا ہمکیش سمجھین اُن سے دعائے مغفرت کا متوقع۔ اور جو مجکو اپنا مخالف مذہب گمان کرین اُن سے دعائے تخفیف عذاب کا امیدوار ہون حسبی اللہ و نعم الوکیل نعم المولیٰ و نعم النصیر فقط

تقریظے کہ بر کتاب گلزار سرور من تصنیف میرزا رجب علی بیگ صاحب سرور نگاشتہ اند

سبحان اللہ خدا کی کیا نظر فروز صنعتین ہین۔ تعالیٰ اللہ کیا حیرت آور قدرتین ہین۔ یہ جو حدائق العشاق کا فارسی زبان سے عبارت اُردو مین نگارش پاتا ہے۔ ارم کا رہین دنیا سے اٹھ کر بہارستان قدس کا ایک باغ بن جاتا ہے۔ وہان حضرت رضوان ارم کے نخلبند و آبیار ہوئے۔ یہان میرزا رجب علی بیگ صاحب سرور حدائق العشاق کے صحیفہ نگار ہوئے۔ اس مقام پر یہ ہیچمیرز جو موسوم بہ اسد اللہ خان اور مخاطب بہ نجم الدولہ اور متخلص بہ غالب ہے۔ خدائے جہان آفرین سے توفیق کا۔ اور خلق سے انصاف کا طالب ہے۔ ہان اے صاحبان فہم و ادراک۔ سرور سحر بیان کا اُردو کی نثر مین کیا پایہ ہے اور اس بزرگوار کا کلام۔ شاہد معنی کے واسطے کیسا گران بہا پیرایہ ہے ؎

رزم کے داستان گر سنیے	ہے زبان ایک تیغ جوہردار
بزم کے التزام گر کہیے	ہے قلم ایک ابر گوہربار

مجکو دعوے تھا کہ انداز بیان و شوخی تقریر مین فسانہ عجائب بے نظیر ہے جس نے میرے دعوے کو اور فسانہ عجائب کی یکتائی کو مٹا دیا۔ وہ یہ تحریر ہے۔ کیا ہوا اگر ایک نقش دوسرے کا ثانی ہے۔ یہ تو ہم کہہ سکتے ہین کہ نقاش لاثانی ہے۔ مانی نقاش بے معنی صورتین بنا کر ہمسری کا دعوے کرے کیا عقل کی کمی ہے۔ یہ بندہ خدا معنی کی تصویر کھینچ کر دعویٰ خدائی نہ کرے کس حوصلہ کا آدمی ہے۔ سچ تو یون ہے کہ جناب مہاراجہ صاحب والا مناقب عالیشان ایسری پرشاد نارائن سنگھ بہادر جس باغ کی آرایش کے کارفرما ہون۔ اور پھر اس پر طرہ یہ کہ میرزا سرور چمن آرا ہون۔ وہ باغ کیسا ہو گا بہشت نہ ہو گا تو اور کیا ہو گا۔ کوئی نہ کہے کہ یہ درویش گوشہ نشین فضول و سبکسر کیون ہے۔ بے دیکھے بھالے حضور کا ثنا گستر کیون ہے۔ صاحبو حاتم سے ہم نے کیا دولت پائی ہے

کہ اس کی سخاوت کی ثنا کرتے ہین۔ رستم ہے کہان شکست کھائی ہے کہ اُس کی شجاعت کا ذکر کیا کرتے ہین بمعہذا جناب مہاراجہ صاحب جمیل المناقب عمیم الاحسان بابو بر سدھ پرشاد نارائن کا مورد عنایت رہا ہون جن دنون وہ دلی مین تشریف لائے ہین۔ اکثر اوقات شریک صحبت رہا ہون۔ جب ناشناسائی اور بیگانگی درمیان نہ ہو تو اُن کا نیازمند کیون اُن کا ثناخوان نہو۔ نہین نہین میرا کیا منہ ہے ثناخوانی کا۔ مین تو عاشق ہون اُن کی شاعر پروری و سخندانی کا۔ حضور نے قدردانی کی۔ سرور نے گہرفشانی کی حضور کا اقبال۔ سرور کا کمال۔ حضور کی عالی ہمتی سرور کی خوش قسمتی۔ انشاء اللہ تعالیٰ یہ نقش صفحہ روزگار پر یادگار رہے گا۔ مصنف کا شہرہ رنگین بیانی مین۔ مہاراج عالی جاہ کا نام فیض رسانی مین تا روز شمار رہے گا فقط۔

دیباچہ کہ بر دیوان منشی حبیب اللہ المتخلص بہ ذکا نگاشتہ اند

یہ کلام کسی بادشاہ کا نہین۔ کسی امیر کا نہین۔ کسی شیخ شیاد کا نہین۔ یہ کلام میرے ایک دوست روحانی کا ہے۔ اور فقیر اپنے دوستون کے کلام کو معرض اصلاح مین بنظر دشمن دیکھتا ہے پس جب تملق نہین مدارا نہین تو مجکو نظر آیا ہے بے حیف و میل کہون گا نثر مین نعمتخان عالی کی طرز کا احیا کیا ہے۔ مگر پیرایہ کچھ اُس سے بہتر دیا ہے۔ قصائد مین انوری کا چربا اٹھایا ہے مگر طبیعت نے اچھا زور دکھایا ہے غزل مین متاخرین کا انداز۔ عاشقانہ سوز و گداز منشی حبیب اللہ ذکا۔ سخنور جہان یکتا۔ لفظ طراز معنی آفرین آفرین صد آفرین صد ہزار آفرین فقط۔

دیباچہ کہ بر کتاب نواب عالیجناب میرزا کلب حسین خان بہ کلک گہر سلک آوردہ اند

سبحان اللہ شاہد سخن کمال حسن مین لاثانی ہے۔ سچ تو یون ہے کہ یہ یوسف کنعان معانی ہے کنعان ہو۔ کنوان ہو۔ کاروان ہو۔ کوئی جگہ کوئی مقام کوئی مکان ہو۔ زلف ویسی ہی معنبر۔ عارض بدستور تابدار۔ لب کی جان بخشی کا وہی عالم چشم اُسی طرح بیمار

معہذا جو سلطنتِ مصر کے زمانے کا جمال تصور مین لائے گا۔ وہ آفتاب تابان کو حضرت یوسف کا اونی ذرہ پائے گا۔ تو ہم ابھی قلمروِ سخن سے آئے ہین جن پرستان سخن کے واسطے نوید سراسر امید لائے ہین سُنی سنائی نہین کہتے۔ نہ دیکھہ آتے ہوتے تو چپ ہو رہتے۔ اُمیدیہ کہ دانشمند آدمی باور کرین نو یدیہ کہ دیدہ ور لوگ نظر کرین کہ یوسف سخن کنعان و چاہ و کاروان و بازار و زندان سے نکل کر تختِ فرمانروائی مصر پہ جلوہ افروز ہوا ہے۔ زلیخائے عشق کے گھر عید ہوئی ہے تا اور یوسف حسن کی سرکار مین نوروز ہوا ہے۔ غالب آشفتہ نوا سُن اس ورق کے ناظرین جب تک رمز نجانین گے تیری بات کبھی نہ مانین گے کیون نہین کہتا کہ خالق نے نواب عالی جناب والا دودمان میرزا کلب حسین خان کو کیا اچھی طبیعت بخشی ہے جو انھون نے اِن اوراق کو اپنے اشعار سے رونق اور اشعار کو نعت و منقبت سے زینت بخشی ہے۔ دیباچہ نگار نے اُس مجموعہ نظم کو مصر فرض کیا ہے۔ اور شاہد معنی کو یوسف قرار دیا ہے جس کتاب مین ائمہ معصومین علیہم الصلوٰۃ والسلام کی مدح کے سو قصیدے زینتِ اوراق ہون۔ اُن اوراق کا سواد کیون نہ سرمہ چشم اہل دین۔ اور وہ اوراق کیون نہ حرز بازوئے مومنینِ آفاق ہون۔ مین اپنے عُلو رتبت پہ ناز کرتا ہون کہ ائمہ اطہار کے مداح کا ستایش گر ہون۔ اور بذریعہ اس ستایش کے غالب پر غالب یعنی اپنے سے بہتر ہون۔ اس دعوے کا گواہ اسد اللہ۔ فقط

دیباچہ در تذکیر و تانیث حسب فرمایش مولوی سید احمد حسن بلگرامی نوشتہ اند

سیدی سندی نور بصر و لخت جگر قرۃ العین اسد مولوی سید فرزند احمد کے طول عمر و دوام دولت و بقائے اقبال کی دعا مانگتا ہون جن کو مبدء فیاض سے اس رسالے کے لکھنے کی توفیق عطا ہوئی ہے سبحان اللہ تذکیر و تانیث کی تقریر کہ وہ اور مطالب کی توضیح پر بھی مشتمل ہے کس لطف سے ادا ہوئی ہے ہر چند اس راہ سے کہ دانا اور دقیقہ رس اور منصف ہین قواعد تذکیر و تانیث کے منضبط نہونے کے خود معترف ہین لیکن قوت

علم وحسن فہم لطف طبع سے وہ مضبوط ضوابط بہم پہنچائے ہین کہ اور صاحبون کے دل کی دوسرے کو کیا خبر۔ مگر بہ مجھے تو دل سے پسند آئے ہین۔ دعا یہ ہے اور یقین بجا بہی ہے کہ یہ رسالہ صفحہ روزگار پر یادگار رہے اور ہمیشہ منظور انظار اُولوالابصار رہے گا۔ جو صاحب اسکو مطالعہ فرمائین گے نفع بہی پائین گے اور لطف بھی اُٹھائین گے۔ مؤلف صاحب جو کامیاب اپنے ذہن رسا سے ہین۔ رئیس جلیل القدر عظیم آباد و آرا۔ اور حضرت فلک رفعت مولوی سید صاحب عالم صاحب مارہروی کے نواسے ہین۔ سید واسطی بلگرامی ہین۔ جہان کے سادات علم وفضل مین نامی اور قدر ومنزلت مین گرامی ہین۔ آن حضرت کا مداح گویا اپنا ثناخوان ہے۔ جیساکہ مولوی معنوی رومی علیہ الرحمۃ کا بیان ہو ؎

مادحِ خورشید مداحِ خود است	کہ مرا دو چشم سرنا مرمد است

داد کا طالب غالب

خطوط در تحقیق الفاظ و اصلاح بر اشعار زبان اُردو بنام منشی ہرگوپال تفتہ

واہ کیا خوبی قسمت ہے میری۔ بہت دن سے دھیان لگا ہوا تھا کہ اب منشی جی کا خط آتا ہو اور اُن کی خیر وعافیت معلوم ہوتی ہے۔ خط آیا اور خیر وعافیت معلوم نہ ہوئی یعنی معلوم ہوا کہ خیر نہین ہے اور پانوئن مین چوٹ لگی ہے۔ سنو صاحب یہ بھی غنیمت ہے۔ کہ ہڈی کو صدمہ نہین پہنچا۔ اتنا پھیلاو ابھی اس سبب سے ہوا کہ کوئی مالش کرنے والا نہ ملا۔ اور چوٹ کہنہ ہوگئی۔ البتہ کچھ دیر مین افاقت ہوگی۔ بعد افاقت ہونے کے تم مجکو اطلاع کرنے مین دیر نہ کرنا۔ میرا دھیان لگا ہوا ہے۔ بابو صاحب کا خط آیا تھا۔ پھر اُنھون نے تکلیف کی اور وہ کچھ بھیجا جو آگے بھیجا تھا۔ تمہاری مفارقت سے بہت ملول ہین بطرز تحریر سے فراوانی محبت معلوم ہوتی تھے۔ مین نے اُن کو لکھ بھیجا ہے کہ منشی جی گئے نہین ضرورت کو کیا کرین۔ جلد پھر آئین گے۔ آپ اُن کو اپنے پاس ہی تصور فرمائیے۔ بابو ہرگوبند سنگھ

تعطیل مین کول گئے ہونگے جو آپ کے خط مین اُن کی بندگی لکھی آئی۔ کیون اُنہون نے تکلیف کی بہمہ جہت دو سو قدم پر میرے گھر سے اُن کا مکان۔ اور وہ جاتے وقت مجھ سے رخصت نہ ہو گئے۔ اب بندگی سلام کیا ضرور۔ ہان صاحب یہ تم نے اور بابو صاحب نے کیا سمجھا ہے کہ میرے خط کے سرنامہ پر املی کے محلہ کا پتہ لکھتے ہو مین بلی مارون مین رہتا ہون املی کا محلہ یہان سے بے مبالغہ آدہ کوس ہی۔ وہ تو ڈاک کے ہرکارے مجکو جانتے ہین ورنہ خط ہرزہ پھرا کرے۔ آگے کالے صاحب کے مکان مین رہتا تھا۔ اب بلی مارون مین کرایہ کی حویلی مین رہتا ہون۔ املی کا محلہ کہان اور مین کہان۔ منشی جی کو لکہتے ہو کہ حاکم کے ساتھ گئے ہین۔ اور پھر لکہتے ہو کہ نہ دورہ مین بلکہ اپنے کام کو۔ بہر صورت اب آگئے ہون گے۔ میرا سلام کہیئے گا۔ اور اپنی خیر و عافیت کے ساتھ اُن کی معاودت کی خبر لکھیئے گا۔ ورنہ مجکو خط لکہنے مین تامل رہے گا۔ نظر شگفتن و گوش شگفتن ہم نہین جانتے۔ اگرچہ منشی ہرگوپال تفتہ اور مولانا نورالدین ظہوری نے لکھا ہو ؎

نظارہ راز خون دلم گل۔ در آستین	خونش مگو۔ بگو کہ زچشم چمن چکید

یہ نہ سمجھنا کہ چمن از چشم چکیدن شگفتن گوش و نظر کی مانند غرابت رکھتا ہے یہ خونفشانی چشم کا استعارہ ہے۔ اور خونفشانی صفت چشم ہو سکتی ہے۔ اگر نظر کا خوش ہونا اور کان کا شاد ہونا جائز ہوتا تو ہم اُس کا استعارہ شگفتگی کر لیتے۔ خوش ہونا جب صفت چشم و گوش نہ ہو تو ہم کیا کرین۔ یاد رہے یہ نکات سوائے تمہارے اور کو مین نہین بتاتا ہون میری بات کو غور کر کے سمجھ لیا کرو۔ مین پوچھنے سے اور تکرار سے ناخوش نہین ہوتا۔ بلکہ خوش ہوتا ہون مگر ہان ایسی تکرار جیسی بیش اور بیشتر کے باب مین کی تھی ناگوار گزرتی ہے۔ کہ وہ صریح تہمت تھی مجھ پر۔ جو مین آپ لکھ نگا تم کو اُسکے لکہنے کو کیون منع کرون گا ؎

اے صد ہزار راز نہان اندرین سخن	گر کم سخن توئی نگہت کم سخن مباد

۵	ہرچہ بانفس خود کنم زبدی		نیکیش نام مے تو انم کرد	
یہ دونون شعر بے سقم ہین رہنے دو۔ ۵				
	سرنا کامیم سلامت باد		کام را کام مے تو انم کرد	
ہین نہین سمجھا کہ اس کے معنی کیا ہین کام کو کام سب کر سکتے ہین اسمین لطف کیا ہو ۵				
	زتر کتازی آن نازنین سوار ہنوز		ز سبزہ میدمد انگشت زینہار ہنوز	

حزین کے اس مطلع مین واقعی ایک ہنوز زاید اور بیہودہ ہے متتبع کے واسطے سند نہین ہوسکتا۔ یہ غلط محض ہے۔ یہ سقم ہے۔ یہ عیب ہے۔ اس کی کون پیروی کرے گا۔ حزین تو آدمی تھا یہ مطلع اگر جبرئیل کا ہوتا تو اس کو سند نہ جانو اور اس کی پیروی نہ کرو بھائی تمہارا مصرعہ اس قبیل سے نہین ہے۔ اُس مین تو مکنید متمم معنی ہے مکنید زائد نہین ہے۔ مگر خرابی یہ کہ اگر فارسی رہنے دو تو۔ اور اگر ہندی کرو تو مصرعہ مہمل اور بے معنی ہے ع
چہ گل چہ لالہ چہ نسرین چہ نسترن مکنید۔ کیا گلاب کا پھول۔ کیا لالہ۔ کیا موتیا۔ کیا چنبیا۔ نکروز نہار نہ کرو۔ یعنی کیا نہ کرو۔ اب جب تمہین کہو کہ صاحب ذکر نہ کرو تب کوئی جانے ورنہ کبھی جانا نہین جاتا کہ ذکر نہ کرو۔ اے ہم نے کہا بھی کہ ہمارا مقصود یہ ہے کہ ذکر نہ کرو۔ حضرت ذکر مضاف کیون کر ہوسکتا ہے۔ گل و لالہ و نسرین و نسترن کی طرف کہو گے کہ ذکر کا لفظ نہین بیان کا لفظ اوپر کے مصرع مین ہے وہ بیان کا لفظ رشتون سے اور زنجیرون سے ان چارون لفظون سے ربط نہین پاتا۔ مطلع لکھو۔ قطع لکھو۔ ترجیع بند لکھو۔ یہ مصرع معنی دینے ہی کا نہین۔ مہمل محض ہے۔ والسلام۔ اسد اللہ۔

ایضاً بندہ پرور "بیش از بیش و کم از کم" یہ ترکیب بہت فصیح ہے اس کو کون منع کرتا ہے اور جلال اسیر کی یہ بیت بہت پاکیزہ اور غیب ہے اسکے معنی یہی ہین کہ در زمان من مہر بیش از بیش شد۔ و در زمان تو وفا کم از کم شد۔ اُستاد کیا کہے گا اس مین تو تین ٹکڑے کا لف و نشر ہے من اور تو مہر اور وفا بیش از بیش اور کم از کم۔ یاد رہے کہ بنیر

ازبیش وکمتر ازکم اگرچہ بحسب معنی جائز ہے لیکن فصاحت اس مین کم ہے بیش از بیش وکم ازکم افصح ہے۔ وہ شعر تمہارا خوب ہے اور ہمارا دیکھا ہوا ہے ؎

قیس از تو نہ ایم کم وے صبر	بیش ست ترا کم ست مارا

لیکن ہان پہلے مصرع مین اگر کمتر ہوتا تو اور اچھا تھا۔ بہرحال اتنا خیال رہے کہ ایسی جگہ تر کا لفظ افصح ہے چنانچہ میرا شعر ہے ؎

جلوہ کن منت منہ از ذرہ کمتر نیستم	حُسن با این تابناکی آفتابے بیش نیست

مصرع ورنہ چشم توچہ از روزن دیوار کم ست۔ یہان بہت ہی اوپری معلوم ہوتا ہے اور نرا ہندی کا ترجمہ رہ جاتا ہے فارسیت نہین رہتی مصرع سہل شمار زندگانیہا۔ مجکو یاد پڑتا ہے کہ مین نے اس مطلع کو یون درست کر دیا ہے ؎

رائگان ست زندگانی ھا	مے توان کرد جانفشانی ھا

اوراس صورت مین یہ مطلع ایسا ہوگیا تھا کہ میرے دل مین آئی تھی کہ تم کو نہ دون۔ اور خود اس زمین مین غزل لکھون۔ مگر پھر مین نے خسّت نہ کی اور تم کو دے دیا۔ حضرت نے ملاحظہ نہین فرمایا۔ یہ خط جو آپ نے مجھے لکھا ہے شراب کے نشہ مین لکھا ہے اور وہ اصلاحی اوراق بھی اسی عالم مین ملاحظہ فرمائے ہین اب مصرع گلہ تا کے ززندگانی ھا۔ اسکو موقوف کیجئے اور وہ مطلع رہنے دیجئے کہ وہ بہت خوب ہے بعینہ مولانا ظہوری کا معلوم ہوتا ہے۔ بھائی ہمارے اوراق اصلاحی کو غور سے دیکھا کرو ہماری محنت توضائع نہ جاوے۔ آیا مے چند مین جمع الجمع ایسی کھلی ہوئی نہین ہے۔ بلکہ فقیر کے نزدیک جمع الجمع ہی نہین ہے۔ مثلاً معانی چند اور احکام چند اور اسرار چند یہ آدمی لکھ سکتا ہے مگر ہان آمال ہا یہ کھلی سورٹھ ہے مصرع خطائے بزرگان گرفتن خطاست۔ ہم کو اپنی تہذیب سے کام ہے۔ اغلاط مین سند کیون ڈھونڈھتے پھرین۔ مثلاً حضرت حافظ نے لکھا ہے ؎

صلاح کار کجا و من خراب کجا	بہ بین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

میری جان ایسے موقع مین یہ چاہیئے کہ بزرگون کے کلام کو ہم مورد اعتراض نہ کرین اور شہرت فلانے شخص کے انتقال کی بہ غلط البتہ میرا بھی موجب ملال ہے۔ مگر یہ کون سا واقعہ عظیم ہولناک ہے کہ صاحبانِ اخبار اس کو چھاپین۔ آپ اس طرف اتنا نہ فرمایئے ؎

گر ماہ و آفتاب بمیرد و عزا مگیر	در تیر و زہرہ کشتہ شود نوحہ خوان مخواہ

مین کالے صاحب کے مکان سے اُٹھ آیا ہون۔ بلی مارون کے محلہ مین ایک حویلی کرایہ کو لے کر اُس مین رہتا ہون۔ وہان کا میرا رہنا تخفیف کرایہ کے واسطے نہ تھا صرف کالے صاحب کی محبت سے رہتا تھا۔ واسطے اطلاع کے تم کو لکھا ہے۔ اگرچہ میرے خط پر حاجت مکان کے نشان کی نہین ہی۔ در دہلی بہ اسد اللہ برسد کافی ہے مگر اب الا لکنوان نہ لکھا کرو محلہ بلی ماران لکھا کرو۔ اور ہان صاحب ہمارے شفیق بابو صاحب کا حال لکھو مسہل سے فراغت ہوئے اور مزاج کیسا ہے۔ اور اب اجمیر اور وہان سے آبو پہاڑ کو کب جائین گے میرا سلام بھی کہدیجے گا والسلام۔ اسد اللہ۔ محررہ دوشنبہ بست و دوم مارچ سنہ ۱۸۵۲ء

ایضاً مرزا تفتہ پیر شو و بیاموز۔ تم خوش گو اور زود گو مقرر ہو۔ لیکن جس کو تم تحقیقات کہتے ہو وہ محض توہمات اور تخیلات ہین۔ قیاس دوڑاتے ہو وہ قیاس کہین مطابق واقع ہوتا ہے کہین خلاف۔ عرفی کہتا ہے **مصرع** روح را ناشتا فرستادی۔ یعنی روح کو تو نے بھوکا بھیجا۔ ناشتا اس کو کہتے ہین جس نے کچھ کھایا نہ ہو ہندی اُس کی نہار مُنہ تم لکھتے ہو ؎ عجب ناشتا فرستادی۔ یعنی غذائے صبح جیسا کہ ہندی مین مشہور ہے اُس نے ناشتہ بھی کیا ہے یا نہین۔ واقف کہتا ہے ؎

نے محرمِ قفس نہ بہ دام آشنا شدیم	نفرین کنیم ساعتِ پروازِ خویش را

یہ بھی ہندی کی فارسیت ہے۔ بُری گھڑی اور شب گھڑی۔ اہل زبان ایسے موقع پر طالع لکھتے ہین۔ مصرع ع نفرین کنیم طالع بد و از خویش را قتیل کہتا ہے ؎

یک وجب جائے بکوئے تو ز خون پاک نبود | کشتہ بر کشتہ تپان بود وگر خاک نبود

یہان ہیچ نہ بود کا محل ہے۔ ہندی مین کچھ نہین کی جگہ خاک نہین بولتے ہین۔ اور پھر صاحب برہان قاطع کا کیا ذکر کرتے ہو۔ وہ تو ہر لغت کو تینون حرکتون سے لکھتا ہی۔ زیر زبر پیش کا تفرقہ منظور نہین رکھتا ہے۔ لکھتا ہے کہ یون بھی آیا ہے۔ اور یون بھی دیکھا ہے جس لغت کو کاف عربی سے لکھیگا کاف فارسی سے بھی بیان کریگا جس لفظ کو طائے حطی سے لائیگا تائے قرشت سے بھی ضرور لکھیگا۔ فضلاے کلکتہ کے حاشیے دیکھو کہ وہ اس کی کیا تحقیق کرتے ہین۔ نبیا نبت کے مشتقات مین سے ہرگز نہین۔ آمامن امام کے مشتقات مین سے زنہار نہین۔ بنی بخت کا مخفف نبیا۔ اور امام کا متعلق اگر مذکر ہے۔ تو اماحی۔ اور اگر مؤنث ہے تو امامن۔ شعراے ہندی لغت کے لانے کا التزام کیا ہی مصرع ع وقت آن آمد کہ مینا راگ ہندی سر کنند۔ اور اساتذہ کو اس کا التزام منظور نہین۔ مگر کیا کرین۔ گرگانوان نام ہے ایک گانون کا اسکے کیون کر بدلین ہان گر بہ راے قرشت کہین گے۔ لکھنو نام ہے ایک شہر کا وہ لکھنؤ بغیر ہاے مخلوطہ کے کہین گے فی زماننا چھاپے کو چاپ بولتے ہین۔ عرفی چھکڑے کو چکڑ بولتا ہے مصرع ع آن باد کہ در ہند گر آید چکر آید و ادرار ثقیلہ ہاے مخلوطہ۔ تشدید۔ یہ تینون ثقالتین متساوین۔ صاحب برہان قاطع اس لفظ کو فارسی بتاتا ہے۔ اور زبان علمی اہل ہند مین بھی اس کو مشترک جانتا ہے۔ اپنے کو رسوا اور خلق کو گمراہ کرتا ہے ؎

ہر زرہ مشتاب پے جادہ شناسان بردار | اے کہ در راہ سخن چون تو ہزار آمد و رفت

اہل ہند مین سوائے خسرو دہلوی کے کوئی مسلم الثبوت نہین۔ میان فیضی کی بھی کہین کہین ٹھیک نکل جاتی ہی فرہنگ لکھنے والون کا مدار قیاس پر ہے جو اپنے نزدیک صحیح

سمجھا وہ لکھدیا۔ نظامی و سعدی وغیرہ کی لکھی ہوئی فرہنگ ہو تو ہم اُس کو مانین۔ ہندیونکو کیونکر مسلم الثبوت جانین۔ گائے کا بچہ بزور سحر آدمی کی طرح کلام کرنے لگا۔ بنی اسرائیل اُس کو خدا سمجھے یہ جھگڑے قصے جانے دو۔ دو باتین سنو! ایک تو یہ کہ ارغنون کو بغین مضموم مین نے سہو سے لکھا۔ دراصل ارغنون بغین مفتوح اور مخفف اُس کا ارغن اور مبدل منہ ارگن ہے۔ دوسرے یہ کہ جب موسوی خان نے ایوا کو ایوا لکھا تو اس لفظ کی صحت مین کچھ تامل نہ رہا۔ رامپور سے اپریل مہینے کا روپیہ اور تعزیت و تہنیت کے خط کا جواب آگیا آیندہ جو خدا چاہے۔ نجات کا طالب غالب یکشنبہ ۱۴ مئی ۱۸۶۵ء

ایضاً بھائی یہ مصرع جو تم کو ہم پہنچا ہے فن تاریخ گوئی مین اس کو کرامت اور اعجاز کہتے ہین۔ یہ مصرع سلمان ساوجی و ظہیر کا سا ہے۔ چار لفظ اور چارون واقعہ کے مناسب یہ مصرع کہہ کر اور مصرع کی فکر کرنی کس واسطے واہ واہ سبحان اللہ اور یہ جو تم کو فر کے لفظ مین تردد ہوا اور ایک سو کھا سہما شعر ظہوری کا لکھا بڑا تعجب ہے یہ لفظ میرے ہان پنج آہنگ مین دس ہزار جگہہ آیا ہو گا۔ فر اور فرہ لفظ فارسی ہے مرادف جاہ کے پس جاہ کو اور اس کو کس نے کہا ہے کہ بغیر ترکیب دیجے نہ لکھیئے۔ عالیجاہ اور سکندر جاہ اور مظفر فر اور فریدون فر یون بھی درست اور صرف جاہ اور فر یون بھی درست۔ اور ایک بات تم کو معلوم رہے کہ اس پورے خطاب کو خطاب بہادری کہنا بہت بیجا ہے سُنو! خطاب کے مراتب مین پہلے تو خانی کا خطاب ہے۔ اور یہ بہت ضعیف ہے۔ اور بہت کم ہے۔ مثلاً ایک شخص کا نام ہے میر محمد علی یا شیخ محمد علی یا محمد علی بیگ اور اُس کو خاندانی بھی خانی نہین حاصل پس جب سکو بادشاہ وقت محمد علیخان کہہ دے تو گویا اُس کو خانی کا خطاب ملا۔ اور جو شخص کہ اسکا نام اصلی محمد علیخان ہے یا تو وہ قوم افغان ہے یا خانی اُس کی خاندانی ہے۔ بادشاہ نے اُس کو محمد علیخان بہادر کہا پس یہ خطاب بہادری کا

۵ل دس ہزار کا لفظ محض ظرافۃً لکھا ہے یعنی تم ہمارے قدیم شاگرد اور ہمارے کلام کے دردر کہنے والے اور پھر تم کو یہ خبر نہین کہ ہماری فارسی نثر مین یہ لفظ متعدد طور پر اور متعدد جگہ استعمال ہوا ہے پس تمہاری غفلت کی مثال ایسی ہے کہ جو چیز دس ہزار بار دیکھی جائے وہ یاد نہ رہے ۱۲

ہے اسکو بہادری کا خطاب کہتے ہین. اس سے بڑھ کر خطاب دولگی کا ہے یعنی مثلاً محمد علیخان بہادر اُس کو منیر الدولہ محمد علیخان بہادر کہا. اب یہ خطاب دولگی کا ہوا- اس کو بہادری کا خطاب نہین کہتے. اب اس خطاب پر افزایش جنگ کی ہوتی ہے. منیر الدولہ محمد علیخان بہادر شوکت جنگ ابھی خطاب پورا نہین. پورا جب ہو گا کہ حسب ملک بھی ہو پس پورے خطاب کو خطاب بہادری لکھنا غلط ہے یہ واسطے تمہارے معلوم رہنے کے لکھا گیا ہے. اب آپ اس سات بیت کے قطعہ کو اپنے دیوان مین داخل اور شامل کر دیجئے یعنی قطعون مین لکھ دیجے. جب تمہارا دیوان چھاپا جاوے گا یہ قطعہ بھی چھپ جاویگا مگر ہان منشی صاحب کے سامنے اُس کو پڑہیئے اور اُن سے استدعا کیجئے کہ اسکو آگرے بھیجیے. تاکہ چھاپا ہو جاوے اسعد الاخبار مین اور زبدۃ الاخبار مین. یقین ہے کہ وہ تمہارے کہنے سے عمل مین لاوین گے مجکو کیا ضرور ہے کہ مین لکھون مین نے یہان صادق الاخبار مین چھپوا دیا ہے۔

ایضاً صاحب! دو زبانون سے مرکب ہے یہ فارسی متعارف. ایک فارسی. ایک عربی ہر چند اس منطق[1] مین لغات ترکی بھی آجاتے ہین مگر کمترین عربی کا عالم نہین. مگر نرا جاہل بھی نہین. پس اتنی بات ہے کہ اس زبان کے لغات کا محقق نہین ہون. علماء سے پوچھنے کا محتاج اور سند کا طلبگار رہتا ہون. فارسی مین مبداء فیاض سے مجھے وہ دستگاہ ملی ہے کہ اس زبان کے قواعد وضوابط میری ضمیر مین اس طرح جاگزین ہین جیسے فولاد مین جوہر. اہل پارس مین اور مجھ مین دو طرح کے تفاوت ہین. ایک تو یہ کہ اُن کا مولد ایران اور میرا مولد ہندوستان. دوسرے یہ کہ وہ لوگ آگے پیچھے سو دو سو چار سو. آٹھ سو برس پہلے پیدا ہوئے ہین. جود لغت عربی ہے بمعنی بخشش. جواد صیغہ ہے صفت مشبہ کا بے تشدید. اس وزن پر صیغہ فاعل میری سماعت مین جو نہین آیا

[1] منطق سے مراد یہان زبان یا بولی ہے +

تو مین اس کو خود نہ لکھون گا۔ مگر جب کہ نظیری شعر مین لایا اور وہ فارسی کا مالک اور عربی کا عالم تھا تو مین نے مانا۔ کیا ہنسی آتی ہے کہ تم مانند اور شاعرون کے مجکو بھی یہ سمجھے ہو کہ اُستاد کی غزل یا قصیدہ سامنے رکھ لیا۔ یا اُس کے قوافی لکھ لیئے اور اُن قافیون پر لفظ جوڑنے لگے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ بچپن مین جب مین ریختہ لکھنے لگا ہون۔ لعنت ہے مجھہ پر اگر مین نے کوئی ریختہ یا اُس کے قوافی پیش نظر رکھ لیئے ہون۔ صرف بحر اور ردیف قافیہ دیکھ لیا۔ اور اس زمین مین غزل قصیدہ لکھنے لگا۔ تم کہتے ہو۔ نظیری کا دیوان وقت تحریر قصیدہ پیش نظر ہوگا۔ اور جو اُس کے قافیہ کا شعر دیکھا ہوگا اُس پر لکھا ہوگا۔ واللہ اگر تمہارے اس خط کے دیکھنے سے پہلے مین یہ بھی جانتا ہون کہ اس زمین مین نظیری کا قصیدہ بھی ہے چہ جائے آن کہ وہ شعر۔ بھائی شاعری معنی آفرینی ہے قافیہ پیمائی نہین ہے۔ زمان لفظ عربی از منہ جمع۔ دونون طرح فارسی مین مستعمل۔ زمانی۔ یک زمان۔ ہر زمان۔ زمان زمان۔ درین زمان۔ دران زمان۔ سب صحیح اور فصیح۔ جو اس کو غلط کہے وہ گدھا۔ بلکہ اہل فارس نے مثل موج و موجہ یہان بھی ہے بڑھا کر زمانہ استعمال کیا ہے۔ یک زمان کو مین نے کبھی غلط نہ کہا ہوگا۔ سعدی کے شعر لکھنے کی کیا حاجت۔ سنو میان میرے ہموطن یعنی ہندی لوگ جو وادی فارسی دانی مین دم مارتے ہین وہ اپنے قیاس کو دخل دے کر ضوابط ایجاد کرتے ہین۔ جیسا وہ گھا گس اُلو عبد الواسع ہانسوی لفظ نامراد کو غلط کہتا ہے۔ اور یہ اُلو کا پٹھا قتیل صفوتکدہ و شفقکدہ و نشترکدہ کو۔ اور ہمہ عالم و ہمہ جا کو غلط کہتا ہے۔ کیا مین بھی ویسا ہی ہون جو یک زمان کو غلط کہون گا۔ فارسی کی میزان یعنی ترازو میرے ہاتھ مین ہے للہ الحمد و للہ الشکر۔ مرقومہ چہارشنبہ ۲۷۔ ماہ اگست ۱۸۶۲ء

ایضاً میان تمہارے انتقالات ذہن نے مارا۔ مین نے کب کہا تھا کہ تمہارا کلام اچھا نہین۔ مین نے کب کہا تھا کہ دنیا مین کوئی سخن فہم و قدردان نہ ہوگا۔ مگر بات یہ ہے کہ تم

مشقِ سخن کر رہے ہو۔ اور مین مشقِ فنا مین مستغرق ہون۔ بوعلی سینا کے علم کو اور نظیری کے شعر کو ضائع اور بے فائدہ اور موہوم جانتا ہون۔ زیست بسر کرنے کو کچھ تھوڑی سی راحت درکار ہے۔ اور باقی حکمت اور سلطنت اور شاعری اور ساحری۔ سب خرافات ہے۔ ہندوؤن مین اگر کوئی اوتار ہوا تو کیا آور مسلمانون مین نبی بنا تو کیا۔ دنیا مین نام آور ہوئے تو کیا اور گمنام جیئے تو کیا۔ کچھ وجہ معاش ہو اور کچھ صحتِ جسمانی۔ باقی سب وہم ہے اے یار جانی۔ ہرچند وہ بھی وہم ہے مگر مین ابھی اسی پایہ پر ہون۔ شاید آگے بڑھ کر یہ پردہ بھی اُٹھ جائے۔ اور وجہ معیشت اور صحت و راحت سے بھی گزر جاؤن۔ عالم بیرنگی مین گزر پاؤن جس سناٹے مین مین ہون وہان تمام عالم بلکہ دونون عالم کا پتہ نہین۔ ہر کسی کا جواب مطابق سوال کے دیئے جاتا ہون اور جس سے جو معاملہ ہے اُس کو ویسا ہی برت رہا ہون۔ لیکن سب کو وہم جانتا ہون۔ یہ دریا نہین ہے سراب ہے۔ ہستی نہین ہے پندار ہے۔ ہم تم دونون اچھے خاصے شاعر ہین۔ مانا کہ سعدی و حافظ کے برابر مشہور رہین گے۔ اُن کو شہرت سے کیا حاصل ہوا کہ ہم کو تم کو ہوگا۔ قطعات تاریخ آگرہ کیونکر بھیجون پھر تمھارے پاس بھیجتا ہون۔ خالق معنی بمعنی معنی آفرین صحیح اور مسلّم اور جائز۔ لیکن جس طرح اللہ مین مشدد لام کو دو لام کے قائم مقام قرار دیا ہے الہٰ اور الٰہی مین الف ممدودہ کو دوسرا الف کیونکر سمجھین۔ قیاس کام نہین آتا اتفاق سلف شرط ہے۔ جب اور کسی نے آلٰہی مین دو الف نہین مانے تو ہم کیونکر مانین۔ دوم بروزن جویم غلط۔ دُوم ہے بغیر تحتانی بالفرض تحتانی بھی لکھین تو دیم پڑھین گے۔ اگرچہ لکھین دویم واو کا اعلان ٹکسال باہر ہے۔ ہان دومی درست ہے۔ مگر نہ بہ حذف تحتانی مثل زمین نہ بہ حذف نون۔ بلکہ بطریق قلب بعض۔ دویم کا دومی ہو گیا۔ کنوی کی تاریخ کو بے تامل بھیجدو اور تاریخ وفات کا اور مادہ سوچو۔ کس واسطے کہ جب آلٰہی مین سے ایک الف لیا تو ایک عدد کم ہو جائے گا۔ والدعا۔ از غالب روز ورود نامہ بلکہ وقت ورود نامہ بعد

خواندن نوشتہ شد۔ یکشنبہ۔

ایضاً بھائی تمہارے ذہن نے خوب اُستعال کیا۔ مین نے جس وقت یہ شعر پڑہا ؎

ہند آمدندی زایران دیا ۔ آمدند کی جگہہ آمدندی بصیغہ استمرار ٹکسال باہر معلوم ہوا ؎

رسیدند در ہند زایران دیار ۔ اُس کی جگہ لکھ دیا۔ واقعی پوستین کا بیچنا راہ مین واقع ہوا

پھر رسیدند در ہند بیجا۔ تمہارا تصرف مستحسن جس طرح تم نے لکھا ہے اُسی طرح رہنے

دو۔ صاحب اسنبلستان سے کیون گھبراتے ہو۔ مین تمہارے گھبرانے سے گھبراتا

ہون رُخ کو گل زلف کو سنبل فرض کرتے ہین۔ سنبلستان مین کیا عیب ہے۔ اور اگر نہین پسند

تو یہ قصہ ہی جانے دو۔ اس وقت تک کہ اکتوبر کے آٹھوین ہفتے کا دن تیسرے پہر کا

وقت ہے۔ میر قاسم علی صاحب تشریف نہین لائے۔ ہاترس کے منصف اور دلی کے

نامنصف ہین ۱۲۔ از غالب روز شنبہ ہشتم اکتوبر ۱۸۵۹ء آخر روز۔

ایضاً میان سنو اس قصیدہ کا ممدوح شعر کے فن سے ایسا بیگانہ ہے جیسے ہم تم

اپنے اپنے مسائل دینی سے۔ بلکہ ہم تم باوجود عدم واقفیت امور دینی سے نفور نہین اور

وہ شخص اس فن سے بیزار ہے۔ علاوہ اس کے وہ اتالیق کہان۔ وہان سے نکالے

گئے دلی مین اپنے گھر بیٹھے ہوئے ہین۔ جب سے آئے ہین ایک بار میرے پاس نہین آئے

نہ مین اُون کے پاس گیا۔ یہ لوگ اس لائق بھی نہین کہ ان کا نام لیجیے۔ چہ جائے آنکہ مدح

کیجیے۔ ہائے انوری ؎

اے دریغا نیست ممدوحے سزاوار مدیح	غالب ۱۲	اے دریغا نیست معشوقے سزاوار غزل

ایضاً انگشتری اور خاتم دونون ایک ہین تم نے خاتم معنی نگین باندھا یہ غلط۔ جنس

وفا ہے کس مخر کیا ترکیب ہے۔ جنس کس مخر وفا البتہ درست ہے۔ نظر اول مین بسبب

تکدر حواس۔ اور کثرت درد و ورم پا کے مین نے خیال نہ کیا ہوگا ۱۲۔ یہ خط لکھ کر بند رکھا

تھا کہ کل صبح روانہ کرون گا چشم بد دور آج اسی وقت کہ دو گھڑی دن ہے آپ کا نوازشنامہ

پہنچا وہ سرا جو مین نے خالی چھوڑ دیا ہے اسکو کتر کر یہ سطرین لکھ کر پھر بند کرتا ہون سبحان اللہ مصرع دیگر نتوان گفت اخص را کہ اعم ست این ہا اس کا وزن کب درست ہے. کیا فرماتے ہو. غور کرو بعد غور کے اس کی ناموزونی کا خود اقرار کروگے. شرف قزوینی کے مطلع مین ساغر غم درکشیدہ ایم. دوم درکشیدہ ایم. دوسرے شعر مین پیمانہائے زہرستم درکشیدہ ایم درکشیدن کو ربط پیمانہ کے ساتھ ہے یا زہر کے ساتھ. اگر زہر درکشیدن جائز ہوتا تو وہ ہم کے قافیہ کو کیون چھوڑتا تیسرے شعر مین قلم درکشیدن ہے. چوتھے شعر مین آب درکشیدن ہے. پانچوین مین سر درکشیدن ہے. کیا زہر پانی ہے. اگر بمثل زہر آب ہوتا تو روا تھا سبحان اللہ یہ عبارت جائیکہ شرف قزوینی ساغر و پیمانہ وزہر درکشید. اے برادر شرف زہر کجا درکشید بلکہ پیمانۂ زہر درکشید. شما ہم ساغر سم درکشید. سم درکشیدن کجا و پیمانۂ غم درکشیدن کجا. ہم نے تو تم کو اجازت دی ہے. خیر رہنے دو. ہند مین اس کو کون سمجھے گا. چاہو یون کردو ؎

وافی من و دل انچہ ہم درکشیدہ ایم	غالبؔ	دریک نفس وساغر سم درکشیدہ ایم		

سبحان اللہ تم جانتے ہو کہ مین اب دو مصرع موزون کرنے پر قادر ہون جو مجھ سے مطلع مانگتے ہو ؎

گمان زیست بود برمنت زبیدردی	بدست مرگ و لے بدتر از گمان تو نیست

خیر شرف قزوینی کی سند پر وہ مطلع رہنے دو غالبؔ. مین ایسا جانتا ہون کہ ذراعہ بہ تشدید ہے اور وہ ذرع بوزن زرع اور لغت ہی۔ صاحب یہ قصیدہ تم نے ایسا لکھا ہو کہ میرا دل جانتا ہے کیا کہنا ہے. ایک خیال رکھا کرو کہ شعر اخیر مین کوئی بات ایسی آجائے کہ جس سے اختتام کے معنی پیدا ہوا کرین. ایک قصیدہ اصلاح دے کر بھیج چکا ہون. اور اسی ورق پر فلانے صاحب کے باب مین تم کو ایک نصیحت کر چکا ہون. ادہر کے جواب کا ہرگز خیال نہ رکھو اور ادہر سے اگر قصیدے کے ارسال مین دیر

ہوا کرے تو گھبرایا نہ کرو۔ اب میرے پاس دو قصیدے ہین ایک لشکر برادرم آور ایک کل آیا ہے برجا ماند و دریا ماند خوب ہے کہ مضمون سے پہلے ممدوح ڈھونڈھنا پڑتا ہے۔ اگر مین تم کو ممدوح بنا سکتا تو قصیدہ اُس کے نام کا تم سے منگوا چکا ہوتا۔ اور اُس ممدوح تک پہنچا چکا ہوتا۔ بھائی ایک دقیقہ ہے کہ لکھنے کے قابل نہین۔ ہان ملاقات ہونے پر کہہ سکتا ہون۔ اللہ اللہ۔

ایضاً صاحب گوہر راخا ورا یہ قصیدہ بہت اصلاح طلب تھا۔ ہم نے اصلاح دیکر تمھارے پاس بھیجدیا ہے۔ جب تم صاف کرکے بھیجوگے ہم تمھارے ممدوح کو دے دین گے۔ کل تمھارا یہ قصیدہ پہنچا ہم نے دوپہر کو دیکھکر درست کیا۔ آج پنجشنبہ ۱۲ ستمبر کو ڈاک مین بھجوا دیا۔ صاحب آج میر بادشاہ آئے تمھاری خیر و عافیت اُن کی زبانی معلوم ہوئی۔ اللہ تمھین خوش رکھے اور مجکو تمھارے خوش رکھنے کی توفیق دے۔ ممدوح کا نام کیا لکھون بات اسی قدر ہے کہ رامپور مین کوئی صورت کسی طرح بنتی نظر نہین آتی ورنہ کیا تمھارا قصیدہ وہان نہ بھجواتا۔ ۱۲ ادراعہ کو یہ نہ کہو کہ تشدید نہین ہے۔ اصل لغت مشدد ہے شعرا اُس کو مخفف بھی باندھتے ہین۔ سعدی کے مصرعہ سے اتنا مقصود حاصل ہوا کہ دراعہ بے تشدید بھی جائز ہے۔ یاد رہے جادّہ اور درّاعہ دونون عربی لغت ہین وہ دال کے تشدید سے اور یہ رے کی تشدید سے مگر خیر جادہ و دراعہ بھی لکھتے ہین۔ یہ نہ کہو کہ دراعہ ہرگز نہین ہے یہ کہو کہ دراعہ بے تشدید بھی جائز ہے غالب ۱۲

ایضاً صاحب دیباچہ و تقریظ کا لکھنا ایسا آسان نہین ہے کہ جیسا تم کو دیوان کا لکھ لینا کیون روپیہ خراب کرتے ہون اور کیون چھپواتے ہو۔ اور اگر یون ہی جی چاہتا ہے تو ابھی کہے جاؤ آگے چل کر دیکھ لینا۔ اب یہ دیوان چھپوا کر اور تیسرے دیوان کی فکر مین پڑو گے تم تو دو چار برس مین ایک دیوان کہہ لوگے مین کہا تک دیباچہ لکھا کرون گا۔ مدعا یہ ہے کہ اس دیوان کو اُس دیوان کی برابر ہو لینے دو۔ اب کچھ قصیدہ و رباعی کی فکر کیا کرو۔

دوچار برس مین اِس قسم سے جو کچھ فراہم ہوجاوے دوسرے دیوان مین اِس کو بھی درج کرو۔ صاحب جہان تقطیع مین الف نہ سمائے وہان کیون لکھو۔ اسد۔

ایضاً ویدست یہ لفظ نیا بنایا ہے۔ مقصود تمہارا مین نے تو سمجھ لیا مگر زنہار اور کوئی نہ سمجھے گا المعنی فی بطن القائل کے یہی معنی ہین چشمان پرخما وچشمان بے حیا۔ ان دونون ترکیبون مین سے ایک لکھ لو۔ ان سب اشعار مین نہ عیب نہ لطف۔ دیکھو صاحب خط مین تم پھر وہی بیش وبیشتر کا قصہ لائے ہو۔ چہ جرم وچہ سبب وچہ گناہ پر جو سند لاتے ہو مصرع عشق است وصد ہزار تمنا مرا چہ جرم ؏ اس کی حاجت کیا ہے۔ جانان مددے یاران مددے یہ تمام غزل اسی طرح کی ہے۔ اگر یہ ترکیب درست نہ ہوتی۔ تو مین ساری غزل کیون نہ کاٹ ڈالتا۔ دیکھو رفیع السودا کہتا ہے۔ ؎

نہ ضرر کفر کو نہ دین کو نقصان مجھ سے		باعث دشمنی اے گبر ومسلمان مجھ سے

غالب کہتا ہے ؎

مجھ تک کب اُن کی بزم مین آتا تھا دور جام		ساقی نے کچھ ملا نہ دیا ہو شراب مین

یعنی اب جو دور مجھ تک آیا ہے تو مین ڈرتا ہون۔ یہ جملہ سارا مقدر ہے میرا فارسی کا دیوان جو دیکھے گا وہ جانے گا کہ جملے کے جملے مقدر چھوڑ جاتا ہون مگر ؎ ہر سخن وقتے وہر نکتہ مکانے دارد ؏ یہ فرق البتہ وجدانی ہے بیانی نہین ؎

اگر دریافتی بردانشت بوس		وگر غافل شدی افسوس افسوس		

از اسد اللہ روز جمعہ ۱۲ جنوری ۱۸۵۹ء

ایضاً صاحب یہ قصیدہ تم نے بہت خوب لکھا ہے۔ حق تعالیٰ شانہ اس کا تمہین صلہ دے۔ نواب مصطفٰے خان صاحب کے ہان سے قصیدے کی رسید آگئی یقین ہے کہ تم کو بھی وہ خط لکھین دریبولا یہان آیا چاہتے ہین اور مجکو یہ لکھا تھا کہ قصیدہ پہنچا۔ کیا کہنا ہے ایسا ہے اور ایسا ہے۔ مین چند روز مین وہان آتا ہون۔ عند الملاقات اس قصیدہ کے باب

مین باتین ہونگی۔ ضیاءالدین خانصاحب کا بھی مقدمہ آج کل فیصل ہوا چاہتا ہے۔ وہ قصیدہ جو میرے پاس امانت ہے اُن کو دیا جائے گا انشاءاللہ العلی العظیم۔ مصرع ازمن فراغ بُرد و بُریدم من از فراغ ٭ بُریدم من از فراغ یعنی قطع نظر کردم از فراغ و نومید شدم از فراغ۱۲

ایضاً بھائی ریمیا وسیمیا خرافات ہے۔ اگر ان کی کچھ اصل ہوتی تو ارسطو اور افلاطون اور بوعلی یہ بھی کچھ اس باب مین لکھتے۔ کیمیا اور سیمیا دو علم شریف ہین جو اشیا کی تاثیر سے تعلق رکھے وہ کیمیا اور جو اسماء سے متعلق ہو وہ سیمیا ہے ؎

جان غم سیمیا نخرد ہے	دل سوئے کیمیا نیاورد ہم		

شعر بامعنی ہوگیا یہ نہ سمجھا کرو کہ اگلے جو لکھ گئے ہین وہ حق ہے۔ کیا آگے آدمی احمق پیدا نہین ہوتے تھے۔ زمان و زمانہ کو مین پاگل ہون جو غلط کہون گا۔ ہزار جگہہ مین نے نظم و نثر مین زمان و زمانہ لکھا ہوگا۔ وہ شعر کس واسطے کاٹا گیا سمجھو پہلا مصرع لغو ہے۔ دوسرے مصرع مین نبرد کا فاعل معدوم۔ حلقہ ز اکی زے پر نقطہ نہ تھا مین نے غصہ مین لکھا کہ نہ حلقہ را درست نہ حلقہ زا درست۔ مگر یہ فارسی بے ولا نہ ہے خیر رہنے دو۔ مرتا ہون مجھے سمجھاتے ہو کہ صد جا در کلام اہل زبان خواہند یافت۔ مگر مین بانی کلام اہل زبان نہین۔ مصرع گردش چرخ استخوان سائید ٭ اس سے یہ بہتر ہے ؎ سودہ شد استخوان زگردش چرخ ٭ باقی اور مصرعے سب اچھے بنائے ہین۔ غالب۱۲

ایضاً حضرت پرسون صبح کو تمہارے سب کاغذ ایک لفافہ مین بند کرکے ڈاک گھر بھجوا دیئے۔ سمجھا کہ اب چند روز کو جان بچی اُسی دن شام کو ایک خط آپ کا اور پہنچا اسکو بھی روانہ کرتا ہون۔ اپنا حال پرسون کے خط مین مفصل لکھ چکا ہون۔ ادنی بات یہ ہے کہ جو کچھ لکھتا ہون وہ لیٹے لیٹے لکھتا ہون۔ مزے کی بات ہے کہ میرا لکھا ہو میرا حال باور نہین۔ اور کسی نے جو کہدیا کہ غالب کے پائون کا ورم اچھا ہوگیا۔ اور اب وہ شراب دن کو بھی پیتا ہے۔ تو حضور نے ان باتون کو یقین جانا۔ بیس برس آگے یہ بات تھی کہ

ابر و باران مین یا پیش از طعام چاشت یا قریب شام تین گلاس پی لیتا تھا۔ اور شراب شبانہ معمولی مین مجرا نہ لیتا تھا اس بیس برس مین بیس برسا تین ہوئین بڑے بڑے مینھ برسے پینا ایک طرف دل مین بھی خیال نہ گزرا۔ بلکہ رات کی شراب کی مقدار کم ہوگئی ہے۔ پانؤن کا ورم حد سے زیادہ گزر گیا۔ مادہ تحلیل کے قابل نہ نکلا۔ کھُولن شروع ہوگئی۔ حکما، جو دو تین یہان ہین اُن کی رائے کے مطابق کل سے نیب کا بھرتا بندھے گا وہ پکا لائے گا۔ تب اُس کے پھوڑنے کی تدبیر کی جائے گی۔ تلوا زخمی۔ پنڈلی زخمی۔ اگر وہ نام وپے در وجھوٹا ہے تو اُس پر ہزار لعنت۔ اور اگر مین جھوٹا ہون تو مجھ پر سو ہزار لعنت ۱۲

ایضاً مرزا تفتہ یہ غلطی تمہارے کلام مین کبھی نہین دیکھی تھی کہ شعر ناموزون ہو۔ بڑی قباحت یہ کہ اعمٰ بتشدید لفظ عربی ہے مصرع دیگر نتوان گفت اخص را کہ اعم است* مگر بحر اور ہو جاتی ہے۔ مانا کہ فارسی نویسان عجم نے یون بھی لکھا ہو کاف کے اسقاط کی کیا توجیہ کروگے اور پھر اس صورت مین بھی تو بحر بدل جاتی ہے ناچار اس شعر کو نکال ڈالو ہمین نے تمہین قصائد لکھنے کو کہا تھا۔ اب ہم منع کرتے ہین کہ عاشقانہ قصائد نہ لکھا کرو۔ مح لشعر دا ضرورت لکھو۔ مگر بہ فکر و غور ۱۲ غالب ۱۶۔ جولائی ۱۸۶۳ء

ایضاً صاحب کشیدن کی جگہہ درکشیدن و برکشیدن بلکہ برکشیدن کی جگہہ درکشیدن نہ چاہیئے برآمدن و درآمدن کا استعمال بعض متاخرین نے عام کر دیا ہے یعنی درآید سے برآید کے معنی لئے ہین لیکن درکشیدن اور ہے اور کشیدن اور ہین قریب بمرگ ہون۔ پانؤن کے ورم نے اور ہاتھ کے پھوڑے نے مار ڈالا ہے۔ ہادر گرنا اور میرے سب آدمی بلکہ بعض دوست جو روز آتے ہین وہ بھی گواہ ہین کہ مین صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک پڑا رہتا ہون خطوط کی تحریر لیٹے لیٹے ہوتی ہے۔ اشعار اصلاح کو بہت جگہہ سے آتے تھے سب کو منع کر دیا۔ ایک رئیس رامپور اور ایک تم ان کی اصلاح رہ گئی۔

ایضاً حضرت آپکے سب خط پہنچے. سب قصیدے پہنچے. بعد اصلاح بھیج دیئے گئے. ستتر برس کی عمر آلام روحانی نہ مین کہون نہ کوئی باور کرے. امراض جسمانی مین کیا کلام ہے بائین پاؤن مین پھینا بھرے ورم ہے بکھرے ہونے مین رگین پھٹنے لگتی ہین افعال وماغ ناقص ہوگئے حافظہ گویا کبھی تھا ہی نہین. قصہ مختصر ایک قصیدہ سابق کا اور ایک کل کا آیا ہوا یہ دونون ایک لفافہ مین آج روانہ کرتا ہون جمعہ ۳ جولائی.

ایضاً حضرت اس[1] قصیدہ کی جتنی تعریف کرون کم ہے کیا کیا شعر نکالے ہین لیکن افسوس کہ بے محل اور بے جا ہے. اس مدح اور اس ممدوح کا بعینہ وہ حال ہے کہ ایک فربلہ پر سیب کا یا ہی کا درخت اُگ جائے. خدا تم کو سلامت رکھے دکان بے رونق کے خریدار رہو ۱۲

ایضاً لو صاحب ہم نے لفٹنٹ گورنر کی ملازمت اور خلعت پر قناعت کرکے انبالہ کا جانا موقوف کیا. اور بڑے گورنر کا دربار اور خلعت اور وقت پر موقوف رکھا. بیمار ہون ہات پر ایک زخم. زخم کیا ایک غار ہوگیا ہے. دیکھیے انجام کار کیا ہوتا ہے. غالب ۱۲

ایضاً تم کو معلوم رہے کہ ایک ممدوح تمہارے یہان آئے ہین. اُن کو مین نے تمہاری فکر اور تلاش کا مداح پایا. جنوری ۱۸۶۱ء مین کچھ تمہاری خدمت مین بھیجین گے تم کو قبول کرنا ہوگا. سمجھے! یہ کون ہ یعنی نواب مصطفےٰ خان صاحب ۱ اور دوسرے ممدوح یعنی نواب ضیاء الدین خان ۔وہ آخر دسمبر ۱۸۶۱ء مین یا اوائل جنوری ۱۸۶۲ء مین حاضر ہونگے.

ایضاً لاحول ولا قوۃ کس ملعون نے بسبب فوق شعر اشعار کی اصلاح منظور رکھی. اگر مین شعر سے بیزار نہ ہون تو میرا خدا مجھ سے بیزار. مین نے تو بطریق قہر درویش بجان درویش لکھا تھا جیسے اچھی جورو برے خاوند کے ساتھ مرنا بھرنا اختیار کرتی ہے میرا تمھارے ساتھ وہ معاملہ ہے ۱۲

ایضاً[2] مرزا تفتہ کیا کہنا ہو نظیر کا بتا نہ غالب کا. مداح شایستہ صد ہزار آفرین اور ممدوح سزاوار صد نفرین ۱۲

ایضاً صاحب تم نے تن تن کا ذکر کیون کیا. مین نے اس باب مین کچھ لکھا نہ تھا. تن تن

---

[1] یہ قصیدہ غالباً مرزا تفتہ نے خود مرزا صاحب مرحوم کی مدح مین لکھ کر بھیجا تھا ۱۲

[2] یہ رقعہ بھی غالباً کسی مدحیہ قصیدہ کے جواب مین لکھا ہے جو خود مرزا غالب مرحوم کی مدح مین لکھا گیا تھا ۱۲

اور ہتنا اصوات ہین تارک ہندی و فارسی مین مشترک۔ نبیا اور امامن کے لکھنے کو مین نے منع ہرگز نہین کیا شوق سے لکھو۔ یہ تم کو سمجھایا تھا کہ نبیا مخفف نبی بخش۔ اور امامن متعلق بہ امام ہے۔ مشتقات مین سے اس کو تصور نہ کرو۔ قاعدہ دانانِ اشتقاق تم پڑہین گے ۱۲ ایوائے کے جتنے شعر تم نے لکھے ہین سب مانع ہین ایوائے۔ اور سند ایوائے کی موسوی خان نے بسبب ضرورت شعر ایوا لکھا ہے۔ تہمتن بروزن قلمزن ہے۔ فردوسی نے سو جگہہ شاہنامہ مین تہمتن بسکون ہائے ہوز لکھا ہے پس کیا اس لغت کی دو صورتین قرار پاگئین لاحول ولا قوۃ۔ لغت وہی بحرکت ہائے ہوز ہے ۱۲ مین نے کس قدر کلام کو طول دیا۔ صائب کے شعر کی حقیقت شرح و بسط سے لکھی تم نے ہرگز اعتنا نہ کیا۔ ایوا کو الگ سمجھے مصیبتاہ کو جدا سمجھے۔ بھلا میرے قول کو گوز شتر سمجھتے ہو۔ نرا مصیبتاہ یا حسرتاہ برہان قاطع مین یا بہار عجم مین ہم کو دکھاؤ۔ وہی وائے ہے کہ جب اس کے بعد مصیبتا یا حسرتا یا ویلا آتا ہے تو تحتانی کو حذف کرکے واویلا وغیرہ لکھتے ہین۔ چاہو وائے واویلا لکھو۔ چاہو واویلا لکھو۔ چاہو آخر مین ہائے ہوز لکھو۔ جیسا کہ وامصیبتاہ۔ چاہو بے ہائے ہوز وامصیبتا۔ اور یہی حال ہے حسرتا و دردا و اسفا و دریغا کا جہان اے کے ساتھ وامصیبتا پاؤ۔ وہان اے کو حرف ندا اور منادی یعنی ہمنشین اور ہمدم کو مقدر سمجھو۔ فرہنگ لکھنے والون نے اشعار قدما مین ترکیبین دیکھین۔ اپنا قیاس دوڑا کر اُس کی حقیقت ٹھہرالی۔ کہین اُن کا قیاس غلط کہین صحیح۔ سو اُن مین یہ دکنی ایسا کج فہم ہے کہ اس کا قیاس سو لغت مین شاید دس جگہہ صحیح ہو۔ مین نے تو صاف لکھدیا تھا کہ موسوی خان کے شعر کی سند پر ایوا کو رہنے دو مگر صائب کے شعر مین ایوا کو الگ اور مصیبتاہ کو جدا نہ سمجھو۔ تمہارے قیاس نے پھر تمہین کہین کا کہین پھینکا۔ اور تم نے بھی کہا کہ صائب نے ایوا لکھا ہے۔ نجات کا طالب غالب ۵

ایضاً سچ ہے اگر آپ اُستاد کا مصرع نہ لکھتے تو مین بڑے استادانِ رنگ کو کہان سے سمجھتا ۵

بہ از من نصیحت گری بایدت	ندانم پس از من چہ پیش آیدت

مین نے جو لکھا کہ مین اچھا ہون اُس کو آپ سمجھہ کر خدا کا شکر بجالائیے۔ وہ جو مین نے لکھا تھا کہ شدت مرض کا بیان مبالغہ شاعرانہ ہے اس کو بھی اپنے سچ جانا ہوگا۔ حال آن کہ یہ دونون کلمے ازراہِ طنز تھے۔ مین جھوٹ سے بیزار ہون۔ اور جھوٹے کو ملعون جانتا ہون کبھی جھوٹ نہین بولتا جب تم نے کسی طرح بیان واقعی کو باور نہ کیا تو مین نے تمہین لکھ بھیجا کہ اچھا ہون۔ اور یہ کلمہ تمہین مین نے جب لکھا ہے کہ عہد کرلیا ہے کہ جب تک دم مین دم اور ہات مین جنبشِ قلم ہے جب تک موقع اصلاح خیال مین آسکتا ہے۔ آج جو تمہارا دفتر پہنچے گا اُس کو کل روانہ کردیا کرون گا۔ مجملاً حال میرا یہ ہے کہ قریب بمرگ ہون۔ دونون ہاتھون مین پھوڑے پاؤن مین ورم نہ وہ اچھے ہوتے ہین نہ یہ رفع ہوتا ہے بیٹھ نہین سکتا لیٹے لیٹے لکھتا ہون۔ کل تمہارا دو ورقہ آیا آج صبح کو لیٹے لیٹے اسکو دیکھ کر تمہین بھجوایا زنہار تم مجھے تندرست سمجھے جاؤ اور دفتر کے دفتر بھیجتے رہو۔ ایک دن سے زیادہ توقف نہ کرون گا۔ قریب بمرگ ہون تو بلا سے۔ غالب صبح پنجشنبہ ۲۳۔ جولائی ۱۸۶۳ء

ایضاً صاحب قصیدہ پر قصیدہ لکھا اور خوب لکھا آفرین ہے پھر اُستاد کے شعر تضمین کیون کرتے ہو نہ اس کی کچھ حاجت نہ اس مین کوئی افزایش حُسن تمہاری۔ ایک شعر کو ایک شعر کے بعد رکھ دیا ہے تاکہ مقطع کلام ہوجائے۔ پہلا قصیدہ تمہارا بر آور دم بر آور دم کی ردیف کا سست ہے اُس کو ہم نے نامنظور کیا۔ مگر نظر ثانی مین جو شعر قابل رہنے کے ہونگے وہ لکھ کر تم کو بھیج دین گے۔ بالفعل ایک شعر کی قباحت تم پر ظاہر کرتے ہین تاکہ آیندہ اس بالغز سے احتراز کرو۔ **مصرع** نورِ سعادت از جبہہ قاصدم چکد ❊ یہ کیا ترکیب ہے جبہہ بروزن چشمہ ہے یعنی دو ہائی ہوز ہین جبہ قاصد ایک ہائے ہوز کہان گئی **مصرع** ہر کجا چشمہ بود شیرین ❊ چشمہ کی جگہہ چشمہ لکھتے ہو۔ یہ بات ہمیشہ کو یاد رہے اتنے بڑے مشاق سے ایسی غلطی بہت تعجب کی بات ہے۔ امیان **مصرع** برگ دُنیا نہ ساز و نیشن بود ❊ یہ کوئی لغت نہین ایک لفظ نہین کہ کسی فرہنگ مین سے نکل آئے

یہ طرز تحریر ہی کس کو یاد ہے کہ اس کا نظیر کہاں موجود ہے۔ اس امر سے قطع نظر نہ شخص ایسا کہاں کا فارسی دان اور عالم ہے کہ مین لڑکون کی طرح بیت بجّی کرون۔ دو جوتیان آپ لگاؤ مین ایک جوتی تم سے لگوا دی۔ اب قطع نظر کرو۔ اور سکوت اختیار فرماؤ۔ مین برہان کا خاکا اڑا رہا ہون۔ چار شربت اور غیاث اللغات کو حیض کا لتہ سمجھتا ہون ایسے گمنام چھوکرون سے کیا مقابلہ کرون گا۔ برہان قاطع کی اغلاط بہت نکالی ہین۔ دس جزو کا ایک رسالہ لکھا ہی۔ اُس کا نام قاطع بُرہان رکھا ہے اب اُس کے چھاپے کی فکر ہے۔ اگر یہ مدعا حاصل ہو گیا تو ایک جلد چھاپے کی تم کو بھیج دونگا ورنہ کاتب سے نقل کروا کر قلمی ایک جلد بھیج دون گا۔ بہت سود مند نسخہ ہے ۱۲ اس قصیدہ متبرکہ کو موافق اصلاح کے اس کاغذ سے اور کاغذ پر نقل کر کے۔ اور جو مطالب کہ اس کاغذ پر مرقوم ہین اُن کو حافظہ کے سپرد کر کے اس ورق کو پھاڑ ڈالو۔ اور اس قصیدہ پر ناز کیا کرو یہ قصیدہ تمہارا ہم کو بہت پسند آیا ہے۔ غالب جمعہ ۴۔ اکتوبر ۱۸۶۱ء۔

ایضاً صاحب تمہارے یہ اوراق سکندر آباد سے دلّی اور دلّی سے رامپور پہنچے یقین ہے کہ رامپور سے میرے بھیجے ہوئے سکندر آباد پہنچے ہونگے۔ سوائے ایک مصرعہ کے مجھے اور جگہہ کی اصلاح یاد نہین۔ تم جو اپنے فرزند کو ناشناسائے مزاج روزگار کہتے ہو۔ خود اس مین اُس سے کیا کم ہو۔ پہلے تو یہ بتاؤ کہ رامپور مین مجھے کون نہین جانتا۔ کہان مولوی وجیہہ الزمان صاحب کہان ہین۔ اُن کا مسکن میرے مسکن سے دور۔ پھر در دولت رئیس کہان۔ اور مین کہان چارون والئی شہر نے اپنی کوٹھی مین اُتارا۔ مین نے مکان جدا گانہ مانگا۔ دو تین حویلیان برابر برابر مجکو عطا ہوئین۔ اب اس مین رہتا ہون حسن اتفاق ڈاک گھر مسکن کے پاس ہے ڈاک منشی آشنا ہو گیا ہے برابر دلّی سے خط چلے آتے ہین۔ صرف رامپور کا نام اور میرا نام۔ محلہ کی اور عرف کی حاجت نہین۔ بلکہ درِ دولت اور مولوی صاحب کے نشان سے شاید خط تلف ہو جائے۔ دوسری بات جو تم نے لکھی ہی

و ہی مطابق واقع و مناسب حال نہین - اگر اقامت قرار پائی تو تم کو بلا لون گا - غالب ۱۲
ایضاً صاحب واقعی سداب کا ذکر کتب طبی مین بھی ہے اور عرفی کے ہان بھی ہے تمھارے
ہان اچھا نہین بندھا تھا اسواسطے کاٹ دیا قراب کون سا لفظ غریب ہے جسکو اس طرح
پوچھتے ہو. خاقانی کے کلام مین اور اساتذہ کے کلام مین ہزار جگہ آیا ہے - قراب اور سداب
دونون لغت عربی الاصل صحیح ہین - غالب ۱۲

ایضاً	دل بسے داغدار بود و نماند		در نظر ہا بہار بود و نماند

اگر بود کے آگے کے واؤ کو موقوف اور محذوف کر دو گے تو ہمارے نزدیک کلام سراسر
بلیغ ہو جائے گا میری جان جو خجالت کہ مجکو تم سے ہے شاید بسبب عبادت نہ کرنے کے قیامت
مین خدا سے بھی نہ ہو گی - اور بسبب خلاف شرع کرنے کے پیمبر سے بھی نہ ہو گی - مگر خدا ہی
جانتا ہے جو میرا حال ہے - مرگ ناگاہ کا طالب - غالب -
ایضاً مرزا تفتہ صاحب اس قصیدے کے باب مین بہت باتین آپ کی خدمت مین
عرض کرنی ہین - پہلے تو یہ کہ خنجر را و گوہر را کو تم نے از قسم تنافر سمجھا - اور اُس پر اشعار استاد
سند لائے - یہ خدشہ نہین پیدا ہوتا مگر لڑکون کے اور مبتدیون کے دل مین سلیم ؎

شراب نقل نخواہد بگیر ساغر را	کہ احتیاج شکر نیست شیر مادر را

یہ غزل شاہجہان کے عہد کی طرحی ہے - صائب و قدسی و شعرائے ہند نے اسپر غزلین
لکھی ہین - دوسرے یہ کہ ممدوح کا پورا نام بے تکلف آتے ہوئے خالی کیون اُڑا دو -
ضیاء الدین احمد خان نام ہے - ہندی مین رخشان تخلص فارسی مین نیر تخلص ؎ ہمانا نیر
رخشان ضیاء الدین احمد خان ٭ دیکھو تو کیا پاکیزہ مصرعہ ہے - یہ نہ کہنا کہ شعرا ممدوح کا
نام ننگا لکھ جاتے ہین وہ بسبب ضرورت شعر ہے جس بحر مین پورا نام نہ آئے - اُس مین شوق
سے لکھو جائز ہو - مستحسن جس بحر مین نام ممدوح کا درست آئے اُس مین فروگذاشت کیون
کرو - دو شنبہ نہم ستمبر ۱۸۶۱ء

ایضاً مین تم کو خط بھیج چکا ہون پہنچا ہوگا۔ کل ایک رقعہ میرے پاس آیا کوئی صاحب ہین عطاء اللہ خان اور نامی تخلص کرتے ہین خدا جانے کہان ہین اور کون ہین۔ ایک دوست نے وہ رقعہ میرے پاس بھیجا۔ مین نے اُس کا جواب لکھ کر اُسی دوست کے پاس بھیج دیا۔ رقعہ تم کو بھیجتا ہون پڑھ کر حال معلوم کر دگے۔ تمھارے شعر مین جو تردد تھا اُس کا جواب مین نے یہ لکھا ہے تم کو بھی معلوم رہے ؎

رفت آنچہ بہ منصور شنیدی تو زمن ہم		اے دل سخنے ہست نگہدار زبان را	

تردد یہ کہ آنچہ بہ منصور رفت نہین دیکھا۔ آنچہ بر منصور رفت درست ہی جواب بارِ موحدہ عَلیٰ کے معنی بھی دیتی ہے پس جو کچھ بَر سے مراد تھی وہ بارِ موحدہ سے حاصل ہو گئی۔ اور اگر بارِ موحدہ کے معنی معیت کے لین تو بھی درست ہے نظیری کہتا ہے ؎

شادی کہ غبن میکشی وہ دم نمیزنی		در شہر این معاملہ با ہر گدا رود	

اگر کوئی یہ کہے کہ یہان معاملہ ہے اور اُس شعر مین معاملہ کا لفظ نہین۔ جواب اس کا یہ ہی کہ سراسر دونون شعرون کی صورت ایک ہی۔ نظیری کے ہان معاملہ مذکور ہے اور تفتہ کے ہان مقدر ہے۔ رفت کا صلہ اور تعدیہ بارِ موحدہ کے ساتھ دونون جگہہ ہی والسلام اسد اللہ

ایضاً صاحب دیکھو پھر تم دلگا کرتے ہو وہی بیش وبیشتر کا قصہ نکلا غلطی مین جمہور کی پیروی کیا فرض ہے۔ یاد رکھو یائے تحتانی تین طرح پر ہے۔ جزو کلمہ ؎ ہمائے بر سرِ مرغان ازان شرف دارد۔ کہ سرنامۂ نام تو عقل گرہ کشائی را۔ یہ ساری غزل اور مثل اس کے جہان یائے تحتانی ہے جزو کلمہ ہے۔ اس پر ہمزہ لکھنا گویا عقل کو گالی دینا ہے۔ دوسرے تحتانی مضاف ہی صرف اضافت کا کسرہ ہے۔ ہمزہ وہان بھی مخل ہی جیسے آسیائے خرج یا آشنائے قدیم۔ توصیفی اضافی بیانی کسی طرح کا کسرہ ہو۔ ہمزہ نہین چاہتا۔ فدائے تو شوم رہنمائے تو شوم یہ بھی اسی قبیل سے ہے۔ تیسرے دو طرح پر ہے یا مصدری اور وہ معروف ہو گی۔ دوسری طرح توحید و تنکیر۔ وہ مجہول ہو گی

شلاً مصدری آشنائی یہان ہمزہ ضرور بلکہ ہمزہ نہ لکھنا عقل کا قصور توحیدی آشنائی یعنی ایک آشنا یا کوئی آشنا۔ یہان جب تک ہمزہ نہ لکھو گے دانا نہ کہاؤ گے ۱۲ نیم گناہ و نیم نگاہ و نیم ناز۔ یہ روزمرہ اہل زبان ہے۔ نیم بمعنی اندک ورنہ گناہ کا آدھا اور نگاہ کی ادھواڑ۔ آور ناز آدھا یہ مہملات ہین ہے۔ ان چیزون کا مناصفہ کیا۔ اگر تم کو نیم گناہ پسند نہین تازہ گناہ رہنے دو ۱۲ آخستہ بستہ تازہ غازہ خانہ دانہ آوارہ بیچارہ رفتہ بوزہ۔ ہزار لفظ ہین کہ ان کے آگے جب یائے توحید آتی ہے تو اُس کی علامت کے واسطے ہمزہ لکھدیتے ہین۔ زرہ۔ گرہ۔ کلاہ۔ شاہ۔ آگاہ۔ آگہہ۔ صبحگاہ۔ صبحگہ۔ ایسے الفاظ کے آگے اگر تحتانی آتی ہے تو زرہی۔ گرہی۔ کلاہی۔ شاہی۔ آگاہی۔ اگہی گاہے گہے۔ لکھ دیتے ہین۔ ۱۲ غالب۔

ایضاً صاحب دوسرا پارسل جس کو تم نے بہ تکلف خط بنا کر بھیجا ہے پہنچا۔ نہ اصلاح کو جگہہ نہ تحریر سطور کا پیچ و تاب سمجھ مین آتا ہے تم نے الگ الگ دو ورقے پر کیون نہ لکھا۔ اور چھدرا چھدرا کیون نہ لکھا۔ ایک آدہ ورقہ زیادہ ہوجاتا تو ہوجاتا۔ بہرحال اب مجھے چُننے پڑے ہین سوالات۔ اگر کوئی سوال میری نظر نہ چڑھے اور رہ جائے تو سطور کی موڑ توڑ کا گناہ سمجھنا میرا قصور نہ جاننا۔ بلا رُبائی اس مین تامل کیا ہے لفظ صحیح اور پُورا تو یہی ہے رُبا اُس کا مخفف ہے ۱۲ خارہا در رہش افشانم کہ چون خواہد شدن ۱۲ بہت خوب اور معقول مین اُس وقت خدا جانے کس خیال مین تھا۔ چون خواہد شدن و کنون خواہد شدن ردیف و قافیہ سمجھا تھا۔ لفظ بے پیر تورانی بچہ ہائے ہندی نژاد کا تراشا ہوا ہے جب مین اشعار اُردو مین اپنے شاگردون کو نہین باندھنے دیتا تو تم کو شعر فارسی مین کیونکر اجازت دونگا میرزا جلال اسیر علیہ الرحمۃ مختار ہین اور اُن کا کلام سند ہے۔ میری کیا مجال ہے کہ اُن کے باندھے ہوئے لفظ کو غلط کہون لیکن تعجب ہے اور بہت تعجب ہے کہ امیرزادہ ایران ایسا لفظ لکھے۔ ۱۲ شست لبستن جب ظہوری کے ہان ہے تو باندھئے یہ روزمرہ ہے۔ اور

ہم روزمرہ مین اُن کے پیرو ہین۔ بے پیر ایک لفظ ٹکسال باہر ہے ورنہ صاحب زبان ہونے مین اسیر بھی ظہوری سے کم نہین ہین ۱۲ ؎

حق غفورست گناہی شدہ ام تا چہ شود		زاہد این سخت ہرزہ کہ گفتی چہ شدی	

پوچھنے زاہد سے یہ سوال غلط کہ چہ شدی۔ ترا چہ شد۔ سوال ہوسکتا ہے۔ پھر گناہے شدہ ام یہ جواب مہمل۔ گناہے کردہ ام جواب ہوسکتا ہے۔ یہان تم کہو گے کہ ہمہ تن گناہ یا سراپا گناہ یا سراسر گناہ شدہ ام۔ یہ جواب اُس جواب سے سراسر بے ربط ہے۔ جب تک ہمہ تن گناہ نہ ہو معنی نہین۔ میٔنے ہرگز ہرگز اصلاح دیتے ہوئے شعر مین مضمون تمھارا ہی رہا۔ اور ٹکسال کے موافق ہوگیا۔ عجب ہے تم سے کہ صرف شدہ ام اور تا چہ شود۔ کے پیوند مین اُلجھ کر حقیقت معنی سے غافل رہے ؎ بآزار دلِ خود از چنین کار ؎ آزار چہ میکنی دلم را ✤ آہلی نے زبردستی کی ہے۔ مگر ہان اُس نے ایک وجہ ٹھہرالی ہے۔ یعنی آزردن مصدر اور آزارد مضارع اور آزار امر۔ آمر بمعنی اسم جامد آتا ہے اور اسم جامد کردن کے ساتھ پیوند پاتا ہے خیر رہنے دو ہاں مصرع کنند آن آہوئے وحشی زبرم فردارم ✤ یہ شعر موید میرے کلام کا ہے۔ برم دارم و زرد ارم و سردارم و فردارم۔ یہ سب الفاظ ایک طرح کے ہین الف ممدودہ کہین نہین۔ ہان بُودارو و زرد دارو و فرد وآرو تمھارے عقیدہ کی تائید کرتا ہے مگر یہ شعر اُستاد کا نہین مشایخ مین سے ایک بزرگ تھے مولانا علاؤ الدین ؎ ما مقیمان کوے دلدارم ✤ یہ ترجیع بند اُنہین کا ہے۔ آن کو فقر و فنا و سیر و سلوک مین سمجھنا چاہیئے۔ نہ انداز کلام مین مصرع پر مورست شمشیر کہ بر موے میان وارد ✤ بھائی خدا کی قسم یہ مصرع تلوار کی نازکی کی سند نہین ہوسکتا۔ یہ تو ایک مضمون ہے کمر۔ مور۔ و تلوار۔ پر مور وجہ تشبیہ علاقہ پر مُور با مُور مانند علاقہ شمشیر بامیان۔ نزاکت وجہ تشبیہ کبھی نہین۔ انصاف شرط ہے۔ تلوار کی خوبی تیزی ہے یا نازکی یہ دھوکا نہ کھاؤ اور تلوار کو نازک نہ باندھو خوبی اور تلوار مین مناسبت نہین پائی جاتی جانے دو شعر سے ہاتھ اُٹھاؤ ۱۲

میان خمیدن بھی صحیح اور چمیدن بھی صحیح۔ اس مین کس کو تردد ہی مگر لغت اور محاورہ اور اصطلاح مین قیاس پیش نہیں جاتا۔ ہندوستان کے پاتونی لوگون کو خم وچم بولتے سُنا ہو آج تک کسی نظم ونثر فارسی مین یہ لفظ نہین دیکھا۔ لفظ پیارا مجکو بھی پسند مگر کیا کرون جو اپنے پیشواون سے نہ سُنا ہو اُس کو کیونکر صحیح جانون۔ چمید صیغہ ماضی کا ہے چمیدن سے اور چمیدن ایک مصدر ہی صحیح اور مسلّم۔ چمد مضارع۔ چم امر۔ اس مین کیا گفتگو ہے۔ کلام خم وچم مین ہی۔ سوالات ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر اُن کا جواب لکھ دیا۔ اب اشعار کو دیکھتا ہون۔ خدا کرے مجھ سے کوئی سوال باقی نہ رہ گیا ہو اور تم بھی جب ان اوراق طلسمی کو دیکھو تو کوئی اصلاح کا اشارہ تم سے باقی نہ رہ جائے۔ غرض یہ ہو کہ اب پھر اس طرح کبھی نہ لکھنا مین بہت گھبرا تا ہون۔ خمیدست۔ ورسیدست مین ہزنی وست قافیہ درست ہے۔ مگر ست کا الف سب جگہ اُڑادو۔ اور یاد رہو کہ صرف سین تے کافی ہو۔ الف ضرور نہین ۱۲ غالب

ایضاً حضرت اس غزل مین پروانہ و پیمانہ وبت خانہ۔ تین قافیے اصلی ہین۔ دیوانہ چونکہ علم قرار پاکر ایک لغت جداگانہ مشخص ہو گیا ہے اُسکو بھی قافیہ اصلی سمجھ لیجئے۔ باقی غلامانہ و مستانہ و مردانہ و ترکانہ و دلیرانہ و شکرانہ۔ سب نا جائز و مستحسن۔ ایطا۔ اور ایطا بھی قبیح۔ مجھے بہت تعجب ہے کہ انہین قافیون مین ایطا کا حال تم کو لکھ چکا ہون۔ اور پھر تمنے غزل ہنی انھیں قوافی پر رکھی۔ کاشانہ و شانہ و افسانہ و جانانہ و فرزانہ یہ قافیے کیون ترک کئے۔ یاد رہے ساری غزل مین مردانہ یا مستانہ یا انکے نظائر مین سے ایک جگہ آوے دوسری بیت مین زنہار نہ آوے۔ یہ غزل نظری ہو گئی اور غزل لکھ کر بھیجو تا اصلاح دی جائے ۱۲ عفو کا طالب غالب۔

بنام ماسٹر پیارے لال

ایک الف بیش نہین صیقل آئینہ ہنوز	چاک کرتا ہون مین جب سے کہ گریبان سمجھا

پہلے یہ سمجھنا چاہیئے کہ آئینہ عبارت فولاد کے آئینہ سے ہے۔ ورنہ حلبی آئینون مین جوہر کہان اور اُنکو صیقل کون کرتا ہے۔ فولاد کی جس چیز کو صیقل کروگے بے شبہہ پہلے ایک لکیر پڑے گی اُسکو الف صیقل کہتے ہین۔ جب یہ مقدمہ معلوم ہوا تو اب اس مفہوم کو سمجھئے۔ مصرع چاک کرتا ہون مین جب سے

کہ گریبان سمجھا۔ یعنی ابتدائے سن تمیز سے مشق جنون ہو۔ ابتک کمال فن نہین حاصل ہوا۔ آئینہ تمام صاف نہین ہوگیا بس وہی ایک لکیر صیقل کی جو ہے سو ہے چاک کی صورت الف کی سی ہوتی ہے۔ اور چاک جیب آثار جنون مین سے ہے ۱۲ غالب۔

بنام منشی حبیب اللہ المتخلص بہ ذکا

بندہ پرور آپ کا مہربانی نامہ پہنچا۔ تمہاری اور صاحبزادے کی خیر و عافیت معلوم ہونے سے دل خوش ہوا۔ جو آپکی عبارت سے سمجھ لیا ہون اُس کا جواب لیجئے۔ اور جو نہین وہ مطابق میری التماس کے مجھے سمجھا دیجئے عماد و عماید شعرائے قدیم مین سے ہی اُسی کے پان سات بیت کی ایک غزل ہو جسکا مطلع یہ ہو ۵

پائے سرتا نشود راہ تو رفتن نتوان	جز بہ جاروب مژہ کوے تو رُفتن نتوان

پہلے مصرع مین رے مفتوح اور دوسرے مصرع مین مضموم۔ باقی اشعار مین گفتن و سُفتن وغیرہ قافیہ مین اُستاد دو مصرعون مین حرکت ماقبل روی مختلف لایا۔ اگر مین نے پچاس شعر کے قصیدے مین ایک شعر ایسا لکھا تو کیا غضب ہوا۔ آیا معترض صاحب استناد و مثل و نظیر کو نہین جانتے یا جانتے ہین اور نہین مانتے۔ یہ دستور میر اُنکا لاہوا نہین قدیم سے ہی۔ بندہ نواز مین نے لکھا کہ موید برہان میرے پاس آگئی ہو اور مین اُس کے اعتراضات کے جواب بہ نشان صفحہ و سطر ایک تختہ کاغذ پر لکھ رہا ہون۔ بعد اتمام نگارش تمہارے پاس اس مراد سے بھیجونگا کہ تم از راہ عنایت موید کا جواب لکھو۔ میری نگارش جو ہے آے اُسکو بھی جابجا درج کر دو۔ تم نے اس درخواست کا جواب ہان نا۔ کچھ نہ لکھا۔ اب عنایت فرماکر ان تینون باتون کا جواب لکھیے۔ اور ضرور لکھیے۔ میان محمد میران کو دعا۔ ۱۸۔ مارچ ۱۸۶۷ء

ایضاً اے عتابت بہ عنایت ہم شکل آپکا خط حاوی حل شبہات جس دن پہنچا اُسکے دوسرے دن جواب لکھ کر بھیج دیا۔ دو مصرعون مین دو لفظ بدلے گئے۔ دو شعرون کے باب مین کچھ تقریر درج ہوئی دو تین شعرون مین تمہاری رائے مسلم ہی باوجود فقدان حافظہ و استیلائے نسیان۔ ایک مصرع کا بدلا ہوا لفظ یاد ہی ۵ چہ غرہ غرہ پیشانی سمند عمر۔ بدل مصرع ع چہ غرہ غرہ پیشانی نگاہ رعمر ؛ دوسرا تبدل اسی قدر یاد رہ گیا ہو کہ شبگیر و گران رکاب۔ کچھ اسی طرح کے دو لفظ تھے۔ بے واؤ عاطفہ کچھ تقدم و تاخر ہو گیا ہے ۱۲ صبح شنبہ ۳۔ ذی الحجہ

مطابق یکم مئی سال حال ۱۲ غالب ۔

ایضاً حضرت مولوی صاحب مین برسون سے بیمار۔ اور تین مہینے سے صاحب فراش ہون۔ اُٹھنے بیٹھنے کی طاقت مفقود۔ پھوڑون سے بدن لالہ زار۔ پوست سے ہڈیان نمودار۔ پھوڑے ایسے جیسے انگارے سُلگتے ہین۔ اعضا پر دس جگہہ پھائے لگتے ہین۔ ضعف و ناتوانی علاوہ سوز غمہائے نہانی۔ علاوہ صنعت سہل ممتنع مین نے نواب مختار الملک کو قصیدہ بھیجا کچھ قدردانی نہ فرمائی۔ ردّ فرقہ وہابیہ مین ایک مثنوی جو سابق مین لکھی تھی وہ محی الدولہ کو بھیجی رسید بھی نہ آئی۔ اب سنتا ہون کہ مولوی غلام امام شہید شاگرد قتیل وہان کوس انا ولاغیری بجا رہے ہین اور سخن ناشناسون کو اپنا زور طبع دکھا رہے ہین۔ ایک کم ستر برس کی میری عمر ہوئی سوائے شہرت خشک کے فن شعر کا کچھ پھل نہ پایا۔ فرمانروایان عصر معتقد ہوئے مگر کچھ ہات نہ آیا۔ احسنت و مرحبا کا شور سامعہ فرسا ہوا۔ خیر ستایش کا حق ستایش سے ادا ہوا مختار الملک نے یہ بھی نہ کیا نہ مدح کی داد دی نہ مدح کا صلہ دیا۔ حیران ہون کہ نواب مجھے کیا سمجھے۔ محی الدولہ سے اور کچھہ نہین کہتا مگر یہ کہ خدا سمجھے ۱۲ کل سے پلنگ پر لیٹا لیٹا غزل کو دیکھ رہا ہون۔ اور لیٹے لیٹے یہ سطرین لکھتا ہون **مصرع** دیدیم گل و لالہ چہار رنگ بر آورد ۔۔ فقیر کے نزدیک دیدیم زائد اگر یون ہو تو بہتر ہے ؎ ہر یک ز گل و لالہ الخ باشد شفقے کان بلب لعل تو ماند ۔۔ گر چرخ بکام دل ما رنگ بر آورد ۔۔ باشد مخل معنی ہے اگر اسکی جگہہ آرد ہو تو بہتر۔ مگر آرد صیغہ مستقبل کا اور آورد ماضی کا اور فاعل دونون فعلون کا چرخ ہر چند اساتذہ نے یون بھی لکھا ہے۔ مگر فارسی گویان ہند نہ مانین گے پس اس شعر کو یون لکھنا چاہیئے ؎

حاشا کہ شفق مثل لب لعل تو باشد	کے چرخ بکام دل ما رنگ بر آورد

مصرع خون شد دل غمدیدہ الخ ۔۔ یہ شعر ہموار ہے نہ صاد کے قابل نہ اصلاح کا محتاج ۴۰۔ اور ۵ بیدو شعر واہ کیا کہنا ہے ؎ اے اہل ورع الخ یہ بھی ہموار ہے نہ صاد چاہتا ہے نہ اصلاح ؎

گوئی کہ زبان در دہنم برگ حنا بود	تا بوسہ زدم آن کف پا رنگ بر آورد

مولوی صاحب یہ بات تو کچھ نہین زبان چاٹنے کا آلہ ہے نہ چومنے کا۔ زبان برگ حنا بن گئی تو بوسے

سے کفِ پا کیون حنائی ہوجائے ؎

گو نی دہنم لب بزرگ برگ حنا وشت	تا بوسہ زروم آن کف پا رنگ برآورد

مقطع اور اُسکے اوپر کا شعر دونون اچھے۔ اب آپ اس خط کی رسید لکھیے اور ہمین غلام امام شہید کا حال مفصل لکھیے کہ ان کی وہان کیا صورت ہے۔ ایک شخص مجھ سے یون کہتا تھا کہ مختار الملک نے منہ نہ لگایا مگر محی الدولہ نے چار سو روپیہ مہینا سرکار جناب عالی سے مقرر کروا دیا ہے۔ روز چہارشنبہ ۱۰۔ ربیع الاول سنہ ۱۲۶۹ھ مطابق ۲۶۔ اگست سنہ ۱۸۶۳ء

ایضاً صبح سہ شنبہ ۱۳۔ صفر سال عُمر۔ صاحب ہین تمکو اخوان الصفا مین گنتا ہون اپنا نورِ نظر ولختِ جگر جانتا ہون۔ دیکھو تم پر مجکو کیا اعتماد ہے کہ خود ضبطِ راز نہین کرسکتا اور تم سے رازداری اور امانت مین اُستواری چاہتا ہون ۲ قصیدہ دو غزل ہین حیاء تحسین بہ اقتضاے بخت وقسمت ہے نہ بہ اندازہ ارزش کلام ۲ ممدوح سخن فہم ہوتا تو مجکو متوسط کے تساہل کا وہم ہوتا اغنیا کو نہ مذاق شعر سے نسبت نہ مطالعہ اشعار کی فرصت۔ متوسط نے بقدر وسع سلسلہ جنبانی کی لیکن مرجع نے نہ قدردانی کی ۲ مولوی غلام غوث خان بیخبر میر منشی لفٹنٹ گورنر مخلص خالص الاخلاص ہین۔ ہر گز اُن کو مدعی سے تلمذ نہین البتہ اُسکو خوشگو جانتے ہین اور یہ کبھی نہ ہوگا کہ وہ میرا مقابلہ کرین اور قاطع برہان کا جواب لکھین ؎ باطل ست انچہ مدعی گوید۔ مدعی اپنے زعم مین مجکو اپنا ہم فن جان کر حسد کرتا ہے۔ ہین امیر علی شیر جیسا محتسب۔ اور مولوی جامی جیسا مفتی کہان سے لاؤن جو نیاو کرے اور کاذب کو سزا دے۔ شکر ہے خدا کا کہ تم سخنور اور سخندان ہو۔ اور یقین ہے کہ قلمرو ہند مین اور بھی ایسے آدمی ہون گے کہ میرے اور مدعی کے رتبہ کو ممیز ہوسکین گے مصرع عید ست باوہ شد فلک وساغر آفتاب۔ خالصاً للہ فلک ظرف اور آفتاب مظروف ہے یہ شخص ظرف کو مظروف اور مظروف کو ظرف ٹھہراتا ہے اسکو کون مسلم رکھے گا۔ اس سے بڑھ کر ایک اور خدشہ ہے یعنی مشبہ اور مشبہ بہ مین وجہ شبہ شرط ہے آفتاب و ساغر مین تدویر وجہ شبہ ہے شراب اور فلک مین وجہ تشبیہ کہان ۲ مین اپنے کو ایسا نہین جانتا کہ تمہارے کلام کو اصلاح دون۔ قدردانی کیونکر کہون قدرافزائی کرتے ہو۔ دوستانہ نہ استادانہ

جو خیال مین آئے گا کہا جائیگا۔ اگر آپنے اِس روش کا یعنی استصلاح کا التزام کیا ہو تو جبتک کا غذ اشعار
میرے پاس سے واپس نہ جایا کرے ما کتب فیہ شہرت نہ پایا کرے۔ مجموعہ کلام سابق اگر بھیج دو گے
مین بکمال طیب خاطر اُسکو دیکھ کر بھیجدونگا۔ استجازت کیا ضرور۔ انجات کا طالب۔ غالب ✦
ایضاً صاحب پہلے مطلع مین لطف نہین۔ ہان مضمون لطیف ہو وہ فرد مین خوب آ گیا ہو۔ مطلع ثانی
بسبب تعقیدات کے مہمل رہ گیا۔ ورنہ کا قافیہ اور شعر مین اور طرح سے بندھ گیا۔ تیسرا شعر الفاظ بدلنے
سے بہت اچھا ہو گیا۔ چوشعر بے تصرف بدستور رہا اُسکا ذکر کچھ ضرور نہین۔ ساقی ابھی چھنی الخ چھنی لفظ غریب
ہے نہ اہل دہلی کے زبان زد نہ گوش زد۔ غربال کو چھلنی کہتے ہین جسکی فارسی پرویزن ہو اور جس کپڑے مین
سائلات کو چھانین فارسی اُسکی لانے پالا اور اُردو صافی ہے۔ یہ یائے معروف برابر نہ ہوا تھا یہ قافیہ دو
طرح سے درست ہوا ہو جس طرح چاہو رہنے دو۔ مرنے کا بہرے وقت مقرر نہ ہوا تھا۔ تقرر وقت مرگ
کا انکار حشو بلکہ مہمل ہو۔ مگر یہان تقرر کا وقت ازل کو قرار دیا جائے۔ مقطع میری پسند نہین ہو۔ میرے
سر کی قسم اُس کو نہ رکھو اور مقطع لکھ لو۔ ۱۲۔ غالب شنبہ ۱۴۔ نومبر سنہ ۱۸۶۳ء غ

بنام منشی میان داد خان المخاطب بہ سیف الحق المتخلص بہ سیاح

منشی صاحب سعادت و اقبال نشان سیف الحق میان داد خان سیاح کو دعا۔ صاحب وہم اور چیز
ہے۔ اور احتیاط اور چیز ہے۔ کار پردازان ڈاک میرے خطوط کے ٹکٹ کبھی نہ دبائین گے اور میرے خطوط
کبھی نہ تلف ہونگے۔ آدہ آنہ کی جگہہ دوست کا ایک آنہ کیون کھوؤن ۱۲ گلشن بعض کے نزدیک مؤنث
اور بعض کے نزدیک مذکر ہے قلم دہی خلعت ان کا یہی حال ہو کوئی مؤنث کوئی مذکر بولتا ہو۔ میرے
نزدیک وہی اور خلعت مذکر ہے اور قلم مشترک چاہو مذکر کہو چاہو مؤنث۔ گلشن البتہ مذکر مناسب ہی
رکہتہ ہے۔ بہائی جہان الف دیتا ہے میرے کلیجے مین ایک تیر لگتا ہے رکہتا ہے گلشن بھی یہ الف
دیتا ہوا دیکھ کر مین نے رکھتی ہے بنا دیا۔ مگر گلشن مذکر مناسب ہے پھلکی یا پھلکا تہا یعنی محض ہے۔
ہلکی پھلکی ہلکا پھلکا یون آئے تو درست ورنہ لغو۔ اور یہ جو پھلکا پتلی چپاتی کو کہتے ہین یہ دوسرا
لغت ہو۔ پھلکے کبھی کوئی نہ بولے گا۔ پانی وانی حقہ وقہ یون کہین گے۔ نرا وانی اور نرا وقہ نہ کہین گے

ہلکا پھلکا۔ ہلکی پھلکی کہیں گے۔ سبک چیز کو نرا پھلکا یا نری پھلکی نہ کہیں گے۔ تذکیر و تانیث کے باب مین میرزا رجب علی بیگ سے مشورہ کر لیا کرو۔ اور شبہے ہوئے حروف بھی اُن سے پوچھ لیا کرو۔ ۱۲ غالب۔

ایضاً بھائی ہم نے تم کو یہ نہین کہا کہ تم مرزا رجب علی بیگ کے شاگرد ہو جاؤ۔ اور اپنا کلام اُن کو دکھاؤ ہم نے یہ کہا ہی کہ تذکیر و تانیث کو اُن سے پوچھ لیا کرو۔ دکھن بنگالے کے رہنے والوں کو اس امر خاص مین دلی لکھنؤ کے رہنے والون کا تتبع ضرور ہے ۱۲۔ ایک قاعدہ تم کو معلوم ہے عین کا حرف فارسی مین نہین آتا جس لغت مین عین ہو اوسکو سمجھنا کہ عربی ہے۔ بعد معلوم ہونے اس قاعدے کے یہ سمجھو کہ غربال غین نقطہ دار مکسور اور رائے قرشت اور بائے موحدہ اور لام یہ لغت فارسی ہے۔ ہندی اسکی چھلنی اور مرادف اسکی پرویزن یعنی فارسی مین چھلنی کو غربال اور پرویزن کہتے ہین۔ اور چھلنی ایسی چیز نہین ہے کہ جسکو کوئی نہ جانے۔ رہا عُریال یا عریال عین سعفص اور یائے تحتانی سے فصیح و غیر فصیح کیا بلکہ غلط محض و محض غلط ہے۔ ہان اگر عربی مین چھلنی کو عریال کہتے ہون تو فارسی غربال اور عربی عُریال۔ مگر مین ایسا گمان کرتا ہون کہ عربال کا عربی مین کچھ اور اسم ہوگا عربال نہ کہتے ہونگے۔ اب تم سنو فن لغت مین ایک امر ہے کہ اُسکو تصحیف کہتے ہین یعنی لفظ کی صورت ایک ہو اور لفظون مین فرق جیسا کہ سعدی بوستان مین کہتا ہے ؎

مرا بوسہ گفتا بہ تصحیف دہ		کہ درویش را توشہ از بوسہ بہ	

توشہ و بوسہ لوشہ۔ یہ تین لفظ مصحف ہمدگر ہین۔ حال آنکہ معانی مین وہ فرق کہ جیسا زمین و آسمان مین۔ توشہ ترجمہ زاد کا۔ بوسہ ترجمہ قبلہ کا۔ توشہ اسم دولہ کا۔ صاحبان فرہنگ مین برہان قاطع والا تصحیف مین بہت مبتلا ہی۔ گزرا اور گزر خربزہ اور خربزہ کہتا ہی کہ سدا بہ سین سعفص لفظ فارسی ہے بمعنی آواز۔ اور صدا بہ صاد تعریب ہے جو لغات تے مین لکھے ہین اُنہین لغات کو طوے مین لکھتا ہی حال آنکہ جس طرح عین فارسی مین نہین ہی طوے بھی نہین ہی۔ مثلاً تشت لغت فارسی الاصل ہی املا اسکی طوے سے غلط ہی۔ برہان قاطع والا اسکو تے سے بھی لایا ہی اور طوے سے بھی محققین جانتے ہین کہ صدا بمعنی آواز لغت عربی الاصل ہی نہ معرب۔ اور سدا سین سے ہرگز فارسی مین آنہ

کو نہین کہتے۔ ہان اُردو کے محاورہ مین بمعنی ہمیشہ کے مستعمل ہی۔ قصہ کوتاہ غربال بمعنی چھلنی کے لفظ فارسی الاصل صحیح اور فصیح ہے۔ اور غربال اگر کسی اور فرہنگ عربی مین مثل قاموس اور صراح وغیرہ کے بمعنی چھلنی کے نکلے تو اُسکو مانو ورنہ یہ برہان قاطع والے کی خرافات مین سے ہی۔ نجات کا طالب غالب ۱۲ فروری

ایضاً منشی صاحب تمہارے خط پہنچنے کی تم کو اطلاع دیتا ہون اور مطالب مستفسرہ کا جواب لکھتا ہون۔ اور اپنے دوست روحانی مرزا رجب علی بیگ سرور کو سلام کہتا ہون کہہ دیجئے گا بلکہ یہ رقعہ دکھا دیجئے گا ۱۲ بعض لوگ آن بان بولتے ہین مگر فقیر کے نزدیک آن تان صحیح ہی اور یہی فصیح ہے ۱۲ پر بمعنی لیکن لفظ مشہور ہی اور پہ اُسکا مخفف ہی اس مین شاید کسی کو کلام ہو۔ کوئی اور لکھے یا نہ لکھے میرے اُردو کے دیوان مین بیچ دو جگہہ یہ لفظ آیا ہو گا ۱۲ مجکو بنگالہ سے آئے ۳۲۔۳۳ برس ہوئے بہت احباب مر گئے۔ بہت متفرق ہو گئے۔ اب لیا وہان کوئی نہیں جس سے ارسال رسائل کی رسم و راہ ہو ۱۲ صاحب وہ شعر جس کو تم نے پوچھا ہے یہ ہے ؎

واعظ نہ تم پیو نہ کسی کو پلا سکو
کیا بات ہے تمھاری شراب طہور کی

دو شعر اس غزل کے اور یاد آ گئے ہین۔ وہ دوسرے صفحہ پر لکھتا ہون ؎

کیا فرض ہے کہ سب کو ملے ایک سا جواب
آؤ نہ ہم بھی سیر کرین کوہ طور کی

گو وہان نہین پہ وہان کے نکالے ہوئے تو ہین
کعبہ سے اِن بتون کو بھی نسبت ہے دُور کی

دیکھو یہ پر کا مخفف پہ ہی بمعنی لیکن ۱۲ بنارس کا کیا کہنا ہی ایسا شہر کہان پیدا ہوتا ہی انتہائے جوانی مین میرا وہان جانا ہوا۔ اگر اس موسم مین جوان ہوتا تو وہین رہ جاتا اور ادہر کو نہ آتا ؎

عبادت خانۂ ناقوسیانست
ہمانا کعبۂ ہندوستانست

جس بحر مین کوئی اسم یا کوئی لفظ نہ آسکے اُسکی تدبیر فردوسی و خاقانی سے بھی نہ ہو گی مین کیا کرونگا نام تمہارا آسکتا ہی لیکن الف دبتا رہتا ہی۔ خدا کے واسطے اسکی تدبیر سرور صاحب سے بھی ضرور پوچھنا

نجات کا طالب غالب ۱۲ شنبہ ۱۲۔ فروری سنہ ۱۸۶۱ع۔

ایضاً بھائی تمہارا خط کل پہنچا آج جواب لکھتا ہون۔ پہلے یہ پوچھتا ہون کہ میری طرف سے

جو اعتذار چھپا ہے وہ تمھاری نظر سے گزرا ہے یا نہین۔ نہ گزرا ہو تو اکمل الاخبار ماہ شوال کے چار دن ہفتہ کے دو ورقہ دیکھ لو۔ ایک ہفتے مین نکل آئے گا ۱۲۔ واقعی اعتراض کے جواب ایک مولوی نے لکھے ہین ۱۱ اس ہفتے کے اکمل الاخبار مین دیکھ لو جو تم سے کلام کرے اُسی انداز سے تم بھی کلام کرو ۱۲

نجات کا طالب غالب ۱۹۔ اپریل ۱۸۶۶ء

ایضاً بھائی تمھاری جان کی اور اپنے ایمان کی قسم کہ مین فن تاریخ گوئی و معما سے بیگانہ محض ہون اُردو زبان مین کوئی تاریخ میری نہ سُنی ہو گی۔ فارسی دیوان مین دو چار تاریخین ہین انکا حال یہ ہے کہ مادہ اورون کا ہے اور اشعار میرے ہین۔ تم سمجھے کہ مین کیا کہتا ہون۔ حساب سے میرا جی گھبراتا ہے اور جمع جوڑ لگانا نہین آتا ہے جب کوئی مادہ بناؤنگا حساب درست نہ پاؤنگا۔ دو ایک دوست ایسے تھے کہ اگر حاجت ہوتی تو مادہ تاریخ وہ مجھے ڈھونڈھ لا دیتے موزون مین کرتا۔ اور اگر آپ مین نے مادہ کی فکر کی ہے اور یہی حساب جمل منظور رکھا ہے تو ایسے ایسے تعمیے و تخرجے آگئے ہین کہ وہ تاریخ ہنسی کے قابل ہو گئی ہے۔ کلکتہ مین قاضی القضات سراج الدین علیخان مرحوم کی قبر پر مسجد بنی ہے اُن کے بھتیجے مولوی ولایت حسین خان نے استدعائے تاریخ کی مین نے لکھی چنانچہ وہ فارسی دیوان مین موجود ہے ؎

مفتی عقل از پے تاریخ این بنا	ایما بسوئے من ز رہ احترام کرد
گفتم بوے بدیہہ خوشا خانۂ خدا	شد خشمگین و مے کہ نظر در کلام کرد
خاشاک رفت و پائے ادب در شکنجہ ریخت	ایہام را بہ تخرجہ معنی تمام کرد

واسطے خدا کے غور کرو خوشا خانۂ خدا مادہ پھر اُس مین سے خاشاک کے عدد دُور کرو نو سو اکیس کا تخرجہ پھر بھی دو اور زیادہ ہے۔ پائے ادب توڑا بھلا یہ کوئی تاریخ ہے مگر ہان حساب کے قاعدہ سے باہر کچھ معنی سگالی کے طور پر میرا ایجاد ہے۔ اور وہ لطف رکھتا ہے ایک شخص ۱۲۴۸ مین مرا اُسکی تاریخ مین نے لکھی ؎

ز سال واقعہ میرزا سیتا بیگ	مات راست شمار ائمہ امجاد
صحیفہ ہائے سماوی مبین از عشرات	حدیقہ ہائے بہشتی مشخص از احاد

ائمہ بارہ یعنی بارہ سو پھر کتب سماوی چار۔ دہا کے چار یعنی چالیس۔ بہشت آٹھ۔ چالیس اور آٹھ

اڑتالیس بارہ سواڑتالیس. دوسری تاریخ بارہ سوستر کی ؎

از بروجِ سپہر جوئے آت	عشرات از کواکب سیّار

برج بارہ سات دہا کے ستر۔ یہ جو لکہتے ہو کہ سید غلام بابا کسی بحر مین نہین آتا کیون نہین آتا ؎

جب کہ سید غلام بابا نے	مسندِ عیش پر جگہہ پائی
ایسی رونق ہوئی برات کی رات	کہ کواکب ہوئے تماشائی

دوسری بحر سنو ؎

ہزار شکر کہ سید غلام بابا نے	فراز مسندِ عیش وطرب جگہہ پائی
زمین پہ ایسا تماشا ہوا برات کی رات	کہ آسمان پہ کواکب بنے تماشائی

اس بحر مین سماتا ہوا کوئی مادہ بہم پہنچاؤ۔ تاریخ کہہ لو وہ دوست جو مادہ ڈھونڈ دیتے تھے وہ جنت کو سدہارے ہین جیسا کہ اوپر لکہہ آیا ہون معذور اور مجبور ہون. غالب سہ شنبہ ۱۱۔ محرم ۱۲۸۱۔ جولائی سال حال ڈ

بنام شہزادہ بشیر الدین

پیرومرشد سلامت. اعضا فرسودہ اور بودے ہوگئے. روح اُن مین دوڑتی نہیں پھرتی مگر ابھی مفارقت نہین کرگئی. خدا جانے کس کمین میں ہو. اعضا نکمے ہوئے۔ آب وہ کام جو اُن سے متعلق تھے بند ہوگئے آپ کا حکم ماننا اور آپکی خدمت بجالانی دل سے تعلق رکھتی ہے وہ لطیفہ غیبی یعنی روح کے کام ہین جبتک وہ باقی ہے سرانجام پاتے جائینگے خاکم بدہن واسطے اقوال کے ہے جب کوئی کلمہ مکروہ طبع کہتے ہین تو خاکم بدہن کہہ لیتے ہین

عمر خیام ؎ برخاک برحیتی سے ناب مرا	خاکم بدہن مگر تو مستی ربے

اور خاکم بسر اور خاکم بفرق عام ہے جیسا کہ مین ایک شہزادہ کے مرثیہ مین کہتا ہون ؎

	اے اہل شہر مدفن این دودمان کجاست	خاکم بہ فرق خواب گہہ خسروان کجاست
اُستادؒ	خاکم بسر کہ عاشق کار آزمودہ ام	دانم کہ با رقیب بخلوت چہا رود

آپکے ہان اور مولوی روم کے ہان خاکم بدہن کا متوقع نہین جیسا کہ مولوی معنوی نے لکھا حضرت بھی اپنے ہان نہ لکھین ؎ فرق است درمیانہ کہ بسیار نازک است. نجات کا طالب غالب.

ایضاً بندہ پرور مہربانی نامہ آیا سر پر رکھا اور آنکھون سے لگایا۔ فارسی کی تکمیل کے واسطے اصل الاصول مناسبت طبیعت ہی۔ پھر تتبع کلام اہل زبان لیکن نہ اشعار قتیل و واقف و شعراے ہندوستان کہ یہ اشعار سواے اسکے کہ ان کو موزونی طبع کا نتیجہ کہیے اور کسی تعریف کے شایان نہین ہین۔ نہ ترکیب فارسی نہ معانی نازک۔ ہان الفاظ فرسودہ عامیانہ جو اطفال دبستان جانتے ہین اور جو متصدی نثر مین درج کرتے ہین وہ الفاظ فارسی یہ لوگ نظم مین صرف کرتے ہین۔ جب رودکی و عنصری و خاقانی و رشید وطواط اور ان کے امثال و نظائر کا کلام بہ استیفا دیکھا جاے اور اُن کی ترکیبون سے آشنائی بہم پہونچے اور ذہن اعوجاج کی طرف نہ لیجائے تب آدمی جانتا ہے کہ ہان فارسی یہ ہے۔ بسنکہ باشم الخ اس کی جو شرح چھاپے مین لکھی ہی اُسکو ملاحظہ کیجئے اور معانی میرے خاطر نشان کیجئے تو مین سلام کرون۔ پہلے نظر یہان لڑنی چاہیے کہ از اوج بیان انداختہ کا فاعل کون ہی اور مفعول کون ہی۔ اگر عقل کل کو انداختہ کا مفعول اور بسنکہ کے کاف کو کدامیہ ٹھہراؤگے تو بے شبہ انداختہ کے فاعل دو ٹھہرینگے۔ ایک ناوک انداز ادب اور ایک مرغ اوصاف تو ایک فعل اور دو فاعل یہ کیا طریق اور کیسی تحقیق ہی۔ اب فقیر سے اسکے معنی سنئے من انداختہ کا مفعول را مقدر بسنکہ کا کاف توصیفی ناوک انداز ادب۔ ادب آموز یعنی اُستاد مرغ توصیف تو فاعل۔ مجکو کہ عقل کا اُستاد ہون تیرے مرغ توصیف نے اوج بیان سے گرا دیا عقل کل تک کہ وہ علویون مین اعلیٰ ہی اس کا ناوک پہونچ سکتا تھا مگر مرغ اوصاف اُس مقام پر ہے کہ جہان اِس ناوک انداز کو ناوک کے پہنچانے کی گنجائش نہین۔ اوج بیان سے گرنا عاجز آجانا ہی قدرت وہ کہ عقل کل سے بھی زیادہ۔ اور عجز یہ کہ اوج بیان سے گر گیا کیا اچھا مبالغہ ہے مرغ اوصاف کی بلندی کا۔ اور کیا خوب مضمون ہی اظہار عجز باوجود دعوی قدرت ۱۲ ایثار تو بر دوختہ چشم و دہن آز اسکے معنی تو وہی ہین جو چھاپے مین لکھے مصرع ثانی[1] کی شرح مین گمراہ ہوگیا۔ احسان تو ہر قطرہ دریا بشگافت تاہم بقید حیات نیایدیہ یہ ہیچمدان اس معنی کے معنی نہین سمجھا۔ سیدھی بات ہے مگر خیال مین جب آئیگی کہ اساتذہ کے مسلمات معلوم ہون۔ کمال ایثار و عطا مین مروارید و یاقوت و بحر و معدن کی کمبختی آتی ہی لعل، و دُر کا معدوم ہوجانا اور بحر و کان کا خالی رہ جانا۔ نئی نئی طرح سے باندھا ہے چنانچہ مین نے کسی زمانہ مین اسی زمین مین ایک

[1] مصرع ثانی یوں ہے ع احسان تو نشگافتہ ہر قطرہ گہر را ۱۲

قصیدہ لکہہ کر وزیر الدولہ والی ٹونک کو بھیجا تھا۔ اُس مین کے دو شعر یہ آپ کو لکھتا ہون ؎

ناموس نگہ داشتی از جود بہ گیتی	جز پروگیان حرم معدن ویم را
وقت ست کہ این قوم بہر کوچہ و بازار	ہر سند ز ہم منشا رسوائی ہم را

پردگیان حرم معدن ویم یعل و گہر جو کثرت ایثار سے کوچہ و بازار مین خاک آلودہ پڑے ہوئے ہین وہ باہم گرو رومندانہ یہ گفتگو کرتے ہین۔ کہ اس شخص نے سب کی حرمتین رکھ لین اور سب کی آبروئین بچائین ہمکو اس قدر بے حرمت اور ذلیل کیون کر رکھا ہے ؟ ۱۲ قطرہ دریا کا حباب کے واسطے چیرنا۔ بے حساب ہے۔ مقصود عرفی کا یہ ہے کہ جتنے موتی دریا مین ہاتھ آئے وہ بخشدیئے اور بخشش کا ذوق باقی رہا۔ چونکہ قطرہ مین بالقوہ استعداد موتی ہوجانیکا ہے تو اس احتمال سے ہر قطرۂ دریا کو چیر ڈالا۔ کہ اگر موتی ہاتھ آئین تو وہ سائلون کو دیئے جائین۔ پہلے مصرعہ مین حرص کا سیر کردینا موافق مسلمات شعرا کے ممتنع اور اسکا وقوع مین آنا اغراق دوسرے مصرعہ مین باحتمال استعداد بالقوہ قطرہ کو چیر ڈالنا اور پھر اس طرح کہ ہر قطرہ کو یہ اغراق سے گزر کر تبلیغ و غلو ہی۔ ۱۲ داد کا طالب غالب۔

بنام منشی کیول رام قوم کایتھ۔ المتخلص بہ ہُشیار

غالب خاکسار کہتا ہے کہ شعراے ایران کلہم اجمعین مسلم الثبوت ہین اور اُن کا کلام سند ہی۔ سخنوران ہند مین امیر خسرو دہلوی بھی ایسے ہی ہین جیسے اہل ایران۔ اہل ہند مین امیر خسرو دہلوی نے اہل ایران مین رودکی و فردوسی سے کر جامی تک اور جامی سے صائب و کلیم تک کسی نے لغت کی کوئی کتاب لکھی ہو کوئی فرہنگ جمع کی ہو تو ہمین دکھاؤ اسکو اگر مین نہ مانون اور سند نہ جانون تو مین گنہگار ۱۲ جتنی فرہنگین اب موجود ہین نام اُن کے کہان تک لون مشہور و غیر مشہور کچھ کم سو رسالے ہونگے ان سب سالون کے جامع ہندی ہین۔ کوئی اہل زبان نہین ہے ۱۲ اشعار اساتذۂ ایران کو اخذ ٹھہرا کر جو لغات اُنکی نظم مین دیکھے بمناسبت مقام اُن لغات کے معنی لکھ دیئے استنباط معنی کا مدار قیاس پر ہے مین نہین کہتا کہ قیاس اُن کا سراسر غلط ہے میرا قول یہ ہے کہ کمتر صحیح اور بیشتر غلط ہی ۱۲ اُن سب فرہنگ لکھنے والون مین یہ دکن کا آدمی یعنی جامع برہان قاطع احمق اور غلط فہم اور معوج

الذہن ہی مگر قسمت کا اچھا ہی مسلمان اس کے قول کو آیت اور حدیث جانتے ہین اور ہندو اس کے بیان کو مطالب مندرجہ بید کی برابر مانتے ہین ۱۲ گیا اور گیاہ بہ کاف فارسی مکسور سبز گھانس کو کہتے ہین۔ گیا بہ کاف فارسی مفتوح کوئی لغت فارسی نہین ہی ہرگز نہین ہی۔ مولوی روم اور حکیم سنائی کے ہات کے لکھے ہوئے شعر کس نے دیکھے ہین کہ اُنھون نے اپنے ہاتھ سے کاف پر دو مرکز اور فتح بنا دیا ہو۔ فرہنگ نویسون کی رائے کی تباہی اور قیاس کی غلطی ہے جو ایسا سمجھے ہین نہ گیا بمعنی وہ ہے نہ گیا بمعنی مقدم وہ ہے نہ گیا بمعنے پہلوان ہو نہ کارگیا کوئی لفظ ہے نہ کوئی لغت ہے ۱۲ کئے بہ کاف عربی مفتوح بروزن مے ایک لغت فارسی ہو ذو معنیین یعنی دو معنی دیتا ہی ایک تو کب یعنی کس وقت۔ اور دوسرے معنی اسکے ہین حاکم اور مالک کے۔ الف جو اسکے آگے آتا ہی وہ کثرت کے معنی دیتا ہے جیسے خوشا بہت خوش۔ بدا بہت بد۔ گیا بڑا حاکم ؎

عشق آن بگزین کہ جملہ اولیا		یافتند از عشق او کار کیا	

یعنی بہ سبب عشق کار بزرگ یافتند ؎

سر فرو بردیم تا بر سروران سرور شدیم		چاکری کردیم تا کار کیائی یافتیم	

یہان بھی وہ کار بزرگ یعنی بڑا کام بس یائے تحتانی اگر مجہول ہے تو تعظیمی ہے اگر معروف ہی تو مصدری ہی یعنی بزرگی کا کام حکومت کا کام۔ وہ کیا مضاف و مضاف الیہ مقلوب ہے یعنی کیا ہی وہ اور حاکم وہ کار کیا مثلہ یعنی کیا ہی کار و مالک کار جہان ماقبل اس کے رائے مکسور لائین گے وہان کا موصوف اور کیا صفت ہو نہایت تحقیق و اصل حقیقت یہ ہی فقیر نے جہان کیا کے لفظ پر خط مستطیل کھینچا ہے وہ علامت فتحہ ہے دوسرا امر گز نہین جو کاف پارسی سمجھا جائے ۱۲ اداو کا طالب دلخواہ غالب

بنام مولوی کرامت علی

فقیر اسد اللہ جناب مخدومی مولوی کرامت علی صاحب کی خدمت مین عرض کرتا ہی کہ آپ کی تحریر کے دیکھنے سے یاد آیا کہ آپ میرے ہان آئے   ہین اور مین نے آپکی ملاقات سے حظ اُٹھایا ہی حل معنی اشعار کی یہ صورت ہے کہ ہندی کے شعر میرے نہین۔ شعرائے لکھنؤ مین سے کسی کے ہین بلکہ اغلب ہے کہ

ناسخ کے ہون یا شعار فارسی البتہ میرے ہین ؎

خواست کز مار نجد و تقریب بخیدن نداشت | جرم غیر از دوست پرسیدیم و پرسیدن نداشت

داشتن بمعنی رکھنے کے ہی لیکن اہل زبان بمعنی بایستن بھی استعمال کرتے ہین ۔ ظہوری رح ؎

گر اسیر زلف و کاکل گفتہ باشم خویش را | گفتہ باشم این قدر بر خویش پیچیدن نداشت

میرے شعر مین پہلے مصرعہ کا داشت بمعنی رکھنے کے اور دوسرے مصرع کا داشت بمعنی بایست ہے مفہوم شعر یہ کہ دوست ایسا حیلہ ڈھونڈھتا تھا کہ اُسکے ذریعہ سے مجھ پر خفا ہو۔ چاہتا تھا کہ آزردہ ہو مگر سبب نہین پاتا تھا۔ قضارا کچھ دنون کے بعد رقیب سے معشوق کو ملال ہوا۔ میری جو شامت آئی مین نے دوست سے پوچھا کہ رقیب نے کیا گناہ کیا جو راندہ درگاہ ہوا معشوق اسی گستاخی کو بہانہ عتاب ٹھہرا کر آزردہ ہو گیا اب شاعر افسوس کرتا ہی اور کہتا ہی ہاے پرسیدن نداشت یعنی پوچھنا نہ چاہیئے تھا ؎

دیر خواندی سوے خویش و زود فہمیدم دریغ | پیش ازین پایم ز گرد راہ پیچیدن نداشت

عاشق ایک عمر تک منتظر رہا کہ یار مجکو بلاوے ۔ مگر اُس عیار نے نہ بُلایا رفتہ رفتہ مین غم سے ایسا زار و ناتوان ہو گیا کہ طاقت رفتار نہ رہی اور گرد راہ سے میرے پاؤن اُلجھنے لگے جب اُس نے یہ جانا کہ اب نہ سکے گا تب بلایا۔ عاشق کہتا ہی کہ تو نے میرے بلانے مین دیر کی اور مین اسکی وجہ جلد سمجھ گیا کہ تو نے میرے بُلانے مین اس واسطے دیر کی کہ اس سے پہلے مین ایسا ضعیف نہ تھا کہ تو بلاے اور مین نہ آؤن دریغ کو یہ نہ سمجھا جائے کہ زود فہمیدن پر ہی یا پہلے سے بیمار نہ ہونے پر ہے دریغ ہے دوست کی بیوفائی اور بے سبب آزار دینے اور اپنی عمر کے تلف ہونے پر ؎

من بو فا مردم و رقیب بدر زد | نیمہ لبش انگبین و نیمہ تبرزد

انگبین شہد کو کہتے ہین اور تبرزد مصری کو کہتے ہین ان معنون مین کہ یہ مانند قند اور بتاسون کے جلد ٹوٹنے والے نہین جب تک اسکو تبر سے نہ توڑو مدعا حاصل نہین ہوتا۔ بدر زدن ۔ اگرچہ لغوی معنی اسکے ہین باہر مارنا یعنی بدر باہر۔ اور زدن مارنا لیکن روزمرہ مین اسکا ترجمہ ہی نکل جانا۔ اب جب یہ معلوم ہو گیا تو یون سمجھیے کہ معشوق کے ہونٹون کو میٹھا کہتے ہین اور قند اور مصری شہد سے نسبت

دیتے ہین اور البتہ مکھی مٹھاس کی عاشق ہی پس جو مکھی کہ مصری پر بیٹھی. وہ جب چاہے تب بے تکلف اور جائے اور جو مکھی کہ شہد پر بیٹھے گی جب وہ اڑنے کا قصد کرے گی. پر و بال اُسکے شہد مین لپٹ جائینگے. اور وہ مر کر رہ جائے گی. پس اب یہ کہتا ہے کہ میرے معشوق کے ہونٹ شیرینی مین میرے واسطے شہد ہو گئے. اور رقیب کے واسطے مصری. یعنی وہ چاٹ کر لطف اُٹھا کر صحیح و سالم چلا گیا اور مین پھنس کر وہین مر گیا ؎

در نمکش ہین و اعتماد نفوذ مش		گر بمی افگند ہم بہ زخم جگر زو	

زدن لازمی بھی ہی. اور متعدی بھی لازمی کے معنی ہندی مین لگ جانا. اور متعدی کے معنی مارنا. یہان زدن لازمی ہی. اب یہ سمجھا چاہیئے کہ نمک شراب کو بگاڑتا ہی یعنی اگر شراب مین نون ڈال کر ایک آدھ دن دھوپ مین رکھین تو اوسمین نشہ جاتا رہتا ہی اور وہ سرکہ ہو جاتا ہی. اور زخم پر اگر نمک ڈالین تو وہ کاٹا کرتا ہی اور زخم کو بڑھاتا ہی مقصود شاعر کا یہ کہ تو میرے معشوق کے نمک کو دیکھ اور دیکھ کہ اُس کو اُس نمک کے نفوذ پر کتنا بھروسا ہی کہ اگر وہ اس نمک کو شراب مین ڈال دیتا ہے تو وہ شراب مین نہین ملتا. اور زخم جگر پر جا لگتا ہے یعنی اگر بے محل بھی کرشمہ کرتا ہے تو بھی وہ اپنا کام کر رہتا ہے ؎

کیست درین خانہ کز خطوط شعاعی		مہر نفس ریزہ ہا بہ روزن در زد	

یہ خیال ہی یعنی ایک گھر مین اسکا محبوب بیٹھا ہوا ہی اور اسنے جان لیا ہی کہ کون ہی. مگر بطریق تجاہل بھولا بنکر پوچھتا ہی کہ آیا اس گھر مین ایسا کون ہی کہ مہر یعنی آفتاب نے اپنی سانس کے ٹکڑے فرط شوق سے دروازہ کے روزن پر پھینک دیئے ہین. آفتاب کے خطوط شعاعی کا روزنون مین پڑنا اور اُن خطوط شعاعی کا یعنی سورج کی کرن کا بصورت سانس کے ٹکڑون کے ہونا ظاہر ہے ؎

دعوی اور ابود دلیل بدیہی		خندہ دندان نما بہ حُسن گہر زد	

خندۂ دندان نما اُس ہنسی کو کہتے ہین جو تبسم سے بڑھ کر ہو. اور اُس مین دانت ہنسنے والے کے دکھائی دین. معشوق موتیون کے حُسن پر ہنسا اور ہنستا کوئی اُسی چیز پر ہے جسکو اپنے نزدیک ذلیل سمجھ لیتا ہی حاصل معنی یہ کہ میرا معشوق موتیون کے حسن پر ہنسا گویا اُس نے یہ دعوی کیا کہ موتی کچھ اچھی چیز نہین اب دعوے کے واسطے دلیل ضرور ہی سو شاعر یہ کہتا ہے کہ میرے معشوق کے دعوی پر دلیل بدیہی ہی یعنی ہنسنے

مین اُسکے دانت نظر آئے معلوم ہوا کہ وہ حسن جو لوگ موتی مین گمان کرتے تھے وہ لغو ہے حُسن یہ ہے کہ جو معشوق کے دانتون مین ہی۔ بس اس دلیل کو سب نے دیکھ لیا اور چونکہ بدیہی تھی مان لیا ؂

غیرتِ پروانہ ہم بروز مبارک
نالہ چہ آتش ببالِ مرغِ سحر زد

پروانہ کی غیرت دن کو بہی مبارک سمجھنی چاہیئے۔ پروانہ کی غیرت وہ غیرت نہین کہ جو پروانہ مین ہو یا پروانہ کو ہو۔ بلکہ وہ غیرت کہ جو اور کو آتی ہو پروانہ پر یعنی رشک حاصل معنی یہ کہ مین تو دن رات عشق مین جلتا ہون رات کو جو پروانہ کو جلتا ہوا دیکھتا تھا تو مجکو اُسپر رشک آتا تھا دن کو ایسا کوئی نہ تھا کہ مجکو اُس پر رشک آ دے۔ لو اب ہی غیرت آور وہی رشک جو پروانہ پر شب کو تھا اب دن کو بھی مبارک ہو یعنی میرے صبح کے نالون سے مرغ سحر کے پرون مین آگ لگ گئی اور مین اپنی مستی اور بے خودی مین یہ نہین جانتا کہ یہ میرے نالے کے سبب سے ہے مجکو وہ رنج اور غصہ تازہ ہو گیا جو رات کو پروانہ کو دیکھ کر کھاتا تھا۔ اب مرغ سحر کو جلتے ہوئے دیکھ کر جلتا ہون کہ ہائے یہ کون ہے کہ جو میری طرح جلتا ہی ؂

لشکر ہوشم بزور مے نہ شکستی
غمزۂ ساقی نخست راہ نظر زد

نظر فکر کو بھی کہتے ہین اور نگاہ کو بھی۔ یہان نگاہ کے معنی ہین۔ شاعر کہتا ہے کہ مین ایسا نہ تھا کہ شراب کی تاب نہ لاتا۔ اور شراب پیکر بیہوش ہوجاتا مگر کیا کرون کہ پہلے غمزۂ ساقی نے نگاہ کو خیرہ اور مغلوب کردیا پھر اُس پر شراب پی گئی بیخودی کا استعداد تو بہم پہنچ گیا تھا ناچار ہوش جاتے رہے ؂

زان بت نازک چہ جائے دعوی خون ست
دست دے ودامنے کہ او بکمر زد

اس شعر کا لطف وجدانی ہی بیانی نہین ہی معنی اس کے یہ ہین کہ اُس معشوق سے کہ وہ بہت نازک ہی خون کا دعوی کیا کرین کہ اُس کو وقت عزم قتل۔ دامن گردانتے۔ وقت وہ صدمہ پہنچا ہی کہ اُسکا ہات ہی اور وہ دامن کہ جو اُنہون نے گردان کر کمر پر باندھا تھا ایسا لچکا کمر کو پہنچا ہے کہ وہ آپ اپنے دامن پر داد خواہ ہو رہا ہی۔ بس کوئی اُس سے خون کا کیا دعوے کرے گا۔ **قطعہ**

برگ طرب ساختیم و بادہ گرفتیم
شاخ چہ بالد گر ارمغان گل آورد

ہر چہ ز طبع زمانہ بیہدہ سر زد
تاک چہ ناز د اگر صلائے ثمر زد

شاعر کہتا ہے کہ یہ روئیدگیان بمقتضاے طینتِ خاک ہر طرف ظاہر ہوا کرتی ہین. مثلاً گنا. اب کچھ خاک کو اور ہوا کو یہی منظور نہین کہ اُسکا رس نکلے اور اُس کا قند بنے. یہ آدمی کی دانشمندی ہی کہ اُس نے اس گھاس مین سے یہ بات پیدا کی. پس اسی طرح انگور ہین. اور گلاب کے پھول ہین. شاخِ گل کیا جانے کہ پھول مین کیا خوبی ہے اور تاک کیا جانے کہ میرے پھل مین کیا ہنر ہے. ہم نے اپنے زورِ عقل سے انگور کی شراب بنائی اور پھولون کو ہر ہر رنگ سے اپنے کام مین لائے ۵

کام نہ بخشیدہ گنہ چہ شماری	غالبِ مسکین بہ التفات نیرزد

یہ گستاخانہ اپنے پروردگار سے کہتا ہے کہ جب اِس عالم مین تو نے میری داد نہ دی اور میری خواہشین پوری نہ کین تو بس اب معلوم ہوا کہ مین لائق التفات کے نہ تھا. پس جب مین لائق توجہ کے نہین تو اب عالمِ عقبیٰ مین میرے گناہون کا مواخذہ کیا ضرور ہے. جب ہمارے مطالب آپ نے ہمکو نہ دیئے تو ہمارے معاصی کا بھی شمار نہ کیجیے. جانے دیجیے ہم مین التفات کی ارزش نہین ہے ۱۲ غالب

بنام منشی جواہر سنگھ جوہر

برخوردار تمہارے خطون سے تمہارا پہنچنا. اور چھاپے کے قصیدہ کا پہنچنا اور ہیرا سنگھ کا اِدہر روانہ ہونا معلوم ہوا. یہان لالہ چھجمل اکثر بیمار رہتے ہین. اِن دنون مین خصوصاً اس شدت سے نزلہ چھاتی پر گرا کہ وہ گھبرا گئے اور زیست کی توقع جاتی رہی. بارے کچھ فرصت ہو گئی ہی. بھائی یہ آفتاب سرکوہ گئے ہین ہیرا کا اُن کے پاس رہنا اچھا ہے تم سے جو ہو سکے گا تم اُسکے مصارف کے واسطے مقرر کر دو غزل تمہاری ہم کو پسند آئی. اصلاح دے کر بھیج دی گئی. اسکا تم خیال رکھا کرو کہ کس لفظ کو کس معنی کے ساتھ پیوند ہو. مصرع چہ اندر یاس بجانِ امیدوار افتد. یہان اُفتد مہمل ہی. یاس بدل اُفتادن و یاس بجان اُفتادن روزمرہ نہین. اور بھی کئی افتد ایسے ہی ہین ۵

سیاہ بختم اگر بر سرم گزار افتد	بسان سایۂ ہما نیز سوگوار اُفتد

سوگوار ہونا سایہ کا بہ اعتبار سیاہی رنگ ہے. اب یہان دونو اُفتد ٹھیک ہین. گزار اُفتادن روزمرہ اور دوسرا اُفتد بمعنی واقع شود ۵

شنیدہ ام بجہائے تو بتلاست عدو	چرا نہ شور بجانِ امید وار اُفتد

شور اُفتادن روزمرہ ہے۔ اور یاس اُفتادن غلط ہے

بہ حیرتم کہ ز دوزخ۔ کسان دوزخ را	کجا برند چو آہم شرارہ بار اُفتد

یہان اُفتد بمعنی واقع شود ٹھیک ہے

نہ گبرم و نہ مسلمان بحیرتم کہ مرا	سوائے دوزخ و مینو کجا گزار اُفتد

یہ شعر تمہارا بہت خوب ہے آفرین ہے

قرار در وطن افسردہ میکند دل را	خوشا غریب کہ دور از دیار یار اُفتد

یہان بھی اُفتد صحیح و با معنی ہے

نہیم رقیب کہ رسوایم خجل نکند	خوش ست چشم اگر یار بیہودہ وار اُفتد

یہان بھی اُفتد بمعنے واقع شود ہے

ترا کہ شیوہ دگرگون کنی بر غم بتان	خوش ست گر ز جفا بر وفا قرار اُفتد

اُفتد یہان بھی ٹھیک ہے۔ بات اتنی ہی تھی کہ بود گد لا لفظ تھا کنی صاف ہے ہے

خطِ رخِ تو بدل دادہ خط آزادی	خوشم کہ در شکن زلف تابدار اُفتد

وہ صورت اچھی نہ تھی یہ طرز خوب ہو گئی معنی کا عیار کامل ہو گیا ہے

چکد ز خامہ جوہر سخن چنانکہ مگر	بزور موج دُر از بحر بر کنار اُفتد

دولت و اقبال روز افزون روزی باد بازا اسد اللہ۔ نگاشتہ سہ شنبہ نہم اپریل ۱۸۵۳ء

بنام منشی ہیرا سنگھ

فرزند دلبند سعادت مند منشی ہیرا سنگھ کے حق مین میری دعائیں قبول ہون اور اُن کے جتنے مطالب و مآرب ہین وہ عنایت الٰہی سے پورے ہون۔ بھائی لب ساحل کی سند پر یہ شعر ہے طالب آملی کا ہے

مدتے آن گدائے خونین دل	بود تبخالۂ لبِ ساحل

لب بام۔ لب فرش لب گور لب چاہ لب دریا۔ لب ساحل بمعنی کنارہ کے ہے مستعمل اہل ایران

لب بام اُس مقام کو کہتے ہین کہ جہان ایک قدم آگے بڑھایے تو دھم سے انگنائی مین آ رہیے۔ لب دریا اُسے سمجھیے جہان سے قدم بڑہایے تو پانی مین جایئے۔ لب ساحل وہ ہوا جہان سے آگے بڑہیے تو دریا مین گر پڑیے۔ لب دریا سے پائون پانی پر رکھا جاتا ہی جیسا نہانے کے واسطے۔ اور لب ساحل سے دریا مین کودتے ہین جس طرح سلطان جی کی باؤلی مین لب بام سے تیراک کودتے ہین۔ اسی طرح تیراک جہان دریا کا پانی نشیب مین ہوتا ہے وہان کراڑی کے کنارے پر سے کودتے ہین۔ کراڑ ساحل اور کراڑی کا کنارا لب ساحل جو صاحب کہ لب ساحل کو صحیح نہین جانتے کیا وہ طالب آملی کو بھی نہین مانین گے اور اس لفظ پر اعتراض کرنے کا سبب یہ ہے کہ اُن بیچارون نے سوائے گلستان بوستان کے کوئی فارسی کی کتاب نہین دیکھی۔ اگر مدت تک قدما کی تصنیفات نظر مین رکھین گے تو یقین ہے کہ دیکھ لین گے۔ فقط۔ نجات کا طالب غالب

بنام میر مہدی صاحب

آئیے جناب میر مہدی صاحب دہلوی بہت دنون مین آئے کہان تھے۔ بارے آپ کا مزاج خوش ہے میر سرفراز حسین صاحب اچھی طرح ہین میرن صاحب خوش ہین ؎

ہستی ہماری اپنی فنا پر دلیل ہے		یہان تک مٹے کہ آپ ہم اپنی قسم ہوئے	

پہلے یہ سمجھو کہ قسم کیا چیز ہے۔ قد اسکا کتنا لمبا ہے۔ ہاتھ پانون کیسے ہین۔ رنگ کیسا ہے۔ جب یہ نہ بتا سکو گے تو جانو گے کہ قسم جسم وجسمانیات مین سے نہین ایک اعتبار محض ہی۔ وجود اسکا صرف تعقل مین ہے سیمرغ کا سا اُسکا وجود ہے یعنی کہنے کو ہے دیکھنے کو نہین پس شاعر کہتا ہے کہ جب ہم آپ اپنی قسم ہو گئے تو گویا اس صورت مین ہمارا ہونا ہمارے نہ ہونے کی دلیل ہے ۱۲ ؎

میخواہم از خدا و نمی خواہم از خدا		دیدن حبیب را و ندیدن رقیب را	

لف ونشر مرتب ہے میخواہم از خدا دیدن حبیب را نمے خواہم از خدا نہ دیدن رقیب را۔ خوار وزار وخستہ وسوگوار معنی تو اسمین موجود ہین مگر بول چال ٹکسال باہر ہے ایک جملہ کا جملہ مقدر چھوڑ دیا ہی

اور پھر اس بھونڈی طرح سے کہ جسکو المعنی فی بطن الشاعر کہتے ہین۔ یہ شعر اساتذہ مسلم الثبوت مین سے
کسی کا نہین ہے۔ کوئی صاحب ہونگے کہ اُنہون نے لوگون کے حیران کرنیکے واسطے یہ شعر کہہ دیا
اور کسی اُستاد کا نام لے دیا کہ یہ اُنکا ہے۔ تذکیر و تانیث کا کوئی قاعدہ منضبط نہین کہ جس پر حکم کیا جائے
جو جس کے کانون کو لگے جسکو جسکا دل قبول کرے اُس طرح کہے۔ رتھ میرے نزدیک مذکر ہی یعنی رتھ
آیا۔ لیکن جمع مین کیا کرون گا ناچار مونث بولنا پڑیگا یعنی رتھین آئین خبر مونث ہی بہ اتفاق۔ مگر کاغذ
اخبار اسکو خود سمجھ لو کہ تمہارا دل کیا قبول کرتا ہے۔ مین تو مذکر کہونگا یعنی اخبار آیا۔ پیر ہوئی یا ہوا یہ
منطق عوام کا ہی۔ ہمین اس سے کچھہ کام نہین ہم کہین گے کہ دوشنبہ ہوا۔ پیر کا دن ہوا نری پیر
ہوئی یا پیر ہوا ہم کیون بولین گے ۱۲ بلبل میرے نزدیک مونث ہی جمع اُس کی بلبلین طوطی بولتا ہی
بلبل بولتی ہے ۱۲ بھائی اس امر مین مین مفتی و مجتہد بن نہین سکتا۔ اپنا عندیہ لکھتا ہون۔ جو چاہے
مانے جو چاہے نہ مانے ۱۲ نجات کا طالب غالب بشنبہ ۸۔ دسمبر ۱۸۶۳ء

ایضاً بھائی کیا پوچھتے ہو کیا لکھون۔ قاطع برہان کے مسودے سب مین نے پھاڑ ڈالے اس
واسطے کہ ہر نظر مین اُسکی صورت بدلتی گئی۔ وہ تحریر بالکل مغشوش ہو گئی۔ ہان اُسکی نقلین صاف کہ جن
مین کسی طرح کی غلطی نہین نواب صاحب نے کر لی ہین۔ ایک میرے واسطے ایک ضیاء الدین خان کے
واسطے۔ میری ملک کی جو کتاب ہے اُسکی جلد بندھ جائے تو بطریق مستعار بھیج دونگا۔ تم اُسکی نقل
لے کر میری کتاب مجکو پھیر دینا۔ اور یہ امر بعد محرم واقع ہوگا۔ مگر یہ یاد رہے کہ جو صاحب اُسکو دیکھین گے
وہ ہرگز نہ سمجھیں گے۔ صرف برہان قاطع کے نام پر جان دین گے۔ کئی باتین جس شخص مین جمع ہونگی
وہ اُسکو مانے گا۔ پہلے تو عالم ہو۔ دوسرے فن لغت کو جانتا ہو۔ تیسرے فارسی کا علم خوب ہو اور اس
زبان سے اُسکو لگاؤ ہو۔ اساتذہ سلف کا کلام بہت کچھ دیکھا ہو اور کچھ یاد بھی ہو۔ چوتھے منصف ہو
ہٹ دھرم نہ ہو۔ پانچوین طبع سلیم و ذہن مستقیم رکھتا ہو۔ معوج الذہن اور کج فہم نہ ہو۔ نہ یہ پانچ باتین
کسی مین جمع ہونگی اور نہ کوئی میری محنت کی داد دے گا ۱۲ فہمایش کا لفظ میان بدھا ولد میان
جما اور لالہ گنیشی داس ولد لالہ بھیرون ناتھ کا گھڑا ہوا ہے۔ میری زبان سے کبھی تم نے سنا ہے اب

تفصیل سُنو۔ امر کے صیغہ کے آگے شین آتا ہے تو وہ امر معنی مصدری دیتا ہے اور اُس کو حاصل بالمصدر کہتے ہین۔ سوختن مصدر سوزد مضارع سوز امر سوزش حاصل بالمصدر اسی طرح ہیں۔ خواہش و کاہش و گزارش و گذارش و آرایش و پیرایش و فرمایش۔ فہمیدن۔ فارسی الاصل نہین ہے مصدر جعلی ہے۔ فہم لفظ عربی الاصل ہے۔ طلب لفظ عربی الاصل ہے۔ ان کو موافق قاعدہ تفریس فہمیدن و طلبیدن کرلیا ہے اور اس قاعدہ مین یہ کلیہ ہے کہ لغت اصلی عربی آخر کو امر بن جاتا ہے فہم یعنی بفہم۔ سمجھ طلب یعنی بطلب مانگ۔ فہمد مضارع بنا طلبد مضارع بنا۔ خیر یہ فرض کیجیے کہ جب ہم نے مصدر اور مضارع اور امر بنایا تو اب حاصل بالمصدر کیون نہ بنائین سُنو حاصل بالمصدر فہمش اور طلبش ہونا چاہیئے۔ فہم تھا صیغہ امر فہمد سے نکالا تھا۔ الف اور یے کہان سے آیا۔ فہمائی تو نہین ہے جو فہمائش درست ہو کہین فرمایش کو اس کا نظیر گمان نہ کرنا وہ مصدر اصلی فارسی فرمودن ہے۔ فرماید مضارع۔ فرمائے امر حاصل مصدر فرمایش ۱۲ پہلے حکیم میر اشرف علی کو دعا۔ اور بیٹا پیدا ہونے کی مبارکباد۔ میان مین نے رات کو اپنے عالم سرخوشی مین تاریخی نام کا خیال کیا۔ میر کاظم دین کے بارہ سو پچھتر ہوتے ہین۔ لیکن یہ اسم بھی مانند لفظ فہمایش ٹکسال سے باہر ہے۔ غالب۔

بالخیر تمت



اعلان

العبد
محمد عبدالاحد عفی عنہ پروپرائٹر مطبع مجتبائی دہلی اپریل ۱۸۹۹ء

اعلان

رقعات میرزا نوشہ اسد اللہ خان غالب الموسوم بہ اُردوئے مُعلّٰی ہندوستان کے سعدی مولانا خواجہ الطاف حسین صاحب حالی کی اجازت سے مطبع مین چھپے تو مولٰنا موصوف نے ایک قلمی مسودہ بھی مرزا صاحب کے رقعات کا اپنے پاس سے بعد نظر ثانی و اضافہ نوٹ مطبع کو عنایت فرمایا جوکہ پہلے کبھی چھپا نہ تھا اور اُن ہی کے ارشاد سے اسکا نام حصّہ دوم اُردوئے معلی رکھا گیا۔ اس حصہ مین خاص کر وہ رقعات ہین جن مین مرزا صاحب نے لوگون کو اصلاحین دی ہین یا شاعری کے متعلق کوئی ہدایت کی ہے۔ یا نکتہ بتایا ہے اور بعض کتابون کے دیباچے اور ریویو بھی ہین۔ امید ہے کہ یہ حصہ بھی شایقین کے لئے سُرمۂ چشم بصیرت ہوگا +

المشتہر

محمد عبد الاحد عفی عنہ پروپرائٹر مطبع مجتبائی دہلی